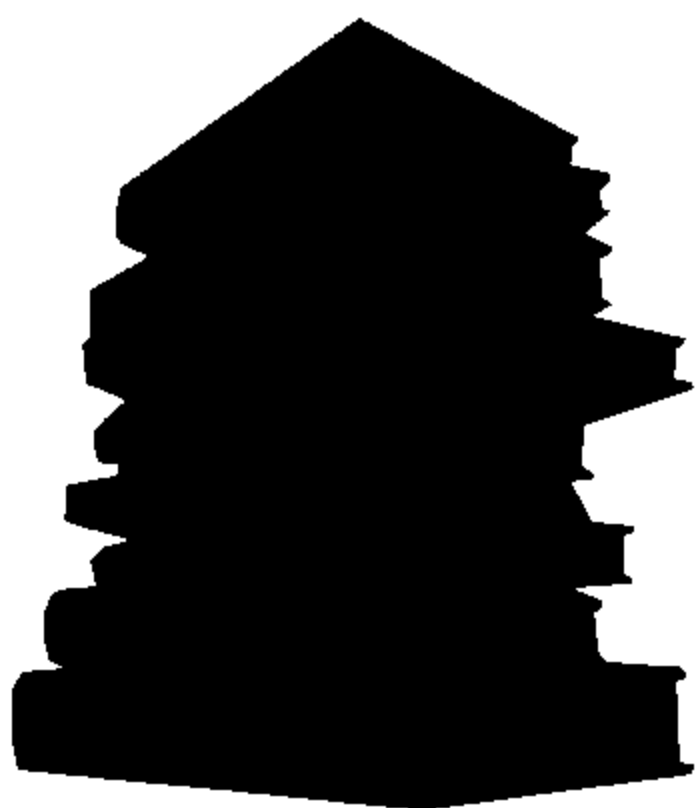


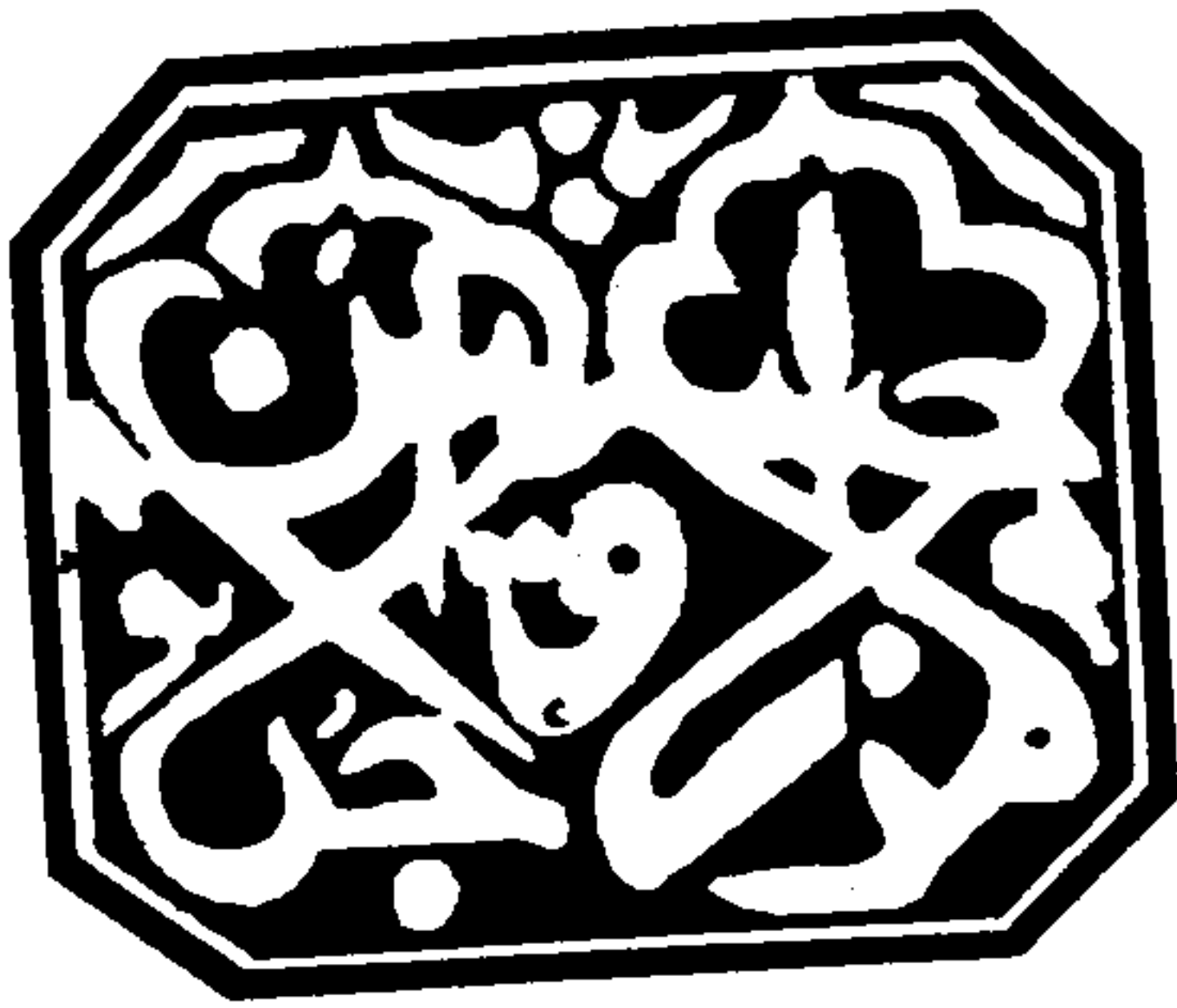
گلپاتریگانہ

میرزا ایگانہ چنگیزی لکھنوی

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





کلیاتِ یگانہ

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی



اکادمیِ بیاضِ بیاض

130440

کلیاتِ یگانہ

Kulliyat-e-Yagana

(Poetry)

Compiled By : Mushfiq Khawaja

پہلی اشاعت : جنوری ۲۰۰۳ء

ناشر : اکادمی بازیافت

اردو سینٹر، کمرہ نمبر ۴ (پہلی منزل) اردو بازار، کراچی۔ فون : ۲۶۳۳۳۳۰

کمپوزنگ : لیزر پلس، اردو بازار، کراچی

قیمت : ۱۵۰۰ روپے (پاکستان میں)

۳۵ امریکی ڈالر (بیرون ملک)

مرتب

مشفق خواجہ

ترتیب

- فہرستِ غزلیات / ۱۱
- فہرستِ رباعیات / ۱۵
- فہرستِ منظومات / ۲۲
- فہرستِ کلامِ فارسی / ۲۳
- فہرستِ شخصیات / ۲۴
- دیباچہء مرتب / ۲۵
- یگانہ... سوانحی خاکہ از مرتب / ۴۶
- مآخذ از مرتب / ۷۴

نستریاس

- ”نوٹ“ از یاس / ۹۴
- عکس سرورق، نسخہء مطبوعہ / ۹۶
- انتساب بعنوان ”نذر“ (عکس) / ۹۷
- اساتذہء لکھنؤ کی رائیں / ۹۸

دیباچہ از حامد علی خاں/۱۰۲

متن ”نشر یاس“/۱۱۱ تا ۱۹۰

غزلیات/۱۱۱

متفرقات/۱۸۲

رباعیات/۱۸۴

سہرا/۱۸۹

آیاتِ وجدانی (طبع اول)

عکس سرورق، نسخہ مطبوعہ (بیرونی)/۱۹۲

عکس سرورق، نسخہ مطبوعہ (اندرونی)/۱۹۳

عکس، مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ/۱۹۴

انتساب (عکس)/۱۹۵

دیباچہ از مرزا مراد بیگ شیرازی/۱۹۷

متن/۲۱۹ تا ۳۲۷

ترانہ

عکس سرورق، نسخہ مطبوعہ/۳۳۰

مغالطہ... دیباچہ از یگانہ/۳۳۱

مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ (عکس) / ۳۳۲

متن / ۳۳۵ تا ۴۰۳

آیاتِ وجدانی (طبع دوم)

عکس سرورق، نسخہ، مطبوعہ / ۴۰۶

تحفہ ادب (انتساب، عکس) / ۴۰۷

عکس، پہلا صفحہ، نسخہ، مطبوعہ / ۴۰۸

متن / ۴۰۹ تا ۴۳۷

عکس، آخری صفحہ، نسخہ، مطبوعہ / ۴۳۸

آیاتِ وجدانی (طبع سوم)

عکس سرورق، نسخہ، مطبوعہ (بیرونی) / ۴۴۰

عکس سرورق، نسخہ، مطبوعہ (اندرونی) / ۴۴۱

ایک شعر (عکس نسخہ، مطبوعہ) / ۴۴۲

تبصرہ از مجنوں گورکھپوری / ۴۴۳

خودنوشت از یگانہ / ۴۴۵

متن / ۴۵۳ تا ۵۰۳

آخری صفحہ، نسخہ، مطبوعہ (عکس) / ۵۰۴

گنجینہ (مطبوعہ)

عکس سرورق، نسخہ مطبوعہ/۵۰۶

متن/۵۰۷ تا ۵۱۴

غزل/۵۰۷

رباعیات/۵۰۹

گنجینہ (قلمی/غیر مطبوعہ/بخطِ یگانہ)

عکس سرورق، بخطِ یگانہ/۵۱۶

متن/۵۱۷ تا ۵۵۷

یگانہ آرٹ (رباعیات)/۵۱۷

غزلیات/۵۴۴

متفرقات/۵۵۷

آخری صفحے کا عکس، بخطِ یگانہ/۵۵۸

غیر مرقوم کلام

۱۹۱۴ء تا ۱۹۳۲ء

رباعیات/۵۶۱

متفرقات/۵۶۷

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

رباعیات/۵۷۱

غزل/۵۷۴

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

رباعیات/۵۷۵

متفرقات/۵۷۷

۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۶ء

رباعیات/۵۸۱

متفرقات/۵۹۰

آخری غزل/۵۹۲

آخری مصرع/۵۹۳

باقیات

۵۹۵ تا ۶۱۱

ضمائم

ضمیمہ: ۱۔ غیر مدون کلام/۶۱۵

ضمیمہ: ۲۔ باقیات/۶۱۹

فرہنگ

۶۲۹ تا ۶۶۳

حواشی

۶۶۵ تا ۹۵۸

نشر یاس/۶۶۹

آیاتِ وجدانی (طبعِ اول) / ۶۸۸

ترانہ / ۷۴۶

آیاتِ وجدانی (طبعِ دوم) / ۷۹۸

آیاتِ وجدانی (طبعِ سوم) / ۸۲۰

گنجینہ (مطبوعہ) / ۸۵۱

گنجینہ (قلمی) / ۸۷۹

غیر مدون کلام / ۹۲۲

باقیات / ۹۴۳

ضمیمہ: ۱ / ۹۵۱

ضمیمہ: ۲ / ۹۵۵

یگانہ کی تحریروں کے عکس ۹۴-۳۲۸-۴۰۴-۴۵۲

۵۹۴-۶۱۲-۶۲۸

آغا جان فرزند یگانہ کا خط

بنام مرتب کلیات . ۹۵۹

غزلیات

(ردیف وار فہرست)

- مجھے دل کی خطا پر یاس شرماتا نہیں آتا۔ ۲۲۲۔ ۵۹۷
 دنیا کا چلن ترک کیا بھی نہیں جاتا۔ ۲۳۵
 سجدہ صبح و شام کیا کرتا۔ ۲۵۸۔ ۶۰۸
 اب چین گنہ گاروں کو دم بھر نہیں ملتا۔ ۱۲۵
 دل بے تاب کو کب وصل کا یارا ہوتا۔ ۱۲۷
 اگر اپنی چشمِ نم پر مجھے اختیار ہوتا۔ ۱۱۳
 جو بلند خاکِ دل سے کبھی کچھ غبار ہوتا۔ (فرد) ۶۱۵
 وہ کیا شکستہ دلوں کا مزاج داں ہوتا
 (مصرع ثانی) ۵۶۷
 جو دل نہیں رکھتا کوئی مشکل نہیں رکھتا۔ ۱۱۹
 کدھر چلا ہے ادھر ایک رات بستا جا۔ ۳۶۲
 اپنی ہستی میں بھی کچھ شک آ پڑا۔ ۳۶۱
 عجب انداز ہے چشمِ ستم گر کی شرارت کا
 (مطلع) ۳۲۵
 سایہ اگر نصیب ہو دیوارِ یار کا۔ ۱۱۷
 جادو نہ چل سکا کوئی حسنِ مجاز کا
 (مصرع ثانی) ۵۶۸۔ ۶۲۰
 چلے چلو جہاں لے جائے دلولہ دل کا۔ ۱۲۱
 دھواں سا جب نظر آیا سوادِ منزل کا۔ ۲۲۳
 چلتا نہیں فریب کسی عذر خواہ کا۔ ۳۲۳۔ ۶۰۶
 آج ڈنکا ہے یگانہ تری یکتائی کا
 (فرد۔ مصرع ثانی) ۶۶۵
 سلسلہ چھڑ گیا جب یاس کے افسانے کا۔ ۲۳۲۔ ۵۹۹۔ ۶۲۳
 آپ سے آپ عیاں شاید معنی ہوگا۔ ۱۳۱
 کون جانے وعدہ فردا وفا ہو جائے گا۔ ۳۵۳
 خاک کا پتلا بگولا دشت کا ہو جائے گا۔ ۲۳۹۔ ۵۹۹
 وہ بھی دن ہوگا کہ دشمن مہرباں ہو جائے گا۔ ۳۱۵
 پیش خیمہ موت کا خوابِ گراں ہو جائے گا۔ ۱۳۰
 آنے میں سامنا جب ناگہاں ہو جائے گا۔ ۳۱۰
 کون ایسا ہے جاننے والا۔ ۳۵۳
 چراغِ زیست بجھا دل سے اک دھواں نکلا۔ ۲۲۶
 ہنوز زندگی تلخ کا مزہ نہ ملا۔ ۲۲۰
 داں نقاب اٹھی کہ صبحِ حشر کا منظر کھلا۔ ۱۱۱
 نقاب اُن کا اُلٹنا وحشیوں کی رت بدل جاتا۔ ۱۳۳
 تماشا ہے مری تصویر کا بیکار ہو جاتا۔ ۲۳۰۔ ۵۹۹
 برا کیا ہے لگی میں اپنی حد سے دور ہو جاتا۔ ۳۶۰۔ ۶۰۶
 مبارک ہو نوید وصل پر مدہوش ہو جاتا۔ ۵۶۷
 قفس کو جانتے ہیں یاسِ آشیاں اپنا۔ ۲۲۸۔ ۵۹۷

قیامت ہے شبِ وعدہ کا اتنا مختصر ہوتا۔ ۲۳۲-۵۹۸
 فخر ہے خانہ صیاد میں مہماں ہوتا۔ ۲۳۳
 بیٹھا ہوں پاؤں توڑ کے تدبیر دیکھنا۔ ۲۲۳
 دل دکھانے کا نرہ او دشمن جاں دیکھنا۔ ۲۳۸-۵۹۸
 قصہ کتابِ عمر کا کیا مختصر ہوا۔ ۲۳۵
 دل آگاہ کو جب راہ پہ لانا چاہا۔ ۲۳۶-۵۹۸
 وحشت تھی، ہم تھے، سایہ دیوارِ یار تھا۔ ۱۱۸
 جب حسن بے مثال پر اتنا غرور تھا۔ ۱۲۱
 جنھیں ذوقِ حضوری خواب و بیداری میں حاصل تھا۔ ۲۵۳
 اجل کو کیا خبر دل میں اسیروں کے جو ارماں تھا۔ ۱۳۳
 بستیوں کو ترے دیوانے نے دیراں سمجھا۔ ۱۲۳
 فکرِ انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا۔ ۱۱۵
 دل کی ہوس وہی ہے مگر دل نہیں رہا۔ ۲۳۷-۵۹۸-۶۲۳
 ناخدا کے کم ہمت ہاتھ پاؤں مار آیا۔ ۳۲۳
 کس دل بے قرار کو تو نے یہ دلولہ دیا۔ ۳۵۵-۶۰۷
 حسن سے بے خبر گزرنا کیا۔ ۵۴۳
 ادب نے دل کے تقاضے اٹھائے ہیں کیا کیا۔ ۳۶۳-۶۰۸
 سب ترے سوا کافر، آخر اس کا مطلب کیا۔ ۳۵۶
 محبت نے ایمان کھویا تو کیا۔ ۳۵۸
 ہر رنگِ روشن ہر دیدنی کیا۔ ۳۶۳-۶۲۷
 مرزا صاحب رہ گئے تنہا اک اک ساتھی چھوٹ گیا
 (مصرع)۔ ۵۹۳
 پالا اُمید و بیم سے ناگاہ پڑ گیا۔ ۲۳۱-۵۹۷
 جلوہ فرما حق ہوا، باطل گیا (مصرع)۔ ۱۹۶
 کعبہ مقصود خلوت خانہ دل ہو گیا۔ ۲۳۳-۶۲۲
 روشن تمام کعبہ و بت خانہ ہو گیا۔ ۱۲۸
 جلوہ قاتل سے کچھ ایسا میں حیراں رہ گیا۔ ۱۱۳
 خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا۔ ۴۰۹-۶۲۷
 وہ جانِ ادب خاصہ خاصانِ ادب (فرد)۔ ۵۹۰
 چھٹ بھیوں میں ڈھونڈتے کیا ہو میرے ہائے
 شعر کی بات (فرد)۔ ۵۷۷

پھوڑتا سر کو جو سنا کوہکن کی سرگزشت
 (فرد۔ مصرع ثانی)۔ ۱۳۵
 لذتِ زندگی مبارک باد۔ ۴۶۵-۶۰۸
 دیتی ہے وحشتِ دل پھر مجھے تعبیرِ بہار۔ ۱۳۶
 نقشِ باطل ہو چلا خواب پریشانِ بہار۔ ۲۲۸
 نفسِ نصیبوں کو ترپا گئی ادائے بہار۔ ۱۳۷
 وہ جوانی کی موج وہ منجد حار۔ ۴۶۶-۶۰۸
 دیتی ہے وحشتِ دل فصلِ بہاراں کی خبر۔ ۱۳۸
 وطن کی ہے ہوا سر میں وطن کی خاک دامن پر۔ ۲۶۰-۶۰۰-۶۲۵
 تمھیں نہ چاہو لپٹنا تو بس چلے کیوں کر۔ ۴۶۷
 رہے دنیا میں محکومِ دل بے مدعا ہو کر۔ ۲۵۲-۶۰۰-۶۲۵
 نفس میں بوئے مستانہ بھی آئی درِ دوسر ہو کر۔ ۲۵۵
 زمیں کروٹ بدلتی ہے بلائے ناگہاں ہو کر۔ ۲۵۸
 ہنستا ہے عشق مجھ کو گراں بار دیکھ کر۔ ۲۵۰
 اڑتے ہیں ہوش گردشِ لیل و نہار دیکھ کر۔ ۱۳۹
 آنکھ جھک جاتی ہے خار و گل کو باہم دیکھ کر۔ ۲۵۳
 وحشتِ دل بڑھ چلی فصلِ بہاراں دیکھ کر۔ ۱۳۸
 آپ میں کیوں کر رہے کوئی یہ ساماں دیکھ کر۔ ۴۱۲
 ناخدا ظالم کھڑا ہنستا ہے اب ساحل کے پاس
 (فرد۔ مصرع ثانی)۔ ۳۲۵
 خداؤں کی خدائی ہو چکی بس۔ ۴۹۶
 تو کہاں اور کہاں وہ جلوہ پاک۔ ۴۲۵-۶۰۷
 فریبِ آرزو کب تک امید سخت جاں کب تک۔ ۵۴۷
 گوشہ گیری ہے اک انوکھا سا رنگ۔ ۴۲۷-۶۰۷
 کوئی کیا جانے بانگین کے یہ ڈھنگ۔ ۴۶۸
 حسن وہ حسن جس کا روپ نہ رنگ۔ ۴۶۹
 جنابِ یاس ہیں اور انتظامِ باغِ سخن (مطلع)۔ ۵۶۸
 آہ یہ بندہ غریب آپ سے لو لگائے کیوں۔ ۴۷۰
 کسی پر عنایتیں کسی پر یہ شدتیں (فرد)۔ ۵۶۸
 شکوہ در و جگر اے مہرباں کیوں کر کریں۔ ۱۵۱
 حسنِ فطرت بولتا ہے یردہ اسرار میں۔ ۲۶۳

کیا چل سکے گی بادِ مخالف مزار میں۔ ۲۶۶-۲۰۱-۶۲۳
 دستِ شل کو دخل ناممکن خطِ تقدیر میں۔ ۲۶۹-۲۰۱-۶۰۱
 زحمتِ سجدہ ہے فضول بت کدہ مجاز میں۔ ۲۶۲-۶۰۱-۶۰۱
 مستانہ رقص کیجیے گردابِ حال میں۔ ۴۷۸-۶۰۱-۶۰۱
 وہ گل ہی کیا جو نہ کھٹکے نگاہِ دشمن میں (فرد)۔ ۶۱۶-۶۰۱-۶۰۱
 خدا معلوم کیسا سحر تھا اُس بت کی چتون میں۔ ۱۳۳-۶۱۹-۶۰۱
 ہے کوئی ایسا محبت کے گنہ گاروں میں۔ ۶۱۵-۶۰۱-۶۰۱
 گلے میں بانہیں ڈالے چین سے سوتا جوانی میں۔ ۱۳۳-۶۱۹-۶۰۱
 یکساں کبھی کسی کی نہ گزری زمانے میں۔ ۱۳۷-۶۱۹-۶۰۱
 اپنے ہندوستان میں گورے بھی ہیں کالے بھی ہیں
 (فرد)۔ ۵۷۸-۶۱۹-۶۰۱
 خون کے گھونٹ بلا نوش پیے جاتے ہیں۔ ۴۷۲-۶۱۹-۶۰۱
 موسمِ گل میں جو خاموش رہا کرتے ہیں۔ ۲۷۱-۶۲۶-۶۰۱
 نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ ۲۷۰-۶۲۶-۶۰۱
 ساقیا آج یہ کیا ظلم و ستم دیکھتے ہیں۔ ۱۳۹-۶۲۶-۶۰۱
 کچھ زرد زرد پتے نشاں جو خزاں کے ہیں۔ ۱۳۶-۶۲۶-۶۰۱
 پچھلے کو اٹھ کھڑا نہ ہو دردِ جگر کہیں۔ ۱۵۲-۶۲۶-۶۰۱
 دل لگانے کی جگہ عالمِ ایجاد نہیں۔ ۴۱۳-۶۲۶-۶۰۱
 بندہ فطرتِ مجبور ہوں، مختار نہیں۔ ۲۷۳-۶۲۶-۶۰۱
 ہارنے والے کبھی کافروں میں دار نہیں۔ ۲۶۸-۶۲۶-۶۰۱
 تو کیا ہمیں ہیں گنہ گار حسنِ یار نہیں۔ ۴۷۱-۶۲۶-۶۰۱
 جادے کو کاروانِ عدم کی خبر نہیں۔ ۲۷۳-۶۲۱-۶۰۱
 کینجِ قفس میں دل کے بہننے کا کوئی سامان نہیں۔ ۳۲۷-۶۲۱-۶۰۱
 دل کش ایسی بھی کوئی دنیا میں آبادی نہیں
 (مصرع ثانی)۔ ۱۸۳-۶۲۱-۶۰۱
 آنکھ کا مارا مرے نزدیک آزاری نہیں۔ ۱۴۱-۶۲۱-۶۰۱
 جان پیاری ہے حیاتِ جاوداں پیاری نہیں
 (مطلع)۔ ۴۷۵-۶۲۱-۶۰۱
 عہدِ شباب کی کوئی تصویر بھی نہیں (مصرع ثانی)۔ ۱۸۲-۶۲۱-۶۰۱
 دل ایک ہی فتنہ ہے لیکن بیدار نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ۴۷۴-۶۲۱-۶۰۱
 کیسی کیسی بستیاں دودن میں دیراں ہو گئیں۔ ۱۵۳-۶۲۱-۶۰۱

پھر لیا نامِ یگانہ بے وضو (مطلع)۔ ۶۱۸-۶۲۱-۶۰۱
 تارِ نظر نے باندھ لیا ہے بہار کو۔ ۲۷۹-۶۱۰-۶۰۱
 نظر آئے گا کیا ظلمتِ کدے میں چشمِ حیراں کو۔ ۲۸۱-۶۱۰-۶۰۱
 خاکساری نے کیا بے سرو ساماں مجھ کو
 (مطلع)۔ ۳۲۵-۶۲۵-۶۰۱ (فرد)۔ ۶۲۵-۶۱۰-۶۰۱
 کچھ مر بنا ڈالوں چاہے کچالو (فرد)۔ ۵۷۷-۶۲۵-۶۰۱
 بہارِ زندگی ناداں بہارِ جاوداں کیوں ہو۔ ۴۸۱-۶۲۵-۶۰۱
 موجِ ہوا سے خاک اگر آستانہ ہو۔ ۲۷۷-۶۲۵-۶۰۱
 کیا بن پڑے جو شوقِ طلب کی مدد نہ ہو۔ ۵۴۸-۶۲۵-۶۰۱
 خزاں کے جور سے واقف کوئی بہار نہ ہو۔ ۱۵۴-۶۲۵-۶۰۱
 حسنِ کافر کی پرستش عینِ ایماں کیوں نہ ہو۔ ۵۵۱-۶۲۵-۶۰۱
 کسی مسیحِ نفس کی جو خاک پا ہوتی۔ ۱۸۲-۶۲۵-۶۰۱
 نگاہِ شوق ہوتی یا نگاہِ واپس ہوتی۔ ۳۰۴-۶۲۵-۶۰۱
 یگانہ نے کیا اُن جھلی ٹھونک دی (فرد)۔ ۵۷۸-۶۲۵-۶۰۱
 کھل نہیں سکتی گرہ تقدیر کی۔ ۱۷۱-۶۲۵-۶۰۱
 نہ انتقام کی عادت نہ دل دکھانے کی۔ ۳۱۱-۶۰۴-۶۲۵-۶۰۱
 جب تک خلشِ دردِ خدا داد رہے گی۔ ۳۱۹-۶۰۵-۶۰۱
 اپنی ہستی خود ہم آغوشِ فنا ہو جائے گی۔ ۲۸۳-۶۱۱-۶۰۱
 محرومِ شہادت کی ہے کچھ تجھ کو خبر بھی۔ ۱۶۸-۶۱۱-۶۰۱
 ارے واہ صلح ہوئی تو کیا وہی آگِ دل میں بھری رہی۔ ۵۰۷-۶۱۱-۶۰۱
 مزاجِ آپ کا دنیا سے کچھ کشیدہ سہی۔ ۵۰۰-۶۱۱-۶۰۱
 بندھی ہے نمٹکی آپس میں گفتگو نہ سہی۔ ۵۹۲-۶۱۱-۶۰۱
 حسنِ پرفرعون کی پھبتی کہی۔ ۴۸۸-۶۱۱-۶۰۱
 خود حجاب آگیا جب یار کی صورت دیکھی
 (مصرع ثانی)۔ ۳۲۴-۶۰۶-۶۱۹-۶۰۱
 یہ انقلاب کیسا یہ کیا قیامت آئی۔ ۵۵۰-۶۱۰-۶۲۷-۶۰۱
 کس کی آواز کان میں آئی۔ ۵۰۲-۶۱۰-۶۲۷-۶۰۱
 خدا کہاں ہے کسے درمیان دے کوئی۔ ۵۷۴-۶۱۰-۶۲۷-۶۰۱
 کیوں کسی سے وفا کرے کوئی۔ ۴۱۹-۶۲۶-۶۱۰-۶۲۷-۶۰۱
 کس دل سے ترکِ لذتِ دنیا کرے کوئی۔ ۴۱۸-۶۱۱-۶۲۷-۶۰۱
 آہ بیمار کارگر نہ ہوئی۔ ۲۹۶-۶۱۱-۶۲۷-۶۰۱

مزه گناہ کا جب تھا کہ با وضو کرتے۔ ۳۰۱
کہ لکھنؤ سے وفا اہل لکھنؤ کرتے

(فرد۔ مصرع ثانی)۔ ۴۹۵

بندہ وہ بندہ جو دم نہ مارے۔ ۴۸۶

خدا کی مار وہ ایام شور و شر گزرے۔ ۴۹۳۔ ۶۰۹

کیوں یار تو ہی دل سے بھلا دے تو کیا کرے۔ ۴۹۴

نظارے پہ کیا گزری آشوب تماشا سے۔ ۴۱۵

ہوش اڑتے ہیں دورنگی لیل و نہار سے۔ ۶۰۳۔ ۶۰۳

اثر پیدا کیا چاہو سخن میں طرز دل کش سے۔ ۱۸۰

کون دن ہوگا الہی گردشِ افلاک سے۔ ۱۷۸

لپٹی ہے بہت یادِ وطن جب دامنِ دل سے۔ ۶۰۲۔ ۲۸۶

برابر بیٹھنے والے بھی کتنے دور تھے دل سے۔ ۴۹۷

آج وہ کیوں زیرِ خاک سوتے ہیں آرام سے۔ ۵۶۹

التجاؤں سے ہوا کچھ نہ مناجاتوں سے۔ ۱۶۲

کام دیوانوں کو شہروں سے نہ بازاروں سے۔ ۱۶۶

آ رہی ہے یہ صدا کان میں دیرانوں سے۔ ۱۵۹

تو کیا امید کرے کوئی بادشاہوں سے۔

(مصرع ثانی)۔ ۵۶۹

دردِ دل روئیں کس اُمید پہ بیگانے سے۔ ۱۵۷

میں تو وہ پاک شہدہ ہوں سیاں کہیں جسے

(فرد۔ مصرع ثانی)۔ ۵۷۷

ارے یہ کھیل ہیں یا شاہِ کارِ قدرت کے۔ ۲۹۱

کھل گئے عیب و ہنسب کا تب تقدیر کے۔ ۶۰۳۔ ۳۱۰

اداسی چھا گئی چہرے پہ شمعِ محفل کے۔ ۶۰۲۔ ۲۹۷

خوگر نہیں ہم ایسی خاموشِ زندگی کے۔ ۳۲۶

اب تو پیغامِ سلام آپ سے آساں ہوں گے

(فرد۔ مصرع ثانی)۔ ۴۳۷

یہ دل ہے یا کوئی پتھر کہ چوٹ ہی نہ لگے۔ ۵۵۴

دامنِ قاتل جو اڑ اڑ کر ہوا دینے لگے۔ ۱۷۰

خدا کے سامنے دامنِ پیار نے والے۔ ۶۰۹۔ ۴۹۰

سلامت تھیں دل میں گھر کرنے والے۔ ۶۲۱۔ ۲۹۳

ٹھوکر میں کھلوائیں کیا کیا پائے بے زنجیر نے۔ ۶۲۶۔ ۲۹۹

مشیت سے بگڑے تو کیوں کر بنے۔ ۵۴۵

دیکھا دیکھی جو کوئی آپ کا دیوانہ بنے۔ ۶۱۳۔ ۶۰۳۔ ۳۰۶

جاتے ہیں یاسِ چوٹ سی دل پر لیے ہوئے۔ ۱۷۹

جلوۂ حسن کا ہر چند اثر پڑتا ہے۔ ۵۵۳

نغمہ درد کون گا سکتا ہے (مطلع)۔ ۶۱۸

زمانہ خدا کو خدا جانتا ہے۔ ۴۸۵

ہجومِ یاس سے دل کا یہ حال ہوتا ہے۔ ۲۸۸

حال دونوں کا ہے غیر اب سامنا مشکل کا ہے۔ ۲۹۰

کیوں ہوش میں پھر آیا کیوں ہاتھ مل رہا ہے۔ ۴۸۸

منہ کے پاس آ کے گھورتا کیا ہے (مصرع ثانی)۔ ۵۵۷

حاصلِ فکرِ نار سا کیا ہے۔ ۴۹۲

بیگانگی نے جن کو اپنا بنا لیا ہے (مصرع ثانی)۔ ۲۹۸

پیری ہے قبر اے دلِ مضطر قریب ہے۔ ۱۵۶

غضب کی دھومِ شبستانِ روزگار میں ہے۔ ۶۲۳۔ ۶۰۲۔ ۲۹۳

کس غضب کی یاسِ برشِ خنجرِ قاتل میں ہے۔ ۱۷۵۔ ۶۱۱

کس کے دم کی روشنیِ زندانِ آب و گل میں ہے۔ ۴۱۷

یار ہے آئندہ ہے شانہ ہے۔ ۱۷۷

انوکھی معرفتِ اندھوں کو حاصل ہوتی جاتی ہے۔ ۴۹۹

کار کاہِ دنیا کی نیستی بھی ہستی ہے۔ ۲۸۳

ہنوز دردِ جدائی یار باقی ہے۔ ۱۷۶

دردِ دل یار سے رو لے ابھی تنہائی ہے (فرد)۔ ۸۳

نہ جانے کیا ہو یہ دیوانہ جس جگہ بیٹھے۔ ۶۰۹۔ ۴۸۹

آنکھ دکھلانے لگا ہے وہ فسوں ساز مجھے۔ ۱۶۳

یار کی تصویر ہی دکھلا دے اے مائی مجھے۔ ۱۶۳

سنگِ دل بھی یاد کرتے ہیں تیرے دل سے مجھے۔ ۶۲۶۔ ۳۰۰

دلِ عجب جلوۂ اُمید دکھاتا ہے مجھے۔ ۴۱۳

زمانے پر نہ سکی دل پہ اختیار رہے۔ ۶۰۵۔ ۳۱۷

ازل سے سخت جاں آ مادۂ صدا سچاں آئے۔ ۶۰۴۔ ۳۱۳

گر یاد میں ساقی کی ساغرِ نظر آ جائے۔ ۱۷۳

محرومِ شہادت جو گلا کاٹ کے مر جائے۔ ۱۷۳

ہمت تن شمع بنے یا ہمت تن دل ہو جائے۔ ۶۰۳-۳۰۸
 بخت بیدار اگر سلسلہ جنباں ہو جائے۔ ۶۰۵-۳۱۶
 مزہ ایسا چکھا دوں زندگی بھر یاد رہ جائے (فرد)۔ ۵۷۷
 خلش تو کوئی دل دوست میں نہ رہ جائے۔ ۵۵۵
 برگشتہ اور وہ بت بے پیر ہو نہ جائے۔ ۱۶۱
 اکثر امیدوار رہائی جو مر گئے۔ ۶۲۳-۳۲۳
 موت آئی آنے دیجیے پروانہ کیجیے۔ ۲۸۷
 خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے (فرد)۔ ۱۹۶
 کنج قفس میں یاس کیا دل کا کواڑ کھولے۔ ۶۱۶
 درِ سر تھا سجدہ شام و سحر میرے لیے۔ ۶۰۵-۳۲۰

رُباعیات

(ردیف وار فہرست)

اُٹا رستہ بانے والے باز آ۔ ۵۴۰
 کیا بھانپتا ہے بھانپنے والے باز آ۔ ۵۱۰
 تازہ مژدہ کوئی سنا ہے تو آ۔ ۵۰۹
 دھارا ہے زمانے کا رواں بے سرو پا۔ ۳۶۳
 کیوں مطلب ہستی و عدم کھل جاتا۔ ۳۳۶
 ہر عید کو اک دلہن نئی کیوں کرتا۔ ۳۹۵
 پامال ازل تھا دل تو کیوں کر جڑتا۔ ۳۹۶
 کافر کا مسلمان سے بس کیا چلتا۔ ۳۸۲
 کیوں ذوقِ نظر طعنہ غفلت سہتا۔ ۵۱۸
 نخاس سے خلعت کوئی منگوا لیتا۔ ۳۹۵
 بیداری موہوم کا پردہ نہ ہٹا۔ ۵۱۲
 بھونڈا پن ہے مذاقی غالب میں رچا۔ ۴۰۲
 چنگیزی لبو ہے اپنی رگ رگ میں رچا۔ ۴۰۲
 مرمر کے مسافر سر منزل پہنچا۔ ۳۳۵
 سارے جھگڑوں سے پا گیا چھٹکارا۔ ۵۸۱
 شاہوں کو نگاہوں سے گرا کر مارا۔ ۳۵۸
 کیا فصلِ بہاری کی خبر نے مارا۔ ۳۹۲
 سنتا ہے بھلا کون اب افسانہ مرا۔ ۱۸۶
 کیا کیا حرم و دیر میں آوارہ پھرا۔ ۵۲۲
 نظارہ بیدار بھی مہمل ٹھہرا۔ ۵۱۰
 درشن کچھ بھی نہیں مگر نام بڑا۔ ۵۳۹
 ہم پلہ تھے دو گل کوئی تھوٹا نہ بڑا۔ ۳۶۹
 میڑھے مرزا نے پہلے رشتہ جوڑا۔ ۵۴۱
 دنیا نے جسے اپنے شکنجے میں کسا۔ ۳۵۷
 ان مُردہ پرستوں کا ہے مذہب کیسا۔ ۳۸۲
 ان عقل کے اندھوں میں ہے یہ غل کیسا۔ ۵۱۱
 وہ حسن ہی کیا جس میں نہ ہو خوئے وفا۔ ۵۷۱
 دروازہ کیوں نہ بند ہو روزی کا۔ ۵۴۰
 بھوکا تیرا کبھی نہیں مچکنے کا۔ ۵۱۸
 مے کیا ہے؟ خونِ دل پی کر نہ چھکا۔ ۳۸۲
 گھر بولتا ہے آج دلدر بھاگا۔ ۳۷۴
 دل نشے میں سرشار نظر آنے لگا۔ ۳۷۴
 جو میں نے کہا وہ بھی وہی کہنے لگا۔ ۵۴۲
 نیت ہے بخیر بول اپنا بالا۔ ۵۸۱
 ہوتا کوئی پہلو میں بٹھانے والا۔ ۴۳۳
 دکھتا ہوا دل ٹٹول لینے والا۔ ۳۳۵
 دلی سے اُدھر وہ غیرتِ حور چلا۔ ۳۹۵
 وہ گھر وہ در وہ آستانہ بھولا۔ ۳۵۹
 ہم بندے ہیں بندوں سے ہے مطلب اپنا۔ ۵۸۱
 کافر کوئی اپنا ہے نہ دیں دار اپنا۔ ۵۸۲
 کیوں لکھنؤ میرزا یگانہ سے تنا۔ ۵۴۱
 ہر سانس ہے بازیچہ امواجِ فنا۔ ۳۷۸
 پوشیدہ ادائے دل بری کیا کہنا۔ ۳۵۱
 افسانہ حسن و عشق دُہرا لینا۔ ۵۲۰

آسان نہیں موت کی آہٹ لینا۔ ۳۸۱

ساجن کو سکھی منا لو پھر سو لینا۔ ۳۳۵

قیمت میں ہیں بد گہر حلالی سے سوا۔ ۵۷۵

ہے اور بھی ایک راہ مذہب کے سوا۔ ۳۳۴

مطلب نہیں کوئی ترک منزل کے سوا۔ ۳۳۵

آتا نہیں کچھ گرہ سے کھونے کے سوا۔ ۳۹۳

چارہ نہیں کوئی جلتے رہنے کے سوا۔ ۳۳۸

مشکل کوئی مشکل نہیں جینے کے سوا۔ ۳۷۸

دل پہلے جو سادہ تھا سوتا ریک ہوا۔ ۵۲۷

کچھ معنی و مطلب سے نہ آگاہ ہوا۔ ۵۷۱

دل کعبہ بت خانہ نما کیوں نہ ہوا۔ ۳۶۰

گھر چھوڑ جو در بدر ہوا کچھ نہ ہوا۔ ۳۵۹

مخمور سے شباب ہو لینا تھا۔ ۳۵۲

زمزم سے گناہوں کا ہے دھونا اچھا۔ ۵۲۱

کیا مفت کا بہتان خدا پر باندھا۔ ۳۶۸

کس دھن میں کوہ کن نے تیشہ باندھا۔ ۳۸۱

بازار میں جب کوئی بھی گاہک نہ رہا۔ ۵۲۰

مرزا کا قدم غلط نہ پڑتے دیکھا۔ ۵۸۲

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا۔ ۳۶۷

مفلس کو مزہ زیست کا چکھنے نہ دیا۔ ۳۵۷

آخر نگہ شوق نے گرما ہی دیا۔ ۶۱۶

دنیا کے دنی کا آسرا لینا کیا۔ ۳۵۶

مردانِ عمل کو اجر کی پروا کیا۔ ۵۲۱

دنیا میں کوئی اور حسیں ہو بھی تو کیا۔ ۳۷۹

ترسی ہوئی آنکھوں کا تقاضا ہے تو کیا۔ ۵۰۹

آخر یہ شباب یاد آئے گا نہ کیا۔ ۴۳۳

ربان کے روپ میں ہے رہبر یہ کیا۔ ۵۳۶

بے رنگ ہے آج دل کا رنگ آہ یہ کیا۔ ۴۳۵

تپست بھیوں کا انداز فلاطونی کیا۔ ۵۷۸

جب کھو گئے پھر ہوش میں آؤ گے کیا۔ ۱۸۸

ہر روز نیا رکھتی ہے جو بن دنیا۔ ۱۸۴

جس باگ پہ چاہے موڑتی ہے دنیا۔ ۳۵۶

نغمہ بھی کوئی وجد میں لاتا نہیں اب۔ ۵۲۰

تھمنے کا نہیں قافلہ موجِ سراب۔ ۳۴۳

کرنا جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب۔ ۳۷۳

انگریز چڑ میں کہیں آتے ہیں جناب۔ ۵۳۴

پیارے صاحب سنو تو پیارے صاحب۔ ۴۰۰

دونوں دیوانے ہیں علی کے طالب۔ ۴۶۱

نا کامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست۔ ۵۸۲

زاہد بھی ہے اپنے رنگ میں مستِ الست۔ ۵۲۵

تخریب جسے کہتے ہیں اہلِ غفلت۔ ۵۸۲

دنیا کی ہوا کیا ہے پیامِ غفلت۔ ۳۴۴

پیاری دنیا کے چاؤ دیکھے ہیں بہت۔ ۳۶۸

خاصہ نہ سہی بلا سے، کھرچن ہے بہت۔ ۵۳۴

چنڈال نہیں ہے ”دیو بھگتنا“ ہے کلوث۔ ۵۷۹

دنیا کا خود اصلاح پہ آیا نہ مزاج۔ ۳۸۰

دل تنگ نہ ہو تنگ خیالوں کی طرح۔ ۳۹۸

دل ہے بنیادِ عالم کون و فساد۔ ۵۶۱

کیا امتِ غالب میں پاپ ہے فریاد۔ ۵۳۲

آپ اپنی مثال لکھنؤ کا ہر فرد۔ ۵۴۱

آندھی طوفان سر سے گزرے ہر چند۔ ۵۲۴

سنتا ہوں کہ ہر رنگ میں ہے تو موجود۔ ۴۴۳

سورج کو گہن میں نہیں دیکھا شاید۔ ۳۵۵

پھر کوئی نئی لگن لگی ہے شاید۔ ۳۴۶

واللہ وہ زندگی بھی ہے قابلِ دید۔ ۵۱۴

واللہ یہ زندگی بھی ہے قابلِ دید۔ ۴۴۲

وہ دل جسے کہتے ہیں دیارِ امید۔ ۴۴۸

ہاں جانتا ہوں وہ کالا صاحب ”نمروڈ“۔ ۵۳۸

ہوگی کسی رہنما کو منزل کی خبر۔ ۳۶۱

ہندو کو مسلمان سے ہے جان کا ڈر۔ ۴۴۶

اللہ ری ہوا وہی خلعتِ وزر۔ ۵۴۴

ادراک و وجود حق میں عاجز ہے بشر۔ ۵۶۱

شاید کوئی اعجاز تھی حسرت کی نظر۔ ۵۶۱
 ڈھکاتی ہے کیا کیا یہ لگاؤ کی نظر۔ ۵۳۹
 کیا جانیں ادھورا ہے کہ پورا شاعر۔ ۵۳۲
 دریائے محبت کے بھور میں پڑ کر۔ ۵۶۲
 سر ڈھنتے تھے اسرار و معانی سن کر۔ ۳۶۳
 دل میں آ بیٹھ درد پہلو ہو کر۔ ۳۳۸
 بچتے ہیں خضر بھی کچھ ایسے پی کر۔ ۱۸۷
 پنجاب سے سکھ آئے ہو کیا خوب ہنر۔ ۵۳۱
 فطرت کچھ اور ہے خدا ہے کچھ اور۔ ۵۰۹
 درد اپنا کچھ اور ہے دوا ہے کچھ اور۔ ۳۳۶
 ارمان نکلنے کا مزہ ہے کچھ اور۔ ۴۳۳
 ہنگامہ شوق و آرزو سے مجبور۔ ۳۷۸
 چھٹ بھٹیوں کی شاعری کا یہ زور یہ شور۔ ۵۳۲
 مالا جپنے لگا ہے بدھو گھر گھر۔ ۵۳۲
 کھلتے ہیں علم سے بشر کے جوہر۔ ۵۱۹
 کیوں کیا ہوئے وہ بہادری کے جوہر۔ ۵۳۳
 ہو گا کوئی شریف عالی گوہر۔ ۵۸۳
 اب کون مناتا ہے انسان کی خیر۔ ۴۰۱
 بادل کو لگی کھلتے برستے کچھ دیر۔ ۳۷۶
 یارانِ شباب رات کتنے کی ہے دیر۔ ۳۵۳
 یارانِ چمن آگ برسنے کی ہے دیر۔ ۳۵۳
 مردوں کا اصول جان لینے کی ہے دیر۔ ۳۶۸
 آنکھوں میں ہے اشک اور چہرہ ہے اداس۔ ۱۸۷
 فطرت کا تقاضا ہے بشر سے لغزش۔ ۵۲۶
 تلواریں سے مطلب ہے نہ کھانڈے سے غرض۔ ۵۳۵
 کعبے سے ہے آج اپنا سفر اور طرف۔ ۳۶۰
 کیوں کھول دیے راز ازل کے ناحق۔ ۳۷۳
 دل کیا ہے اندھیرے کا اجالا تیرا خاک۔ ۳۳۰
 دل زندہ ہے دردِ مقتنم ہے جب تک۔ ۳۶۷
 سنتا نہیں ناخدا پکاریں کب تک۔ ۳۸۳
 دنیا میں رہ کے راست بازی کب تک۔ ۵۱۰

مانجھا ڈھیلا ہے اکھڑی اکھڑی بیٹھک۔ ۵۳۹
 اے ہمتِ مردانہ دکھا دے وہ کمال۔ ۳۵۷
 مٹتے مٹتے ہے اب تک اتنا کس بل۔ ۵۲۸
 دیوانہ روی کا حق ادا کرتا چل۔ ۴۷۷
 اے پائے طلب ہوا پہ سبقت لے چل۔ ۳۵۹
 دکھ درد کو موہوم سمجھنا مشکل۔ ۳۸۵
 آنکھیں ہیں تو انکارِ حقیقت مشکل۔ ۳۷۲
 بوسیدہ عمارت پہ کہاں تک کہگل۔ ۵۲۱
 ہاں فکرِ رسا دیکھ بڑا بول نہ بول۔ ۳۸۳
 شاعر تو ہیں بہترے ادھورے، بے ڈول۔ ۴۷۶
 اتنا بھی سمجھتے نہیں بونگے بوکھل۔ ۵۳۰
 دل جن کا علیل رائے بھی اُن کی علیل۔ ۲۶۱
 دل ہو مُردہ تو زندگانی بھی حرام۔ ۳۳۹
 منزل کا پتا ہے نہ ٹھکانا معلوم۔ ۳۶۲
 جب تک نہ کہیں رنج تو راحت معلوم۔ ۴۳۵
 فانوسِ خودی میں آپ مستور ہیں ہم۔ ۴۳۷
 ہیں خاک برابر مگر اکسیر ہیں ہم۔ ۳۷۹
 وہ جوش وہ اضطراب منزل میں کہاں۔ ۳۷۷
 دن رات اُسے ہے دال روٹی کا دھیان۔ ۱۸۳
 کچھ قدر ہنر ہے نہ کوئی قیمتِ فن۔ ۵۷۵
 زیبا نہیں یہ تنگ مزاجوں کے چلن۔ ۵۱۲
 کیوں پیرِ فلک دھرانے والا تو کون۔ ۳۸۶
 آواز سے کسی پہ کسے والا تو کون۔ ۵۶۲
 بے درد دوا مانگنے والا تو کون۔ ۳۸۱
 ہم ایسوں کا درد رکھنے والا تو کون۔ ۳۸۳
 کعبے کی طرف دور سے سجدہ کر لوں۔ ۳۴۹
 منزل کی جستجو میں گم رہتا ہوں۔ ۵۱۱
 پروا کوئی رکھتا نہ طلب رکھتا ہوں۔ ۵۷۱
 لڑتے ہی نظر پینگ بڑھالیتا ہوں۔ ۵۱۳
 ڈرتے ڈرتے گناہ کر لیتا ہوں۔ ۳۵۰
 دل کو پہلے ٹول لیتا ہوں۔ ۳۴۱

بوسہ نہیں بوسے کا مزہ لیتا ہوں۔ ۳۷۰
 بد میں کی نظر سے کیوں میں الٹا دیکھوں۔ ۵۳۰
 انساں وہی انساں ہے سعید الدارین۔ ۵۴۳
 منبر پہ جناب جب کبھی ریز کریں۔ ۳۹۷
 کیوں خانہ تاریک میں ہے گوشہ نشیں۔ ۱۸۵
 حاسد جلتے ہیں آتشِ حسرت میں۔ ۵۶۲
 کچھ دن تو رہا فتح کا سودا سر میں۔ ۵۸۳
 رکھتے ہیں جو سودائے محبت سر میں۔ ۵۶۲
 آرام سے سوتا ہے کوئی کمل میں۔ ۳۶۲
 دل کو پہلے ٹٹول لیتا ہوں میں۔ ۳۴۱
 ایسا نہ سمجھو کوئی خیلا ہوں میں۔ ۵۷۲
 ہوں صید کبھی اور کبھی صیاد ہوں میں۔ ۳۷۷
 تقلید کا بندہ نہیں خود سر ہوں میں۔ ۵۲۹
 مہمان ہے تو صاحب خانہ ہوں میں۔ ۳۷۹
 کس سے کہوں کیا ہوں میں، ارے واہ رے میں۔ ۴۰۳
 سوتا ہوں ترے ساتھ، ارے واہ رے میں۔ ۵۶۳
 شاعر تو ہیں بہترے مگر پھپھس ہیں۔ ۵۳۰
 تصویرِ عمل بہ چشمِ مینا ہم ہیں۔ ۵۸۳
 عاشق ہی نہیں ہوس کے بندے بھی تو ہیں۔ ۵۱۹
 افسانہ دیو و جن سے ڈر جاتے ہیں۔ ۵۶۳
 منتے نہیں پھر ہم جو بگڑ جاتے ہیں۔ ۱۸۷
 حاسد جتنے ہیں بے اجل مرتے ہیں۔ ۵۶۳
 دم زندہ دلی کا آج تک بھرتے ہیں۔ ۳۵۳
 حاسد مکار و پُر دغا ہوتے ہیں۔ ۵۶۳
 بالغ ہونے کی کیوں دوا چاہتے ہیں۔ ۵۴۲
 منبر سے جناب شیخ اُتر لیتے ہیں۔ ۵۴۰
 ہاتھ آئے گا کیا سہل نیا مال کہیں۔ ۳۶۴
 تازک باہیں مڑوڑ ڈالوں نہ ہمیں۔ ۳۹۴
 پھر ساحلِ امید دغا دے نہ کہیں۔ ۵۱۲
 محفلِ تری بے رنگ نہ ہو جائے کہیں۔ ۵۶۳
 دنیا میں وہ مزہ رہا بھی تو نہیں۔ ۵۸۳

ہاں شوخی طبع ہے لڑائی تو نہیں۔ ۴۷۶
 پٹلا مٹی کا خاک ہوگا کہ نہیں۔ ۳۶۷
 حسن اپنی نظر سے گر چلے گا کہ نہیں۔ ۳۵۰
 غالب کے سوا کوئی بشر ہے کہ نہیں۔ ۵۳۳
 زندہ ہے ادب تو قوم مرنے کی نہیں۔ ۵۸۴
 کہتے ہیں کہ شیطان کبھی سوتا ہی نہیں۔ ۴۳۶
 حاسد کو غم و رنج سے چار ہی نہیں۔ ۵۶۴
 صبحِ ازل و شامِ ابد کچھ بھی نہیں۔ ۳۳۷
 ممکن نہیں سب کے سب تو نگر ہو جائیں۔ ۵۲۵
 روتا ہے بد اجنبی وہ جم جم روئیں۔ ۳۴۹
 شرحیں لکھنے دو یونہی دن کاٹنے دو۔ ۴۸۰
 سکھوں میں سہیلیوں میں ہنس لینے دو۔ ۵۷۲
 مغرب زدہ بید ہوں کو نہ یوں چکارو۔ ۵۳۷
 ایامِ جوانی کو کیوں یاد کرو۔ ۵۶۴
 غیرت ہی نہیں، جاؤ جہنم میں پڑو۔ ۵۲۳
 دنیا سے الگ جا کے کہیں سر پھوڑو۔ ۵۱۱
 دنیا کے فریب سے جو بچتا چاہو۔ ۵۶۵
 کیا جانے کوئی کدھر کدھر جاتا ہو۔ ۵۸۴
 ممکن نہیں اندیشہ فردا کم ہو۔ ۵۱۱
 دل ہو زندہ تو بارِ خاطر کیوں ہو۔ ۳۴۹
 بیہودہ نگار سے الجھتے کیوں ہو۔ ۳۹۹
 امکانِ طلب سے کوئی آگاہ تو ہو۔ ۳۶۱
 کیوں ساری خدائی میں اب اندھیر نہ ہو۔ ۵۱۸
 کون ایسا ہے دنیا کی جسے چاہ نہ ہو۔ ۵۷۲
 اک شاعر کہنے سال کہہ سکتے ہو۔ ۵۳۵
 شاہاش ارے واہ رے جنگلی بدھو۔ ۵۳۳
 رہنا ہے دیں میں تو بتا سیکھو۔ ۵۲۷
 ایسے میں سویرا ہے بھگا لے جاؤ۔ ۵۸۴
 وہ دل جسے لاگ ہو کسی سے نہ لگاؤ۔ ۳۶۶
 رو کے گا کوئی کیا دل آگاہ کی راہ۔ ۵۶۵
 کیا پیاس بجھاتا ہے سرچشمہ گناہ؟۔ ۵۲۴

- دیوانہ عشق کو نصیحت تو بہ۔ ۵۸۵
یاد آگئی آوازِ دلِ گم گشتہ۔ ۳۳۷
منزل کی خبر کسے ہے؟ منزل کی نہ پوچھ۔ ۳۶۱
حیران ہے کیوں رازِ بقا مجھ سے پوچھ۔ ۳۳۹
اے لکھنؤ اے دیارِ دُور افتادہ۔ ۳۵۸
چنگیز کا پوتا ہوں علی کا بندہ۔ ۵۷۲
پیراہنِ تن ہے گو غبارِ آلودہ۔ ۳۵۳
مطلوب ہے خواجہ کوئی احساں تازہ۔ ۳۴۴
اللہ رے موت کے پسینے کا مزہ۔ ۴۳۳
فطرت سے سہو کا نہیں اندیشہ۔ ۶۱۸
وہ جاتے ہیں میرزا یگانہ وہ دیکھ۔ ۵۳۱
جی چاہے تو دل لگائیے بسم اللہ۔ ۵۶۵
دل کا دامن کبھی نہ چھوئے واللہ۔ ۵۱۴
بیکار ہے اے دوست مسلمان سے گلہ۔ ۵۸۵
ساقی ترا سنسان ہوا مے خانہ۔ ۱۸۶
یہ کس نے بتائی رسم و راہِ ادبی۔ ۵۳۲
دیکھوں کب تک گلوں کی یہ تشنہ لبی۔ ۳۶۲
مردوں کو یہ دنیائے دنی کیا پھلتی۔ ۳۵۶
ہیری کی ہوس ہزار منتر پڑھتی۔ ۳۵۳
کیا مطلب مرہٹوں پہ کیسی جیتی۔ ۵۳۶
دنیاۓ ادب کی ایسی کایا پلٹی۔ ۴۸۱
رہنے کا نہیں بندِ درِ آزادی۔ ۳۸۳
یہ تیزی طبع، اُف یہ کج رفتاری۔ ۵۸۵
منی میں نہ مل جائے عداوت ساری۔ ۵۸۵
زنجیر سے ہونے کا نہیں دل بھاری۔ ۳۴۶
ہر رنگ کو کہتا ہے فریبِ نظری۔ ۴۳۱
اللہ ری تصور کی یہ رنگیں نظری۔ ۳۷۰
یہ گردشِ انقلاب یہ فتنہ گری۔ ۵۲۳
اللہ غنی بتوں کی یہ جلوہ گری۔ ۵۱۳
یاروں کا گلا ہے اور مرزا کی ٹھہری۔ ۵۳۶
جب عالمِ ایجاد نے صورت پکڑی۔ ۳۴۰
- کیوں کیا ہوئی وہ ہیٹ بسر کی تیزی۔ ۵۳۷
قدریں ہی الٹ گئیں تو غیرت کیسی۔ ۴۸۴
بخشش کسے کہتے ہیں عنایت کیسی۔ ۳۷۷
آئینہ حق ہوں خود پسندی کیسی۔ ۳۷۳
غالب تو ہے دنیا سے زالا صوفی۔ ۵۳۳
غالب بھی ہے واللہ انوکھا صوفی۔ ۵۳۳
کیا نفس میں ہے زور ابھی تک باقی۔ ۳۹۴
وہ دور رہا نہ وہ زمانہ باقی۔ ۳۷۶
آنکھیں ہیں ترے ہجر میں پُر خوں ساقی۔ ۱۸۶
سُنتے ہو یار پھبتیاں یاروں کی۔ ۵۸۶
بادلِ اُٹا فلک پہ بجلی کڑکی۔ ۳۶۳
کس کام کا دل جو ہو خبر سے خالی۔ ۳۸۴
ہر گام پہ استخارہ کرتے نہ بنی۔ ۳۴۶
بگڑی تو عزیزوں سے بنائے نہ بنی۔ ۵۳۷
کیا کیجیے رام رام کرتے ہی بنی۔ ۵۱۲
گشتی آخر اجل سے لڑتے ہی بنی۔ ۳۶۵
پھولوں کو ہوا کھا کے مہکتے ہی بنی۔ ۳۷۰
دل کے ہاتھوں خراب رہتے ہی بنی۔ ۳۴۵
پھر جوشِ غضب کو تھام لیتے ہی بنی۔ ۳۵۱
اندھوں کی طرح ٹٹولنا کیا معنی۔ ۳۳۷
ہر موج ہوا ہے درپے دل شکنی۔ ۳۳۸
اندھوں کو مبارک ہو یہ دیوانہ روی۔ ۵۷۳
کل تک تو وہی ہم تھے وہی دنیا تھی۔ ۵۲۶
بھکونے کہا کہاں میسر ہے وہی۔ ۵۸۶
کیا ہوگئی وہ حسن کی رنگت نہ رہی۔ ۵۸۶
سرکار کی وہ قدر وہ قیمت نہ رہی۔ ۵۸۶
شاہوں سے مری کلاہ ٹیڑھی ہی رہی۔ ۳۹۸
کچھ کر تو چلیں کوششِ ناکام سہی۔ ۴۳۱
کچھ دردِ محبت کی کک ہے تو سہی۔ ۵۱۴
منظور نہیں کسی کی خاطر نہ سہی۔ ۳۷۱
منہ ہکتے ہیں دور سے سبب کچھ نہ سہی۔ ۳۵۲

عاشق ہوں ترا کالا کلونا ہی سہی۔ ۳۹۶
 مہماں نہ سہی، ایک مسافر ہی سہی۔ ۳۶۹
 ہنگامہ عیش جان جو کھم ہی سہی۔ ۳۵۲
 تقدیر پہ کیا زور ہے کھوٹی ہی سہی۔ ۳۹۳
 ڈر کیا ہے، بلا سے رات اندھیری ہی سہی۔ ۳۹۴
 ہاں تیرے اعجاز بیانی سیکھی۔ ۵۳۱
 پیری میں بھی ہے مزاج زندانہ وی۔ ۵۳۵
 کچھ کام کرو کہ چارہ غم ہے یہی۔ ۵۲۰
 کہتے ہیں شہیدوں نے شہادت پائی۔ ۵۲۳
 کانوں میں آئی کیسی آواز نئی۔ ۵۱۳
 نامحرم اسرار نہ سن لے کوئی۔ ۵۶۵
 تافہوں کو کیوں راہ بتائے کوئی۔ ۵۶۶
 بدلے گی ہزار رنگ دنیا تو ہی۔ ۳۳۷
 آئے گی قدم با قدم آتے آتے۔ ۵۷۳
 دنیا کے مزے میں ڈوب کر کیا جرتے۔ ۳۴۱
 دیکھے ہیں بہت چمن اجڑتے بستے۔ ۳۵۴
 دل کتنوں کے چٹنی ہوئے پتے پتے۔ ۵۳۶
 اے باد مراد آہ تیرے چلتے۔ ۳۸۶
 گزری ہے بہارِ عمر تنکے چختے۔ ۳۷۵
 راتیں یونہی کٹ جاتی ہیں روتے روتے۔ ۱۸۵
 استاد یگانہ بے گھرے کیوں ہوتے۔ ۴۰۱
 مطلب یہ ہے انھیں میں ہم بھی ہوتے۔ ۵۲۲
 زندانِ بلا سے خاک اڑا کر چھوٹے۔ ۳۸۶
 پروانے کہاں مرتے پچھڑتے پہنچے۔ ۳۴۷
 بے درد بلا سے قصہ کو تہ کر دے۔ ۳۸۴
 گاڑے ہیں بہادروں نے کیا کیا جھنڈے۔ ۵۲۴
 کیا کہیے یہ دنیا کے دلی کے مارے۔ ۵۲۸
 کیوں مجھ پہ توجہ ہے خدا خیر کرے۔ ۵۱۷
 بتیے۔ جو اتان خوش اسلوب مرے۔ ۳۹۸
 دنیا سے الگ بیٹھے ہو دامن جہازے۔ ۵۲۷
 ڈر ہے اثر مذہبِ اہل ملت نہ پڑے۔ ۵۲۲

اک وہ کہ پھرا کرتے ہیں اکڑے اکڑے۔ ۵۱۷
 دنیا کی ہوا کھا کے کچھ ایسے بگڑے۔ ۴۳۲
 غیروں کو ستایا نہ عزیزوں سے لڑے۔ ۵۷۹
 بے درد ہو کیا جانو مصیبت کے مزے۔ ۴۳۳
 دنیا کے مزے ہیں کس قیامت کے مزے۔ ۴۳۲
 کیا جانے کوئی عید منانے کے مزے۔ ۳۸۷
 آندھی اٹھ کر پہاڑ کے دامن سے۔ ۵۲۶
 تعظیم تری کرتے ہیں سب آنکھوں سے۔ ۴۳۴
 کیا خوب ہیں یہ ناز و نیاز آپس کے۔ ۵۲۳
 تھلید کے پھندے ہیں گلے میں جن کے۔ ۴۰۰
 کیا جانیں یہ کم بخت ہیں بندے کن کے۔ ۴۳۶
 مردانِ خدا کسی کے آگے نہ جھکے۔ ۵۲۳
 دنیائے ذنی مجھ سے عداوت رکھے۔ ۴۴۱
 کھوٹے تو بہت دیکھے، کھرے کم دیکھے۔ ۳۹۷
 ایسے سرگشتہ ہوں کم ہوں گے۔ ۵۳۲
 ڈوبے تو بہت ہوں گے ترے کم ہوں گے۔ ۵۴۱
 سینہ کافر کا چاک کر ڈالیں گے۔ ۵۸۷
 عجزا کو فلاحوں سے سوا پاؤ گے۔ ۵۳۱
 لڑتے ہی نگاہ دل دھڑکنے نہ لگے۔ ۵۸۷
 حافظ کو بھی اپنا پیشوا کہنے لگے۔ ۵۲۲
 ہاں اے دل ایذا طلب آرام نہ لے۔ ۴۴۷
 شہزادے پڑے فرنگیوں کے پالے۔ ۵۳۵
 غالب کو میر سے بڑھانے والے۔ ۴۰۲
 موجوں سے لپٹ کے پار اترنے والے۔ ۳۶۵
 اندھی مگرمی کے رہنے بسنے والے۔ ۳۹۹
 کیا ہنستے ہیں بے کسوں پہ ہنسنے والے۔ ۴۳۵
 باز آگئے تیری راہ تنکے والے۔ ۳۷۴
 ہنستے ہی رہیں ہم تو عدد کیوں نہ جے۔ ۵۷۵
 کیوں مردِ مدافعانہ رفتار چلے۔ ۵۷۳
 دیوانے ترے غضب کی رفتار چلے۔ ۴۷۱
 دنیا سے چلے کوئی تو کیا لے کے چلے۔ ۴۵۵

- پھر درد خدا چاہے تو کروٹ بدلے۔ ۵۶۶
- راگ اور کوئی چھیڑ کہ لذت بھی ملے۔ ۳۷۶
- کیوں شرح کا دفتر کوئی احمق کھولے۔ ۳۸۰
- دوبھر ہوساج پر، حکومت پہ کھلے۔ ۵۳۸
- دیوانہ کار، التجا کیا جانے۔ ۳۶۹
- دلی کی زبان لکھنؤ کیا جانے۔ ۳۸۷
- ہاں جب ہے مزہ قدر عمل پہچانے۔ ۵۲۹
- اتنا سادہ تو کوئی انسان بنے۔ ۵۸۷
- بننے کی ہوس میں کوئی اتنا نہ بنے۔ ۵۲۸
- واعظ کو مناسب نہیں رندوں سے تھے۔ ۵۸۷
- دیوانوں کے یہ زور نہ دیکھے نہ سنے۔ ۴۰۱
- کوئی تجھ کو پکارتا جاتا ہے۔ ۳۶۳
- اقلیم خن نام مرا چتا ہے۔ ۳۸۰
- ہر رنگِ شباب اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ۵۱۹
- یوسف کو اس انجمن میں کیا ڈھونڈتا ہے۔ ۳۳۶
- آپ اپنی بلاؤں میں کیوں گھبراتا ہے۔ ۳۶۶
- پڑھتا ہے کوئی شعر کوئی سنتا ہے۔ ۵۳۸
- نیرنگی دنیا سے وفا چاہتا ہے۔ ۵۲۸
- انسان کی صحبت آدمی چاہتا ہے۔ ۵۸۸
- سنتا ہی نہیں زمانہ کیا کہتا ہے۔ ۵۴۰
- استاد فقط راہ بتا دیتا ہے۔ ۴۷۷
- ظالم کو بھی دیوانہ بنسا دیتا ہے۔ ۵۸۸
- لڑتے ہی نظر پیٹک بڑھا لیتا ہے۔ ۵۱۳
- کس منہ سے کہے کوئی کہ تو ایسا ہے۔ ۵۱۰
- کیا کہیے زمیں کتنی ہے زر کتنا ہے۔ ۵۲۵
- اپنی حد سے گزر گئے اب کیا ہے۔ ۳۳۸
- دیوانہ ہے پروانے کا مذہب کیا ہے۔ ۳۶۳
- نقاد چغند ہے کہ گدھا ہے کیا ہے۔ ۵۷۶
- واللہ یہ دنیا بھی عجب دنیا ہے۔ ۳۴۳
- مرتا جینا تو داخلِ فطرت ہے۔ ۵۶۶
- تھراتے ہیں پاؤں ہاتھ میں ساغر ہے۔ ۱۸۸
- کہنے کو تو کعبہ بھی خدا کا گھر ہے۔ ۵۸۸
- نشہ نہ سہی یہ درد سر کیا کم ہے۔ ۳۴۹
- موجی من کی یہ ایک ذہن کیا کم ہے۔ ۴۳۳
- آئینہ اسلاف ہوں یہ کیا کم ہے۔ ۵۶۹
- فکر انجام خار پیرا ہن ہے۔ ۳۵۵
- وہ مستِ شباب یاد آتا کیوں ہے۔ ۵۱۸
- دیکھو صغریٰ یہ حال میرا کیوں ہے۔ ۵۷۰
- جلووں کی یہ تکرار رہا کرتی ہے۔ ۵۲۵
- مردوں کو کشاں کشاں لیے پھرتی ہے۔ ۳۵۸
- تو بہ نگہ شوق جہاں گزرتی ہے۔ ۵۳۹
- اللہ حضور کی سوچتی ہے۔ ۵۸۸
- استادوں کے ساتھ دل لگی سوچتی ہے۔ ۴۰۳
- کیا جانے کیا مصلحت باری ہے۔ ۴۳۲
- صیاد اجل کی شعبدہ کاری ہے۔ ۳۳۸
- سنسار میں چار دانگ اندھیاری ہے۔ ۴۴۲
- یارانِ چمن یہ رنگ و بو مجھ سے ہے۔ ۴۷۵
- جب اٹھ گیا پردہ تو نظر کیوں نہ اُٹھے۔ ۳۹۶
- دیوانے ترے پہاڑ اوجھل بیٹھے۔ ۳۹۷
- دیوانہ کیوں تیری نظر پر نہ چڑھے۔ ۳۶۳
- پتا اپنے ہی دیس میں کیوں نہ ہے۔ ۵۲۷
- گزارا ہوا وقت ہاتھ کیوں کر آئے۔ ۵۱۹
- کیوں مذہبِ جمہور سے ہم باز آئے۔ ۳۶۶
- وہ مست کہ بے پیسے چھٹکتا جائے۔ ۳۵۱
- پستی سے بلندی پہ جو چڑھتا جائے۔ ۵۲۳
- آپ اپنی جگہ جو شرم سے گڑ جائے۔ ۵۲۱
- ایسا نہ ہو حق کا سامنا ہو جائے۔ ۵۸۹
- ایسا نہ ہو یہ حسن مصیبت ہو جائے۔ ۵۸۹
- ہاں جب ہے مزہ کہ دوست دشمن ہو جائے۔ ۳۸۵
- کچھ دردِ نہاں کی مہربانی ہو جائے۔ ۳۷۲
- پنجاب سے ایمان سلامت لائے۔ ۳۸۷
- اتنی طاقت کہاں سے کوئی لائے۔ ۵۷۶

منزل ہی نہیں کوئی ٹھہرنے کے لیے۔ ۳۶۰
 دل تھا غنچہ مگر بکسنے کے لیے۔ ۳۷۵
 دل کیا ہے، اک آگ ہے دہکنے کے لیے۔ ۳۸۰
 ہر کام پہ تازہ گل کھلاتے چلے۔ ۵۲۶
 زردیدہ نگاہی کا سبب کیا کہے۔ ۳۵۰

وہ حسن ہی کیا ہے جو گلے کٹوائے۔ ۵۱۳
 دنیا سے اٹھے ہیں دل کی دل ہی میں لیے۔ ۳۸۵
 تھے اور بھی جانور رفاقت کے لیے۔ ۵۸۹
 پیدا ہوئے فاختہ اڑانے کے لیے۔ ۵۸۹
 ارباب وفا ہیں کڑھنے کھنے کے لیے۔ ۵۱۳
 گردابِ بلا میں سب ہیں گھرنے کے لیے۔ ۳۶۵



منظومات

نیا ادب۔ ۴۸۴
 غالب (رباعیات)۔ ۵۳۰
 قطعہ (.... دھڑکتا ہے، خدا خیر کرے)۔ ۵۶۸
 نیم مغزی (بٹی) کی وفات پر۔ ۵۷۰
 غلبہ جی۔ ۵۷۸
 اصغر گوٹھ دی۔ ۵۷۸
 کالا بھوت۔ ۵۷۹
 مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ ۵۷۹
 قطعہ تاریخ۔ ۵۸۰
 ہاشم اسماعیل۔ ۵۹۰
 جی شاعری۔ ۶۱۷
 ادب جدید، تھو۔ ۶۱۷

سہرا۔ ۱۸۹
 مثلث (.... کیا مزہ شباب کا)۔ ۴۴۶
 مجذوب کی بڑ۔ ۲۶۸
 فخریہ۔ ۲۷۵
 قطعہ (.... در بدر ہوتا)۔ ۳۲۵
 قطعہ (.... بازار، خدا خیر کرے)۔ ۳۷۲
 مثلث (.... ہاتھ پاؤں مار آیا)۔ ۳۱۱-۶۰۶
 اٹھ مرے کالی کھلی والے (نعت)۔ ۴۲۹
 جگر کی شاعری، جاپانی مال۔ ۴۷۸
 کسی کی غزل کی پیروڈی۔ ۴۷۸
 اصغر گوٹھ دی، ۴۸۰
 اصغر گوٹھ دی۔ ۴۸۱
 ادب خبیث کا نمونہ۔ ۴۸۴



130440

فارسی کلام

غزلیات:

- ترک گفتن بہ خیال خام را۔ ۲۸۵
 وائے نادانی کہ داری گوش بر دیوار ما۔ ۲۲۹
 من کہ بر نمی تابم در دز یستن تنها۔ ۲۱۹
 اضطراب بال و بر پروانہ دارم دادہ اند۔ ۳۰۵
 دیدنی نادیدنی رایج آثارے نمائند (فرد)۔ ۳۲۵۔ ۶۰۷
 نو گرفتارم بزندان ہوں بے اختیار۔ ۳۲۰
 خود پرستان ازل دارند ایمانے دگر۔ ۲۵۶
 خمار دیدہ غفلت مآب از من پرس۔ ۳۲۱
 شاہد نادیدہ را آثار نتوان یافتن۔ ۲۶۵
 دل خود را کہ پشیمان نتوانم دیدن۔ ۳۲۲
 یاس نام آورم فاتح لکھنؤ (ترانہ شمشیر)۔ ۲۷۶
 وقت خوش باشم بے پروانہ دارم دیدنی۔ ۳۲۳
 نیش درو و نوش درماں برنتابد ہر دے۔ ۳۲۱

رباعیات:

- دوران شباب و ہائے ہو پا برکاب۔ ۳۹۱
 شوق غلط است و آرزویت غلط است۔ ۳۹۰
 کاریست کہ از دست یگانہ شدنی است۔ ۳۹۲
 پیراہن تن عالم دیگر دارد۔ ۳۸۸
 یک موج نشاط دم بر خیزد۔ ۳۸۸
 شعلہ ز شرارت نتوان باز آمد۔ ۳۹۱
 ایں سادہ دلاں ہلاک تدبیر خود اند۔ ۳۹۰
 دیوانہ صفت جوش و خروش بگر۔ ۳۹۲
 سرگشتہ بدیں طلسم خاکم بگر۔ ۳۸۹
 یاد آمدہ آں چنان گناہے کہ پرس۔ ۳۹۰
 از چشمہ حیواں دم آ بے شکم۔ ۳۸۹
 گم گشتہ ام از خود خبرے می خواہم۔ ۳۸۹
 تاشیہ آرزو ز طاق افتادہ۔ ۳۹۱
 تا چند فریب نظر نکشودہ۔ ۳۵۸
 پنہاں نتوان داشت ز صاحب نظرے۔ ۳۸۸



شخصیات

(جن کا کلام میں ذکر ہے یا جن کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے)

- آتش، خواجہ حیدر علی۔ ۱۴۳-۱۵۹-۱۸۰-۲۲۸-۲۲۹
 آزاد، مولانا ابوالکلام۔ ۵۶۹
 آزاد عظیم آبادی، حافظ فضل حق۔ ۲۷۵
 اجمل خاں، حکیم۔ ۵۶۹
 اصغر گوٹروی۔ ۲۸۰-۲۸۱-۵۴۲-۵۷۸-۵۷۹
 الطاف حسین، سید۔ ۵۶۹
 اُمّ صغریٰ (بنت یگانہ)۔ ۵۷۰
 امداد عظیم آبادی، سید عنایت حسین۔ ۲۷۵
 انیس لکھنوی، میر۔ ۱۸۰
 بے تاب عظیم آبادی، سید علی خان۔ ۲۷۵
 بے خود موہانی۔ ۵۳۸
 حتمت پھلواروی، مولانا سید محی الدین۔ ۲۷۵
 جدن بانی۔ ۵۷۵
 جگر مراد آبادی۔ ۴۷۶
 جلال لکھنوی۔ ۱۳۹
 حافظ شیرازی۔ ۵۲۲
 حسرت موہانی۔ ۴۷۶
 داغ دہلوی، نواب مرزا۔ ۱۵۷-۴۷۶
 راز بلخی عظیم آبادی، سید عزیز الدین۔ ۲۷۵
 رنجور عظیم آبادی، سید محمد یوسف جعفری۔ ۲۷۵
 سودا، مرزا محمد رفیع۔ ۱۴۷-۱۶۸-۳۸۷
 شاد، مہاراجہ کشن پرشاد۔ ۵۷۹
 شاد عظیم آبادی۔ ۲۷۵
 شائق عظیم آبادی، سید نذیر حسین۔ ۲۷۵
 شعلہ، دوارکا داس۔ ۵۹۰
 شہیدی، کرامت علی۔ ۱۵۹
 شیدا عظیم آبادی، سید علی حیدر۔ ۲۷۵
 شیر عظیم آبادی، سید شیر۔ ۲۷۵
 ظفر، بہادر شاہ۔ ۵۳۵
 عزیز لکھنوی۔ ۲۶۱
 غالب، میرزا اسد اللہ۔ ۱۳۰-۱۵۹-۱۶۳-۳۷۹
 ۳۹۲-۴۰۱-۴۰۳-۴۱۴
 ۴۱۸-۴۲۰-۴۲۶-۴۶۱
 ۴۶۶-۴۶۹-۴۸۰-۴۸۹
 ۵۲۲-۵۳۰-۵۳۵-۵۴۱
 ۵۷۸
 فانی بدایونی۔ ۴۷۶-۵۳۸-۵۷۸
 گاندھی، مہاتما۔ ۳۹۳-۵۶۹
 مبارک عظیم آبادی، ڈاکٹر سید مبارک حسین۔ ۲۷۵
 معین الدولہ محمد معین الدین خان۔ ۵۸۰
 مومن دہلوی۔ ۵۳۵
 میر، میر تقی۔ ۱۸۰-۳۷۹-۳۸۷-۴۰۲-۴۷۰-۵۳۱
 نہال عظیم آبادی، سید صادق حسین۔ ۲۷۵
 ہاشم اسماعیل۔ ۵۹۰



دیباچہ مرتب

(۱)

یگانہ^{۱۵۶} کا پورا کلام کبھی شائع نہیں ہوا، اور جو مجموعے شائع ہوئے ہیں، ان سے بھی کسی سلیقے کا اظہار نہیں ہوتا۔ پہلا مجموعہ ”نشر یاس“ ۱۹۱۴ء میں چھپا تھا۔ اس کا بڑا حصہ شاعر کے ابتدائی اور روایتی کلام پر مشتمل ہے۔ اپنے زمانے میں اس کی بہت شہرت ہوئی مگر اس کے مندرجات کی وجہ سے نہیں بلکہ لکھنؤ کے ہم عصر شعرا سے جھگڑے کی بنا پر۔ رفتہ رفتہ یہ مجموعہ طاق نسیاں کی زینت بن گیا۔ یہاں تک کہ خود یگانہ نے بھی بعد میں اسے کچھ خاص اہمیت نہ دی اور اس کے بہت کم اشعار کو بعد کے مجموعوں میں شامل کرنے کے لائق سمجھا۔ یگانہ کا دوسرا اور اہم ترین مجموعہ ”آیات وجدانی“ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ یگانہ کی شاعرانہ اہمیت کا دار و مدار بڑی حد تک اسی مجموعے پر ہے۔ لیکن یہ مجموعہ کچھ اس طرح شائع ہوا کہ نثر کا پلہ شاعری سے بھاری ہو گیا۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کے ”محاضرات“ کے سامنے کلام یگانہ کی اہمیت ثانوی نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نثر شعروں کی وضاحت کے لیے نہیں لکھی گئی، نثر کی آرائش کے لیے شعر استعمال کیے گئے ہیں۔ اپنی بہترین شاعری سے ایسا سلوک یگانہ ہی کر سکتے تھے!

”آیاتِ وجدانی“ کی اشاعت کے سات برس بعد ۱۹۳۳ء میں ”ترانہ“ کی اشاعت عمل میں آئی۔ یہ کتاب عمر خیام کی رباعیات کی طرح جیبی سائز میں شائع ہوئی تھی۔ عام کتابی سائز میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کے بہت کم نسخے محفوظ رہ سکے۔ اگلے سال ۱۹۳۴ء میں ”آیاتِ وجدانی“ کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔ اس سے قدرے سلیقے کا اظہار ہوتا تھا کہ سوائے انتساب کے اس میں نثر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ مگر معلوم نہیں، اس پر کیا گزری کہ اس کی اشاعت کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کسی کتب خانے میں یہ موجود نہیں ہے۔ اگر یگانہ اس کا ایک نسخہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب کو نہ دیتے تو میرے لیے اس سے استفادہ کرنا ناممکن تھا۔

۱۹۴۵ء (دراصل ۱۹۴۶ء) میں ”آیاتِ وجدانی“ کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کی حالت پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ ابتر تھی۔ یگانہ نے مرزا مراد بیگ (جو طبعِ اوّل میں ”شیرازی“ تھے اور طبعِ سوم میں ”چغتائی“ ہو گئے) کے ”محاضرات“ کے ساتھ اپنے ایک نہ دو، اکٹھے دس مضامین بھی اس میں شامل کر دیے اور ایسی بد سلیقگی سے کہ انھیں کلام اور ”محاضرات“ کے درمیان بغیر کسی ترتیب کا خیال رکھے، جزو کتاب بنا دیا۔ حد یہ ہے کہ ایک طویل مضمون اس طرح درج کتاب کیا کہ وہ مسلسل بارہ صفحات کے حاشیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ مزید حیرت اس پر ہوتی ہے کہ سوائے دو مضامین (آپ بیتی اور مکتوب بنام فراق گورکھپوری) کے باقی آٹھ مضامین کا یگانہ کی ذات یا شاعری سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ”مجموعہ کلام“ میں کلام کی اہمیت اس طرح ثانوی بھی نہیں رہ سکی جس طرح ”آیاتِ وجدانی“ کے پہلے ایڈیشن میں تھی۔ طبعِ سوم میں یگانہ کا کچھ نیا کلام بھی ہے لیکن اس کی نشان دہی نہیں کی گئی اور وہ بھی نثر کے جنگل میں گم کردہ راہ مسافروں کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ البتہ یگانہ نے مرزا مراد بیگ چغتائی / شیرازی کے ”محاضرات“ پر از سر نو محنت کی، بعض مطالب کا اضافہ کیا اور بعض میں ترمیم کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ اپنے کلام سے زیادہ اپنی نثر کی اشاعت کی فکر میں تھے۔ یہ مجموعہ یگانہ نے اپنی مفلوک الحالی کے زمانے میں خود چھاپا، بہت کم

تعداد میں، اور بقول آغا جان، مطبوعہ نسخوں کا بڑا حصہ حیدرآباد دکن ہی میں جلد ساز کے پاس پڑا رہ گیا۔ یہ مجموعہ بھی زیادہ عام نہ ہو سکا، اور اب اس کا شمار نواور میں ہوتا ہے۔

۱۹۴۶ء میں یگانہ بمبئی گئے تو ان کی ملاقات سید سجاد ظہیر سے ہوئی۔ ان کے لیے یگانہ نے اپنے تمام مجموعوں میں شامل کلام کو ”گنجینہ“ کے نام سے مرتب کر دیا۔ یہ مجموعہ کمیونسٹ پارٹی کے اشاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے فوراً بعد تقسیم ہند عمل میں آئی اور بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہو گئے۔ اس مجموعے کی محدود تعداد ہی قارئین تک پہنچ سکی، تاہم یہی وہ واحد مجموعہ ہے جس کے نسخے کم کم سہی، دستیاب ہو جاتے ہیں۔ یگانہ اس مجموعے سے مطمئن نہیں تھے۔ مالک رام کے نام مکتوب مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۵۱ء میں لکھتے ہیں:

”گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو معلوم ہوتا ہے کہ پبلشر صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے۔ اور بعض بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کر دیے ہیں۔“

”گنجینہ“ ہی میں نہیں، ان نسخوں میں بھی کتابت کی غلطیاں موجود ہیں جو خود یگانہ نے طبع کرائے تھے۔ مختصر یہ کہ کلام یگانہ کی طباعت کبھی سلیقے سے نہیں ہوئی اور بعض اتفاقات کی بنا پر اشاعت کا دائرہ بھی محدود رہا۔ نتیجہ یہ ہے کہ شاعر یگانہ بڑی حد تک مکمل طور پر سامنے نہ آ سکا۔

(۲)

کلام یگانہ کی یہ ابتری دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ یگانہ کا کلیات مرتب کر دیا جائے۔ اگر صرف مطبوعہ نسخوں کو یک جا کرنا ہوتا تو یہ کام بہت آسان تھا، لیکن اس میں یہ امر مانع ہوا کہ ”گنجینہ“ کی اشاعت کے بعد یگانہ تقریباً آٹھ نو برس زندہ

رہے، اُس زمانے کا کلام شامل کیے بغیر کلیات مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں میں نے یگانہ کے بڑے بیٹے آغا جان سے رابطہ کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے، البتہ اُن کی بڑی بہن بلند اقبال بیگم کے پاس کچھ بیاضیں ہیں۔ میں اُن محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنھوں نے از راہ شفقت بھرپور تعاون فرمایا۔ اُن کے پاس دو بیاضیں تھیں۔ ایک ۳۵-۱۹۳۲ء کے زمانے کی تھی اور خطِ یگانہ تھی۔ دوسری جس میں آخری زمانے کا کلام تھا، خطِ یگانہ بیاض کی نقل تھی۔ (بقول بلند اقبال بیگم) اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ اُنھوں نے بتایا کہ اُن کے پاس تین اور بیاضیں تھیں جو آغا جان لے گئے تھے۔ مذکورہ دونوں بیاضوں کے عکس میں نے حاصل کیے اور آغا جان سے دوبارہ رابطہ کیا۔ اُنھوں نے بتایا کہ بھائی ابا (یگانہ) کی وفات کے بعد اُنھوں نے یہ بیاضیں قومی عجائب گھر کراچی میں جمع کرا دی تھیں، لہذا اب اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قومی عجائب گھر پہنچا، وہاں نہ صرف یہ تینوں بیاضیں مل گئیں بلکہ اور بہت کچھ بھی ملا۔

اس ”اور بہت کچھ“ کی تفصیل یہ ہے: جناب ممتاز حسن جو پاکستان کے سیکریٹری مالیات تھے، قومی عجائب گھر کی مشاورتی کمیٹی کے چیرمین بھی تھے۔ اس حیثیت میں وہ عجائب گھر کے لیے نوادر کی خریداری کرتے تھے۔ عجائب گھر میں موجود نوادر کا بڑا حصہ اُنھیں کی کوششوں سے حاصل ہوا ہے۔ یگانہ کے شاگرد دوار کا داس شعلہ سے ممتاز حسن کے مراسم تھے۔ اُنھیں جب معلوم ہوا کہ شعلہ کے پاس یگانہ کے خطوط اور دیگر کاغذات ہیں تو اُنھوں نے ۱۹۶۳ء میں یہ سارا ذخیرہ قومی عجائب گھر کے لیے حاصل کر لیا۔ اس ذخیرے میں خاصی تعداد میں یگانہ کے خطوط تھے جن کے ساتھ مختلف کاغذوں پر لکھا ہوا کلام یگانہ (خطِ یگانہ) بھی تھا۔ یگانہ خطوں کے ساتھ شعلہ کو اپنا کلام بھی بھیجا کرتے تھے۔ اسی ذخیرے سے ”ترانہ“ کا مسودہ بھی دستیاب ہوا۔

اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ ۱۹۵۱ء میں یگانہ نے گنجینہ کو از سر نو مرتب کیا تھا اور اُس کا مسودہ جناب مالک رام کے پاس ہے۔ میں نے اس کا عکس اُن سے

منگوا یا۔ عکس کے بعض صفحات ناخوانا تھے، اس لیے اصل کو دیکھنا ضروری تھا۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں جب میں دہلی گیا اور مالک رام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے کلامِ یگانہ سے میری دلچسپی کی تفصیلات سن کر ”گنجینہ“ قلمی کا نسخہ یہ کہتے ہوئے میرے حوالے کر دیا کہ آپ سے بڑھ کر اس کا کوئی مستحق نہیں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی اس حد تک بھی مہربان ہو سکتا ہے!

”گنجینہ“ قلمی میں یگانہ نے ”آیاتِ وجدانی“ سے لے کر ”گنجینہ“ مطبوعہ تک کے تمام مجموعوں میں شامل کلام ہی کو یک جا نہیں کیا بلکہ ایسا کلام بھی شامل کیا ہے جو ان مجموعوں سے پہلے کا ہے اور کسی بھی مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا تھا، نیز ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک جو کچھ کہا تھا، وہ بھی اس میں شامل کر لیا۔ یہی نہیں، انھوں نے بعض جگہ کلام میں ترامیم بھی کی ہیں اور متعدد غزلوں کے اشعار کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی ہے۔ ”گنجینہ“ قلمی یگانہ کے کلام کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ جتنا کلام اس میں شامل ہے، اتنا کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ملتا۔

اتنا بہت کچھ مل جانے کے بعد بھی میرا دستِ طلب دراز ہی رہا۔ جویندہ یا بندہ کے مصداق دو اور اہم مآخذ تک میری رسائی ہوئی۔ ایک تو ”خودنوشتِ یاس“ ہے اور دوسرا ””جکول۔““ یگانہ کے ایک دوست تھے سید ضیغم حسین جو تھانہ بھون کے رئیس تھے۔ حیدرآباد دکن جانے سے کچھ عرصہ پہلے یگانہ تھانہ بھون گئے اور اپنے دوست کے ساتھ رہے۔ وہاں سے انھیں اچانک اور فوری طور پر رخصت ہونا پڑا۔ اپنی کچھ کتابیں اور کاغذات وہ اپنے دوست ہی کے ہاں چھوڑ گئے۔ اور پھر یہ چیزیں کبھی واپس نہ لیں۔ سید ضیغم حسین کے نواسے سید احمد زیدی نے خودنوشت کا کچھ حصہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں علی گڑھ میگزین کے شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں چھپوا دیا تھا۔ مکمل مسودہ کچھ دنوں پروفیسر آل احمد سرور کی تحویل میں رہا جن سے لے کر راہی معصوم رضا نے اپنی کتاب ”یاس یگانہ چنگیزی“ میں اس سے استفادہ کیا تھا۔ میں ایک عرصے تک اس خودنوشت کی تلاش میں رہا۔ میری گزارش پر میرے غائبانہ کرم فرما

مولانا نور الحسن راشد کاندھلہ سے تھانہ بھون جا کر سید ضیغم حسین کے صاحب زادے سید حامد حسین سے ملے۔ یگانہ کے مسودات اور دیگر کاغذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا بڑا حصہ مکان میں آگ لگ جانے سے ضائع ہو گیا، جو کچھ بچا تھا وہ سید احمد زیدی (مکمل نام: سید احمد صغیر زیدی) کی تحویل میں ہے اور وہ رائے بریلی میں رہتے ہیں۔ اُن کا پتا یا فون نمبر کچھ نہ ملا۔ اب میں نے اپنے فاضل دوست ڈاکٹر اصغر عباس (صدر شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ اُنھوں نے کسی نہ کسی طرح سید احمد زیدی صاحب کا سراغ لگا کر اُن سے ”خودنوشتِ یاس“ ہی کا نہیں ”کجکول“ کا بھی عکس حاصل کیا۔ ”کجکول“ کے بارے میں مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا۔ یہ ایک بیاض ہے جس میں یگانہ نے علمی و ادبی نکات، لطائف، پسندیدہ اردو فارسی اشعار وغیرہ لکھے ہیں۔ اس بیاض کا زمانہ تحریر ۱۸-۱۹۱۶ء ہے۔ خودنوشت اور کجکول دونوں میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔ خودنوشت کے حصول کا ذکر میں نے اتنی تفصیل سے اس لیے کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے، کلامِ یگانہ کے مآخذ کے حصول میں مجھے کس حد تک اپنے کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا۔

کلامِ یگانہ کا ایک اہم مآخذ ادبی رسائل بھی ہیں۔ یگانہ اپنے دور کے شعرا میں رسائل میں سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے۔ شاید ہی کوئی قابلِ ذکر ادبی رسالہ ہوگا جس میں اُن کا کلام یا مضامین نہ چھپتے ہوں بلکہ وہ بعض ایسے رسائل میں بھی تسلسل سے چھپتے رہے ہیں جن کے ناموں سے آج کوئی واقف نہیں ہے۔ جب بعض رسائل میں یگانہ کا ایسا کلام نظر آیا جو اُن کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے تو میں نے طے کیا کہ یگانہ کی زندگی میں شائع ہونے والے تمام ادبی رسائل کو دیکھا جائے۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے لے کر پانچویں دہائی تک کے جو ادبی رسائل دستِ یاب ہو سکے، میں نے دیکھے۔ یہ رسائل ڈیڑھ سو سے کم کیا ہوں اور ان کے جو شمار میری نظر سے گزرے وہ تقریباً چار ہزار تھے۔ افسوس کہ برصغیر کے کتب خانوں میں دو چار سے زیادہ ادبی رسائل کی مکمل جلدیں موجود نہیں ہیں۔ مختلف

شمارے مختلف مقامات کے ذخیروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے میں تمام کتب خانوں سے استفادہ نہیں کر سکتا تھا، لیکن پاکستان کی حد تک میں نے امکان بھر کوشش کی۔ ہندوستان کے کتب خانوں سے بھی بعض کرم فرماؤں کے ذریعے استفادہ کیا۔ یگانہ پر کام کرنے کے لیے دو رسالے ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ و میرٹھ اور ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ سے استفادہ کرنا بے حد ضروری تھا۔ کسی کتب خانے میں ان کی مکمل جلدیں موجود نہیں اور بیشتر کتب خانوں میں ایک شمارہ بھی نہیں۔ کراچی، لاہور، گجراتوالہ، علی گڑھ، دہلی اور لکھنؤ کے بعض ذاتی اور عوامی کتب خانوں میں ان رسالوں کے متفرق شمارے بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے ان دونوں رسالوں کے متفرق شماروں کے عکس مختلف ذخیروں سے ریزہ ریزہ جمع کیے اور اب میرے پاس ان دونوں کی مکمل جلدیں ہیں۔

رسالوں سے نہ صرف یگانہ کا غیر مدون کلام ملا بلکہ کلام کا زمانہ تصنیف متعین کرنے میں بھی مدد ملی۔ ضمنی فائدہ یہ ہوا کہ یگانہ کے درجنوں علمی و ادبی مضامین دست یاب ہوئے۔ رسالوں سے استفادہ کرنے کے سلسلے میں مجھے اپنے مرحوم دوست سید سعید احمد کا بے مثال تعاون حاصل رہا۔ اتنے بہت سے رسالوں کی ورق گردانی کرنا مجھ اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔ مرحوم اکثر میری گزارش پر بہاولپور سے (جہاں وہ ایک کالج میں فارسی کے استاد تھے) کراچی آجاتے اور ہفتوں میرے ساتھ مختلف کتب خانوں میں پرانے رسالوں کی ورق گردانی کرتے۔ میں ان کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

یہاں میں نے کلام یگانہ کے مآخذ کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، مفصل تذکرہ ”مآخذ“ کے عنوان کے تحت اگلے صفحات میں ملے گا۔

زیر نظر کلیات میں یگانہ کا سارا کلام ہے مگر بعض شعر مجبوراً شامل نہیں کیے۔ یہ وہ شعر ہیں جن سے اہل مذہب یا کسی خاص مذہبی فرقے یا کسی ایک خطے کے باشندوں کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے یا بعض شخصیات کے حوالے سے فحاشی کی حدوں

کو چھو لیا گیا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں یگانہ کی اسی ”مستانہ روی“ کا خوف ناک نتیجہ سامنے آیا تھا۔ ایسے اشعار (جن کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے) یگانہ کے دامنِ سخن پر ایک بدنما دھبے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے نقلِ کفر کو بھی کفر ہی سمجھا ہے اور متنازع اشعار کلیات میں شامل نہیں کیے۔ ہاں میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ کسی غزل کا کوئی شعر یا کوئی رباعی حذف کی ہے تو حواشی میں صراحت کر دی ہے کہ ”بوجہ“ ایسا کیا گیا۔

(۳)

اب جب کہ اتنا کچھ جمع ہو گیا تو سوال پیدا ہوا کہ کلیات کو کس طرح مرتب کیا جائے۔ ایک انداز تو وہ ہے جو خود یگانہ نے گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں اختیار کیا ہے کہ سارے کلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ اس میں یہ قباحت ہے کہ مجموعوں کی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے اور تاریخی ترتیب بھی برقرار نہیں رہتی۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام مجموعے جس ترتیب سے چھپے ہیں، اُسی ترتیب سے کلیات میں شامل کیے جائیں اور شروع میں تمام غزلیات و رباعیات کی ردیف وار فہرستیں دے دی جائیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کلام اُسی ترتیب سے سامنے آئے گا جس ترتیب سے (بڑی حد تک) لکھا گیا اور پھر مجموعوں کی صورت میں شائع ہوا۔

اب مکررات کا مسئلہ پیدا۔ ”آیاتِ وجدانی“ طبعِ اول میں کچھ کلام ”نشرِ یاس“ کا بھی شامل ہے۔ اور بعد کے مجموعوں میں ”آیاتِ وجدانی“ طبعِ اول کا کم و بیش سارا کلام، اضافوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اگر کلیات میں تمام مجموعے بے تمام و کمال شامل کیے جاتے تو کلام کا بڑا حصہ مجموعوں میں مشترک ہوتا اور یہ بات مضحکہ خیز ہوتی کہ ہر غزل یا رباعی کلیات میں پانچ سے سات مرتبہ تک موجود ہو۔ اس کا حل میں نے یہ نکالا کہ ”نشرِ یاس“ کو تو کلیات میں مکمل طور پر شامل کیا ہے، ”آیاتِ وجدانی“ طبعِ اول میں ”نشرِ یاس“ کے جو شعر یا غزلیں شامل تھیں، انہیں حذف کر دیا ہے۔ متعلقہ مقامات پر اس کی صراحت کر دی ہے اور حواشی میں بھی حوالہ

دے دیا ہے۔ لیگانہ نے صرف ”گنجینہ“ مطبوعہ و قلمی میں غزلوں اور رباعیوں پر نمبر شمار درج کیے ہیں۔ میں نے تمام مجموعوں کے مندرجات کے نمبر شمار ان کی ترتیب کے مطابق فرض کر لیے ہیں۔ یہی نمبر ہر غزل یا رباعی کے شروع میں درج کیے ہیں اور حواشی میں جہاں کہیں بھی ان نمبروں کا حوالہ دیا ہے، بقید صفحہ دیا ہے تاکہ جن قارئین کے پاس اصل مجموعہ ہائے کلام ہوں، انہیں متعلقہ تخلیق کے شمار کرنے میں آسانی ہو۔ ان نمبر شمار کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر مجموعے میں شامل تخلیقات کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے۔

”آیاتِ وجدانی“ طبع دوم اور اس کے بعد کے تمام مجموعوں میں ایسا کلام بہت زیادہ ہے جو پہلے کے مجموعوں میں آچکا ہے، اس لیے ان مجموعوں کے متون میں خارج شدہ تخلیقات کی فرداً فرداً نشان دہی نہیں کی گئی۔ نمبر شمار ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون سی تخلیقات سابقہ مجموعوں آچکی ہیں۔ البتہ حواشی میں ان تخلیقات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مثلاً ”آیاتِ وجدانی“ طبع دوم میں غزل: ۱ کے بعد غزل: ۲۳ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانی ۲۱ غزلیں ”آیاتِ وجدانی“ طبع اول یا ”نشر یاس“ میں شامل ہیں۔ تفصیل حواشی سے معلوم ہوگی کہ کون سی غزل مذکورہ دونوں مجموعوں میں سے کس میں شامل ہے۔ اگر کسی غزل کے چند شعر کسی سابقہ مجموعے میں آچکے ہیں تو بعد کے مجموعے میں صرف وہی اشعار شامل کیے گئے ہیں جو سابقہ مجموعے میں نہیں تھے۔ حواشی میں تفصیل درج کردی گئی ہے۔ اس طریق کار کے نتیجے میں ”آیاتِ وجدانی“ طبع اول کے بعد کے مجموعوں میں کلام بتدریج کم ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ ”گنجینہ“ مطبوعہ میں صرف ایک غزل اور ۲۳ رباعیات باقی رہ جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجموعے میں صرف وہی تخلیقات باقی رہ جاتی ہیں جو سابقہ مجموعوں میں نہیں ملتیں۔

حواشی ہر مجموعے کے صفحات کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، لہذا ان سے تمام مجموعوں کے مندرجات کی تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی قاری یہ جاننا چاہے کہ

ہر مجموعے میں کون کون سی تخلیقات کس ترتیب سے شامل ہیں تو حواشی مندرجات کی مکمل فہرست کا کام دیتے ہیں۔ ”گنجینہ“ مطبوعہ کے بعد کلیات میں ”گنجینہ“ قلمی ہے۔ اس میں شامل ایسی تخلیقات خاصی تعداد میں ہیں جو اس سے پہلے کسی مجموعے میں نہیں ملتی۔ اس اعتبار سے یہ یگانہ کا ”نیا کلام“ ہے اور مجموعے کی صورت میں پہلی مرتبہ زیر نظر کلیات ہی کے ذریعے منظر عام پر آ رہا ہے۔

کلیات دس حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات حصوں میں تو مجموعہ ہاے کلام ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، باقی تین حصے یہ ہیں:

۱۔ غیر مدون کلام

۲۔ باقیات

۳۔ ضائم

”غیر مدون کلام“ کے عنوان کے تحت وہ کلام جمع کیا گیا ہے جو یگانہ کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے اور شاعر کی بیاضوں اور ادبی رسالوں سے دست یاب ہوا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں رباعیات ہیں اور دوسرے میں دیگر کلام۔ رباعیات کا حصہ سنہ وار مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں بھی چار ذیلی حصے ہیں جو ان ادوار میں منقسم ہیں۔

۱۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک

۲۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک

۳۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک

۴۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک

جن رباعیات کے انفرادی طور پر حتمی سنین تصنیف مل گئے ہیں، وہ ہر رباعی کے آخر میں درج کر دیے گئے ہیں۔ مذکورہ چاروں حصوں میں رباعیوں کی اندرونی ترتیب ردیف وار ہے۔ مگر دیگر کلام میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا کیوں کہ اس قسم کا کلام مقدار میں بہت کم ہے اور یہ جس ترتیب سے دست یاب ہوا، اسی ترتیب سے کلیات

میں شامل کر لیا گیا۔

”باقیات“ کے تحت غزلوں کے وہ متفرق اشعار ہیں جو بیاضوں اور رسالوں میں تو ملتے ہیں لیکن متعلقہ غزلوں کو مجموعوں میں شامل کرتے وقت خارج کر دیے گئے تھے۔ گویا یہ شاعر کے رد کردہ اشعار ہیں، لیکن اس سلسلے میں یگانہ کا کوئی اصول نہیں، انھوں نے متعدد رد کردہ شعروں کو دوبارہ قبول بھی کیا ہے اور انھیں اپنے مجموعوں میں شامل کیا ہے۔ اس لیے میں نے بھی ان شعروں کو محفوظ کرنا مناسب سمجھا۔

کلیات کی ترتیب کا کام مکمل ہو جانے کے بعد بھی مجھے کچھ ایسا کلام ملا جسے ”غیر مدون کلام“ کے تحت یا ”باقیات“ میں شامل کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنا ممکن نہ تھا کیوں کہ حواشی میں چلیپائی حوالوں کی کثرت کی وجہ سے حواشی کے نمبروں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا، خاصا پیچیدہ کام تھا۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ نو دست یاب کلام کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ لہذا میں نے اسے کلیات کے آخر میں دو ضمیموں کی صورت میں شامل کر دیا۔ پہلا ”غیر مدون کلام“ اور دوسرا ”باقیات“۔

(۴)

یگانہ کے مجموعوں میں شامل دیا ہے، تعارفی تحریریں اور انتسابات وغیرہ بھی میں نے کلیات میں شامل کیے ہیں مگر کچھ تحریریں ایسی ہیں جنہیں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ”شتر یاس“ میں ”ماہیت شاعری“ کے عنوان سے ایک مضمون بھی شامل ہے جس کا کتاب سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ اسے یگانہ کے مضامین کے زیر ترتیب مجموعے میں شامل کیا جائے گا۔

۲۔ ”آیات وجدانی“ طبع اول میں مرزا مراد بیگ شیرازی کے ”محاضرات“ اگرچہ بہت دلچسپ ہیں، لیکن طوالت کی بنا پر ایک علاحدہ تصنیف کا درجہ رکھتے ہیں۔ کلیات میں ان کی شمولیت ضخامت میں غیر ضروری اضافے کا باعث ہوتی۔

۳۔ یہی ”محاضرات“ ”آیات وجدانی“ طبع سوم میں بھی تراجم اور اضافوں

کے ساتھ شامل ہیں۔ یہی نہیں، یگانہ نے اپنے متعدد ایسے مضامین بھی اس میں شامل کر دیے ہیں جن کو کسی شعری مجموعے میں شامل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں نے یہ تمام مضامین مع ”محاضرات“ کلیات میں شامل نہیں کیے۔

کلیات میں جو نثر پارے شامل کیے ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل تین یگانہ کے حالات زندگی سے متعلق ہیں:

۱۔ مرزا واجد حسین یاس۔ دیباچہ ”نشر یاس“ از حامد علی خان

۲۔ دیباچہ ”آیات وجدانی“ طبع اول از میرزا مراد بیگ شیرازی

۳۔ میرزا یگانہ چنگیزی۔ خودنوشت حالات۔ ”آیات وجدانی“ طبع سوم

ان تینوں تحریروں میں بیشتر مطالب مشترک ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حامد علی خاں کو یگانہ نے اپنے حالات خود فراہم کیے تھے اور باقی دونوں تحریریں یگانہ کی نوشتہ ہیں۔ تکرار مطالب ایسی نہیں ہے کہ طبع قاری پر گراں گزرے بلکہ یہ جاننے میں آسانی ہوتی ہے کہ یگانہ اپنے بارے میں کن امور کے بیان کو اہمیت دیتے تھے۔ ”آیات وجدانی“ طبع اول کے دیباچے کے کچھ حصے میں منہ حذف کیے ہیں کہ ان میں یگانہ نے اپنا موازنہ بعض ایسی شخصیات سے کیا ہے، جو ایک خاص نقطہ نظر سے انتہائی قابل اعتراض سمجھا جائے گا۔ میں کلیات میں کوئی ایسی تحریر شامل نہیں کرنا چاہتا جس سے قارئین کا کوئی طبقہ مشتعل ہو۔

اگرچہ کلیات میں حالات یگانہ سے متعلق تین تحریریں شامل ہیں، مگر ان میں صرف خاندانی شجرے ہیں اور ابتدائی زندگی کی کچھ تفصیلات ہیں۔ لکھنؤ سے نکلنے کے بعد کے حالات بالکل نہیں ملتے۔ میں نے اس کمی کو ایک مختصر سوانحی خاکے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یگانہ کی شاعری کے بارے میں میں نے کہیں اظہار خیال نہیں کیا۔ شاعری کی تنقید ایک الگ موضوع ہے اور تدوین متن سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس سلسلے میں میں جناب رشید حسن خان کا پیرو ہوں کہ کسی متن کے مرتب کو صرف صحت متن پر توجہ دینی چاہیے، تنقیدی رائے دینا اس کے فرائض میں شامل نہیں۔

یگانہ نے اپنے کلام میں اصلاح کا عمل مسلسل جاری رکھا۔ کہیں کوئی ایک لفظ یا چند الفاظ تبدیل کیے ہیں، کہیں پورا مصرع بدل دیا ہے اور کہیں دو شعروں کے دو مصرعے قلم زد کر کے باقی دو مصرعوں سے ایک نیا شعر بنالیا ہے۔ یہ بھی کیا ہے کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بدل دی ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ سوال سامنے آیا کہ کلیات میں کلام کا متن اصل مجموعے کے مطابق ہو یا بعد کی تبدیلیوں کے مطابق۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا کہ ”گنجینہ“ قلمی کو کلام یگانہ کا بنیادی متن قرار دیا جائے، کیوں کہ کسی مصنف کا نظر ثانی شدہ متن ہی آخری اور مستند متن ہوتا ہے اور یہی منشائے مصنف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ”گنجینہ“ قلمی میں مصنف کا آخری مرتبہ نظر ثانی کیا ہوا متن ہے۔ اس لیے اسی کو بنیادی متن سمجھنا چاہیے۔ کلیات میں شامل تمام وہ کلام جو ”گنجینہ“ قلمی میں ملتا ہے، وہ اسی مجموعے کے مطابق ہے۔ یہاں تک کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بھی اسی مجموعے کے مطابق رکھی گئی ہے۔ بعض غزلوں کے اشعار کی ترتیب اصل مجموعوں کے مطابق ہے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ اس کا سبب حواشی میں بتا دیا ہے۔ حواشی میں تمام اصلاحوں، ترمیموں اور اضافوں وغیرہ کی تفصیل بھی دے دی ہے۔ وہ غزلیں اور رباعیاں جو ”گنجینہ“ قلمی میں نہیں ہیں، ان کا آخری متن جس مجموعے میں ملتا ہے، اسی کے مطابق انھیں کلیات میں درج کیا ہے۔

”گنجینہ“ قلمی کی ترتیب کا کام یگانہ نے ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء کو ختم کیا تھا۔ اس کے بعد بھی انھوں نے کہیں کہیں اپنے کلام میں ترمیم کی ہے۔ اس کی مثالیں مذکورہ تاریخ کے بعد کے خطوط میں ملتی ہیں نیز ”گنجینہ“ مطبوعہ کے نسخہ رضوی (تفصیل کے لیے رک: مآخذ) میں بھی یگانہ نے اپنی وفات سے صرف پچاس روز پہلے ۱۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو نظر ثانی کی تھی۔ میں نے ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء کے بعد کی ترمیموں کو مصنف کے آخری متن کو سامنے رکھنے کے اصول کے تحت، کلیات میں جگہ دی ہے۔

اب چند باتیں حواشی کے بارے میں:

کلیات میں تمام حصوں کے حواشی الگ الگ لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلے نمبر شمار درج کیا ہے اور پھر متعلقہ مجموعے کا صفحہ نمبر۔ اس کے بعد ”ماخذ“ کے عنوان کے تحت اُن تمام ماخذ کی فہرست بقید صفحہ دی ہے جن میں یہ تخلیق ملتی ہے۔ اس فہرست میں پہلے یگانہ کی تصانیف ہیں، پھر دیگر کتابیں اور رسالے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ کس ماخذ میں زیر بحث تخلیق مکمل طور پر شامل ہے اور کسی میں جزواً۔ اگر کسی غزل کے صرف چند اشعار کسی مجموعے میں شامل ہیں تو جو شامل نہیں کیے گئے، اُن کی نشان دہی کی ہے۔ اس مقصد کے لیے زیر نظر کلیات ہی کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ رسائل کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ صرف انھیں کا حوالہ دیا جائے جن میں متعلقہ تخلیق کا متن قدرے مختلف ہے یا ان رسائل میں اشاعت سے متعلقہ تخلیق کے زمانہ تصنیف کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اگر کسی رسالے میں کسی تخلیق کا متن وہی ہے جو کسی مجموعے میں ملتا ہے اور زمانہ تصنیف کے تعین میں بھی کوئی مدد نہیں ملتی تو ایسے تمام رسالوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو حواشی غیر ضروری حوالوں سے گراں بار ہو جاتے۔

”نشر یاس“ میں ایسی غزلیں بھی شامل ہیں جن میں یگانہ کے بعض اساتذہ نے اصلاحیں دی تھیں۔ جن اصلاحوں کا مختلف ذرائع سے علم ہوا ہے، اُن کی تفصیل ”اصلاح استاد“ کے عنوان کے تحت درج کر دی گئی ہے۔ لیکن بعد کے مجموعوں میں خود یگانہ نے خاصی ترمیمیں کی ہیں، ایسی تمام ترمیموں کی تفصیل ”اختلاف نسخ“ کے تحت دی گئی ہے۔ اس طرح ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ شاعر نے مختلف اوقات میں اپنے کام میں کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

آئیے اب ہمیں مجموعہ بابے کام میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ ان سب غلطیوں کی نشان دہی حواشی میں ”س۔ ک“ (سہو کتابت) کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔

حواشی میں آخری عنوان ”زمانہ تصنیف“ ہے جس کے تحت تخلیقات کا زمانہ تصنیف متعین کیا گیا ہے۔ یگانہ کی بیشتر غزلیں مشاعروں کی طرح میں ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی طرچی ہیں۔ ایک دو بیاضوں میں یگانہ نے متعدد غزلوں کے ساتھ یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ کب اور کس مشاعرے کے لیے لکھی گئیں لیکن بیشتر غزلوں کے بارے میں اس قسم کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔ اس لیے میں نے ان کا زمانہ تصنیف دیگر ذرائع سے متعین کیا ہے۔ مثلاً کوئی ”تازہ“ غزل کسی خط کے ساتھ بھیجی گئی یا یگانہ کی کسی تحریر میں کسی غزل کے لکھنے کا حوالہ آگیا تو اس سے زمانہ متعین کرنے میں مدد ملی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ فائدہ میں نے رسائل سے اٹھایا ہے۔ جیسا کہ اوپر کہیں عرض کیا جا چکا ہے کہ یگانہ رسائل میں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے اور کلام کی فوری اشاعت کے خواہاں ہوتے تھے۔ یگانہ کی یہ عادت کلام کا زمانہ تصنیف متعین کرنے میں خاصی معاون ثابت ہوئی ہے۔ لیکن اس طریق کار کے نتیجے کو حتمی نہیں سمجھنا چاہیے، کسی حد تک قیاسی ہی کہنا چاہیے۔ لیکن یہ بات حتمی ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کلام، اس رسالے کی تاریخ اشاعت کے بعد کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات تعین زمانہ کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

جن غزلوں کے سنین تصنیف معلوم ہوئے وہ ان کے آخر میں درج کر دیے گئے ہیں، لیکن جن غزلوں کے ساتھ ایسے سنین نہیں ہیں، ان کے زمانہ تصنیف کا تعین کرنا مشکل نہیں ہے۔ مثلاً ”نشریاس“ میں ۱۹۱۳ء تک کا کلام ہے اور ”آیات وجدانی“ طبع اول میں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک کا۔ ”ترانہ“ کی بیشتر رباعیاں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک کے دوران لکھی گئی ہیں۔ ”آیات وجدانی“ طبع دوم میں ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۳ء تک کا۔ ”آیات وجدانی“ طبع سوم میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک کا اور ”گنجینہ“ مطبوعہ میں ۱۹۴۶-۴۷ء کا کلام ہے۔ یہاں ”کلام“ سے مراد صرف وہ کلام ہے جو کسی مجموعے میں پہلی بار شامل کیا گیا ہو۔ زیر نظر کلیات میں یہ مجموعے میں ایسا ”کلام“ ہی شامل کیا

گیا ہے۔ ”گنجینہ“ قلمی پر یہ اصول منطبق نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں شامل متعدد رباعیات ایسی بھی ہیں جو زمانہ تصنیف کے اعتبار سے ”آیاتِ وجدانی“ طبعِ اول یا طبعِ دوم میں شامل ہونی چاہیے تھیں۔

(۷)

کسی ہم عصر شاعر کے کلام کے ساتھ فرہنگ شائع کرنا عجیب سی بات ہے کیوں کہ غزل کی لفظیات تو روزمرہ گفتگو کا حصہ بن چکی ہے اور شاذ ہی کوئی شاعر کوئی ایسا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے معنی جاننے کے لیے لغت دیکھنے کی ضرورت پڑے۔ مگر یگانہ کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اُس نے اپنے لکھنوی حریفوں کو اپنی زبانِ دانی سے مرعوب کرنے کے لیے ایسے الفاظ اور محاورے استعمال کیے ہیں جن کے مفہیم سے لکھنؤ کے عوام تو کیا خواص بھی کم کم ہی واقف تھے۔ اگرچہ زبانِ دانی کا یہ رویہ یگانہ کی نثر میں زیادہ ظاہر ہوا ہے تاہم نظم بھی اس سے خالی نہیں ہے۔ الفاظ کے ساتھ محاوروں کے استعمال کا شوق بھی یگانہ کو جنون کی حد تک تھا۔ بعض اوقات تو وہ رباعی کے چار مصرعوں میں چار سے زیادہ محاورے استعمال کر جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے قاری کو یگانہ کا کلام پڑھتے ہوئے کہیں کہیں الجھن محسوس ہوتی ہے۔ میں اپنی اس بات کی وضاحت کے لیے ایک مثال دینا چاہوں گا۔ ایک رباعی ہے:

آندھی اٹھ کر پہاڑ کے دامن سے
باتھی کو اڑا لے گئی کجلی بن سے
اب کون سی طاقت کرے پامال اُس کو
پٹاتا پھرے جو اپنے بلکے پن سے

تین مصرعوں میں یگانہ نے جو بات کہی ہے، چوتھے مصرعے تک پہنچتے پہنچتے مبہم سی ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب لفظ ”پٹاتا“ ہے جو آج کے قاری کے لیے بڑی حد تک اجنبی ہے۔ اور شاید آتش کے بعد یگانہ ہی نے اسے استعمال کیا ہے۔ جب تک قاری کو اس لفظ کے معنی معلوم نہیں ہوں گے تو وہ کیسے جان سکے گا کہ یگانہ نے کیسی

خوب صورت بات کہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ روزمرہ زبان میں اس لفظ کا متبادل نہیں ہے۔ دراصل یگانہ نے زبان دانی کی مہارت ظاہر کرنے کے لیے سامنے کے ایک لفظ کے مقابلے پر ایک اجنبی لفظ کے استعمال کو فوقیت دی ہے۔ یگانہ چاہتے تو چوتھا مصرع اس طرح بھی لکھ سکتے تھے:

شرمندہ رہے جو اپنے بلکے پن سے

اس صورت حال کے پیش نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کلیات میں فرہنگ بھی شامل کی جائے۔ لیکن ذرا محدود پیمانے پر۔ میں نے غزل کی مخصوص اور مروج لفظیات اور تلمیحات کو فرہنگ میں شامل نہیں کیا کہ ان سے شاعری کا مطالعہ کرنے والے عام طور پر واقف ہیں۔ صرف وہی الفاظ و محاورات شامل کیے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں۔ معانی کے اندراج کے سلسلے میں یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ کثیر المعانی الفاظ کے تمام معانی نہیں لکھے، صرف وہی معانی فرہنگ میں درج کیے ہیں جو مطلوب و مراد شاعر ہیں۔

میں نے پہلے تو کلیات کے تمام الفاظ و محاورات جمع کیے اور پھر ان کا انتخاب کیا اور متعدد مستند لغات سے استفادہ کر کے معانی لکھے۔ فرہنگ کا مسودہ میں نے اردو کے ممتاز محقق اور زبان دان جناب رشید حسن خان کی خدمت میں رہنمائی کے لیے ارسال کیا۔ انھوں نے فرہنگ کے الفاظ میں مزید کمی کی اور میرے تحریر کردہ معانی کو اغلاط سے پاک کیا۔ یہی نہیں، جن الفاظ کے معانی مجھے لغات میں نہیں ملے تھے، خان صاحب نے ان کے معانی متعین کیے۔ یہی وجہ ہے کہ فرہنگ میں متعدد مقامات پر خان صاحب کے حوالے سے اور انھیں کے الفاظ میں معانی درج کیے گئے ہیں۔ یہ تمام نکات ان خطوط سے ماخوذ ہیں جو اس فرہنگ کے سلسلے میں خان صاحب نے میرے نام لکھے۔ موصوف نے جس توجہ سے فرہنگ کی تیاری میں میری مدد کی، اس کے لیے میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔

اشاعت سے پہلے یہ فرہنگ جناب محمد سلیم الرحمن کی نظر سے بھی گزری ہے۔

انہوں نے اس سلسلے میں مفید مشوروں سے نوازا۔

فرہنگ کے بارے میں بعض ضروری امور، فرہنگ کے شروع میں درج کیے جا رہے ہیں۔

(۸)

جب تدوینِ متن کا کام میں نے مکمل کر لیا تو مناسب سمجھا کہ یہ کام اشاعت سے پہلے، اُن اہل نظر کی نظر سے بھی گزر جائے جو اس قسم کے کاموں کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے پورے متن کی دو نقلیں تیار کیں اور مظفر علی سید مرحوم اور جناب شان الحق حقی کی خدمت میں پیش کیں۔ ان دونوں کرم فرماؤں نے نہایت توجہ کے ساتھ متن کو دیکھا اور متعدد ایسے مقامات کی نشان دہی کی جہاں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی تھی۔ افسوس کہ اب مظفر علی سید ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ انہیں کلیات کی اشاعت کا شدید انتظار تھا۔ کاش یہ کتاب اُن کی زندگی میں چھپ سکتی!

(۹)

کلیات کی تدوین کے سلسلے میں جن کرم فرماؤں نے میری مدد کی، اُن میں سے بعض کا ذکر اوپر کی سطروں میں آچکا ہے لیکن: ”طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض“ کے مصداق میرے کرم فرماؤں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ سر فہرست ڈاکٹر نیر مسعود صاحب (لکھنؤ) کا نام ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ”آیات وجدانی“ طبع دوم کے واحد معلومہ نسخے کا عکس عنایت کیا بلکہ یگانہ سے متعلق کچھ نواور سے بھی نوازا۔ میں نے جب بھی یگانہ سے متعلق کسی مسئلے پر انہیں خط لکھا، انہوں نے فوراً جواب دیا۔ کاش اُن کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا جاسکتا!

ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) نے بعض مشکلات کے حل میں اور یگانہ کی بعض تحریروں کے حصول میں میری مدد کی۔ جناب خلیل الرحمن داؤدی مرحوم (لاہور) نے یگانہ کی بعض نادر تصانیف ہی عنایت نہیں کیں بلکہ ”آیات وجدانی“ طبع اول کے دو پریس پروف بھی مرمت فرمائے جو یگانہ کی نظر سے گزرے تھے اور جن پر یگانہ کے

قلم سے تصحیحات ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے کہ کسی کتاب کے پریس پروف اور وہ بھی پتھر کے چھاپے والے پریس کے پروف تقریباً پون صدی تک محفوظ رہ گئے ہوں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل سے ”آیات وجدانی“ کا تیسرا ایڈیشن ملا۔ سید اطہر حسین رضوی (ابن زبیا ردولوی مرحوم) نے ”گنجینہ“ مطبوعہ کے اُس نسخے سے استفادے کا موقع دیا جو خود یگانہ نے اُن کے عمّ محترم سید باقر حسنین رضوی کو پیش کیا تھا اور جس میں متعدد مقامات پر بقلم یگانہ تصحیحات و ترمیمات ہیں۔

پرانے رسالوں میں شائع شدہ یگانہ کی تحریروں کے حاصل کرنے میں سید انصار ناصری مرحوم، حکیم سید ظل الرحمن (علی گڑھ)، ڈاکٹر اصغر عباس (علی گڑھ)، ڈاکٹر انور معظم (حیدرآباد دکن)، ڈاکٹر گوہر نوشاہی (اسلام آباد)، رفاقت علی شاہد (ابور)، ضیاء اللہ کھوکھر (گجراتوالہ) نے میری بے حد مدد کی۔ کھوکھر صاحب نے سیکڑوں صفحات کے فوٹو اسٹیٹ عنایت کیے اور ”حساب دوستاں در دل“ پر عمل کرتے ہوئے مجھے شرمندہ کیا۔ اس سلسلے میں ذوالفقار مصطفیٰ صاحب (کراچی) کا بے مثال تعاون بھی بھیجے حاصل رہا۔ خدا جانے وہ ایسے پرانے رسالے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر لاتے تھے جن میں یگانہ کا کلام ہوتا۔

کلیات کے متن کی کمپوزنگ عزیز بی جعفر رضا کے ذوق و شوق کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے سمندروں کے سفر کی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود جس توجہ سے یہ کام انجام دیا، اُسے میں اپنے بزرگ دوست اور کرم فرما ڈاکٹر آہیل بخاری مرحوم کی کرم فرمائیوں کا تسلسل سمجھتا ہوں کہ جعفر رضا انھیں کے فرزند ہیں۔ کلیات میں کلام کے علاوہ جو کچھ ہے، اُس کی کمپوزنگ اور پھر طباعت مبین مرزا صاحب کی نگرانی میں ہوئی، اُن کا شکریہ کیا ادا کروں کہ اس قسم کی نیکیاں اُن کا روزمرہ کا معمول ہیں۔

پروف ریڈنگ میں نے خود کی ہے۔ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ غلطیاں نہ رہیں۔ جو دو چار غلطیاں میری گرفت میں نہ آئیں، وہ رفیق احمد نقشب صاحب کی دور رس نظروں سے نہ بچ سکیں۔ اس کے لیے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔

امروہہ اور کراچی کی تاریخوں کے فاضل مصنف احمد حسین صدیقی کی کمپیوٹر میں مہارت میرے بہت کام آئی۔ کلیات کے ہر حصے میں کتابوں کے سرورق کے اور یگانہ کی تحریروں کے جتنے بھی عکس ہیں، اُن کے داغ دھبے صدیقی صاحب ہی کی مہارت سے دُور ہوئے ہیں۔ سرورق پر یگانہ کی تصویر وہی ہے جو ”گنجینہ“ مطبوعہ میں شامل ہے۔ یہ تصویر علی سردار جعفری نے ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی بمبئی کے دفتر میں چھاجد نامی فوٹوگرافر سے کھنچوائی تھی۔ یگانہ کی یہ واحد تصویر ہے جس میں چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ملتے ہیں۔ ”گنجینہ“ میں تصویر خاصی دھندلی تھی۔ صدیقی صاحب نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے یگانہ کے اصل خدوخال واضح کیے ہیں۔ سیاہ و سفید تصویر کو رنگین بنا دینا بھی صدیقی صاحب ہی کا کمال ہے۔

اپنے کرم فرما اور یگانہ کے قدردان و قدر شناس سعید محمود صاحب کا بھی شکریہ واجب ہے کہ اُنھوں نے اس کلیات کی اشاعت میں اتنی دلچسپی لی کہ گزشتہ چار پانچ برسوں میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرا ہو کہ اُنھوں نے بوقت ملاقات یا فون کر کے یہ نہ پوچھا ہو کہ یگانہ صاحب کا کیا حال ہے۔ ان کے اس سوال سے پریشان ہو کر میں کوئی نہ کوئی عذر لنگ پیش کر دیتا تھا تاہم کام کی رفتار قدرے تیز ہو جاتی تھی، اور یہ اُن کا ایسا کرم ہے جس کی اُنھیں خود بھی خبر نہیں۔

آمنہ کا شکریہ کیا ادا کروں کہ وہ تو میرے ہر کام میں شریک غالب ہوتی ہیں۔ کلیات کا متن تیار کرنے میں مختلف مآخذ سے استفادے کا کام اُنھیں کی مدد سے تکمیل کو پہنچا۔

اور آخر میں ایک اہم بات جو مجھے شروع ہی میں عرض کرنی چاہیے تھی لیکن جی چاہا کہ خاتمہ کلام اسی پر ہو۔ یگانہ سے میری دلچسپی کا سبب میرے دو اساتذہ ہیں۔ کالج میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی اور کالج سے باہر جناب خلیق ابراہیم خلیق نے میرے ادبی ذوق کی تربیت کی۔ یگانہ کے بارے میں ان دونوں کی فکر انگیز گفتگوؤں نے مجھے اس منفرد شاعر سے دلچسپی لینے کا راستہ دکھایا۔ کلیات کی تدوین کے اس کام کو انھیں

دونوں کا فیضان سمجھنا چاہیے۔

مشفق خواجہ

۳۔ ڈی، ۹/۲۶

ناظم آباد۔ کراچی

یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

حواشی

- ۱۔ یاس ۲۱-۱۹۲۰ء میں یاس یگانہ ہوئے اور پھر صرف یگانہ رہ گئے۔ اصولاً تو جس دور کا تذکرہ ہو، اُس کے مطابق تخلص استعمال کرنا چاہیے۔ مگر میں نے یکسانیت کے خیال سے اپنی تحریروں میں صرف یگانہ لکھا ہے۔ اُس دور کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی جب وہ یگانہ نہیں تھے۔ (مرتب)
- ۲۔ رسالہ ”نقوش“ ۱۱ ہور، مکاتیب نمبر جلد دوم، شمارہ: ۶۵-۶۶۔ نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۰۷
- ۳۔ صنوبر سے جو کرتا قد کشی تو نہ گڑ جاتا تو پتایا تو ہوتا (آتش)

یگانہ... سوانحی خاکہ

(۱)

زیر نظر کلیات میں مختلف مجموعہ ہائے کلام کے جو دیباچے شامل ہیں، اُن میں سے مندرجہ ذیل تین میں یگانہ کے حالات ملتے ہیں:

- ۱۔ نشر یاس۔ دیباچہ نوشتہ حامد علی خان
- ۲۔ آیات وجدانی، طبع اول۔ دیباچہ نوشتہ مرزا مراد بیگ شیرازی
- ۳۔ آیات وجدانی، طبع سوم۔ خود نوشت یگانہ

حامد علی خاں کو شاعر نے خود حالات فراہم کیے تھے، مرزا مراد بیگ شیرازی کے پردے میں بھی یگانہ خود ہیں۔ گویا تینوں جگہ یگانہ ہی کے بیان کردہ حالات ہیں۔ ان میں بیشتر امور کی تکرار ہے۔ حیرت ہے کہ ۱۹۱۴ء ("نشر یاس") میں لکھے گئے اور ۱۹۴۶ء (آیات وجدانی، طبع سوم) میں لکھے گئے حالات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تقریباً ایک تہائی صدی کے حالات نظر انداز کیے گئے ہیں۔ ان تحریروں میں آخری اہم واقعہ جو بیان کیا گیا ہے، وہ یگانہ کی شادی کا ہے۔ بہر حال یگانہ کے ابتدائی اور خاندانی حالات انہیں تحریروں میں ملتے ہیں، جنہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یگانہ بقول خود ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو پٹنہ کے محلے مغل پورے میں پیدا ہوئے۔ مدرسے اور اسکول کی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں انٹرنس پاس کیا۔ ۱۹۰۴ء میں کلکتے کا سفر کیا۔ نیا بروج میں واجد علی شاہ کے خاندان کے دو افراد کی معلمی کی۔ وہاں کی آب و ہوا اس نہ آئی، اس لیے پٹنہ واپس آگئے۔ یہاں بھی صحت بحال نہ ہوئی تو ۱۹۰۵ء میں علاج کی غرض سے لکھنؤ کا عزم کیا۔ خاک لکھنؤ ایسی دامن گیر ہوئی کہ زندگی کا بڑا حصہ یہیں گزار دیا۔ ۱۹۱۳ء میں حکیم مرزا محمد شفیع کی بیٹی کنیز حسین سے شادی ہوئی۔ حکیم صاحب لکھنؤ کے نامور حکما میں سے تھے۔ علم و ادب سے بھی گہرا شغف تھا۔ مشہور کتاب ”مباحثہ گلزار نسیم یعنی معرکہ چلبست و شرر“ (مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء) انھیں کی مرتبہ ہے۔ اس کے آخر میں مثنوی ”گلزار نسیم“ کا مکمل متن بھی ہے جسے حکیم صاحب نے بہت محنت سے مرتب کیا ہے۔ ابتداء شعرائے لکھنؤ کے ساتھ یگانہ کے تعلقات خوشگوار تھے اور وہ عزیز، صفا، ثاقب و محشر کے ساتھ مشاعرے پڑھتے تھے۔ جب عزیز وغیرہ کی سرپرستی میں رسالہ ”معیار“ جاری ہوا اور معیار پارٹی وجود میں آئی تو یگانہ بھی اس پارٹی کے مشاعروں میں غالب کی زمینوں میں غزلیں پڑھتے تھے۔ ان طرحی مشاعروں کی جو غزلیں رسالہ ”معیار“ میں شائع ہوئی ہیں، ان میں یگانہ کی غزلیں بھی شامل ہیں۔ لیکن یگانہ اور شعرائے لکھنؤ کے درمیان موانست کا یہ رشتہ زیادہ عرصے تک باقی نہ رہ سکا اور معاصرانہ چشمک کا آغاز ہو گیا۔ اس کا سبب بقول یگانہ یہ تھا کہ معیار پارٹی کے مشاعروں میں ان کے کلام پر خندہ زنی کی جاتی تھی اور بے سرو پا اعتراض کیے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ زبانی تھا۔ یگانہ نے تحریری جنگ کا آغاز کیا اور ”۱۹۱۳ء میں میرے ایک دوست کی طرف سے کچھ اعتراضات اہل معیار کے کلام پر اودھ اخبار میں شائع ہوئے۔“ (خود نوشت یاس، قلمی، ص ۶)۔ یہ مضمون دراصل خود یاس نے لکھا تھا، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نوشت میں جہاں اس مضمون کا تذکرہ ہے، وہاں حاشیہ پر بقلم یاس یہ عنوان بھی ہے: ”میری طرف سے پہلی چشم نمائی۔“ اس کے بعد ایک دوسرے

کے خلاف لکھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا جس کی انتہا یگانہ کی کتاب ”شہرتِ کاذبہ“ ہے۔ شعرائے لکھنؤ غالب کے مقلد تھے، اس لیے یگانہ کے لیے لازم ٹھہرا کہ وہ غالب کی مخالفت بھی کریں۔ شعرائے لکھنؤ کے مقابلے پر انھوں نے اپنے آپ کو ”آتش کا مقلد“ کہنا شروع کر دیا۔ ”شتر یاس“ (۱۹۱۴ء) کے سرورق پر انھوں نے اپنے نام سے پہلے ”خاکِ پائے آتش“ لکھا اور جب سال بھر بعد ”چراغِ سخن“ شائع ہوئی تو اپنے آپ کو ”آتش پرست“ کے درجے تک پہنچا دیا۔

غالب شکنی کا آغاز بھی ”شتر یاس“ ہی سے ہوتا ہے۔ اس میں انھوں نے یہ لکھا: ”مختصر سا دیوان بھی ہزاروں پیچیدگیوں اور خامیوں سے بھرا پڑا ہے۔“ (صفحہ ۱) لیکن ”چراغِ سخن“ میں مخالفت کی یہ لے تیز ہو جاتی ہے۔ انھوں نے رسالہ ”خیال“ باپور (بابت نومبر ۱۹۱۵ء) میں ”آتش و غالب“ کے عنوان سے غالب کے خلاف پہلا باقاعدہ مضمون لکھا۔ اور پھر یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ کسی بھی موضوع پر لکھتے، تان غالب پر ٹوٹی۔ ۱۹۲۷ء میں جب ”آیاتِ وجدانی“ کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو اس میں بھی جابجا غالب پر مشقِ ستم کی گئی تھی۔ اور یہ مشق اس حد تک بڑھی کہ انھوں نے اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان سے یہ اعلان کر دیا: ”اب دیوانِ غالب میزانِ انصاف و خرد میں کلامِ یاس کے برابر نہیں ٹل سکتا۔“

اس سلسلے کی انتہا وہ رسالہ تھا جو ”غالب شکن“ کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں اور اضافوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یگانہ نے ایک طویل عرصہ غالب اور شعرائے لکھنؤ کی مخالفت میں لکھنے میں صرف کیا۔ اس سے غالب اور شعرائے لکھنؤ کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا، لیکن یگانہ خود خاصے خسارے میں رہے کہ اپنی شاعری کو پوری توجہ نہ دے سکے۔

ایسا نہیں ہے کہ شعرائے معاصر خصوصاً معیار پارٹی سے جھگڑے کی بنا پر یگانہ لکھنؤ میں ادبی سطح پر الگ تھلک زندگی بسر کرتے رہے ہوں۔ وہاں کے متعدد شعرا

سے اُن کے خوشگوار مراسم تھے۔ ۱۹۱۹ء میں اُنھوں نے ”انجمن خاصانِ ادب“ کے نام سے ایک ادبی انجمن بنائی۔ اس کے بارے میں اُنھوں نے رسالہ ”محزن“ لاہور کے جولائی ۱۹۱۹ء کے شمارے میں ایک مختصر مضمون لکھا جس میں اس انجمن کے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے تھے۔ اس کے صدر بے خود موہانی تھے، سیکریٹری یگانہ اور جوائنٹ سیکریٹری عبدالباری آسی، اس کے سرپرستوں، اراکین اعزازی اور اراکین خاص میں فصاحت لکھنوی اور سید مسعود حسن رضوی ادیب جیسے لکھنوی اہل قلم شامل تھے۔ اس انجمن کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ستمبر ۱۹۱۹ء تک اس کے تین ماہانہ مشاعرے منعقد ہوئے تھے۔ (مکتوب بے خود موہانی بنام سید مسعود حسن رضوی ادیب، مشمولہ ”خطوط بے خود“ مرتبہ سید زائر حسین کاظمی، لکھنؤ ۱۹۷۷ء، ص ۴۸)

(۲)

یہ تو یقینی ہے کہ یگانہ ایک طویل عرصے تک ”اودھ اخبار“ سے وابستہ رہے، لیکن کب سے کب تک؟ اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ”سوانح منشی نول کشور“ از امیر حسن نورانی (خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۵ء) میں ”اودھ اخبار“ کے آخری دور کے مدیروں میں یگانہ کا نام بھی شامل ہے (ص ۱۴۳)۔ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کے مضمون ”منشی نول کشور کا مطبع“ (ماہنامہ ”نیادور“، لکھنؤ، نومبر دسمبر ۱۹۸۰ء) میں بھی ”اودھ اخبار“ کے ایڈیٹروں کی فہرست میں یگانہ کا نام شامل ہے۔ (ص ۶۳)

گمانِ غالب ہے کہ یگانہ کو ”اودھ اخبار“ میں ملازمت اپنے خسر حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی کے ذریعے ملی ہوگی جن کے نول کشور پریس والوں سے گہرے تعلقات تھے۔ ”اودھ اخبار“ سے یگانہ کے تعلقات کا سراغ ۱۹۱۲ء سے ملتا ہے جب اُنھوں نے اپنے مخالفوں کے خلاف ایک مضمون چھپوایا تھا۔ (جس کا ذکر اوپر کی سطور میں آچکا ہے)۔ ۱۹۱۴ء میں ”نشر یاس“ شائع ہوئی تو اسی سال ۲۳ اپریل کے شمارے میں اس

پر ایک تعریفی تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اس کی نقل ماہ نامہ ”نقاد“ آگرہ، بابت اکتوبر ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۲ء سے یگانہ کا ”اودھ اخبار“ سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے۔

یگانہ نے اپنی تحریروں میں دو جگہ ”اودھ اخبار“ سے اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو ۴ نومبر ۱۹۲۰ء کے اس مطبوعہ گشتی مراسلے میں جو یگانہ نے رسالہ ”کارِ امروز“ کے اجرا کے سلسلے میں لکھا تھا اور جس میں ”اودھ اخبار“ کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرست ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک وہ لازماً اس اخبار سے منسلک تھے۔ دوسری مرتبہ ”غالب شکن“ (طبع اول ۱۹۳۴ء) کے دیباچے میں اس اخبار کا ذکر ملتا ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ لکھنؤی حریفوں کی وجہ سے انھیں ”اودھ اخبار“ کی ملازمت چھوڑنی پڑی۔ ضمناً یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان کی تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار تھی۔

یگانہ نے واضح طور پر کہیں یہ نہیں لکھا کہ ”اودھ اخبار“ میں ان کے ذمے کیا خدمت تھی۔ اس سلسلے میں واحد بیان منور لکھنؤی کا ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”... یاس عظیم آبادی لکھنؤ میں کافی عرصے تک اودھ اخبار لکھنؤ کے اسٹنٹ ایڈیٹر بھی رہے جس کی چیف ایڈیٹری اس وقت میرے رہنمائے خن منشی نوبت رائے نظر کے سپرد تھی۔ یہ زمانہ ۲۰-۱۹۱۹ء کا تھا۔ اودھ اخبار میں میرا کلام چھپتا رہتا تھا۔“

(۳)

۴ نومبر ۱۹۲۰ء کے محولہ بالا گشتی مراسلے میں یگانہ نے ”اودھ اخبار“ کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرست ہونے کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے خدمت زبان و ادب کے خیال سے یہ رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس مراسلے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یگانہ کی انتہائی پریشانی کا زمانہ تھا۔ انھوں نے معاصرین لکھنؤ کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنی

پریشانیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”میری زندگی کچھ ایسے تلخ و ناگوار واقعات کے سلسلہ
ناتما ہی میں جکڑی ہوئی ہے اور ایسی بے سرو سامانی، تنگ دستی،
پراگندہ دلی و مکروہات گوناگوں اور صعوبات روز افزوں کا سامنا
رہتا ہے کہ جمعیتِ خاطر کی امید بڑھتی [بندھتی؟] نہیں دکھائی
دیتی... اطمینان و فراغ نہ پہلے حاصل تھا نہ اب میسر ہے۔ پھر
آئندہ کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ پراگندگی خاطر کا سلسلہ یوں فیوم
بڑھتا ہی جاتا ہے، زمانہ حال کی روش دیکھتے ہوئے مستقبل اور
بھی تاریک نظر آتا ہے۔“

یگانہ نے اپنے جو کوائف بیان کیے ہیں، اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”اودھ
اخبار“ کی ملازمت چھوٹنے سے پہلے بھی وہ انتہائی تکلیف دہ اور ناخوشگوار حالات میں
زندگی بسر کر رہے تھے۔ بہر حال یہ حالات تھے جب بقول بلند اقبال بیگم ۱۹۲۳ء میں
”اودھ اخبار“ کی ملازمت جاتی رہی۔ اس کے بعد پورے سات برس کا عرصہ بڑا
پر آشوب تھا۔ یگانہ کا ستارہ گردش میں رہا۔“

”اودھ اخبار“ کی ملازمت ختم ہونے کے بعد یگانہ نے کچھ دنوں ریلوے
میں بطور کلرک ملازمت بھی کی۔ متور لکھنوی جو ریلوے ہی کے محکمے میں ملازم تھے،
لکھتے ہیں:

”... یاس عظیم آبادی... کچھ دنوں ریلوے آفس میں ملازم
رہے لیکن سرکاری نوکری اُن کے بس کی نہ تھی۔ شاید ریلوے
آفس کی کلرکی کا کام اُن کی افتاد طبع کے مطابق نہ تھا۔ یہ تو یاد
نہیں کہ انھوں نے ریلوے اکاؤنٹس آفس میں کتنے دنوں کام
کیا، لیکن دفتر میں اُن سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔“

(۴)

۱۹۲۴ء میں یگانہ اٹاوہ چلے گئے جہاں انھیں اسلامیہ بائی اسکول میں

ملازمت مل گئی۔ یہیں سے اُنھوں نے رسالہ ”صحیفہ“ جاری کیا جس کا پہلا اور آخری شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اُسی زمانے میں اٹاوے میں فانی اور جگر بھی موجود تھے، اُن کے ساتھ یگانہ کے مراسم رہے۔ یہ تینوں شاعر مشاعروں میں ہم طرح غزلیں پڑھتے رہے۔^{۵☆} اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے ہیڈ ماسٹر مولوی الطاف حسین یگانہ کے بڑے قدردان تھے۔ اُنھیں کی وجہ سے یگانہ اٹاوہ گئے تھے اور ان سے یگانہ کے زندگی بھر نہایت خوشگوار تعلقات رہے۔ یہاں تک کہ جب ماسٹر الطاف حسین پاکستان آگئے تو اُن سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ رہا۔ یگانہ کسی کی مدح ذرا کم ہی کرتے تھے مگر مولوی الطاف حسین کی مدح میں دو رباعیاں لکھیں۔^{۶☆} مگر معلوم نہیں کیا حالات ہوئے کہ اٹاوہ میں یگانہ کا دماغ پراگندہ اور دل بے ٹھکانا رہنے لگا۔^{۷☆} اور بالآخر اُنھوں نے یہاں سے کوچ کیا۔ اٹاوہ میں یگانہ کا قیام مختصر رہا۔ ستمبر ۱۹۲۴ء سے مارچ ۱۹۲۵ء تک وہ لازماً اٹاوہ ہی میں تھے۔

اٹاوے سے یگانہ علی گڑھ گئے جہاں بقول بلند اقبال بیگم اُن کا قیام چھ ماہ تک رہا۔ وہاں ایک پریس میں اُنھیں ملازمت مل گئی تھی۔^{۸☆} اس دوران وہ مختلف مقامات پر مشاعرے پڑھتے رہے۔ ”شہرتِ کاذبہ“ کی اشاعت کی تکمیل بھی علی گڑھ میں ہوئی۔ اس کتاب کا متن لکھنؤ میں اور سرورق علی گڑھ میں چھپا۔

(۵)

۱۹۲۶ء میں لاہور کے مشہور اشاعتی ادارے عطر چند کپور اینڈ سنز کی مالی سرپرستی میں مولانا تاجور نجیب آبادی نے ”اردو مرکز“ کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس کا مقصد اردو ادب کی تمام اصناف کے انتخابات ڈیڑھ سو جلدوں میں شائع کرنا تھا۔^۹ اردو مرکز کی طرف سے کارکنوں کی بعض اسامیوں کا اشتہار شائع کرایا گیا جس کے جواب میں لاہور سے باہر کے لوگوں کی درخواستیں بھی آئیں۔ ان میں سے اصغر کوندوی، جگر مراد آبادی اور یگانہ کا انتخاب کیا گیا۔^{۱۰} اور یہ تینوں ۱۹۲۶ء کے شروع میں لاہور آئے اور ایک ہی مکان میں مقیم ہوئے۔ بعد میں جب یگانہ نے اہل خانہ کو لاہور بلا لیا تو وہ الگ مکان میں منتقل ہوئے۔

لاہور میں یگانہ کا قیام اُن کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ لاہور میں موجود تقریباً تمام اہم ادیبوں سے تعلقات قائم ہوئے۔ اشاعتی اداروں خصوصاً رسالوں سے اُن کا رابطہ ہوا۔ ”آیاتِ وجدانی“ اور ”ترانہ“ کی طباعت کی سہیل پیدا ہوئی۔ ”نیرنگ خیال“، ”عالم گیر“ اور ”شبابِ اردو“ اور دیگر اہم رسائل میں وہ چھپنے لگے اور اس طرح انھیں ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ اختر شیرانی اُن کے بڑے قدردان تھے۔ انھوں نے اپنا رسالہ ”بہارستان“ ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔ مئی سے اکتوبر تک کے تقریباً ہر شمارے میں اُن کی غزلیں شائع ہوئیں۔ لاہور کے جن ادیبوں سے اُن کے خصوصی مراسم تھے اُن میں بقول بلند اقبال بیگم، عبداللطیف تپش، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، خواجہ دل محمد وغیرہ شامل تھے۔^{۱۲۶} ان کے علاوہ عابد علی عابد اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسم سے بھی تعلقات قائم ہوئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ دوارکا داس شعلہ اور مالک رام سے مراسم کا آغاز ہوا۔ یہ دونوں یگانہ کے محسنوں میں تھے کہ اول الذکر نے تمام عمر اور ثانی الذکر نے آخری زمانے میں اُن کی مسلسل مالی مدد کی اور آڑے وقت میں کام آئے۔

لاہور میں قیام کے دوران یگانہ علامہ اقبال سے بھی ملتے رہے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ۱۹۲۶ء میں لاہور کی ادبی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علامہ اقبال کے دولت کدے پر بھی گاہے گاہے جگر، اصغر، یاس اور سیماب جمع ہوتے تھے۔“^{۱۲۷}

یگانہ اُس زمانے میں اقبال کے خلاف نہیں تھے۔ ”آیاتِ وجدانی“ طبع اول (۱۹۲۷ء) میں انھوں نے اقبال کا نام بڑے ادب سے ”ڈاکٹر سر محمد اقبال بالقابہ“ لکھا ہے اور یہ بھی:

”ڈاکٹر اقبال نے فلسفہ خودی کی جو تعلیم دی ہے، وہ محض نظری حیثیت رکھتی ہے، اس اعتبار سے اُن کی مثنوی اسرارِ خودی، ہمارے علم و ادب کے لیے مایہ ناز ہے۔“^{۱۲۸}

اقبال بھی یگانہ کے قدردان تھے خصوصاً اُن کی زبان دانی کے معترف تھے۔ ایک مرتبہ زبان کے کسی معاملے میں کسی نے رہنمائی چاہی تو اقبال نے جواب میں یاس اور عزیز لکھنوی کے پتے لکھے اور کہا کہ ان سے رہنمائی حاصل کی جائے۔^{۱۳☆} اردو مرکز سے یگانہ کی وابستگی ۱۹۲۷ء کے اوائل تک رہی۔ اس تعلق کے ختم ہونے کا سبب یہ ہے کہ میسرز عطر چند کپور نے مالی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اس ادارے کا قائم رہنا مشکل ہو گیا۔ لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اصغر اور جگر سے یگانہ کا بگاڑ ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں آخر الذکر کی اردو مرکز سے علاحدگی عمل میں آئی۔ خود یگانہ نے بھی ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ”آیات وجدانی“ طبع اول میں فارسی غزل... گوش بر دیوارِ ما، پر تبصرہ کرتے ہوئے یگانہ اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان میں کہتے ہیں:

”اول کے تین اشعار میں غالباً اُن مکار حاسدوں کی چشم نمائی کی گئی ہے جو یوپی سے لاہور آکر مرزا صاحب کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔“ (ص ۱۰۵)

اردو مرکز سے علاحدگی کے بعد بھی یگانہ کچھ عرصے تک لاہور میں رہے۔ ایک صاحب تھے مولانا حفظ الرحمن منہاس۔ اُنھوں نے ”حفظ العلوم“ کے نام سے (اور اپنے نام کی رعایت سے بھی) ایک اردو ان سائی کلو پی ڈیا کی ترتیب کا کام شروع کر رکھا تھا۔ اُنھوں نے چنگڑ محلے (لاہور) میں اپنا ایک مکان یگانہ کو رہائش کے لیے دیا اور اُن سے اپنے ان سائی کلو پی ڈیا کے لیے کام لینے لگے۔ مرزا فہیم بیگ چغتائی بھی منہاس صاحب کے پاس ملازم تھے۔ اور شاید اُنھیں کے ایما پر یگانہ کو یہ کام ملا تھا۔ یگانہ ان سائی کلو پی ڈیا کا کام بھی کرتے رہے اور گاہے گاہے لکھنؤ بھی جاتے رہے۔ بہر حال جولائی ۱۹۲۷ء تک لاہور میں اُن کا قیام یقینی ہے کیونکہ اس مہینے کے رسالہ ”نیک خیال“ میں ”آیات وجدانی“ پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے، اُس میں کتاب لکھنے کے دو پتے چپے ہیں۔ ایک تو ناشر کا پتا ہے اور دوسرا یگانہ کی قیام گاہ کا۔ مکان کا پتا

کتاب پر نہیں چھپا لہذا تبصرے میں یہ پتا لازماً یگانہ نے خود چھپوایا ہوگا۔ یگانہ کے قیام لاہور کا ایک اہم واقعہ یہ بھی ہے کہ اُن کی دوسری بیٹی مریم جہاں ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء کو یہیں پیدا ہوئی۔

(۷)

گمان غالب ہے کہ ۱۹۲۷ء کے آخر میں یگانہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرزا محمد بہادر یاور کے دیوان ”جذبات یاور“ پر یگانہ نے تقریظ لکھی ہے۔ اس کے آخر میں تاریخ ۲۵ جنوری ۱۹۲۸ء درج ہے۔ اس تقریظ میں یگانہ نے لکھا ہے:

”خاکسار نے سفر کی رواروی میں جناب موصوف کے دیوان

کا جستہ جستہ مطالعہ کیا...“

ظاہر ہے یہ تقریظ یگانہ نے حیدرآباد ہی میں لکھی ہوگی جہاں وہ ”سفر کی رواروی“ میں تھے۔ یعنی تازہ وارد تھے۔

نثار احمد مزاج (جو بعد میں نواب نثار یار جنگ ہوئے) اُس وقت راجپور کے اول تعلقدار تھے۔ اُن کی سفارش پر محکمہ رجسٹریشن کے ناظم بشیر یار جنگ نے انھیں عثمان آباد میں اپنے محکمے میں نقل نویسی مقرر کر دیا۔ ۱۸/ خرداد ۱۳۳۷ ف = ۱۰/ یکم ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ = ۲۲/ اپریل ۱۹۲۸ء سے چار پانچ روز پہلے یگانہ عثمان آباد پہنچے۔ نقل نویسی کی خدمت باقاعدہ ملازمت نہیں تھی، کام کے مطابق اجرت ملتی تھی۔ اوسط آمدنی ۲۵-۳۰ روپے ماہ وار تھی۔ کبھی کبھی زیادہ بھی ہو جاتی تھی۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء کو دوار کا داس شعلہ کو لکھتے ہیں کہ اس مہینے دو سو روپے کی آمدنی ہوئی۔

۱۹۳۱ء میں کسی وقت یگانہ محکمہ رجسٹریشن میں باقاعدہ ملازم ہو گئے۔ یہ عہد سب رجسٹرار کی تھی۔ ایک زمانے میں یہ عہدہ اُن کے نام کا الڑی حصہ بن گیا تھا۔ جب بھی کسی رسالے میں اُن کی غزل یا مضمون چھپتا تھا، نام کے ساتھ یہ عہدہ ضرور لکھا جاتا تھا۔ یہ ایک معمولی عہدہ تھا جس کی تنخواہ آغاز میں چالیس روپے اور ۱۹۳۹ء

میں پچھتر روپے تھی☆۱۹

عثمان آباد میں یگانہ ۱۹۳۳ء تک رہے۔ پھر اُن کا تبادلہ لاہور ہو گیا جہاں ۱۹۳۷ء تک اُن کا قیام رہا۔ ۱۹۳۸ء میں سیلو چلے گئے۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں وہ یادگیر میں تھے۔ ۱۹۴۲ء میں وہ ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہو گئے۔ (اپنے بیان کردہ سال پیدائش کے لحاظ سے اُنھیں ۱۹۳۹ء میں ریٹائر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے سرکاری کاغذات میں عمر تین سال کم لکھوائی ہوگی)۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اُن کی پنشن پندرہ روپے ماہ وار مقرر ہوئی☆۲۰ ظاہر ہے اتنی حقیر رقم میں گھر نہیں چل سکتا تھا۔ معقول آمدنی کا کوئی ذریعہ ہونا ضروری تھا۔ لہذا روزگار کی تلاش میں یگانہ نے ایک مرتبہ پھر حیدرآباد دکن کا رخ کیا۔ توقع تھی کہ یہاں کسی معقول ذریعہ آمدنی کا انتظام ہو جائے گا مگر کئی برس امید و بیم کی کشمکش میں گزر گئے۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۹ء کے آخر تک کے زمانے کا بڑا حصہ اُنھوں نے حیدرآباد میں گزارا۔ چونکہ اہل و عیال لکھنؤ میں تھے، اس لیے وہاں آتے جاتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں وسط اپریل سے وسط مئی تک یگانہ بمبئی میں رہے۔ وہاں ذوالفقار علی بخاری سے کہہ کر اپنے بڑے بیٹے آغا جان کو ریڈیو میں ملازمت دلوائی اور ”گنجینہ“ کا مسودہ تیار کر کے سجاد ظہیر کو دیا تاکہ اسے کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت سے چھاپا جاسکے۔ بمبئی سے وہ واپس حیدرآباد آئے۔ یہاں وہ اکتوبر کے آخر تک رہے۔ اس دوران ”آیاتِ وجدانی“ کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس کی طباعت کا کام ۱۹۴۵ء سے ہو رہا تھا۔ یگانہ اکتوبر (۱۹۴۶ء) کے آخر تک حیدرآباد میں رہے اور پھر لکھنؤ چلے گئے۔

یگانہ کے بار بار حیدرآباد آنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں اُن کا کوئی مالی مفاد ضرور ہوگا۔ ۸ جون ۱۹۴۹ء کے خط میں لکھنؤ سے شعلہ کے نام لکھتے ہیں:

”بھئی اب تو میں پھر واپس [حیدرآباد] چلا، اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہو چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمھاری والدہ پر بہت

سختیاں گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے [پاکستان میں] نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔

میرے واپس [حیدرآباد] جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال -/۲۴۰ روپے کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۱ جولائی تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم کیوں کراہم کر سکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ غالباً ۱۵ جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔^{۲۱:۵۵}

حیدرآباد میں یگانہ کو کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت مالی آسودگی حاصل ہو جاتی ہوگی مگر مجموعی طور پر صورت حال نہایت مایوس کن رہی۔ مالک رام کے نام ۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”حیدرآباد میں بعض بعض حکام سے مجھ سے بھی شناسائی ہے۔ مگر یہ لوگ بس تھوڑی بہت میری شاعری ہی کی تعریف کر دیا کرتے ہیں۔ کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس بات پر غور کرتا کہ یگانہ آخر زندہ کیوں کر ہیں۔ حالاں کہ توجہ کرتے تو کوئی نہ کوئی وظیفہ یا مدد معاش کی صورت پیدا ہو سکتی تھی۔“^{۲۲:۵۵}

اسی طرح ۳ دسمبر ۱۹۴۶ء کو شعلہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں!

حیدرآباد میں چار سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود کچھ بن نہ پڑا۔ مدد معاش کی کوئی صورت نہ نکلی۔ خالی ہاتھ آیا۔ اک شاعر اور مجھ ایسے شاعر کے حصے میں روایاتی ناکامی کے سوا اور کیا آ سکتا۔“^{۲۳:۵۵}

حیدرآباد میں روزگار کی امید میں یگانہ نے جو سات برس گزارے۔ وہ دربدری کے عالم میں گزرے۔ کبھی نواب شہید یار جنگ کے مکان کے سہ ہفتہ وار

میں قیام رہا، کبھی غلام پنجتن کے ہاں، کبھی علی اختر حیدر آبادی کے ہاں اور کبھی سرکاری مسافر خانے میں۔ جن لوگوں سے اُمیدیں وابستہ تھیں اور پھر مایوسی ہوئی، اُن کے حوالے سے شعروں میں دل کا غبار نکال لینے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ مثلاً شہید یار جنگ لمبے تڑنگے آدمی تھے۔ حیدر آباد میں قیام کے دوران ایک غزل لکھی، اُس کا ایک شعر ہے:

قد ہوا اتنا بڑا تو کیا ہوا

جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا

یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”عالمگیر“ لاہور^{۲۳} میں شائع ہوئی تو اس شعر پر یہ حاشیہ لکھا: ”نوفٹے نواب اتنے لمبے تڑنگے مگر...“

یگانہ کی ایک پرانی غزل کا شعر ہے:

کس سادگی سے میں نے بڑھایا تھا دستِ شوق

ہتھکے سے بدمزاج، یکایک اکھڑ گیا

اس پر حیدر آباد میں بیٹھ کر یہ حاشیہ لکھا:

”اچھا تخلص ہے بدمزاج۔ شاعر بننے کا اتنا شوق ہو! کون

کہتا ہے تخلص بھی نیا ملتا نہیں۔“^{۲۵}

”بدمزاج“ کا اشارہ نواب ثار جنگ مزاج کی طرف ہے۔ یگانہ کو محکمہ رجسٹریشن میں ملازمت انہیں کی سفارش پر ملی تھی۔ مگر ریٹائرمنٹ کے بعد شاید یہ کام نہ آئے اور ممکن ہے کسی موقع پر یگانہ نے بدمزاجی کا مظاہرہ کیا ہو۔

ریٹائرمنٹ کے بعد حیدر آباد میں جو زمانہ گزرا، اُس میں کچھ نئے لوگوں سے میل ملاقات کی صورت پیدا ہوئی جیسے علی اختر حیدر آبادی، علامہ رشید ترائی، زیبا ردولوی وغیرہ۔ پرانے زمانے والوں میں فانی اور نجم آفندی سے تجدید ملاقات ہوئی۔ ضیا، احسن موسوی، نجم آفندی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

”شام کو حکیم محمد عباس صاحب رسوی کے گھر واقع دارالافتا

کی محفلوں میں حصہ لیتے تھے جہاں نواب شہید یار جنگ، سید علی رضا صاحب، سید علی بن کاظم صاحب، زیبا ردولوی، یگانہ چنگیزی، مہذب لکھنوی، غرض مختلف مہمان اور مقامی اہل کمال ادیب اور شاعر جمع ہوتے اور ہر قسم کی پرتکلف اور بے تکلف نشستیں ہوا کرتیں۔“ ۲۶:۱۱

(۸)

حیدرآباد سے واپس لکھنؤ آکر مارچ ۱۹۵۰ء میں یگانہ نے اپنی بیٹی عامرہ بیگم کی شادی کی۔ وہ بہت خوش تھے لیکن یہ خوشی بیٹی کی شادی کی تھی، مالی حالات کی خرابی بدستور تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان کی زندگی کے آخری پانچ سال (۱۹۵۱ء تا وفات) نہایت کس مپرسی کے عالم میں گزرے۔ گونا گوں عوارض نے جن میں دمہ سر فہرست تھا، ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ برائے نام پنشن کیا ساتھ دیتی، البتہ جوش ملیح آبادی کی کوششوں سے حکومت ہند نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا، جس سے قدرے اشک شوقی ہو گئی۔

۱۹۵۱ء میں پریشانیوں میں ایک اور کا اضافہ ہوا اور وہ تھی کرب ناک تنہائی۔ دونوں بیٹے اور بڑی بیٹی پاکستان جا چکے تھے۔ باقی دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھر وں میں تھیں۔ ۲۳ جولائی ۱۹۵۱ء کو بیگم یگانہ بھی پاکستان چلی گئیں۔ یگانہ اس تنہائی کی تاب نہ لاسکے اور ۲۸ اگست ۱۹۵۱ء کو وہ خود بھی پاکستان جا پہنچے۔ کچھ دنوں کراچی میں رہے اور پھر بڑے بیٹے آغا جان سے ملنے پشاور گئے (جو ریڈیو پاکستان پشاور میں کام کرتے تھے) اور پھر چھوٹے بیٹے مرزا حیدر بیگ سے ملنے کاکول گئے (جو مدنی اکیڈمی کاکول میں لیبارٹری اسٹنٹ تھے)۔ وہیں فیصلہ کیا کہ ابور سے راستے ہندوستان واپس چلے جائیں۔ لیکن جب وہ ابور پہنچے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا کیونکہ انہیں پاکستان آنے کا جو پرمٹ ملا تھا وہ صرف کراچی کے لیے تھا۔ انہیں کراچی ہی سے کھوکھار پار کے راستے ہندوستان جانا چاہیے تھا۔ ابور میں ان کی موجودگی غیر قانونی

تھی۔ یگانہ ۲۱ روز جیل میں رہے۔^{۲۸☆} اس کے بعد ۲ دسمبر ۱۹۵۱ء کو انھیں عدالت میں پیش کیا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر انھیں قید تا برخاست عدالت کی سزا ہوئی۔^{۲۹☆}

رہائی کے بعد یگانہ لاہور سے کراچی واپس آگئے۔ اس دوران پرمٹ کی میعاد ختم ہو چکی تھی۔ اُس زمانے کے قانون کے مطابق ہندوستانی شہریوں کا پرمٹ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ہندوستان واپس جانا ضروری تھا، ورنہ اُن کی ہندوستانی شہریت ختم ہو جاتی تھی۔ اب یہ نئی صورت حال بے حد پریشان کن تھی۔ یگانہ اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے لیکن وہ اب اپنے وطن کی شہریت گنوا چکے تھے۔ انھوں نے واپسی کے لیے تگ و دو شروع کی۔ ہندوستانی ہائی کمیشن کے ایک ہمدرد پرمٹ آفیسر کے ذریعے یگانہ نے ہندوستان واپسی کا اجازت نامہ منگوایا اور بعد از خرابی بسیار ۱۷ اپریل ۱۹۵۲ء کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچے۔ وہاں ایک روز ٹھہرنے کے بعد ۱۹ اپریل کو لکھنؤ پہنچ گئے۔^{۳۰☆}

پاکستان میں تقریباً سات ماہ کے قیام نے اُن کی صحت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مکتوب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء بنام مالک رام میں لکھتے ہیں:

”۲۷ اپریل سے بخار آنے لگا۔ ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ بخار تو خیر جاتا رہا مگر کھانسی اور تنفس کا جو مرض ہے، جو سات مہینے تک پاکستان میں اور زور پکڑتا گیا، اُس میں کوئی افاقہ محسوس نہیں ہوتا۔ سینہ نہایت کمزور، ٹانگوں میں معلوم ہوتا ہے دم نہیں رہا... میں اب تک اپنے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ بہر حال تنہا ہوں، آس پاس کوئی نہیں مگر خوشی سے مرنے کے لیے تیار ہوں۔ بن پڑے تو کچھ خرچ کے لیے بھی بھیج دیجیے...“^{۳۱☆}

بیماری، تنہائی اور مالی پریشانیوں نے یگانہ کی انا اور کج کلاہی کو بھی ختم کر دیا۔ مالک رام کے سامنے وہ دست سوال اس طرح دراز کرتے ہیں جیسے یہ کوئی خاص بات نہ ہو!

۱۹۵۳ء آیا تو یہ یگانہ کی زندگی کا بدترین سال تھا۔ بڑھاپے، تنہائی اور مسلسل بیماری نے یگانہ کی ذہنی صحت کو بھی متاثر کیا۔ اسی متزلزل ذہنی کیفیت میں انہوں نے کچھ قابل اعتراض رباعیاں لکھیں اور مختلف اخبارات کو بھیج دیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار نے یگانہ کی قابل اعتراض رباعیاں جزاً شائع کر دیں اور سخت مذمتی ادارہ لکھا۔ ایک روزنامے نے اس معاملے کو اچھالا جس کا نہایت افسوس ناک نتیجہ نکلا۔ ۷ سالہ بوڑھے اور بیمار شخص کو جس ذہنی حالت بھی درست نہیں تھی، سر بازار رسوا کیا گیا۔ پولیس کی مداخلت سے جان بچ گئی ورنہ رسوا کرنے والوں نے معاملے کو آخری حد تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

مصیبت پر مصیبت یہ آئی کہ یگانہ لکھنؤ کے جس مکان (سultan بہادر روڈ، منصور نگر) میں سولہ برسوں سے قیام پذیر تھے، اُسے اہل محلہ کے خراب رویے کی وجہ سے چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ۲ جولائی ۱۹۵۳ء کو وہ مکان کو منتقل کر کے اپنے ہم زلف نثار حسین کے مکان (واقع شاہ گنج) میں منتقل ہو گئے۔ ۱۲ جولائی کو اہل محلہ نے تلا توڑ کر یگانہ کے مکان پر قبضہ کر لیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔ اس سامان میں یگانہ کی کتابیں اور مسودات بھی تھے۔^{۲۲}

بیگم یگانہ پاکستان میں تھیں۔ یگانہ چاہتے تھے کہ وہ لکھنؤ واپس آجائیں۔ ۴ اپریل ۱۹۵۳ء کو وہ لکھنؤ واپس آئیں۔ اُس وقت تک وہ ہندوستانی قومیت ترک کر کے پاکستانی شہری بن چکی تھیں۔ اس حیثیت میں وہ ہندوستان میں بلا روک ٹوک مستقل طور پر قیام نہیں کر سکتی تھیں۔ قیام کی اجازت ایک محدود عرصے کے لیے ہوتی تھی جس میں توسیع کی ضرورت رہتی تھی۔ یہ سال اور اگلا پورا سال (۱۹۵۴ء) انہیں پریشانیوں میں گزرا۔ یگانہ کی صحت بھی خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔

۱۹۵۵ء کا آغاز نئی پریشانیوں سے ہوا۔ ۱۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو یگانہ شعلہ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

”جلد آؤ اور آکر دیکھو کہ میں جسمانی آزمائشوں کے علاوہ

رہائش اور اپنے حالات کے اعتبار سے کیا کیا امتحان دے رہا ہوں اور بحمد اللہ اب تک ثابت قدم ہوں۔ کتنا خوف ناک مستقبل ہے۔
۳۳

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بیگم یگانہ کا رویہ تبدیل ہو گیا اور اُن کا سلوک یگانہ کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا۔ یہ درد ناک داستان یگانہ ہی کی زبان سے سُننے کے لائق ہے۔ اپنے بڑے بیٹے آغا جان کے نام ۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

تمہاری اماں جان نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہو کر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ کے ایک حجرے میں آگے چھتر ڈال کر ٹھہر گیا۔ ۱۵ جون [۱۹۵۵ء] کو... آخر جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی۔ اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں ساتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہو کر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا جو خبر گیری کرتا تھا۔ مگر جب کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تھا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا، پھر خدا یاد آ جاتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو پھر میں یہیں پیلے مکان میں واپس آ گیا... تمہاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا انھیں گوارا ہی نہیں۔ تم یہاں کیوں آئے، میرے ٹھکانے پر کیوں آئے، جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے... میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں... رہتا تھا، وہاں سے دو بار مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔ خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمہاری اماں بھی اٹھ گھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں... اس سن میں ایسے مریض کو اس طرح مارنا چاہا کہ پانی

دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا
تنہائی کا۔ نہایت کرب و ایذا میں ہوں۔^{۳۴}

یہ اُس بیوی کا رویہ تھا جس کی محبت میں یگانہ زندگی بھر سرشار رہے اور جس
کی مدح سرائی انھوں نے اپنی متعدد تحریروں میں کی ہے۔ خدا جانے ایسے کیا حالات
ہوئے جو بیوی کا رویہ یکسر بدل گیا۔

یگانہ ۱۵ جون سے ۹ اگست ۱۹۵۵ء تک پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب
کے گھر پر رہے۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء کو شعلہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں:

”وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھتر ڈال کر ایک
مہینہ چوبیس دن رہا مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر
نہ تھا، آب و گل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ
پریشان کیا۔ آخر مجبور ہو کر ۹ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا
کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں
کئی بار حالت خراب ہو جاتی ہے۔ وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ
کر کراچی روانہ ہو گئیں۔۔۔ دن کو خیر ایک آدھ آدمی خبر گیری کر لیتے
ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے۔ حالت نازک ہوتی جا رہی
ہے۔“^{۳۵}

یگانہ کی حالت نازک سے نازک تر ہوتی گئی۔ ۱۹۵۶ء طلوع ہوا تو انھوں نے
نئے سال کا پہلا اور زندگی کا آخری خط ۱۴ جنوری کو آغا جان کے نام لکھا:
”جان پدر، سلامت رہو۔“

پاؤں میں ورم آگیا گھٹنوں تک۔ موت کے سوا کوئی مسئلہ
پیش نظر نہیں ہے۔ خدا حافظ۔ یگانہ۔“^{۳۶}

لیکن موت مسئلہ نہیں تھی، یگانہ کو درپیش تمام مسائل کا حل تھی۔ سو وہ لمحہ بھی
مذکورہ خط لکھنے کے صرف بیس دن بعد آ ہی گیا!

راہی معصوم رضا نے سید مسعود حسن رضوی کے حوالے سے لکھا ہے:
 ”آخری رات آئی تو اُس وقت یگانہ کے ساتھ تین حضرات
 تھے۔ یہ لوگ رات کو ٹھہرنا چاہتے تھے مگر یگانہ نے اُنہیں رخصت
 کر دیا۔ ہاں جانے سے پہلے اُن کی موجودگی میں کلمہ پڑھ کر
 اُنہوں نے سوال کیا۔ میں مسلمان ہوں؟ میں شیعہ ہوں؟ جب
 ان تینوں حضرات نے اقرار کر لیا تب اُنہوں نے اُن لوگوں کو
 رخصت کر دیا۔“ ☆ ۳۷

یہ آخری رات ۳ و ۴ فروری ۱۹۵۶ء کی درمیانی رات تھی۔ ۴ فروری کو
 کربلائے منشی تفضل حسین (وکتوریا گنج) میں تدفین عمل میں آئی۔ ”جنازے میں بمشکل
 بارہ آدمی شریک تھے۔“ ☆ ۳۸

(۱۰)

- یگانہ نے اپنی ایک بیاض (بیاض شمار: ۲، مملوکہ بلند اقبال بیگم) میں ”تفصیل
 ولادت“ کے عنوان کے تحت اپنے بچوں کی ولادت کے بارے میں مندرجہ ذیل
 تفصیلات درج کی ہیں (ایک جگہ قلابین میں عیسوی تاریخ راقم کا اضافہ ہے):
- ۱۔ بلند اقبال حسن بانو۔ ۵/۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء، وقت آٹھ
 بجے دن، یوم سہ شنبہ، مقام جھوائی ٹولہ، لکھنؤ۔
 - ۲۔ آغا جان۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء، یوم دو شنبہ، ۹ بجے شب، مقام
 باغ قاضی، لکھنؤ۔
 - ۳۔ اُم صغریٰ۔ یکم فروری ۱۹۲۳ء مطابق ۱۳۳۲ھ، یوم جمعہ، وقت صبح، مقام شاہ گنج،
 لکھنؤ۔ وفات یکم محرم ۱۳۳۸ھ | مطابق ۹ جون ۱۹۲۹ء۔ شاہ گنج، لکھنؤ۔
 - ۴۔ مریم جہاں۔ ۱۳ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء، یوم شنبہ، دو بجے دن،
 لاہور۔
 - ۵۔ حیدر بیگ۔ شب یک شنبہ، ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۳۰ء، عثمان آباد۔

۶۔ عامرہ بیگم۔ یوم سہ شنبہ پونے پانچ بجے صبح، ۱۴/ محرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷/ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲/ تیر ۴۰ ف، الہی مقام، عثمان آباد۔

ایک بچہ آغا شکوہ نامی، بلند اقبال حسن بانو سے پہلے پیدا ہوا تھا، بروایت بلند اقبال، وہ ۱۵۔۲۰ دن کا ہو کر رحلت پا گیا۔ یگانہ نے اپنی اولاد کی مذکورہ فہرست میں اسے شامل نہیں کیا۔ لیکن آیات وجدانی طبع اول و طبع سوم میں جو خاندانی شجرے دیے ہیں، ان میں آغا شکوہ کا نام شامل ہے۔

بلند اقبال بیگم، یگانہ کی بڑی بیٹی ہیں۔ بقول خود ان کا نام حسن بانو اور عرفیت بلند اقبال ہے۔ وہ ادبی حلقوں میں اپنے مضمون ”بھائی ابا“ کے حوالے سے اچھی طرح پہچانی جاتی ہیں۔ یہ یگانہ کا بہترین شخصی خاکہ ہے۔ اس مضمون پر انھوں نے اپنا نام ”بلند اقبال بیگم“ لکھا ہے۔ ان کی شادی شہریار مرزا چغتائی سے ہوئی تھی اور وہ قیام پاکستان کے کچھ عرصے بعد اپنے خاندان کے ساتھ کراچی آگئی تھیں۔ پاکستان ایئر فورس کے ایئر مارشل پرویز اقبال مرزا انھیں کے بیٹے ہیں۔ بلند اقبال بیگم کی وفات مارچ ۲۰۰۰ء میں کراچی میں ہوئی۔

بلند اقبال بیگم کے بعد آغا جان تھے۔ یگانہ نے مذکورہ بیاض میں آغا جان کی پیدائش کی ہجری تاریخ بقید تاریخ و ماہ و سنہ مکمل لکھی ہے لیکن عیسوی صرف سنہ (۱۹۲۰ء) لکھا ہے۔ یہ سنہ عیسوی، سنہ ہجری سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ہجری تاریخ کی مطابقت ۲۸/ اگست ۱۹۲۱ء سے ہوتی ہے۔ اور یہی درست ہے کیونکہ بقول بلند اقبال بیگم، آغا جان ان سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ آغا جان آل انڈیا ریڈیو اور پھر ریڈیو پاکستان سے بطور براڈ کاسٹر (اناؤنسر) وابستہ رہے۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ بعد میں بھی ۱۹۸۹ء تک ریڈیو پاکستان سے کسی نہ کسی طرح کی وابستگی رہی۔ طویل علالت کے بعد یکم مئی ۱۹۹۰ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ انھیں علمی و ادبی ذوق ورثے میں ملا تھا۔ خصوصاً زبان و قواعد زبان کے مسائل پر گہری نظر تھی۔ ان کے متعدد مضامین رسائل میں شائع ہوئے ہیں جو زیادہ تر زبان و قواعد سے متعلق ہیں۔

ام صغریٰ پانچ برس کی تھی کہ لکھنؤ میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ یگانہ اُس وقت عثمان آباد میں تھے۔ یگانہ کو اس بچی کی موت کا قلق ساری زندگی رہا۔ اُنھوں نے اُس کی یاد میں غزل کے چند شعر (آیات وجدانی، طبع سوم، غزل : ۵۴) اور ایک رباعی (غیر مدون کلام، رباعی : ۳۳) لکھی ہے۔

مریم جہاں کی شادی ابن علی سے ہوئی۔ یہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ پونے میں مقیم ہیں۔

مرزا حیدر بیگ یگانہ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ یہ ۱۹۴۹ء میں پاکستان آ گئے تھے۔ اب ایک عرصے سے کنیڈا میں مقیم ہیں۔

عامرہ بیگم سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی شادی اپنے ماموں زاد مرزا محمد عالم سے ہوئی تھی۔ یہ بھی پاکستان آ گئی تھیں۔

(۱۱)

یگانہ نے عجیب طبیعت پائی تھی۔ اُنھیں اہل زبان ہونے پر اصرار تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اہل زبان تھے، لیکن اس پر بھی اصرار تھا کہ اُنھیں لکھنوی سمجھا جائے۔ پہلے وہ اپنے نام کے ساتھ صرف ”عظیم آبادی“ لکھا کرتے تھے۔ پھر اس کے ساتھ لکھنوی بھی لکھنے لگے اور آگے چل کر صرف لکھنوی رہ گئے۔ (آیات وجدانی، طبع اول کے سرورق پر ”میرزا یگانہ لکھنوی“ ہی لکھا ہے)۔ لکھنؤ میں ایک طویل عرصے تک قیام کے بعد اُنھیں لکھنوی کہلانے کا حق حاصل تھا، مگر ان کا عظیم آبادی ہونے سے انکار کرنا، ایک سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ عظیم آبادی ہونے سے اپنی برأت کا اظہار اُنھوں نے ۱۸-۱۹۱۷ء ہی میں کر دیا تھا جب اُنھوں نے اپنی خود نوشت لکھی تھی۔ لکھتے ہیں:

”جن لوگوں کو مجھ سے بات چیت کا اتفاق ہوا ہے، وہ کیا فرما سکتے ہیں کہ میرے لب و لہجہ اور میری گفتگو میں اور اہل زبان کی بول چال میں کوئی فرق ہے۔ آج تیرہ برس سے لکھنؤ

میں رہتا ہوں اور میرے ساتھ عظیم آباد کا کوئی شخص بھی لکھنؤ نہیں آیا۔ مجھے تو جن لوگوں سے معاشرت ہے، وہ یا تو میرے اعزہ ہیں جو شرفائے لکھنؤ میں سے ہیں یا میرے احباب جو شعرائے لکھنؤ میں ہیں۔ مجھے تو اب عظیم آباد کا کوئی محاورہ بھی یاد نہیں رہا۔“ ۳۹۵

اپنے وطن اور وہاں کی زبان سے برأت کا یہ اظہار احساسِ کمتری کا غماز ہے۔ اہل زبان ہونے کا دعویٰ عظیم آبادی ہوتے ہوئے بھی کیا جاسکتا تھا۔ یگانہ جیسے لوگ کسی خطے سے بھی تعلق رکھیں، اُن کی قدر و قیمت اُن کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ کسی مخصوص خطے سے تعلق ہونا نہ ہونا، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۱۲)

جس طرح شعرائے لکھنؤ کی مخالفت نے یگانہ کو ”عظیم آبادی“ سے ”لکھنوی“ بنا دیا، کچھ اسی قسم کا معاملہ تخلص کے ساتھ بھی پیش آیا۔ پہلے ”یاس“ تھے، پھر ”یاس یگانہ“ ہوئے اور آخر میں صرف ”یگانہ“ رہ گئے۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی لکھتے ہیں:

”پہلے یاس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شعرائے لکھنؤ کی لاگ یگانہ تخلص کرنے کا باعث ہوئی۔“ ۴۰۵

مرزا مراد بیگ شیرازی یہ بھی بتاتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء میں یگانہ نے مشہور ”قطعہ فخریہ“ لکھ کر اخبار ”ہمد“ لکھنؤ میں چھپوایا تو شعرائے لکھنؤ چراغ پا ہو گئے۔ یگانہ نے انھیں مزید جلانے کے لیے قطعے میں اس شعر کا اضافہ کر دیا:

لکھنؤ کے فیض سے دو دو ہیں سہرے میرے سر

اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

”یاس کے ساتھ یگانہ تخلص کرنے کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے۔“ ۴۱۵ گویا ۲۱-۱۹۲۰ء میں تخلص کی تبدیلی عمل میں آئی۔ لیکن اسے ”تبدیلی“ نہیں ”اضافہ“ کہنا چاہیے

کیوں کہ دونوں تخلص بیک وقت استعمال ہوتے رہے۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں مارہرہ سے رسالہ ”صحیفہ“ شائع کیا تو اُس پر ”یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی“ ہی لکھا تھا۔ لیکن ۱۹۲۷ء (سال اشاعت ”آیات وجدانی“ طبع اول) میں یاس تخلص بالکل ترک کر دیا۔ آخر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ کوئی انھیں ”یاس“ لکھتا تھا تو پسند نہیں کرتے تھے۔ من موہن تلخ کے نام کے ایک خط میں یاس لکھنے سے منع کیا ہے۔^{۳۲☆}

(۱۳)

یگانہ کو اپنے نام کے ساتھ طرح طرح کے سابقے اور لاحقے استعمال کرنے کا بے حد شوق تھا۔ کبھی وہ امام الغزل بن جاتے، کبھی خداوند معانی اور کبھی ابوالمعانی۔ اپنے آپ کو مجاہد العصر اور غالب جنگ بھی کہتے تھے۔ لیکن ”ابوالمعانی“ اور ”امام الغزل“ پسندیدہ القابات تھے۔ ”ابوالمعانی“ وہ ۱۹۲۳ء میں بن گئے تھے جب رسالہ ”صلائے عام“ دہلی کے اپریل ۱۹۲۳ء کے شمارے میں اُن کا ایک مراسلہ شائع ہوا تھا۔ ”غالب شکن“ کی دونوں اشاعتوں میں اُن کے نام سے پہلے ”امام الغزل“ لکھا ہے۔ ۱۹۵۱ء میں جب انھوں نے ”گنجینہ“ (قلمی) کا مسودہ تیار کیا تو اُس کے سرورق پر اپنے قلم سے اپنے نام سے پہلے یہی لقب لکھا۔ اسی مسودے میں شامل ایک غزل کا مقطع ہے:

یگانہ بنے یا امام الغزل

وہ جو کچھ بنے، بنتے بنتے بنے

نام کے ساتھ ”چنگیزی“ کا اضافہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں نظر آتا ہے۔^{۳۳} پھر ۱۹۳۳ء میں ”ترانہ“ کے سرورق پر وہ ”چنگیزی“ بن کر سامنے آئے۔ ”ترانہ“ کا انتساب بھی چنگیز خاں کے نام ہے جسے یگانہ ”پیغمبر قبر و عذاب“ اور ”شہنشاہ بنی آدم“ سمجھتے تھے۔ دراصل چنگیز خاں سے عقیدت اور وابستگی کا یہ اظہار حریفوں کو دہلانے کا ایک حربہ تھا۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ یگانہ نے یہ دلچسپ بات کہی تھی:

”جس طرح چنگیز نے اپنی تلوار سے دنیا کا صفایا کر دیا تھا،

اسی طرح جب سے میں نے غالب پرستوں کا صفایا کرنے کا

تہیہ کیا ہے، یہ لقب اختیار کر لیا ہے۔“^{۳۴}

یگانہ مشاعروں کے بے حد شائق تھے۔ وہ نہ صرف لکھنؤ اور مضافات لکھنؤ کے بلکہ دوسرے شہروں کے مشاعروں میں بھی کثرت سے شرکت کرتے تھے۔ اور بعض اوقات دور دراز کے سفر سے بھی اجتناب نہ کرتے تھے۔ یہ مشاعرے طرحی بھی ہوتے تھے اور غیر طرحی بھی۔ ”نشر یاس“ اور ”آیاتِ وجدانی“ (طبع اول) کی غزلوں کا بڑا حصہ مشاعروں کی طرحوں ہی میں طبع آزمائی کا نتیجہ ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی مشاعروں کی طرحوں میں ہیں۔

اسی طرح رسائل میں بھی وہ کثرت سے شائع ہوتے تھے۔ کلام کے علاوہ بے شمار مضامین انھیں رسالوں کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔ برصغیر کے مختلف شہروں سے نکلنے والے رسائل سے یگانہ کا مستقل رابطہ تھا اور بعض رسائل کے تو تقریباً ہر شمارے میں لکھتے تھے۔ جیسے رسالہ ”نظارہ“ میرٹھ اور رسالہ ”جادو“ ہاپوڑ و میرٹھ۔

کلیات میں ”ماخذ“ کے عنوان کے تحت یگانہ کی تصانیف کی مفصل سنہ وار فہرست دی جا رہی ہے۔ یہاں بعض دوسرے امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شاعری کے ساتھ مضمون نگاری کا شغل بھی زندگی بھر جاری رہا۔ یگانہ نے علمی و ادبی موضوعات پر خاصی تعداد میں مضامین لکھے ہیں۔ انگریزی کی بعض تحریروں کو اردو میں منتقل بھی کیا ہے۔ نیز انشائیہ نما تحریریں بھی خاصی تعداد میں ملتی ہیں۔ اپنے نام ہی سے نہیں، فرضی ناموں سے بھی یگانہ لکھتے رہتے تھے۔ اور یہ ضرورت عموماً اُس وقت پیش آتی تھی جب انھیں اپنی تعریف کرنا ہوتی تھی۔ یگانہ نے فرضی ناموں سے اپنی تعریف میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ ”در مدحِ خود“ کے نام سے ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

یگانہ کے بعض علمی مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہیں، خصوصاً وہ مضامین جو میر تقی میر اور عرنی کے مطبوعہ کلام کی تصحیح سے متعلق ہیں۔ زبان و قواعد کے

مسائل پر بھی یگانہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ شعرائے بہار پر بھی کئی عمدہ تنقیدی و تحقیقی مضامین موجود ہیں۔ راقم الحروف نے اب تک یگانہ کے ایک سو سے زائد مضامین جمع کر لیے ہیں اور متعدد مضامین کی اشاعت کا سراغ مل چکا ہے مگر ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے۔

یگانہ کی دو مستقبل تصانیف بھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ایک تو خودنوشت ہے جس کا تفصیلی تعارف ”ماخذ“ کے تحت کرایا گیا ہے اور دوسری اقبال کے بارے میں ”غالب شکن“ جیسا کتابچہ ہے جس میں یگانہ نے اقبال سے متعلق اپنی چند تحریریں اور رباعیات یکجا کی ہیں مگر افسوس اس کتابچے میں شائستگی ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ خصوصاً رباعیات میں فحاشی کا عنصر انھیں بازاری اور عامیانہ بنا دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ کتابچے کا نام بھی فحاشی کا آئینہ دار ہے۔

یگانہ کے خطوط بھی خاصی تعداد میں دستیاب ہوئے ہیں۔ دوارکا داس شعلہ کے نام ۹۵ خط راقم الحروف نے ”تخلیقی ادب“ ۲ میں شائع کر دیے تھے۔ بہت سے خطوط مختلف کتابوں اور رسالوں میں ملتے ہیں اہل ایک خاصی بڑی تعداد غیر مطبوعہ خطوط کی بھی ہے۔ راقم نے تقریباً تین سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں، مزید کی توقع ہے۔ یہ معلوم ہے کہ خطوط کہاں کہاں سے دستیاب ہو سکتے ہیں مگر ابھی ان تک رسائی نہیں ہوئی۔

حواشی

- ۱۔ مضمون: ”مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر“ از منور لکھنوی، ماہنامہ ”ہمایوں“ دہلی (ایڈیٹر: تاجور شامی) اپریل ۱۹۶۷ء، ص ۲۲۳۔
- ۲۔ مراسلہ بہ عنوان: ”کار امروز (لکھنؤ کا ماہانہ ادبی رسالہ) پیغام عمل“ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۰ء، ص ۲ الطابع، لکھنؤ۔
- ۳۔ مضمون: ”جہانی ابا“ از بلند اقبال، قلم، کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“ شمارہ ۲، اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۔
- ۴۔ مضمون: ”مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر“ محوئے بالا، ص ۲۳۱۔
- ۵۔ ”قافی بدایونی، حیات، شخصیت اور شاعری“ از: الزمینی قیس، حیدرآباد، کن، ۱۹۶۹ء، ص ۵۱۔ ۵۰۔
- ۶۔ رک: زیر نظر کفایت۔ گنجینہ قلمی، ربائی: ۵۵۔ ۲۔ غیر مدون کلام، ربائی: ۳۲۔

- ۷۔ مکتوب یگانہ بنام جگر بریلوی از اٹاوہ، مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۳۵ء، مملوکہ شمس بدایونی (یہ خط عکس کی صورت میں راقم کے پیش نظر ہے)
- ۸۔ مضمون: ”بھائی ابا“، محوۃ بالا، ص ۳۹۸
- ۹۔ اشتہار منجانب میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز، لاہور، ماہ نامہ ”زمانہ“ کان پور، شمارہ دسمبر ۱۹۳۹ء (آخری صفحات میں جن پر کوئی صفحہ نمبر درج نہیں ہے)
- ۱۰۔ مضمون: ”جگر لاہور میں“ از رام منوہر سہائے انور، ماہ نامہ ”نگار“ امرت سر، جگر نمبر ۱۹۶۱ء، ص ۲۶-۳۲
- ۱۱۔ مضمون: ”بھائی ابا“ از بلند اقبال بیگم، محوۃ بالا، ص ۳۹۸
- ۱۲۔ شخصی خاکہ: ”اختر شیرانی“ مشمولہ کتاب ”چند یادیں چند تاثرات“ از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۹۶
- ۱۳۔ آیات وجدانی، طبع اول، لاہور ۱۹۲۷ء، ص ۵۶
- ۱۴۔ مکتوب اقبال بنام ماسٹر خالغ محمد، مورخہ ۱۸ جون ۱۹۳۱ء، اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ، حصہ دوم، لاہور، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۷
- ۱۵۔ ”جذبات یاور“ از مرزا بہادر یاور، مطبع انوار الاسد حیدر آباد دکن، ۱۹۲۷ء، ص ۲۶۲ (تقریب کتاب کے آخر میں ہے۔ کتاب پر سال طباعت ۱۹۲۷ء درج ہے۔ یگانہ نے مطبوعہ کتاب دیکھ کر ہی تقریب لکھی ہوگی۔ اس لیے اس پر ۲۵ جنوری ۱۹۲۸ء کی تاریخ درج ہے)
- ۱۶۔ ۱۹۳۳ء میں بشیر یار جنگ کا انتقال ہوا تو یگانہ نے اُن کی یاد میں دو رباعیاں لکھیں۔ (رک: زیر نظر کلیات، آیات وجدانی، طبع دوم، رباعی شمارہ ۱۲۳ و ۱۲۴)
- ۱۷۔ مکتوب یاور علی خٹجہ، مورخہ ۱۸ خرداد ۱۳۳۰ ف بنام صفی اورنگ آبادی، مخزنہ ادارۃ ادبیات اردو حیدر آباد دکن (میرے پیش نظر اس خط کا عکس ہے جو جناب شفقت رضوی نے جناب محمد نور الدین خان (حیدر آباد دکن) کے ذریعے حاصل کر کے عنایت کیا۔ میں ان دونوں کرم فرماؤں کا شکر گزار ہوں۔ فصلی تاریخ کی ہجری و عیسوی تاریخوں سے مطابقت بھی جناب شفقت رضوی نے کی ہے۔
- ۱۸۔ تخلیقی ادب، محوۃ بالا، ص ۴۷۵
- ۱۹۔ مضمون: ”یہ تیس برس کا قصہ ہے“ از دوارکا داس شعلہ، مشمولہ ”تخلیقی ادب“ محوۃ بالا، ص ۳۲۲ و ۳۲۹
- ۲۰۔ خط بنام دوارکا داس شعلہ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء، ”تخلیقی ادب“ محوۃ بالا، ص ۳۹۶
- ۲۱۔ تخلیقی ادب، محوۃ بالا، ص ۹۸-۹۹
- ۲۲۔ رسالہ ”نقوش“، بور مکاتیب نمبر جدید دوم، شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۸-۷
- ۲۳۔ تخلیقی ادب، محوۃ بالا، ص ۳۹۱
- ۲۴۔ ”خاص نمبر“ ۱۹۳۳ء، ص ۲۹
- ۲۵۔ آیات وجدانی، طبع سوم، ص ۸۱
- ۲۶۔ مضمون: ”نجم آفندی ایک مطالعہ“ مشمولہ مجلہ ”انجم“ کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۶۹-۱۳۸
- ۲۷۔ خط بنام ملک رام مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء، رسالہ ”نقوش“، بور مکاتیب نمبر جدید دوم، محوۃ بالا، ص ۱۱
- ۲۸۔ شخصی خاکہ: ”یگانہ چٹیزی“ مشمولہ کتاب ”جناب“ از محمد شکیل، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۱۳

۲۹۔ عدالت میں یگانہ کی پیشی اور سزا کی خبر روزنامہ ”جنگ“ کراچی میں ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء کو شائع ہوئی تھی جو روزنامہ ”احسان“ لاہور سے نقل کی گئی تھی۔ ظاہر ہے یہ خبر ۲ دسمبر کے ”احسان“ میں چھپی ہوگی جو دراصل ۳ دسمبر کو شائع ہوا تھا کیونکہ اُس زمانے میں اخبارات پر ایک دن بعد کی تاریخ کی درج کی جاتی تھی۔ ۳ دسمبر کو شائع ہونے والے اخبار میں اُسی روز کے کسی واقعے کی خبر شائع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے گمانِ غالب ہے کہ عدالتی کارروائی ۲ دسمبر کو ہوئی ہوگی۔

۳۰۔ یادداشت نوشتہ یگانہ بر کلیات صائب مملوکہ بلند اقبال بیگم۔

۳۱۔ مطابق حاشیہ: ۲۷، مندرجہ بالا۔

۳۲۔ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۳ء، تخلیقی ادب، محولہ بالا، ص ۵۱۳

۳۳۔ تخلیقی ادب، محولہ بالا، ص ۵۲۷

۳۴۔ رسالہ ”نقوش“ لاہور، خطوط نمبر، حصہ اول، شمارہ: ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء، ص ۲۵۵

۳۵۔ تخلیقی ادب، محولہ بالا، ص ۵۲۸

۳۶۔ پوسٹ کارڈ بنام آغا جان مملوکہ بلند اقبال بیگم۔ راقم کے پیش نظر اس کی نقل ہے جو اصل خط کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہے۔

۳۷۔ ”یاس یگانہ چنگیزی“ از راہی معصوم رضا، الہ آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۶۵

۳۸۔ ”یاس یگانہ چنگیزی“ از راہی معصوم رضا، محولہ بالا، ص ۱۹

۳۹۔ خودنوشت یاس (قلمی) ص ۴۱۔

۴۰۔ دیباچہ، آیات وجدانی، طبع اول، محولہ بالا، ص ۶

۴۱۔ آیات وجدانی، طبع اول، محولہ بالا، ص ۲۱۵

۴۲۔ مکتوب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۳ء، (غیر مطبوعہ) اصل خط مرتبہ کلیات کے پاس ہے۔

۴۳۔ خطوط یگانہ بنام شعلہ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۳۲ء و مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۲ء، تخلیقی ادب: ۲، محولہ بالا

ص ۸۰-۷۹

۴۴۔ حیات جاوداں (سوانح عمری ماسٹر الطاف حسین) از احمد الدین مارہروی، کراچی، سال طبع ندارد،

ص ۲۶۸

مآخذ

متنِ کلیات کی تدوین اور حواشی و سوانحِ یگانہ لکھنے میں بڑے پیمانے پر کتابوں اور رسالوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے ان مآخذ کی کوئی علاحدہ فہرست مرتب نہیں کی گئی، جہاں کسی مآخذ سے استفادہ کیا ہے، وہیں حوالہ دے دیا ہے۔ تاہم تصانیف و مرتباتِ یگانہ کی مفصل فہرست مرتب کی گئی ہے کیونکہ تدوینِ کلام کے سلسلے میں یہی بنیادی مآخذ ہیں۔ یہ فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس فہرست کی موجودگی میں سوانحی حصے میں تصانیفِ یگانہ کی الگ فہرست دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ گویا زیرِ نظر فہرست کو سوانحِ یگانہ ہی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔

مطبوعہ مجموعے

نشرِ یاس:

یہ پہلا مطبوعہ مجموعہ کلام ہے جو اپریل ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا، جب یاس ”مرزا واجد حسین یاسِ عظیم آبادی، ساکنِ حال لکھنؤ“ تھے اور ”آیاتِ وجدانی" کے ”میرزا یگانہ لکھنوی“ بننے میں پورے ۱۳ برس باقی تھے۔ یاس نے یہ مجموعہ نور المطابع لکھنؤ سے خود چھپوایا تھا اور خود ہی فروخت کرتے تھے۔ سرورق پر ”حصہ اول“ لکھا ہے،

لیکن حصہ دوم کبھی شائع نہیں ہوا۔

یہ ۲۳×۱۴، س م سائز کے ۶۰ (۲۰+۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیشتر کلام یاس کی آمد لکھنؤ (۱۹۰۵ء) کے بعد کا ہے۔ صرف تین غزلیں ابتدائی مشق کے زمانے کی ہیں (شمار: ۲۳، ۴۷، ۴۸)۔ ان پر ”فکرِ قدیم“ لکھا ہے۔ بیشتر غزلیں طرحی ہیں اور بعض اساتذہ (سودا، آتش، غالب، شہیدی، داغ اور جلال) کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس مجموعے کے مشمولات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اساتذہ لکھنؤ کی رائیں۔ بلا نمبر شمار چار صفحات۔

۲۔ غلط نامہ
اساتذہ کی رایوں کے آخر میں کچھ جگہ بچ گئی تھی، اس میں کتاب کی چند غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔
(زیرِ نظر کلیات میں غلط نامے کے مطابق تصحیح کردی گئی ہے)

- ۳۔ مرزا واجد حسین یاس
۴۔ مابیت شاعری
۵۔ نوٹ
۶۔ غزلیات
۷۔ متفرقات
۸۔ رباعیات
۹۔ سہرا
۱۰۔ نذر
- دیباچہ از حامد علی خاں بیرسٹریٹ لا، صفحہ الف تا واؤ۔
مقالہ از یاس، صفحہ ز تا ع
صفحہ ح۔ اس میں یاس نے اپنے فضائل بیان کر کے لکھا ہے کہ انھیں اہل زبان تسلیم کیا جائے۔
ص ۱ تا ۳۷ (تعداد غزلیات: ۵۲۔ تعداد اشعار: ۵۶۲)
ص ۳۷۔ متفرق غزلوں کے اشعار (تعداد: ۸)
ص ۳۸ تا ۴۰ (تعداد: ۱۲)
ص ۴۰ (تعداد اشعار: ۱۱)
عقبی سرورق۔ انساب بنام نواب محمد حامد علی خان، والی رام پور۔

”مابیت شاعری“ تنقیدی مقالہ ہے جس میں مولانا حالی کے مقدمہ شعر و شاعری سے وسیع استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مقالے اور غلط نامے کے سوا باقی تمام

مشمولات زیر نظر کلیات میں شامل ہیں۔

”نشرِ یاس“ کی ایک منفرد اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اکثر اشعار پر صاد بنائے گئے ہیں۔ کسی پر ایک، کسی پر دو اور کسی پر تین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو اپنا کوئی شعر کس حد تک پسند ہے۔ کلیات میں یہ صاد اصل کے مطابق باقی رکھے گئے ہیں۔

آیاتِ وجدانی (طبعِ اول):

یہ دوسرا مجموعہ کلام ہے جو ۱۹۲۷ء میں شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور کی فرمائش پر مطبعِ کریمی لاہور میں میر قدرت اللہ کے زیرِ اہتمام طبع ہوا۔ طباعت کا کام لازماً مارچ کے مہینے تک مکمل ہو چکا تھا کیونکہ لاہور کے دو رسالوں ”نیرنگ خیال“ اور ”بہارستان“ کے اپریل ۱۹۲۷ء کے شماروں میں اس کی اشاعت کی خبر شائع ہوئی ہے۔ یہ ۱۲ x ۲۰ ۱/۲، س م سائز کے ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع میں (ص ۵ تا ص ۳۳) دیباچہ ہے جس کے آخر میں ”میرزا مراد بیگ شیرازی“ کا نام درج ہے جو دراصل یگانہ خود ہیں۔ اس کے بعد غزلیات ہیں جن کے ساتھ میرزا مراد بیگ شیرازی کے ”محاضرات“ ہیں جن میں کہیں کسی شعر کی شرح کی ہے، کہیں کسی شعر کے محاسن بیان کیے ہیں اور جگہ جگہ یگانہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی گئی ہے۔ آخر میں ”متفرقات“ کے تحت کچھ مختلف اشعار ہیں جو محاضرات کے بغیر ہیں۔

اس کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے:

اردو کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۶۴۔ تعداد اشعار: ۷۱۵)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ مثلث (ایک عدد۔ تعداد بند: ۶)

۴۔ قطعہ (فخریہ۔ ۷ شعر)

۵۔ متفرق اشعار (تعداد: ۲۹)

فارسی کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۷۔ تعداد اشعار: ۷۲)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ نظم (ترانہ ششقیہ۔ تعداد اشعار: ۱۰)

اس فہرست میں وہ کلام شامل نہیں جو ”نشر یاس“ سے لیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے رک: حواشی نشر یاس۔

ترانہ:

یگانہ کا تیسرا مجموعہ کلام جو صرف رباعیات پر مشتمل ہے۔ جیسی سائز (۱۳×۱۰ ۱/۲، س م) کے ۲۱۰ صفحات ہیں اور رباعیاں تعداد میں ۲۰۵ ہیں۔ ان میں سے ۱۵ رباعیاں فارسی میں ہیں۔ آخری ۳۱ رباعیاں (شمار: ۱۷۵ تا ۲۰۵) عنوان ”مزاحیہ“ کے تحت ہیں۔ (بعد کے مجموعوں میں شامل کرتے وقت ان رباعیوں کو ”مزاحیہ“ قرار نہیں دیا گیا۔ انھیں سنجیدہ کلام کا درجہ دیا گیا ہے)۔ شروع میں ”مغالطہ“ کے عنوان سے چار صفحات کا مختصر دیباچہ بھی ہے۔

آیات وجدانی (طبع دوم):

آیات وجدانی کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں دلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۹۳۴ء میں طبع ہوا تھا۔ یہ ۱۲×۱۸، س م سائز کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن ”محاضرات“ کے بغیر ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ چند سطری انتساب کے سوا، اس میں نشر بالکل نہیں ہے۔ اس میں کم و بیش وہ سارا کلام موجود ہے جو ”آیات وجدانی“ طبع اول میں ہے۔ مندرجہ ذیل کلام سابقہ مجموعوں سے زائد ہے:

۱۔ مثلث ایک عدد (چار بند)

۲۔ اردو غزلیں ۱۱ عدد (۱۱۲ شعر)

۳۔ فارسی غزلیں ۴ عدد (۳۴ شعر)

۴۔ فرد، فارسی ایک عدد

۵۔ نعت، اردو ایک عدد (۶ بند)

۶۔ رباعیات، اردو ۱۸ عدد

۷۔ فرد، اردو ایک عدد

آیاتِ وجدانی (طبع سوم):

”آیاتِ وجدانی“ کا تیسرا ایڈیشن ”آیاتِ وجدانی (جدید)“ کے نام سے حیدرآباد اسٹیم پریس، حیدرآباد (دکن) میں طبع ہوا تھا۔ اس پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے لیکن طباعت کا کام اگست ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوا تھا۔ دوارکا داس شعلہ کے نام مکتوب مورخہ یکم اگست ۱۹۴۶ء میں یگانہ لکھتے ہیں:

میں آیاتِ وجدانی کی طباعت کی دُھن میں ہوں۔ طباعت

کا کام قریب ختم آپہنچا۔ اب جلد سازی کا انتظام کرنا ہے۔^{۱☆}

یگانہ نے اس مجموعے کا جو دستخطی نسخہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب کو پیش کیا تھا، اس پر ۲۸ اگست ۱۹۴۶ء کی تاریخ درج ہے۔^{۲☆} اس سے ثابت ہے کہ یہ مجموعہ اگست ۱۹۴۶ء میں جلد بندی کے مرحلے سے گزر کر شائع ہوا تھا۔

یہ ۱۲×۱۷، س م سائز کے ۴۰۴ (۲+۴۰۰+۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر یگانہ نے اپنے نام سے پہلے ”امام الغزل“ کا خود ساختہ خطاب لکھا ہے۔ سرورق پر ہی یہ بھی درج ہے: ”مع محاضرات از میرزا مراد بیگ چغتائی“۔ (یہ ”میرزا صاحب“ آیاتِ وجدانی، طبع اول کے سرورق پر ”چغتائی“ کی بجائے ”شیرازی“ تھے)۔ طبع اول و ثالث کے ”محاضرات“ کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بہت سی ترمیمیں اور اضافے کیے گئے ہیں۔ کلام اور محاضرات کے علاوہ اس میں مندرجہ ذیل تحریریں بھی ہیں:

۱۔ تبصرہ از مجنوں گورکھپوری، ص ۱ و ۲

۲۔ میرزا یگانہ چنگیزی: (آپ بیتی)، ص ۳ تا ۹

۳۔ یگانہ آرٹ۔ مضمون از میرزا مراد بیگ چغتائی، ص ۱۰ تا ۴۲

۴۔ آرٹ و مذہب۔ مضمون از یگانہ، ص ۶۱ تا ۶۹

۵۔ شعرائے حال میں یگانہ کا درجہ۔ مکتوب یگانہ بنام فراق گورکھپوری، ص ۱۸۹ تا ۲۶۴

۶۔ جگر کی شاعری، جاپانی مال۔ مضمون از یگانہ، بر حاشیہ ص ۲۲۵ تا ص ۲۳۵

۷۔ اک نوجوان ترقی پسند کے مضمون کا جواب۔ از یگانہ، ص ۲۸۲ تا ص ۲۸۶

۸۔ ادبِ خبیث (۱)، مضمون از یگانہ، ص ۲۸۷ تا ۳۰۶

۹۔ ادبِ خبیث (۲)، مضمون از یگانہ، ص ۳۰۶ تا ص ۳۱۹

۱۰۔ زیٹ زپٹ۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۰ تا ص ۳۲۸

۱۱۔ دخترانِ حوا کا کورس۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۹ تا ص ۳۵۱

ان گیارہ تحریروں میں سے صرف ابتدائی دو ایسی ہیں جن کو مجموعہ کلام میں شامل کیا جاسکتا تھا، ورنہ باقی تمام تحریریں کسی الگ مجموعے میں ہوتیں تو بہتر تھا۔ ”محاضرات“ نیز مذکورہ تحریروں کی وجہ سے کلامِ یگانہ کی اہمیت ثانوی ہوگئی ہے اور کتاب کا بڑا حصہ انھیں غیر ضروری متفرقات کی نذر ہو گیا ہے۔

طبع سوم میں وہ سارا کلام ہے جو طبع دوم میں موجود ہے۔ زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ غزلیات ۳۷ (۲۲۶ شعر)

۲۔ متفرق اشعار ۴

۳۔ رباعیات ۸

۴۔ منظومات ۲

طبع سوم میں فارسی کا کوئی نیا شعر شامل نہیں ہے۔

گنجینہ:

یہ $21 \frac{1}{2} \times 13 \frac{1}{2}$ ، اس م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آیات وجدانی کی تینوں طباعتوں میں شامل کلام کے علاوہ ”ترانہ“ کی تمام رباعیات بھی شامل ہیں۔ ان تمام مجموعوں میں شامل کلام سے زائد جو کلام ”گنجینہ“ میں شامل ہے، اس کی

تفصیل یہ ہے:

غزل ایک (۱۳ شعر)

رباعیات ۲۳

یہ مجموعہ قومی دارالاشاعت (وائی ایم سی اے بلڈنگ، دی مال) لاہور سے شائع ہوا تھا۔ پرنٹ لائن یہ ہے: ”کوآپریٹو پرنٹنگ پریس، وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی اور محمد کلیم اللہ^{۲۳} پرنٹر و پبلشر نے پروگریسو بک کلب لاہور سے شائع کیا۔“

یہ مجموعہ یگانہ نے قیام بمبئی کے دوران مرتب کیا تھا جب وہ ذوالفقار علی بخاری (آل انڈیا ریڈیو، بمبئی) کے مہمان تھے اور انھیں کے مکان پر قیام پذیر تھے۔^{۲۴}

دوار کا داس شعلہ کے نام یگانہ کے خطوں سے یگانہ کے قیام بمبئی کا زمانہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۳ جون ۱۹۴۶ء کے خط میں یگانہ لکھتے ہیں:

”میں جلد سے جلد لکھنؤ پہنچنا چاہتا ہوں اور بخاری [ذوالفقار علی] نے ابھی ایک مہینہ ہوا کوئی آٹھ سو روپے دلوا کر (جس میں ایک معقول حصہ بمبئی ہی میں خرچ ہو گیا، حالات ہی ایسے ہوتے گئے) لکھنؤ پہنچنے کا انتظام کر دیا ہے مگر میں ابھی حیدرآباد میں اٹکا ہوں۔“^{۲۵}

۱۳ جون سے ایک ماہ پہلے یعنی مئی کے وسط میں یگانہ بمبئی میں تھے۔ شعلہ کے نام یکم اپریل ۱۹۴۶ء کا خط حیدرآباد سے لکھا گیا ہے۔^{۲۶} اس کا مطلب یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۴۶ء کے بعد کسی وقت یگانہ بمبئی گئے اور ۱۳ جون ۱۹۴۶ء سے پہلے واپس حیدرآباد آ گئے۔ اسی دوران انھوں نے ”گنجینہ“ مرتب کر کے اور اشاعت کے لیے سجاد ظہیر کو دی۔ اس زمانے میں کمیونسٹ پارٹی کے اشتاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے اردو کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ”گنجینہ“ کا مسودہ لاہور بھیجا گیا۔ اس کی کتابت اور طباعت میں خاصا وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ مجموعہ ۱۹۴۷ء کے شروع میں شائع ہوا ہوگا۔ اس کی تصدیق

عبدالرؤف ملک کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو قیامِ پاکستان کے بعد قومی دارالاشاعت لاہور کے مہتمم تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

”۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء کے اوائل میں مذکورہ ادارے [قومی

دارالاشاعت] نے کئی اہم کتابیں شائع کیں جن میں یگانہ کی ’گنجینہ‘ اور جوش کی ’رامش و رنگ‘ شامل ہیں“۔^۷

”رامش و رنگ“ پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے۔ یہ بمبئی سے چھپی تھی

کیونکہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت کی کتابوں کو لاہور سے چھاپنے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ”گنجینہ“ کی طباعت ۱۹۴۷ء کے اوائل ہی میں ممکن ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اس کی طباعت کا سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت لاہور کی اشاعتی سرگرمیاں معطل ہو چکی تھیں۔^۸

اس مجموعے کی طباعت سے یگانہ خوش نہیں تھے کیونکہ اس میں کتابت کی

غلطیاں بہت تھیں۔ (رک: نوٹ بر گنجینہ قلمی، اقتباس مکتوبِ یگانہ بنام مالک رام) گنجینہ (مطبوعہ، نسخہ رضوی):

”گنجینہ“ مطبوعہ کا ایک دستخطی نسخہ یگانہ نے سید باقر حسنین رضوی (برادر زیبا

ردو لوی) کو دیا تھا۔ اس میں یگانہ نے اپنے قلم سے نہ صرف کتابت کی غلطیاں درست کی ہیں بلکہ بعض جگہ ترمیم بھی کی ہیں۔ اس کے پہلے صفحے پر ۱۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کی تاریخ ہے اور آخری صفحے پر ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کی۔ گویا تصحیح و ترمیم کا کام تین دنوں میں انجام دیا گیا۔ تدوین کلیات میں اس نسخے کو بھی نظر رکھا گیا ہے۔

قلمی مجموعے

ترانہ:

یہ مجموعہ یگانہ نے دوار کا داس شعلہ کو دیا تھا جو اب قومی عجائب گھر کراچی

میں ہے۔ اس کا داخلہ نمبر این ایم ۱۹۶۳، ۲۱۹ ہے۔ سائز ۲۰x۱۶، س م۔ اوراق ۱۰۲۔

(مصنف نے خود اس پر صفحات نمبر درج کیے ہیں جو صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۰۴ تک ہیں۔) ص ۲۰۴ پر شعلہ نے لکھا ہے: ”میرزا نے ۱۹۲۶ء میں یہ مسودہ مجھے بھیجا تھا۔“ راقم الحروف نے اپنی کتاب ”جائزہ، مخطوطات اردو“ (جلد اول، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۷۷۵) میں اس بیان کی بنا پر ہی ترانہ (قلمی) کو ۱۹۲۶ء کا مکتوبہ خیال کیا تھا، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس میں شامل رباعیات کی بڑی تعداد ”آیات وجدانی“ طبع اول کی طباعت (۱۹۲۷ء) کے بعد کی ہے اور زیادہ تر ۱۹۳۱ء کی تصنیف ہیں۔ گمان غالب ہے کہ یگانہ نے یہ مسودہ طباعت کے لیے تیار کیا ہوگا، لیکن نظر ثانی کے بعد دوسرے مسودے سے طباعت ہوئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر قلمی نسخے اور مطبوعہ نسخے میں خاصا اختلاف ہے۔ مثلاً کئی رباعیاں ایسی ہیں جو ایک میں موجود ہیں اور دوسرے میں نہیں۔ بعض رباعیوں کے متن میں ترمیم کی گئی ہے۔ رباعیوں پر کچھ حواشی قلمی نسخے میں اور کچھ مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ ان تمام اختلافات کی تفصیل کلیات کے حواشی میں دی گئی ہے۔

گنجینہ:

یہ مجموعہ $19\frac{1}{2} \times 12\frac{1}{2}$ ، س م سائز کے ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ نیلگوں، لکیر دار جو اسکوڑوں کی کاپیوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سرورق پر یگانہ نے یہ عبارت (جس کا عکس زیر نظر کلیات میں ص ۵۱۶ پر موجود ہے) بڑے اہتمام سے لکھی ہے:

گنجینہ

امام الغزل

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

اسے گنجینہ مطبوعہ کے انداز پر مرتب کیا گیا ہے، غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ فرق یہ ہے کہ مطبوعہ میں غزلیات پہلے ہیں اور رباعیات بعد میں۔ قلمی میں اس کے برعکس۔ تمام صفحات نمبر پنسل سے درج کیے گئے ہیں۔ ص ۱ سے ص ۱۰ تک

رباعیات کی فہرست ہے جس میں ہر رباعی کا تیسرا اور چوتھا مصرع درج کیا گیا ہے۔ ان کے شروع میں نمبر شمار ہیں اور آخر میں صفحہ نمبر۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور رباعی: ۱۸۰ پر ختم ہو جاتی ہے جب کہ مجموعے میں کل ۲۷۵ رباعیاں ہیں۔ (متن میں ہر رباعی پر نمبر شمار بھی درج ہے)۔ رباعیات ص ۶۵ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ص ۶۶ خالی تھا جس پر بعد میں دوارکار داس شعلہ کے قلم سے ایک رباعی (ہوگا کوئی شریف عالی گوہر) درج کی گئی ہے۔ (یہ نسخہ شعلہ نے مالک رام سے مستعار لے کر دیکھا تھا)۔ رباعیات کی ترتیب ردیف وار نہیں ہے۔

ص ۶۷ سے غزلوں کی فہرست شروع ہوتی ہے۔ غزلوں کی ترتیب بڑی حد تک ردیف وار ہے لیکن صرف حرف آخر کی پابندی کی گئی ہے۔ تاہم بعض غزلیں اس ترتیب کے خلاف بھی شامل ہیں۔ ص ۱۶۶ پر ”متفرقات“ کے عنوان کے تحت متفرق اشعار ہیں اور آخر میں ”غزل یک قافیہ“۔ اسی صفحے پر دائیں حاشیے میں صفحے کی چوڑائی میں یگانہ کے دستخط، تاریخ اور پتا درج ہے:

”میرزا یگانہ چنگیزی۔ ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء۔ سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ۔“

(اس صفحے کا عکس زیر نظر کلیات میں ص ۵۵۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)

اس مسودے کی ایک سے زائد مرتبہ جلد سازی ہو چکی ہے۔ آخری جلد سازی میں ہر ورق پر پشتے کی جانب سفید کاغذ کی پٹی لگائی گئی ہے۔ اب تمام اوراق منتشر ہیں۔ شیرازہ بندی بھی ختم ہو چکی ہے۔ لہذا انھیں ترتیب وار پلاسٹک کے شفاف (Transparent) لفافوں میں رکھ دیا گیا ہے۔

اس مجموعے میں آیات وجدانی کے تینوں ایڈیشنوں، ترانہ اور گنجینہ مطبوعہ کا تقریباً سارا کلام شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی نیا اور پرانا خاصا کلام ہے جو یگانہ کے کسی سابقہ مطبوعہ مجموعے میں نہیں ہے۔ نئے کلام سے مراد وہ کلام ہے جو گنجینہ کی اشاعت (۱۹۴۷ء) کے بعد کا ہے۔ اس سارے زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

رباعیات : ۹۷

غزلیات : ۹ (تعداد اشعار: ۱۰۵)

متفرق اشعار : ۱۱

غزل یک قافیہ : ۸ شعر

یہ نسخہ مالک رام کی فرمائش پر مرتب کیا گیا تھا۔ مالک رام لکھتے ہیں:

”میرے پاس آیاتِ وجدانی کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ میں نے یگانہ کو لکھا کہ اگر کہیں سے ایک جلد مل سکے تو بھجوا دیجیے۔ خدا معلوم اُن کے جی میں کیا آئی، اُنھوں نے پورا کلیات جس میں آیاتِ وجدانی اور ترانہ (رباعیات) کے بعد کا کلام بھی تھا، اپنے ہاتھ سے نقل کر کے بھیج دیا۔“^{۹۵}

یگانہ ۱۰/ فروری ۱۹۵۱ء کے خط بنام مالک رام میں لکھتے ہیں:

”میں چاہتا ہوں آپ کی آخری فرمائش پہلے پوری کر دوں، یعنی گنجینہ (مجموعہ رباعیات و غزلیات) کی ایک نقل (جو چھپے ہوئے نسخے سے بہت کچھ تازگی و صحت میں بہتر ہوگی) آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ کسی وقت اُس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کر سکیں تو کر لیں۔ اس قلمی نسخے میں بعض ایسی غزلیں اور رباعیاں بھی ہوں گی جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں۔ گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پبلشر صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے اور بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کر دیے ہیں۔“^{۱۰۰}

مالک رام نے، جیسا کہ دیباچے میں عرض کیا گیا، یہ قلمی نسخہ مجھے عنایت فرمادیا۔ اور اس طرح یگانہ کی یہ توقع کہ مالک رام اس نسخے کی طباعت و اشاعت کا انتظام کر دیں گے، زیرِ نظر کلیات کی صورت میں پوری ہو گئی۔

بیاضیں

کجکول:

اس کا اصل قلمی نسخہ جو فل اسکیپ سائز (۱۸x۲۶ ۱/۲، س م) کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور عکس میرے پاس ہے۔ صفحات پر نمبر شمار درج ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۰۷ تک ہیں، آخری صفحہ سادہ ہے، اس لیے اس پر نمبر شمار درج نہیں۔ شروع میں ایک ورق الگ سے لگایا ہے، اس کے پہلے صفحے پر یہ عبارت ہے:

کجکول

مرزا واجد حسین یاس، لکھنؤ جھوٹی ٹولہ

۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

یہ تاریخ آغاز بیاض کی ہے۔ اندرونی صفحات پر ۱۵ دسمبر ۱۹۱۶ء (ص ۸۴) اور ۱۶ جولائی ۱۹۱۸ء (ص ۱۰۰) کی تاریخیں بھی ملتی ہیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس بیاض کا زمانہ تحریر ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔

اس بیاض میں اردو فارسی کے پسندیدہ اشعار، نکات علمیہ، لطائف شعرا اور بعض اہم شخصیات سے متعلق خاص خاص واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اسی ضمن میں یگانہ نے متعدد مقامات پر اپنے شعر بھی لکھے ہیں۔ اس قسم کی بیاضیں گزشتہ صدی کے اوائل تک عام تھیں، اہل ذوق اپنے پسندیدہ اشعار اور اہم واقعات سے متعلق یادداشتیں ان بیاضوں میں محفوظ کرایا کرتے تھے۔

بیاض: ۱

یگانہ کی یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷-۱۰۳-سائز ۱۰x۱۰ ۱/۲ س م۔ اوراق ۷۰۔ یہ اردو کتابوں کی روش پر نہیں بلکہ انگریزی اور ہندی کتابوں کی طرح نامی ہوئی ہے۔ یعنی مندرجات کا

تسلل بائیں سے دائیں جانب ہے۔ اسی حساب سے اوراق نمبر بھی درج ہیں۔ اس میں ”نشر یاس“ کی اشاعت کے بعد کا کلام ہے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس بیاض کی خاص اہمیت یہ ہے کہ تقریباً ہر غزل کے ساتھ یہ صراحت کی گئی ہے کہ یہ کس مشاعرے کے لیے اور کب لکھی گئی تھی۔ چوں کہ مشاعروں میں لازماً طرح میں کہی گئی غزلیں پڑھی جاتی تھیں، اس لیے اس بیاض میں درج بیشتر غزلوں کی تاریخ ہائے تصنیف معلوم ہو جاتی ہیں۔

ورق ۱ سے پہلے ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے، اس کے رخ الف پر یہ

اندراج:

یگانہ لکھنوی
مرزا یاس لکھنوی
لکھنؤ شاہ گنج

مخط یگانہ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آغاز بیاض کے وقت دوسری اور تیسری سطریں لکھی گئی تھیں، جب یاس نے یگانہ منقطع اختیار کیا تو اس وقت پہلی سطر اضافہ کی گئی۔ اسی صفحے پر یگانہ کے بیٹے آغا جان کے دستخط بھی ہیں۔ انہوں نے اپنا نام اور تاریخ اس طرح لکھی ہے: ”آغا جان ابن یگانہ، مورخہ ۶ رجبی ۱۳۵۷ھ“۔ یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں داخل کی گئی۔

اس بیاض میں غزلوں کے ساتھ رباعیاں بھی خاصی تعداد میں ہیں۔ حواشی سے تمام مندرجات کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

بیاض: ۲

مملوکہ بلند اقبال بیگم بنت یگانہ۔ سائز $10 \frac{1}{2} \times 7$ س م۔ اوراق ۱۰۹۔ ورق ۸۴ ب کے بعد اوراق سادہ ہیں۔ درمیان میں بھی کچھ ورق سادہ ہیں۔ اور کئی مقامات سے ورق کم بھی ہیں۔ جو ورق نکالے گئے ہیں، پشتے کی طرف ان کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ گمان غالب ہے کہ یہ سادہ اوراق تھے جنہیں الگ کیا گیا۔ اس بیاض

میں ایسے مندرجات بھی ہیں جن سے یگانہ کی زندگی کے بعض گوشوں پر روشنی پڑتی ہے نیز بعض دوسرے شعرا کا کلام ہے لیکن زیادہ تر یگانہ ہی کا کلام ہے۔
 کلام میں کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ کہیں کچھ رباعیاں لکھ دی ہیں اور کہیں کچھ غزلیں۔ رباعیوں کے درمیان ایک آدھ غزل ہے اور غزلوں کے درمیان ایک دو رباعیاں۔

ورق ۱، الف پر یگانہ کے دستخط، پتا اور تاریخ ہے جو اس طرح ہے:

مرزا یگانہ چنگیزی

سب رجسٹرار

لاہور، دکن

۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء بمقام بمبئی

اس سے واضح ہے کہ یگانہ مذکورہ تاریخ کو بمبئی میں تھے اور وہیں انھوں نے اس بیاض کا آغاز کیا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس بیاض میں صرف مذکورہ تاریخ کے بعد کا کلام ہے۔ اس میں ۱۹۳۳ء کا کلام بھی ہے جیسے ”غالب شکن“ طبع اول میں شامل رباعیات۔ اس میں ۱۹۳۶ء کا کلام بھی ملتا ہے۔ بعض رباعیات کے ساتھ رسالوں کے نام بھی لکھے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعیاں کن کن رسالوں کو اشاعت کے لیے بھیجی گئیں یا ان میں شائع ہوئیں۔

بیاض: ۳

آغا جان نے یہ بیاض بھی بیاض: ۱ کے ساتھ قومی عجائب گھر، کراچی کو دی تھی۔ اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۹۰۲۔ سائز ۸x۱۳/۲ س م۔ اوراق ۱۰۴ (اس کے بعد ۳، اوراق مزید ہیں مگر وہ سب سادہ ہیں)۔ ورق ۱، الف پر بخط یگانہ یہ اندراج ملتا ہے:

”میرزا یگانہ چنگیزی۔ سب رجسٹرار

لاہور، دکن۔ ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء“

اس کے نیچے آغا جان کے دستخط مع تاریخ اس طرح ثبت ہیں:

”آغا جان ابن یگانہ“

مورخہ ۶ مئی ۱۹۵۷ء

یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر میں داخل کی گئی۔ یہ بیاض درمیان سے کئی جگہ سے ناقص ہے۔ ورق ۸۴ و ۸۵، ورق ۹۵ و ۹۶ اور ورق ۱۰۰ و ۱۰۱ کے درمیان کے کچھ ورق موجود نہیں ہیں۔ پشتے کی طرف ان اوراق کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ یگانہ کے دستخطوں کے ساتھ جو تاریخ درج ہے، وہ لازماً بیاض کے آغاز کی ہے لیکن اس میں اس تاریخ سے پہلے کا کلام بھی ہے، جیسے اُمّ صغریٰ (بنت یگانہ) کے انتقال (۱۹۲۹ء) پر کہی گئی رباعی۔ اس بیاض میں ۱۹۳۹ء تک کا کلام ملتا ہے۔ مثلاً مشاعرہ بھوپال منعقدہ ۹ جنوری ۱۹۳۹ء کی غزل (ورق ۱۰۱، الف)۔

بیاض: ۴

یہ بیاض بھی قومی عجائب گھر، کراچی میں ہے اور اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۶۴۹۔ سائز $\frac{1}{2} \times 12 \frac{1}{2}$ س م۔ اوراق ۷۹۔ یہ بیاض اس اعتبار سے دوسری بیاضوں سے مختلف ہے کہ اس میں غزلوں اور رباعیوں کو الگ الگ مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ترتیب ردیف وار ہے نہ سنہ وار۔ ابتداءً غزلوں کو ردیف وار مرتب کرنے کی کوشش نظر آتی ہے لیکن چند غزلوں کے بعد ہی یہ کوشش ترک کر دی گئی ہے۔ یہ بیاض گنجینہ مطبوعہ و قلمی کا نقشِ اول ہے۔ اسی کو سامنے رکھ کر یہ دونوں مجموعے مرتب کیے گئے ہیں۔ تاہم غزلیات و رباعیات کی ترتیب میں خاصی تبدیلی کی گئی ہے۔ عام کتابوں کی طرح یہ بیاض دائیں سے بائیں نہیں بلکہ پرانی بیاضوں اور پوتھیوں کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف لکھی گئی ہے۔ بیاض میں ایک طرف غزلیات ہیں اور دوسری طرف رباعیات۔ گویا دونوں اصناف متضاد اطراف سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ واحد بیاض ہے جس میں مشمولات پر نمبر شمار درج ہیں۔ (باقی بیاضوں میں مرتب کلیات نے نمبر شمار درج کیے ہیں) غزلیات کی تعداد ۷۱۱ ہے اور رباعیات کی

۲۳۰۔ گنجینہ مطبوعہ میں اس بیاض سے چار غزلیں زیادہ ہیں لیکن رباعیات خاصی کم ہیں یعنی صرف ۱۳۔ گنجینہ قلمی میں اس بیاض کی تمام رباعیوں کے ساتھ ۴۵ زائد رباعیاں بھی ہیں۔ گنجینہ قلمی میں اس بیاض سے ۱۰ غزلیں زیادہ ہیں۔

بیاض: ۵

یہ بیاض بلند اقبال بیگم بنت یگانہ کی ملکیت ہے۔ سائز $9\frac{1}{2} \times 7\frac{1}{2}$ س م۔ اوراق ۸۱ (اس کے بعد بھی ۹ ورق ہیں جو سادہ ہیں)۔ اس میں صرف رباعیاں ہیں جو تعداد میں ۲۶۸ ہیں۔ ان پر نمبر شمار درج ہیں۔ یہ بقلم یگانہ بیاض کی نقل ہے۔ اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ بقول بلند اقبال بیگم، ہاشم اسماعیل کو بیاض بھیجنے سے پہلے اسے نقل کرا لیا گیا تھا۔ یہ کام ایک کم عمر طالبہ نے کیا تھا، اس کا خط ناچختہ ہے اور اصل بیاض کے پڑھنے میں اس نے غلطیاں بھی بہت کی ہیں۔ لہذا اس بیاض کو دوسری بیاضوں کی طرح بطور ماخذ استعمال نہیں کیا گیا یعنی اس کے حوالے نہیں دیے گئے۔ تاہم اس میں چند رباعیاں ایسی ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ ان رباعیوں کے متن کے درست ہونے کا پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد انھیں غیر مدون کلام میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ بیاض گنجینہ قلمی (اختتام کتابت: ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء) سے پہلے کی ہے جس کے متعدد داخلی شواہد ملتے ہیں۔ مثلاً گنجینہ قلمی کی رباعی: ۱۱۹ کا مصرع ۲ (ہر خطرے پہ لاجول ہی پڑھتا جائے) اس صورت میں ہے: الحمد قدم قدم پہ پڑھتا جائے۔ یگانہ نے یہ رباعی رسالہ ”آج کل“ دہلی (شمارہ جولائی ۱۹۵۱ء، ص ۲۱) میں شائع کرائی تو اس مصرعے کا متن گنجینہ قلمی کے مطابق تھا۔ اگر زیر نظر بیاض، گنجینہ قلمی کے بعد مرتب ہوئی تو لازماً مذکورہ مصرعے کا متن ہی ”آج کل“ میں چھپوایا جاتا۔

دیگر تصانیف و مرتبات

خودنوشت یاس (قلمی)

اس کا اصل قلمی نسخہ جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور

عکس راقم الحروف کے پاس ہے۔ یہ فل اسکیپ سائز (۱۸x۲۸، س م) کے ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحے پر بقلم یگانہ یہ عبارت درج ہے:

AUTOBIOGRAPHY

OF

MIRZA YAS

27.1.17

خودنوشتِ یاس

اس کے بعد کے صفحات پر ۱ سے ۷۴ تک کے نمبر درج ہیں۔ مذکورہ بالا تاریخ (۲۷ جنوری ۱۹۱۷ء) کو تاریخ آغاز سمجھنا چاہیے۔ اس آپ بیتی کا سلسلہ تحریر کم و بیش دو سال تک جاری رہا۔ ایسے داخلی شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں بھی آپ بیتی لکھی جاتی رہی۔ مثلاً ص ۳۸ پر ۲۶ مارچ ۱۹۱۸ء کے ایک واقعے کو ڈیڑھ ماہ پہلے کا بتایا گیا ہے۔ گویا یہ اندراج ۱۱ فروری ۱۹۱۸ء کا ہے۔ اس آپ بیتی کے صرف ابتدائی تین صفحات میں خاندانی و ذاتی حالات ملتے ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ شعرائے لکھنؤ سے یاس کی معرکہ آرائیوں کی داستان ہے۔ اپنی اور دوسروں کی مطبوعہ تحریریں جا بجا نقل کی ہیں۔ اسی ضمن میں یاس کے بعض اشعار بھی نقل ہوئے ہیں جن سے زیر نظر کلیات میں استفادہ کیا گیا ہے۔ سید احمد صغیر زیدی (قلمی نام: سید احمد زیدی) نے اس خودنوشت کا خلاصہ علی گڑھ میگزین، شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں یہ عنوان ”یگانہ کی خودنوشت“ شائع کرایا تھا۔ (ص ۷۴-۱۵۵)

چراغِ خن (طبع اول):

”چراغِ خن“ تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۱۴ء برآمد ہوتا ہے۔ یہ سال تصنیف ہے۔ طباعت مارچ ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ پرنٹ لائن کے مطابق یہ کتاب مرزا محمد رضی لکھنوی کی فرمائش پر مطبع گلشن ابراہیمی، امین آباد، لکھنؤ میں چھپی۔ یہ ۱۸x۲۸ س م سائز کے ۹۶+۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ (آخری چار صفحات میں کلامِ یاس کے بارے میں اساتذہ لکھنؤ کی رائیں ہیں جو ”نشرِ یاس“ میں بھی موجود ہیں)۔ اس کتاب کا موضوع علم عروض و قوافی ہے، لیکن کتاب کے شروع اور آخر میں شامل دو

مضامین ("شعر و سخن" اور "اہل زبان و زبان داں") ایسے بھی شامل کیے ہیں جن میں یاس نے شعرائے لکھنؤ سے اپنے اختلافات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی سلسلے میں غالب کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

چراغ سخن (طبع دوم):

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن دسمبر ۱۹۲۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔ یہ ۱۵ ۱/۲ x ۱۲ ۱/۲ س م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن پہلے کے مقابلے میں خاصا ضخیم ہے۔ بعض عروضی مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے لیکن ضخامت کا اصل سبب یہ ہے کہ یاس نے اپنے چار مقالے بھی شامل کر دیے ہیں۔ ان میں سے تین ثاقب لکھنوی کے خلاف ہیں۔ یاس نے اپنے ان دو مضامین میں بھی اضافے کیے ہیں جو طبع اول میں شامل تھے۔ "چراغ سخن" کے دونوں ایڈیشنوں میں یاس کے اشعار بھی ملتے ہیں۔

شہرتِ کاذبہ:

اس کا پورا نام "شہرتِ کاذبہ المعروف بے خرافاتِ عزیز" ہے۔ یہ ۱۲ x ۱۶ س م سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۲۳ء میں پریس بھیجی گئی (خاتمہ، ص ۹۵)۔ متن اصح المطابع لکھنؤ میں چھپا۔ سرورق النور پریس علی گڑھ میں طبع ہوا اور اس پر سالِ طباعت ۱۹۲۵ء درج ہے۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا دیباچے پر مشتمل ہے جو یاس کے ہم زاد غازی الدین بلخی نے لکھا ہے اور جس میں شعرائے لکھنؤ سے یاس کی معرکہ آرائیوں کی تفصیل ہے۔ سب سے زیادہ عزیز لکھنوی کے خلاف لکھا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ناطق لکھنوی کے ان اعتراضات کا جواب ہے جو اس نے یاس کی ایک غزل پر کیے تھے۔

کتاب کا تیسرا حصہ "شہرتِ کاذبہ" کے عنوان سے ہے اور اس کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ یاس نے "اندھی گمری" کے عنوان سے رسالہ "نظارہ" میرٹھ کے اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء کے مشترکہ شمارے میں ایک مقالہ لکھا تھا جس میں عزیز لکھنوی

کے قصائد پر ۷۵ اعتراضات کیے گئے تھے۔ ان اعتراضات کا جواب اشہر لکھنوی نے مذکورہ رسالے ہی میں دیا تھا۔ اشہر کا جواب رسالہ ”نظارہ“ میں جنوری ۱۹۱۹ء سے اپریل۔ مئی ۱۹۱۹ء تک کے چار شماروں میں ”کل البصر“ کے عنوان سے قسط وار چھپا تھا۔ ”شہرتِ کاذبہ“ کے تیسرے حصے میں یاس کا جواب الجواب ہے۔

خاتمہ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ ”خرافاتِ عزیز“ کا حصہ اول ہے۔ لیکن اس کتاب کا دوسرا حصہ کبھی شائع نہیں ہوا۔

شہرتِ کاذبہ میں یاس کا کلام بھی ملتا ہے۔

غالب شکن (طبع اول):

یہ کتابچہ پہلی مرتبہ آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ سے بہ اہتمام سیتا رام ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۱×۱۶، س م سائز کے ۳۲ صفحات ہیں۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء میں یگانہ کی رباعیات کا مجموعہ ”ترانہ“ شائع ہوا۔ اس میں کچھ مزاحیہ رباعیاں غالب کے بارے میں تھیں۔ اس پر پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب نے یگانہ کو لکھا کہ ان رباعیوں کو مجموعے میں شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے جواب میں یگانہ نے انہیں ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی دانست میں یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا اقدام بلاجواز نہیں ہے اور غالب ایسے شاعر نہیں ہیں کہ ان کی خامیوں کی پردہ پوشی کی جائے۔ اس خط کو یگانہ نے ”غالب شکن“ کے نام سے چھپوا دیا۔ ”ترانہ“ میں تو غالب کے خلاف ۹ (آٹھ اردو میں اور ایک فارسی میں) رباعیاں تھیں ”غالب شکن“ میں ۲۴ رباعیاں ہیں۔

غالب شکن (طبع دوم):

اگلے سال ۱۹۳۵ء میں یہ کتابچہ ”غالب شکن (دو آتش)“ کے نام سے آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ ہی سے طبع ہوا۔ اس میں یگانہ نے خاصا اضافہ کیا ہے، اس لیے ضخامت ۳۲ صفحات سے بڑھ کر ۸۰ ہو گئی ہے (سائز طبع اول کے مطابق ہے) رباعیوں کی تعداد بھی ۲۴ سے بڑھ کر ۳۲ ہو گئی ہے۔

ماہ نامہ ”کارِ امروز“ لکھنؤ:

اس رسالے کا اجرا جنوری ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کے صرف پانچ شمارے شائع ہوئے۔ (اشتہار در ”شہرتِ کاذبہ“ محولہ بالا، ص ۴۳) مرتبہ کلیات کو اس کا صرف ایک شمارہ دستیاب ہوا ہے جو فروری مارچ ۱۹۲۱ء کا ہے۔ اس کے ادارے (”گزارش“) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس رسالے کا دوسرا شمارہ ہے۔ اسی بنا پر اس کی تاریخ اجرا جنوری ۱۹۲۱ء متعین کی گئی ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو یاس نے اس رسالے کے اجرا کے سلسلے میں ایک گشتی مراسلہ چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ اس میں یہ اطلاع دی گئی ہے: ”اس کا حجم کم از کم ۶۴ صفحات کا ہوگا جو ۲۶x۲۰ کی ۱/۶ تقطیع پر خفی قلم سے لکھوایا جائے گا۔“ پیش نظر شمارہ اس کے مطابق ہے۔ اس میں یاس کی ایک غزل کا ابتدائی متن ملتا ہے۔

ماہ نامہ ”صحیفہ“ اٹاوہ:

یہ رسالہ یاس نے جواب یگانہ بھی بن چکے تھے، اٹاوہ کے دوران قیام جاری کیا تھا۔ اس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا اور یہی آخری شمارہ بھی تھا۔ یہ ۱/۲x۱۶، س م سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس شمارے کے تمام مضامین یگانہ نے خود لکھے ہیں۔ چار اصلی نام سے اور دو فرضی ناموں سے۔ ان میں سے ایک مضمون ”اساطین لکھنؤ“ میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔

مکاتیب و مضامین:

دوار کا داس شعلہ کے نام یگانہ کے ۹۵ خطوط راقم الحروف نے کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“ ۲ (کراچی، ۱۹۸۰ء) میں شائع کیے تھے۔ ان کے علاوہ بھی راقم نے تقریباً دو سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں۔ ان میں بھی یگانہ کا کلام ملتا ہے۔ یگانہ نے اپنے متعدد مضامین میں اپنی مکمل غزلیں اور متفرق اشعار کثرت سے درج کیے ہیں۔ کلیات میں ان مضامین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مکاتیب و مضامین سے جو فائدہ اٹھایا گیا ہے، اس کی تفصیل حواشی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حواشی:

- ۱۔ کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“ کراچی، شمارہ: ۲، ۱۹۸۰ء، ص ۲۸۹
 - ۲۔ ”میسویں صدی کے بعض لکھنوی ادیب، اپنے تہذیبی پس منظر میں“ از مرزا جعفر حسین، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۴
 - ۳۔ ”قومی دارالاشاعت لاہور، کمیونسٹ پارٹی کے پبلشنگ ہاؤس کی شاخ تھی۔ پرنٹر اور پبلشر محمد کلیم اللہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبر تھے اور حیدرآباد کے رہنے والے تھے۔“ (علی سردار جعفری، مکتوب بنام ڈاکٹر نیر مسعود، مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۹۵ء، مطبوعہ ہفت روزہ ”ہماری زبان“ دہلی، شمارہ: ۱۵ و ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء، ص ۷)
 - ۴۔ ”سرگزشت“ از ذوالفقار علی بخاری، کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۱۷۸
 - ۵۔ کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“، محولہ بالا، ص ۲۸۸
 - ۷۔ کتابچہ ”قصہ ایک دکان اور دکان دار کا“ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۷۷
 - ۸۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ چوں کہ قومی دارالاشاعت کی طرف سے کتابیں پہلے بمبئی سے چھپتی تھیں، اس لیے سردار جعفری کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ”گنجینہ“ پہلی بار بمبئی سے چھپی تھی۔ انھوں نے اپنے محولہ بالا خط میں جو ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب ”یگانہ: احوال و آثار“ کے بارے میں لکھا گیا تھا، تحریر کیا ہے:
- ”پ نے ص ۹۳ پر گنجینہ کا سرورق چھاپا ہے اور رسالہ ”شاعر“ کے حوالے سے تاریخ اشاعت ۱۹۳۸ء لکھی ہے۔ یہ دراصل گنجینہ کے دوسرے یا تیسرے ایڈیشن کا سرورق ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت نے بمبئی سے شائع کیا تھا۔“
- ۹۔ ”گنجینہ“ ایک ہی بار لاہور سے چھپی ہے۔ اس کا کوئی اور ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب میں اسی کا سرورق ہے۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے رسالہ ”شاعر“ کے حوالے سے سال اشاعت ۱۹۳۸ء لکھا ہے۔ دراصل ”شاعر“ میں یہ غلط سال اشاعت ”تخلیقی ادب“ محولہ بالا (ص ۴۳۴) کی تہدید میں لکھا گیا ہے۔ اس وقت تک راقم الحروف کو صحیح سال اشاعت کا علم نہ تھا، مگر جان لیو یگانہ نے جو بتایا تھا، وہی لکھ دیا تھا۔
 - ۱۰۔ ”رسالہ ”نقوش“ لاہور، مکتبہ نمبر، جلد دوم، شمارہ: ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۷۷ء، ص ۱۰۷

نوٹ

ابن خلدون کہتا ہے کہ ”ایک عجیبی فصحاے عرب کے کلام کی ممارست سے اہل زبان میں شمار کرنے کے لائق ہو سکتا ہے۔“ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ یاس کو (جس کی زبانِ مادری اردو ہے، جس کی زندگی ہمیشہ سے فصحا اور شعراے باکمال کی صحبت میں گزری ہے، اساتذہ کے کلام جس کے پیشِ نظر ہیں، جس کو لکھنؤ کے اساتذہ عصر کی صحبت کا شرف حاصل ہے، خاندانِ انیس و دبیر و تہش اور دیگر خاندانی شعراے باکمال جس کے کلام کو اساتذہ سابق کا صحیح نمونہ مانیں، جس کا کلام قادر الکلامی اور زبان دانی کے جوہر خود دکھاتا ہو) لکھنؤ اہل زبان نہ مانے۔ جب خاندانی شعرا اور اہل زبان نے مان لیا تو معاصرینِ حال اور آئندہ نسلوں پر فرض ہے کہ یاس کی زبان اور اجتہادی تصرّفات سے سند لیں۔ آج کئی دن ہوئے کہ مسٹر ربندر ناتھ ٹگور کو کلکتے میں بادشاہ سوڈن کی طرف سے اسی [اس کی؟] ادبی خدمات کے صلے میں طلائی تمغہ عطا ہوا۔ مگر لکھنؤ کے اکثر نا فہم دوسروں کے حقوق کو نہایت بے دردی سے پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہل انصاف کی نگاہوں میں خود ذلیل ہوتے ہیں۔ یورپ کو دیکھیے کہ ایک ہندوستانی شاعر کی قدر کس آزادی سے کی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ناچیز۔ یاس

(”نشرِ یاس“، صفحہ ح)

نشریات

۱۹۱۴ء

اثر سپید کیا چاہو سخن میں طرزِ دلکش سے
توانمازِ بیان سیکھو نہیں و میر و آتش سے

حصہ اول

نشر یاس

یعنی
دیوان خاکپائے آتش مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی
ساکن سال لکھنؤ۔ جھوٹی ٹولہ

باہتمام
احقر الزمن سید نور الحسن مالک مطبع
نور لمطالع لکھنؤ تھوٹی ٹولہ مین چھپا

ماہ اپریل ۱۹۱۴ء

قیمت فی جلد ۸ روپے و ۵ پیسے مع منصف سے طلب فرمائیے
"نشر یاس" کا سرورق (عکس)

نذر

بندہ احقر شانه چرخ شکر اس مرقع دل صد چاک و مجموعہ جذبات
 حسرتناک کو قدر شناس اہل دل۔ ہمدرد بندگان عاجز و مضحل
 سلیمان جثمت سکندر صولت مطلع جہان زینت بخش اوزنگ عز و
 شان ناصر الدین معین المومنین۔ تاج جہان بنانی ظل سبحانی۔ حامی
 ملت اعلیٰ حضرت۔ حضور پر نور فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ
 ہزارائیس مہر سر نواب محمد حامد سلیمان بہادر جی۔ سی۔ آئی
 ائی۔ ادام اللہ سلطنتہ فرمانروائے دارالسرور رام پور کے حضور
 میں بصد خلوص و ادب نذر دیتا ہے۔

گر قبول فہستہ نذر ہے عز و شرف

گزرانیدہ احقر الناس مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی
 ساکن جال لکھنؤ۔ جھوٹی ٹولہ

اساتذہ لکھنؤ کی رائیں☆

(بحساب حروف تہجی)

جناب نواب انجم صاحب مدظلہ یادگار اسیر مرحوم

عالی جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس دامن مکارمہم کا کلام جلالتِ تخیل، لطفِ زبان اور تمام شاعرانہ خوبیوں کے اعتبار سے حضرت آتش کے کلام سے بالکل ملتا ہے۔ بے شک اس رنگ کو خوب فرماتے ہیں۔ ایسے زبردست مصرع لگانے والے بہت کم دیکھے۔ لکھنؤ میں ان کا دم غنیمت ہے۔

سید بہادر حسین خان انجم لکھنوی

حضرت اوج مدظلہ خلف ارشد حضرت دبیر اعلیٰ اللہ مقامہ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ اللھم صل علی محمد وآلہ الطاہرین۔

ظائر فکر کی بلند پروازی، قوتِ متخیلہ کی سخن سازی بروہی شاعر میں پائی جاسکتی ہے۔ مگر جن باریکیوں کو اور نزاکتوں کو عام لوگ دقیق و پیچیدہ طریق سے ادا کرتے ہیں، خاص اہل زبان انھیں خیالات کو اپنے روزمرہ میں نہایت صفائی سے باندھ دیتے ہیں۔ پیش پا افتادہ مضامین کو اگر اور لوگ محض سادہ و سست لفظوں میں لاتے ہیں تو اہل زبان انھیں باتوں کو پاکیزہ اور نرالی انداز سے ادا کرتے ہیں۔ انھیں محاورات کی

استعارے اساتذہ حق پہنچے تو یہی ہیں جن کی رائیں راج کی جاتی ہیں۔ یاس۔

برجستگی، تازگی، شوخی اور صرف باہل کی وجہ سے اہل زبان کو غیر اہل زبان پر شرف امتیاز حاصل ہے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر میں کہتا ہوں کہ عزیزِ باتمیز مرزا واجد حسین صاحب سلمہ اللہ الواہب متخلص بہ یاس محاوراتِ اردو پر پوری مہارت رکھتے ہیں۔ دو مصرعوں میں مطالب کثیر کو بجاورتِ محاورتِ اردو اس حسن سے ادا کرتے ہیں جو اہل زبان و قادر الکلام کا حق ہے۔ شستہ رفتہ زبان میں نزاکتِ معنوی پیدا کرنا، تخیل میں تازگی و جدت سے کام لینا، حشو و زوائد سے بچنا اور اُن کی جگہ معنی خیز ٹکڑے رکھنا اور ان سب باتوں کے ساتھ ابتذال و تعقیب و تعقید سے محفوظ رہنا، یہی وہی جوہر ہیں جن کی وجہ سے عزیزِ موصوف کا کلام لکھنؤ میں اک خاص درجے پر فائز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا یاس سلمہ نے جناب خواجہ آتش مغفور کے رنگِ تغزل کو پھر سے تازہ کیا ہے۔ اُن کے کلام میں بھی وہی عبرت خیز، نشاط انگیز، حسرت آمیز مضامین ہیں، وہی سوز و گداز وہی حسنِ تخیل وہی طرزِ بیان وہی بانگین وہی آمد ہے۔ حق یہ ہے کہ اُن کے اشعار میں آتشِ مغفور کا سوز و ساز پایا جاتا ہے۔ عزیزِ موصوف شرفائے عظیم آباد سے ہیں اور ہمارے خاندان میں ہمارے پیر بھائی جناب شاد صاحب عظیم آبادی سے تلمذ رکھتے ہیں۔ اب اک عرصے سے لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انھیں خوش رکھے اور اُن کی عمر میں برکت دے۔ فقط۔

کتبہ اقل الخلیقہ بل لاشئ فی الحقیقہ
محمد جعفر اوج عنفی عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ عید نوروز

حضرت جاوید مدظلہ خلف حضرت اُمید مرحوم

میں نے کلامِ بلاغتِ نظامِ جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس کو دیکھا اور سنا۔ فی الواقع جناب موصوف کا کلام حضرت آتش کے کلام سے اس قدر ملتا ہے کہ تنبیہ قرطاس سے عشق و محبت کے شرر اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بے شک اس رنگ کو خوب فرماتے

ہیں۔ ایک ایک نقطہ رُوکش مہر تاباں ہے اور ایک ایک حرف برقِ معانی کی جلوہ گاہ۔
اجتہادی و استنباطی خوبیاں، آتش بیانی و زبان دانی کے کرشمے جو جانِ شاعری سمجھے جاتے
ہیں، آپ کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔

راقم آثم
سید محمد کاظم جاوید

حضرت رشید مدظلہ العالی نبیرہ میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ
سبحان اللہ، کیا کہنا ہے۔ جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس دامن مجدہم کا کلام
جناب آتش مرحوم سے بہت ملتا ہے۔ بے شک اس رنگ کو خوب فرماتے ہیں۔

بیچ مدان رشید عفی عنہ
بیچ میرز میر حمید عفی عنہ

حضرت عارف مدظلہ نبیرہ میر نفیس مرحوم

حامداً و مصلیاً

دنیا کے باغ میں یوں تو طرح طرح کے پھول کھلا ہی کرتے ہیں اور ایک وقت
تک کھلتے رہیں گے لیکن نوعِ انسانی کے باغ میں پیدا کرنے والی قوت جب کوئی نیا پھول
کھلاتی ہے اور وہ پھول مشیت و قدرت کی معتدل آب و ہوا سے نشوونما پا کر ایک نہ ایک
کمال کی نمبت دیتا ہوا پہلے پہل اپنے اصلی رنگ کی جھلک دکھاتا ہے اور اس پر سیر کرنے
والوں کی نظر جا پڑتی ہے تو اس سے پہلے کہ اس کے اثرات، کیفیات، خواص، افعال معلوم
ہوں، بے ساختہ درود پڑھنے لگتے ہیں، کوئی سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کے وجد کرتا ہے، کوئی
فتبارک اللہ احسن الیٰ تعین کا دم بھرتا ہے۔ ایسا کیوں کرتا ہو اس لیے کہ

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقہ دقتیت معرفت کردگار

نارنگی و سرخ و زرد حاصل کام یہ ہے کہ میرے شفیق و دوست، صاحب فضل و

کمال، شاعر نازک خیال جناب مرزا واجد حسین صاحب یاس زادت افضالہم و کمالاتہم کا کلام فصاحت و بلاغت نظام نظر قاصر سے گزرا اور بعض مقامات سے دیکھ کر میں نے پسند کیا اور بلا روئے رعایت تحسین کی۔ درحقیقت اساتذہ کی تخیل و زبان کا صحیح نمونہ ہے۔ لیکن بہ نسبت اور اساتذہ کے حضرت آتش کے کلام کی گرما گرمی زیادہ پائی جاتی ہے کیوں کہ جناب یاس نے تقلید بھی جناب خواجہ صاحب ہی کی اختیار کی ہے۔

یقین واثق ہے کہ ارباب کمال ”نثر یاس“ کو بنظر قدر ملاحظہ فرمائیں گے اور تحسین و آفرین کے بیش بہا خلعت دے کر مصنفِ مدوح کا دل بڑھائیں گے۔ اس لیے کہ ہر کمال کی ترقی قدر شناسوں کی توجہ پر منحصر ہے۔

حررہ جاہل المعارف اقل السادات

علی محمد عارف غنی اللہ عنہ وعن السوائف

حضرت فصاحت مدظلہ

ہیں ہند میں جس قدر سنور	اور قدر شناسِ اہل جوہر
واقف ہیں اس سے اور ماہر	مخفی نہیں امر ہے یہ ظاہر
مرزا واجد حسین صاحب	ہے عقل و رائے ان کی صائب
سب ہیں آگہ نہیں یہ مستور	ہے یاس تخلص ان کا مشہور
میں نے بھی کلام ان کا دیکھا	کیا خوب ہے لطف شاعری کا
غزلیں ہیں وہ عاشقانہ ان کی	آتش ہوتے تو داد ملتی
کس حسن سے نظم ہیں غزل میں	اردو کے محاورے مثالیں
ہر بیت میں آبداری ایسی	گویا کہ لڑی ہے موتیوں کی
مضمون میں ناز کی بھری ہے	یا شیشے میں جلوہ گر پری ہے
دیکھیں سب اہل فہم و ادراک	اشعار ہیں نقص و عیب سے پاک
انصاف کی وجہ سے بہ عجلت	یہ لکھ دیے شعراے فصاحت
	سید عباس حسن فصاحت

مرزا واجد حسین یاس

[دیباچہ از حامد علی خان بیرسٹرایٹ لا]

ناظرین! خدا تم کو خوش رکھے، طولِ عمر عطا کرے اور دلی مرادیں بر لائے۔
بسترِ بیماری پر لیٹا ہوا ہوں۔ چند قدم چلنا محال ہے اور اپنے یہ شعر جو حسبِ حال ہیں، پڑھ
رہا ہوں:

تسلی غم گساروں کو دل درد آشنا دینا
جھوم غم میں بھی جب بات کرنا مسکرا دینا
ایسا لگا ہوں میں کسی قابل نہیں رہا
جس دل میں تیری یاد تھی وہ دل نہیں رہا
کچھ نشانِ صدموں کے ہیں کچھ حسرتوں کے داغ ہیں
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں ہائے اب وہ دل کہاں
یہ بخت کی بھی کچھ انتہا الخفق ہوگی
ہمارا دم سلامت ہے تو اس شب کی سحر ہوگی
اسی حالت میں یہ خبر مسرت اثر پہنچی کہ جناب یاس کا مجموعہ اشعار مسکمی ہے

”نشرِ یاس“ زیرِ طبع ہے۔ میں کہاں اور اس زمانے میں نظم و نثر کی فکر کہاں، دماغ میں قوت نہیں، دل میں طاقت نہیں لیکن جنابِ یاس کے نام اور اُن کے کلام نے جو میرے سامنے موجود ہے، بے چین کر دیا اور جو خیالات دل میں گزر رہے ہیں لکھوا رہا ہوں۔ آج کل کا یہ رنگ ہے کہ جب ناظرین کسی کلام کو دیکھتے ہیں تو صاحبِ کلام کے حالات بھی جانا چاہتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ مرزا یاس صاحب کے نام و نسب اور مختصر حالات بھی لکھوا دوں۔

نام اور خاندان وغیرہ:

مرزا واجد حسین نام تخلص یاس ابن مرزا پیارے صاحب ابن مرزا آغا جان صاحب ابن حاجی احمد علی صاحب ابن مرزا روشن علی ابن مرزا حسن بیگ۔ موخر الذکر بزرگ اطرافِ ایران سے زمانہ شہابی میں ہندوستان تشریف لائے اور سرکارِ دہلی کی فوج میں ملازم ہوئے۔ انھیں خدمات کے صلے میں چند جاگیریں پرگنہ حویلی عظیم آباد میں بادشاہ کی طرف سے عطا ہوئیں۔ انھیں جاگیروں میں ایک موضع رسول پور بھی تھا جو وراثتاً مرزا یاس کو پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مواضع مرزا یاس کو ملے جو حاجی احمد علی صاحب کے حاصل کیے ہوئے تھے۔ انھیں مواضع کے محاصل پر مرزا یاس کی معاش ہے۔ مرزا صاحب کے نانا مرزا علی حسن صاحب عرف بڑے بابو صاحب اور پرانا نواب آغا جان صاحب شہرِ عظیم آباد کے ممتاز رئیسوں میں تھے۔ نانہائی بزرگوں کا سلسلہ لکھنؤ سے تھا مگر غدر کے بعد پھر کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔

سنہ ولادت و تعلیم وغیرہ:

مرزا یاس کی ولادت آخر ذی الحجہ ۱۳۰۱ ہجری محلہ مغل پورہ شہرِ عظیم آباد میں ہوئی۔ پانچ چھ برس کے سن سے مکتب میں داخل ہوئے۔ فارسی کی چند درسیات کے بعد عظیم آباد کے مڈن اینگلو عربک اسکول میں نام لکھوایا گیا۔ اسکول میں ہمیشہ سب سے اول رہے۔ ہر سال وظیفہ اور انعام پاتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں دوسرے درجے میں انٹرنس پاس کیا۔ انٹرنس

پاس کرنے کے بعد مٹیا برج میں شہزادہ مرزا مقیم بہادر (شہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر کے خویش) کے صاحب زادوں یعنی شہزادہ محمد یعقوب علی مرزا اور شہزادہ محمد یوسف علی مرزا کی انگریزی تعلیم پر مقرر ہوئے مگر آب و ہوا کی ناموافقیت سے تھوڑے دنوں کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور دہلی آگرہ اجیر الہ آباد بنارس وغیرہ کی سیر و سیاحت کرتے رہے۔ آخر کار لکھنؤ کو اپنا مسکن بنالیا اور جال میں لکھنؤ کے ایک معزز خاندان میں شادی کر لی ہے۔ نخاس کے قریب جناب حکیم آغا علی صاحب مرحوم کے دو بیٹے حکیم مرزا محمد تقی صاحب و حکیم مرزا محمد شفیع صاحب رہتے ہیں۔ حکیم مرزا محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی سے دو بیٹیاں ہیں۔ چھوٹی صاحب زادی مرزا یاس صاحب سے منسوب ہیں۔

مرزا یاس کی شاعری:

عظیم آباد میں خان بہادر سید علی محمد صاحب مدظلہ المتخلص بہ شاد سے کامل اور ماہر فن کی خدمت میں بالمرہ حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے کلامِ بلاغت نظام اور علم و فضل سے مستفید ہوتے رہے۔ جب شاعری کا شوق پیدا ہوا تو ابتدا میں جناب مولوی سید علی خاں صاحب بے تاب عظیم آبادی نے شاعری کے مختلف رموز و نکات ذہن نشین کر کے مذاق سلیم کے سیدھے راستے پر لگا دیا۔ جناب شاد مدظلہ نے بھی مرزا یاس کی تین چار غزلوں کو اصلاح سے مزین فرمایا۔ اس کے بعد آب و دانہ کی کشش مرزا صاحب کو لکھنؤ کھینچ لائی۔ یہاں آکر جناب پیارے صاحب رشید مدظلہ العالی سے استفادہ کرنے لگے اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ مرزا صاحب کا مذاق سلیم ہے، زبان شستہ اور بیان صاف ہے۔ کیوں کہ وطن مرزا صاحب کا اگرچہ عظیم آباد ہے مگر ان کی شاعری کا وطن چچ پوچھیے تو لکھنؤ ہے۔ یہ میں نے کیا کہا کہ ”اگرچہ عظیم آباد ہے“۔ عظیم آباد میں ہر فن کے باکمال پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً مرزا عبدالقادر بیدل، خواجہ امین الدین امین، شیخ محمد روشن جوشش، شیخ غلام علی راسخ، میر وزیر علی عبرتی، مرزا امان علی ذبیح، جناب خان بہادر سید علی محمد صاحب شاد، جناب شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب اثر جو ہر علم و فن میں

یکتا ہیں۔ راسخ وہی راسخ ہیں جو مرزا سودا کے پاس شاگرد ہونے کو آئے تھے، مرزا سودا نے کہا کوئی شعر سنائیے۔ راسخ نے یہ مطلع پڑھا:

ہوئے ہیں پیر ہم اب دیدنی رونا ہمارا ہے

پلک پر اپنی آنسو صبح پیری کا ستارا ہے

مرزا سودا نے اٹھ کر گلے لگا لیا (دیکھو صفحہ ۱۷۴ آب حیات از پروفیسر آزاد، مطبع مفید عام لاہور) راسخ کا دیوان بھی عظیم آباد میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

سنا گیا ہے کہ مرزا یاس کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا۔ ”نشر یاس“ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن اشعار کی خوبی دیکھنی چاہیے نہ کہ کثرت۔ میری یہ رائے ہے کہ اگر ایک شعر بھی کوئی اچھا کہہ دے تو وہ شاعر ہے۔ نقاد سخن خود پر کھ لیں گے۔ جیسے خوجہ حیدر علی آتش نے فرمایا ہے:

بازار مصر میں چل یوسف کا سامنا کر

کھونے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

انتخاب اشعار میں اختصار اس لیے کیا گیا کہ شائقین ”نشر یاس“ کو خود پڑھیں۔ اندیشہ ہے کہ انتخاب میں مرزا یاس کے مذاق سے قطع نظر کر کے میری طبیعت کا مذاق نہ کھل جائے۔ بقول حضرت غالب:

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ

شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

”نشر یاس“ کے دیکھنے کے بعد ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کلام یاس دو حصوں پر منقسم ہے۔ فکر قدیم اور فکر جدید۔ طرز اول الذکر کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

خزاں کے جور سے واقف کوئی بہار نہ ہو

کسی کا پیر بہن حسن تار تار نہ ہو

برنگ سبز بیگانہ روند ڈالے فلک

مجھے بہار بھی آئے تو سازوار نہ ہو

خزاں کے آتے ہی گلچیں نے پھیر لیں آنکھیں
 کسی سے کوئی وفا کا اُمیدوار نہ ہو
 حیا کی بات ہے اب تک قفس میں زندہ ہوں
 چمن میں جاؤں تو نرگس سے آنکھ چار نہ ہو
 اسیرِ دام نہ ہونا ذرا سنبھل اے دل
 خیالِ گیسوے پر خم گلے کا ہار نہ ہو
 فکرِ جدید میں اکثر وہ غزلیں ہیں جو یہاں کے مشاعروں کے لیے کہی گئی ہیں۔ مثلاً:

روشن تمام کعبہ و بت خانہ ہو گیا
 گھر گھر جمالِ یار کا افسانہ ہو گیا
 اب چین گنہ گاروں کو دم بھر نہیں ملتا
 پیاسے ہیں اور آبِ دمِ خنجر نہیں ملتا
 جب حسنِ بے مثال پر اتنا غرور تھا
 آئینہ دیکھنا تھیں پھر کیا ضرور تھا
 چلے چلو جہاں لے جائے ولولہ دل کا
 دلیلِ راہِ محبت ہے فیصلہ دل کا

اسی زمین میں مجھ کو ایک شعر اپنا یاد آ گیا:

جہاں خدا کے سوا اور کچھ نہیں حامد
 وہاں پہ جا کے ٹھہرتا ہے سلسلہ دل کا

مرزا صاحب نے اپنی فکرِ جدید میں جن طرحوں میں غزلیں کہی ہیں جو یہاں
 کے مشاعروں میں پڑھتی گئیں اور جن میں سے چار شعر منتخب کر کے اوپر لکھے گئے، اُن
 مشاعروں کے سنہ و ماہ و تاریخ اور طرح کے مصرعے اور حاضرینِ مشاعرہ پوری طرح سے
 میری یادداشت میں درج ہیں۔ اُن طرحوں میں یہاں کے شعرا کی بھی غزلیں ہیں اور میں
 نے بھی کچھ کہا ہے۔ قریب دو برس کے ہوئے مرزا کاظم حسین صاحب محشر کے یہاں

طرح ہوئی تھی ”ادھر بھی“ اور ”کدھر بھی“ جس میں حضرت سودا کی مشہور غزل ہے۔ اس زمین میں جناب یاس نے بھی فکر کی تھی۔ یہ دو شعر اُس غزل کے بھی درج کیے جاتے ہیں:

کس شان سے آتی ہے مری شام مصیبت
وہ دیکھو جلو میں ہے قیامت کی سحر بھی
دیکھے کوئی جاتی ہوئی دنیا کا تماشا
بیمار بھی سر دھنتا ہے اور شمع سحر بھی

سنتا ہوں کہ جب مولوی سید بندہ کاظم صاحب جاوید نے دوسرا یہ شعر سنا تو وجد کرنے لگے۔ اپنی بیاض میں لکھ لیا اور یہ فرمایا کہ ”ایسا شعر میر ہی کے دل سے نکل سکتا ہے۔“ کسی شعر کی اس سے بڑھ کر تعریف نہیں ہو سکتی اور مرزا یاس صاحب جس قدر فخر کریں بجا اور درست ہے۔ مرزا یاس کی غزل ہے ”در کھلا“ ”دفتر کھلا“ اُس میں کہتے ہیں:

گر پڑے تیورا کے آنکھوں میں اندھیرا آگیا
واں نقاب رخ اٹھی یاں راز سر تا سر کھلا
اشک خوں سے زرد چہرے پر ہے اک طرفہ بہار
دیکھیے رنگ جنوں کیسا مرے منہ پر کھلا
صحبت واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگیں
راز اپنی مے کشی کا کیا کہیں کیوں کر کھلا

ان شعروں کی خوبی سمجھنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ اشعار مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں:

زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم
لاش اٹھانے کا مگر آخر اک احساں رہ گیا
چل رہی تھی سانس اپنی خود چھری کی طرح سے
تیغ قاتل کا عبث گردن پہ احساں رہ گیا
فکر انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا
چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا

اپنے سر سے بھی کسی روز گزر جائے گا
آبِ شمشیر کو قاتل جو یہی جوش رہا
اس موقع پر خواجہ حیدر علی صاحب آتش یاد آگئے۔ فرماتے ہیں:

آبِ شمشیر جو یہ تا کمر قاتل ہے
جوش میں آ کے الہی مرے سر تک پہنچے
مرزا یاس نے ذیل کے مضمون کو کس حسن سے باندھا ہے:

تصویرِ نزع دیکھنا چاہو تو دیکھ لو
رہ رہ کے جھلملانا چراغِ مزار کا
دیکھو تو اپنے وحشیوں کی جامہ زیبیاں
اللہ رے حسن پیرہنِ تار تار کا

دلِ اس شعر کے مزے اٹھا رہا تھا کہ غالب یاد آ گئے:

زباں پہ بارِ خدایا یہ، کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوھے مری زباں کے لیے۔

فرماتے ہیں:

اک خوں چکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

پڑھنے کا انداز:

بقول استاذی پروفیسر چارلس ہاڑلی [؟] صاحب آواز کے تین حصے ہیں۔
بائیں چَ اعلیٰ درجہ، مڈل چَ اوسط درجہ، اور چَ ادنیٰ درجہ۔ معمولی گفتگو میں انسان مڈل چَ
سے کام لیتا ہے، بائیں اور اور چَ سے بہت کم۔ میں نے جناب سید مہر علی صاحب انس
مرحوم، جناب سید خورشید علی صاحب نفیس مرحوم، جناب سید محمد صاحب سلیمس مرحوم، جناب
سید ابو محمد صاحب جلیس مرحوم، جناب سید خورشید حسن صاحب عروج، جناب پیارے

صاحب رشید، جناب سید علی محمد صاحب عارف، جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج، ان بزرگوں کو مرثیہ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ ان سب حضرات کو مڈل ٹیچ میں پڑھتے سنا۔ جو لوگ ہائر ٹیچ اور لوئر ٹیچ سے زیادہ کام لیتے ہیں، ان کی آواز تھوڑی دیر میں بھڑا جاتی ہے اور آخر کو بیٹھ جاتی ہے۔ آواز کی پختگی صرف مڈل ٹیچ میں پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آواز کے متعلق کچھ لکھ کر سمجھا دینا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے (اس کے مدارج کا تعلق سماعت سے ہے، ادا کرنے والے کے بتانے کے بغیر سننے والا خود سمجھ جاتا ہے) بڑی سی بڑی مجلسوں میں جہاں ہزار ہا آدمی جناب میر تقی میر کو سننے جمع ہوتے تھے، وہاں بھی مڈل ٹیچ ہی میں پڑھتے سنا۔ کہیں کہیں ہائر ٹیچ سے کام لیتے تھے۔ بعض الفاظ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ جو کھینچ کر اور ہائر ٹیچ میں پڑھے جائیں تو زیادہ لطف دیتے ہیں۔ مثلاً لفظ ”دور“ مرثیہ میں، اور بعض ایسے ہیں کہ جن کی کیفیت لوئر ٹیچ میں پڑھنے سے دو چند ہو جائے گی۔ جیسے لفظ ”نیچے“۔ مرثیہ میں باتھ سے زیادہ بتانا ممنوع ہے۔ البتہ کہیں کہیں موقع سے آنکھ کی گردش اور اشارے سے کام لیتے ہیں۔ پڑھنے والے کی سب سے زیادہ خوبی تو یہ ہے کہ سراپا اس مضمون کی تصویر بندھ جائے جس کو وہ نظم میں پڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ بات بہت مشکل ہے۔ اور یہی بہترین اور سب سے اعلیٰ درجہ پڑھنے کا ہے۔ اور اسی وجہ سے روئے زمین میں بہترین پڑھنے والوں کی تعداد بہترین شاعروں سے کم ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ الفاظ کو مناسب طریقے سے پڑھنا یعنی جو الفاظ کھینچ کر پڑھنا چاہیے ان کو کھینچ کر پڑھنا اور جو حزان و مسرت، پریشانی، خوشی، نفرت، جرأت، تہور کی آواز سے ادا کرنا ہیں، ان کو اسی طرح کی آواز سے ادا کرنا چاہیے۔ مشکل اس وقت پڑتی ہے جب متناقض الفاظ قریب قریب آجاتے ہیں۔ جیسے شادی و غم۔ شادی کو خوشی کی آواز سے پڑھنا اور غم کی آواز کو بدل کر غم کا لفظ دردناک آواز سے پڑھنا اور اس طرح پڑھنا کہ غوٹ اور تصنع نہ معلوم ہو، کچھ آسان کام نہیں ہے۔ مرثیہ میں جناب انیس اعلیٰ اند مقامہ کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ کسی کو میسر نہ ہوا۔ آواز میں چند قدرتی خوبیاں ہوتی ہیں۔ شیریں ہو، بلند ہو، پائے دار ہو، کمرخت نہ ہو، چھوٹی آواز نہ ہو، باریک نہ ہو۔ جناب حافظ مولوی قاری سید جعفر علی

صاحب مرحوم کو اور مسٹر برائیڈ صاحب اور مسٹر فاسٹ صاحب کو لندن میں اور کلکتے کے مسٹر لال موہن گھوش کو میں نے سنا ہے۔ ان سے شیریں تر آواز کسی کی نہیں سنی۔ مسز اینی بسنٹ جو مشہور و معروف اسپیکر ہے، اُس کی آواز بھی شیریں ہے مگر مسز اینی بسنٹ عورت ہے اور عورتوں کی آواز قدرتا شیریں ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے میرا نہیں صاحب مغفور کو سنا تھا، وہ سب متفق اللفظ ہیں کہ اُن سے بہتر مرثیہ پڑھنے والا (یہاں صرف پڑھنے کی بحث ہے) ہندوستان میں نہیں گزرا۔ میری عمر اُس زمانے میں کم تھی۔ افسوس ہے کہ مجھے اُن کے سُننے کا شرف نہ حاصل ہوا۔ ”حیاتِ دبیر“ میں جو مضمون میں نے حضرت دبیر پر لکھا ہے، اُس میں پڑھنے کا ذکر لکھ چکا ہوں جو ”حیاتِ دبیر“ کا پندرہواں باب ہے۔ چند خیالات جو اُس میں نہیں بیان کیے تھے، ضمناً یہاں درج کر دیے۔ اب مقصود اصلی غزل کی طرزِ ادا سے ہے۔ میں نے معمر لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ غزل پڑھنے کا حق حضرت غالب دہلوی اور حضرت آتش لکھنوی خوب ادا فرماتے تھے۔ جتنے غزل پڑھنے والے میں نے سُنے ہیں، اُن میں سب سے بہتر جناب محمد جان صاحب شاد لکھنوی تھے۔ پڑھنے میں بنوٹ کم تھی۔ حزن کی آواز سے دردناک مضمون ادا کرتے تھے جو الفاظ کھینچ کر پڑھنا چاہیں اُن کو کھینچ کر پڑھتے تھے اور بہت لطف سے پڑھتے تھے۔ اس کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ مرثیہ اور غزل کے پڑھنے میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ دو کوچے ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ مرزا واجد حسین صاحب یا س ایک خالص لحن میں غزل پڑھتے ہیں اور پڑھنے میں ایک خالص کیفیت اُن پر طاری ہوتی ہے۔ غزل کے اکثر شعر مکرر پڑھتے ہیں اور علاوہ حاضرین کے اپنے پڑھنے کا مزہ خود بھی خاص طور پر اٹھاتے ہیں۔ خداوند عالم عمرِ طویل عطا کرے۔

دستخط خاکسار دارین

حامد علی (خان بیہ سٹریٹ لا)

مرثیہ گوچتے ہیں فن کی حیثیت سے پڑھنے کی مشق کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں مگر غزل کو پڑھنے کی مشق نہیں کرتے
 جس طرح بنی چاہتا ہے پڑھتے ہیں لہذا تنقیدی نظر نا لگائی جانی چاہیے۔ (یا س)

غزلیات

(۱)

ۛ
واں نقاب اٹھی کہ صبحِ حشر کا منظر کھلا
یا کسی کے حسنِ عالمِ تاب کا دفتر کھلا
غیب سے پچھلے پہر آتی ہے کانوں میں صدا
اٹھو اٹھو رحمتِ ربِّ علا کا در کھلا
آنکھ جھپکی تھی تصورِ بندہ چکا تھا یار کا
چونکتے ہی حسرتِ دیدار کا دفتر کھلا
کوئے جاناں کا سماں آنکھوں کے آگے پھر گیا
صبحِ جنت کا جو اپنے سامنے منظر کھلا
رنگ بدلا پھر ہوا کامے کشوں کے دن پھرے
پھر چلی بادِ صبا پھر مے کدے کا در کھلا

حسرت پرواز میں پر تولتے ہیں یاں اسیر
 وہ صبا مستانہ آئی، وہ چمن کا در کھلا
 گر پڑے تیورا کے، آنکھوں میں اندھیرا آ گیا
 واں نقاب رُخ اُٹھی یاں راز سر تا سر کھلا
 بند آنکھیں ہو گئیں بے تاب ہو ہو کر گرے
 سامنے پیاسوں کے کس نے رکھ دیا ساغر کھلا
 آ رہی ہے صاف بُوئے سنبلِ باغِ جنان
 گیسوے محبوب شاید میری میت پر کھلا
 چار دیوارِ عناصر پہاند کر پہنچے کہاں
 آج اپنا زورِ وحشتِ عرشِ اعظم پر کھلا
 چپ لگی مجھ کو، گناہِ عشق ثابت ہو گیا
 رنگِ چہرے کا اڑا رازِ دلِ مضطر کھلا
 اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے کیا طرفِ بہار
 دیکھیے رنگِ جنوں کیسا مرے مُنہ پر کھلا
 خنجرِ قاتل سے جنت کی ہوا آنے لگی
 اور بہارِ زخم سے فردوس کا منظر کھلا
 نیم جاں چھوڑا تری تلوار نے اچھا کیا
 ایڑیاں بسمل نے رگڑیں صبر کا جوہر کھلا

صحبتِ واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگیں
راز اپنی مے کشی کا کیا کہیں کیوں کر کھلا

ہاتھ اُلٹا ہے گرہاں میں تو گھبراؤ نہ یاس

بیڑیاں کیوں کر کشیں زنداں کا در کیوں کر کھلا
(۱۹۱۲ء)

(۲)

جلوہ قاتل سے کچھ ایسا میں حیراں رہ گیا
اک تڑپنے کا تھا ارماں وہ بھی ارماں رہ گیا
شکر ہے لاشہ مرا مقتسل میں عریاں رہ گیا
مرحبا اے عشق، تیرے ہاتھ میداں رہ گیا
رازِ الفت داغ بن کر دل میں پنہاں رہ گیا
آہ تک میں نے نہ کی گھٹ گھٹ کے ارماں رہ گیا
تجھ سے اے اشکِ ندامت، کیا یہی اُمید تھی
دامنِ دل پر جو اپنے داغِ عصیاں رہ گیا
انتظارِ یار میں آنکھیں کھلی ہیں رات دن
یہ وہی در ہیں کہ جن کو شوقِ مہماں رہ گیا
اہلِ محفل دید کے قابل ہے ناز اُس شوخ کا
دل میں آ بیٹھا مگر آنکھوں سے پنہاں رہ گیا

زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم
 لاش اٹھانے کا مگر آخر اک احساں رہ گیا
 چل رہی تھی سانس اپنی خود چھری کی طرح سے
 تیغِ قاتل کا عجب گردن پہ احساں رہ گیا
 مرنے والے جذبِ دل کی نارسائی دیکھ لیں
 آنکھ اٹھا کر وہ سوے گورِ غریباں رہ گیا

خاک چھانی عمر بھر کونے بتاں میں یاس نے

داسے ناکامی کہ اس پر بھی مسلمان رہ گیا

(۵ - ۱۹۰۴ء)

(۳)

اگر اپنی چشمِ نم پر مجھے اختیار ہوتا
 تو بھلا یہ رازِ الفت کبھی آشکار ہوتا!
 ہے تنک مزاج صیاد کچھ اپنا بس نہیں، ہے
 میں قفس کو لے کے اڑتا اگر اختیار ہوتا
 یہ ذرا سی اک جھلک نے دل و جاں کو یوں جلایا
 تری برقِ حسن سے پھر کوئی کیا دوچار ہوتا
 اجی تو بہ اس گریباں کی بھلا بساط کیا تھی
 یہ کھو کہ ہاتھ اُلجھا نہیں تار تار ہوتا

وہ نہ آتے فاتحہ کو ذرا مڑ کے دیکھ لیتے
 تو جھوم یاسِ اشنا نہ سرِ مزار ہوتا
 (۱۹۱۱)

(۴)

فکرِ انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا م
 چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا
 میں قفس میں بھی کسی روز نہ خاموش رہا م
 کشمکش میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا
 نشہ الفتِ ساقی کا عجب جوش رہا
 ہولِ صحرائے قیامت بھی فراموش رہا
 غیر ہوں جرعہ کشِ بزمِ تمنا افسوس
 خون کے گھونٹ میں پیتا رہا، خاموش رہا
 "بیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی را"
 دشتِ غربت میں میں یہ سوچ کے روپوش رہا
 موسمِ گل کی ہوا داروے بے ہوشی تھی
 سر اٹھانے کا بھی سبزے کو نہ کچھ ہوش رہا
 نکستِ گل کی طرح جامے سے باہر ہوں گا
 فصلِ گل کا جو گلستاں میں یہی جوش رہا

بحرِ رحمت میں بہت ہوگا تلاطم برپا
 تجھ کو اے اشکِ ندامت جو یہی جوش رہا
 اپنے سر سے بھی کسی روز گزر جائے گا
 آبِ شمشیر کو قاتل جو یہی جوش رہا
 سایہٴ دامنِ قاتل میں جو ننید آئی مجھے
 پھر تو کروٹ بھی بدلنے کا نہ کچھ ہوش رہا
 دھوم سُنتا رہا اب آتے ہیں، اب آتے ہیں
 حشر تک میں یو نہی کھولے ہوئے آغوش رہا
 دُور کھینچتی ہی گئی منزلِ مقصود مگر
 رہوِ عشق کی بہت کا وہی جوش رہا
 رحمتِ حق رہی ہم عاصیوں پر سایہٴ فگن
 سر پہ چھایا ہوا اک ابرِ خطا پوش رہا
 اٹھتے اٹھتے تھی وہی بزم کی مستانہ روش
 چلتے چلتے بھی خُمِ مے کو وہی جوش رہا

پھر گئیں آنکھیں مری کوچہٴ جاناں کی طرف

شکر ہے مرتے دمِ اِثنا تو مجھے ہوش رہا

(۱۹۰۳-۵)

سایہ اگر نصیب ہو دیوارِ یار کا
 کیا مرتبہ بلند ہو اپنے مزار کا
 وہ دشتِ ہول ناک وہ حبِ وطن کا جوش
 پھر پھر کے دیکھنا وہ کسی بے دیار کا
 لو دے رہی ہے شام سے آج آہِ آتشیں
 شعلہ بھڑک رہا ہے دلِ داغ دار کا
 تصویرِ نزع دیکھنا چاہو تو دیکھ لو
 رہ رہ کے جھلملانا چراغِ مزار کا
 پر تولنے لگے پھر اسیرانِ بد نصیب
 شاید قریب آ گیا موسمِ بہار کا
 مَوئے سفید، کانپتے ہاتھ اور جامِ مے
 دکھلا رہے ہیں رنگِ خزاں میں بہار کا
 انگڑائیوں کے ساتھ کہیں دم نکل نہ جائے
 آساں نہیں ہے رنج اُٹھانا خمار کا
 ساقی گرا نہ دیجیو یہ جامِ آخری
 دل ٹوٹ جائے گا کسی اُمیدوار کا

مستوں کی روحیں بھٹکیں گی، اچھا نہیں ہے اب
 گھر گھر کے آنا قبروں پر ابر بہار کا
 دیکھو تو اپنے وحشیوں کی جامہ زینیاں
 اللہ رے حُسن پیرہنِ تار تار کا
 "جرمِ گزشتہ عفو کن و ماجرا میرس"
 مارا ہوا ہوں اس دلِ بے اختیار کا

مم

م

دنیا سے یاس جانے کو جی چاہتا نہیں

م

اللہ رے حُسن گلشنِ ناپائدار کا

، (۶)

وحشت تھی، ہم تھے، سائیہ دیوارِ یار تھا
 یا یہ کہو کہ سر پہ کوئی جن سوار تھا
 بگڑا چمن میں کل ترے وحشی کا جب مزاج
 جھونکا نسیم کا بھی اُسے ناگوار تھا
 لالے کا داغ دیکھ کے چتون بدل گئی
 تیور سے صاف رازِ جنوں آشکار تھا
 پہلے تو آنکھیں پھاڑ کے دیکھا ادھر ادھر
 دامن پھر اک اشارے میں بس تار تار تھا

ممم

ق:

اللہ سے توڑ نیچی نگاہوں کے تیر کا
 اُف بھی نہ کرنے پائے تھے اور دل کے پار تھا
 ٹھوکر جو آج کھائی ہے اُس مستِ ناز نے
 برہم ہے اب کہ بیچ میں کس کا مزار تھا
 نیرنگِ حُسن و عشق کی وہ آخری بہار
 تربت تھی میری اور کوئی اشک بار تھا
 جھک جھک کے دیکھتا ہے فلک آج تک اُسے
 جس سرزمین پہ میرا نشانِ مزار تھا
 لو اب کھلا بہار کے پردے میں تھی خزاں
 دھوکے کی ٹٹی یہ چمنِ روزگار تھا

ساحل کے پاس یاس نے ہمت بھی ہار دی

کچھ باتھ پاؤں رونا ظلم تو پار تھا

(۷)

جو دل نہیں رکھتا کوئی مشکل نہیں رکھتا
 مشکل نہیں رکھتا کوئی جو دل نہیں رکھتا
 کھینچے لیے جاتا ہے کہیں شوقِ شہادت
 دم لینے کی تاب اب دلِ بسمل نہیں رکھتا

ہوں ریگ کے مانند شب و روز سفر میں
 آوارہ وحشت کوئی منزل نہیں رکھتا
 مجبور ہوں کیا زور چلے جوشِ جنوں سے
 زنجیر کوئی پاؤں کے قابل نہیں رکھتا
 کعبے سے ہو یا دیر سے منزل پہ پہنچ جاؤں
 اک دُھن ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا
 مے خانے کو دیکھے کوئی ان آنکھوں سے غافل
 اک نور کا دریا ہے کہ ساحل نہیں رکھتا
 کوثر بھی کھینچ آئے تو یہ نیت نہیں بھرتی
 دریائے ہوس وہ ہے کہ ساحل نہیں رکھتا
 آیا نہ کوئی خواب میں بھی ملکِ عدم سے
 افسوس کہ اتنی بھی کششِ دل نہیں رکھتا
 لیلیٰ کو بھلا دیکھے گا کن آنکھوں سے مجنوں
 جب طاقتِ نظارہٴ محمل نہیں رکھتا

م

مم

ممم

کیوں یاسِ قفس میں بھی وہی زمرہ سخی

ایہا تو زمانے میں کوئی دل نہیں رکھتا

(۸)

جب حُسن بے مثال پر اتنا غرور تھا
آئینہ دیکھنا تمہیں پھر کیا ضرور تھا
چھپ چھپ کے غیر تک تمہیں جانا ضرور تھا
تھا بیچھے بیچھے میں بھی مگر دُور دُور تھا
ملکِ عدم کی راہ تھی، مشکل سے طے ہوئی
منزل تک آتے آتے بدن چور چور تھا
دو گھونٹ بھی نہ پی سکے اور آنکھ کھل گئی
پھر بزمِ عیش تھی نہ وہ جامِ سرور تھا
واعظ کی آنکھیں کھل گئیں پیتے ہی ساقیا
یہ جامِ مے تھا یا کوئی دریائے نور تھا

کیوں بیٹھے ہاتھ ملتے ہو اب، یاس کیا ہوا

اس بے وفا شباب پر اتنا غرور تھا

(۱۹۱۳ء)

(۹)

چلے چلو جہاں لے جائے ولولہ دل کا
دلیلِ راہِ محبت ہے فیصلہ دل کا

ہوائے کوچہ قاتل سے بس نہیں چلتا
 کشاں کشاں لیے جاتا ہے ولولہ دل کا
 گلہ کے ہے کہ قاتل نے نیم جاں چھوڑا
 تڑپ تڑپ کے نکالوں گا حوصلہ دل کا
 خدا بچائے کہ نازک ہے ان میں ایک سے ایک
 تنک مزاجوں سے ٹھہرا معاملہ دل کا
 دکھا رہا ہے یہ دونوں جہاں کی کیفیت
 کرے گا ساغرِ جم کیا مقابلہ دل کا
 ہوا سے وادیِ وحشت میں باتیں کرتے ہو
 بھلا یہاں کوئی سُنتا بھی ہے گلہ دل کا
 قیامت آئی کھلا رازِ عشق کا دفر
 بڑا غضب ہوا، پھوٹا ہے آبلہ دل کا
 کسی کے ہو رہو اچھی نہیں یہ آزادی
 کسی کی زلف سے لازم ہے سلسلہ دل کا
 پیالہ خالی اٹھا کر لگا لیا منہ سے
 نہ یاس کچھ تو شکل جائے حوصلہ دل کا

(۱۹۱۲ء)

بستیوں کو ترے دیوانے نے ویراں سمجھا
 گلشنِ دہر کو پُربوں بیاباں سمجھا
 کوچے کٹوا کے سرِ راہ گزر بیٹھا ہوں
 خاک اڑانے سے میں اے قیس اے آساں سمجھا
 قیس و فریاد سے پوچھے کوئی ایذاے فراق
 کوئی مشکل اے سمجھا کوئی آساں سمجھا
 سخت جانوں کو کہاں چھوڑ چلا او قاتل!
 تُو نے شاید کوئی دم کا ہمیں مہماں سمجھا
 پھر یہ سر ہوگا نہ یہ سجدہء شوق او کافر!
 آج سے تُو نے اگر مجھ کو مسلمان سمجھا
 کیا دل آویز ہے نظارۂ خونِ شہدا
 دامنِ یار کو میں صحنِ گلستاں سمجھا
 شاہدِ گل پہ کبھی آنکھ نہ ڈالی میں نے
 عارضی حُسن کو دو روز کا مہماں سمجھا
 تھی بہر حال مجھے خاطرِ صیادِ عزیز
 میں نے اس کینجِ قفس کو بھی گلستاں سمجھا

کون سا راز ہے اس خاک کے پتلے سے نہاں
 لیکن اپنے خطِ قسمت کو نہ انساں سمجھا
 ہوش جاتے رہے ساقی! انھیں آنکھوں کی قسم
 گردشِ چشم کو میں گردشِ دوراں سمجھا
 آپ کو جس نے محبت کی نظر سے دیکھا
 ستم و لطف کو ہر طرح وہ یکساں سمجھا
 وعدہ دید کجا اور دل بے تاب کجا
 فقط اُمید پہ کم بخت نے آساں سمجھا
 دھوپ میں تشنہ دیدار کھڑے ہیں لاکھوں
 کوچہ یار کو میں حشر کا میداں سمجھا
 وہ زمانے کے حوادث کا اثر کیوں لیتا
 شادی و غم کو جو اک خوابِ پریشاں سمجھا
 زندگی کشمکشِ رنج و محن میں گزری
 چار دیواری عناصر کو میں زنداں سمجھا

یاں اچھی نہیں گستاخی دستِ دشت

دامنِ یار کو کیا اپنا گریباں سمجھا

(۱۹۱۲ء)

اب چین گنہ گاروں کو دم بھر نہیں ملتا
 پیاسے ہیں اور آبِ دمِ خنجر نہیں ملتا
 خنجر اُنھیں ملتا ہے تو ہم کو نہیں پاتے
 جب ہم کو وہ پاتے ہیں تو خنجر نہیں ملتا
 اب ٹھوکریں کھانے کو بھی موجود ہے یہ سر
 جھنجلاتے ہیں کیوں آپ جو خنجر نہیں ملتا
 حیران ہوں پھر قبر میں نیند آتی ہے کیوں کر
 تکیہ نہیں ملتا کوئی بستر نہیں ملتا
 آتی ہے نہ آئے گی کبھی نیند شبِ ہجر
 جب تک ہمیں اب خاک کا بستر نہیں ملتا
 آرام سے سونے کی جگہ ہے تو لحد ہے
 دنیا میں تو راحت کا کوئی گھر نہیں ملتا
 رستے سے پلٹ جاتی ہے موت آ کے شبِ ہجر
 اندھیر ہے اس کو بھی مرا گھر نہیں ملتا
 کسریٰ کا محل بھی ہے ہمیں قبر سے بدتر
 آرام کہیں گھر کے برابر نہیں ملتا

حیران ہیں آوارہ صحرائے محبت
 اس دشتِ بلا میں کوئی رہبر نہیں ملتا
 م م یوں نقشِ قدم دیکھ کے کھاتے ہو پچھاڑیں
 کیا قافلے سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا
 بس اس کے سوا اور نہیں کوئی شکایت
 ملتا ہے مگر دل سے ستم گر نہیں ملتا
 م م آخر نگہِ شوق اثر کر گئی ظالم
 دل تھا، کوئی پتھر نہ تھا، کیوں کر نہیں ملتا
 م م اب زخمِ جگر کاش بگڑ جائے تو اچھا
 خود چھیڑ دوں لیکن کوئی، نشتر نہیں ملتا
 م لہ سوے خم مجھے کر ڈٹ ہی لو دے
 ساغر تو کوئی اسے دلِ مضطر نہیں ملتا
 م م کچھ دل کی لگی اور بھڑک جاتی ہے ساقی
 ملتا بھی ہے اک جام تو بھر کر نہیں ملتا
 م کیوں یاسِ یو نہی دور سے مُنہ تکتے رہو گے
 بے مانگے تو اس بزم میں ساغر نہیں ملتا

انساں کو رہے حفظِ مراتب کا بھی کچھ دھیان

یوں اُس سے یو یاس جو تھلک کر نہیں ملتا

دل بے تاب کو کب وصل کا یارا ہوتا م
 شادی دولت دیدار نے مارا ہوتا
 شبِ غم زہر ہی کھانے کا مزہ تھا ورنہ
 انتظارِ سحر وصل نے مارا ہوتا
 شبِ بھراں کی بلا ٹالے نہیں ٹلتی ہے م
 بھور کر دیتے اگر زور ہمارا ہوتا
 آنی جس شان سے مدفن میں سواری میری م
 دیکھتے غیر تو مرنا ہی گوارا ہوتا
 کیوں نہ سینے سے لگی رہتی امانت تیری
 داغِ دل کیوں نہ ہمیں جان سے پیارا ہوتا
 سر جھکائے تری اُمید پہ بیٹھے ہیں ہم
 قاتلِ اس بارِ امانت کو اُتارا ہوتا
 ایک ہو جاتی ابھی کافر و دیں دار کی راہ م
 اگر اُن جُٹی بھوؤں کا اک اشارا ہوتا
 بھگتی جاتی ہے رات اور ابھی صحبت ہے گرم م
 جام لب ریزِ اسی عالم میں ہمارا ہوتا

نگہ لطف سے محروم ہوں اب تک ساقی م
 صفِ آخر کی طرف بھی اک اشارا ہوتا
 دُور سے ساغر و مینا کو کھڑا تکتا ہوں م
 دل کوئی رکھتا تو مجھ کو بھی پکارا ہوتا
 دُور اتنی نہ کبھی کھینچتی عدم کی منزل م
 کاش کچھ نقشِ قدم ہی کا سہارا ہوتا
 یاسِ اب آپ کہاں اور کہاں بانگِ جرس م
 کون اس وادیِ غربت میں تمھارا ہوتا
 دیکھتے رہ گئے یاسِ آپ نے اچھا نہ کیا م
 ڈوبتے وقت کسی کو تو پکارا ہوتا

صورتِ ظاہری اک پردہ تارکِ تھی یاسِ م

حُسنِ معنی کا کن آنکھوں سے نظارا ہوتا
 (۱۹۱۳ء)

(۱۳)

روشن تمام کعبہ و بُت خانہ ہو گیا م
 گھر گھر جمالِ یار کا افسانہ ہو گیا
 صورتِ پرست کب ہوئے معنی سے آشنا م
 عالمِ فریب طور کا افسانہ ہو گیا

چشمِ ہوس ہے شیفۂ حُسنِ ظاہری

مم

دل آشنائے معنی بیگانہ ہو گیا

اعجازِ عشق دیکھو وہی پُر غبارِ دل

مم

آئینہ دارِ جلوۂ حسانانہ ہو گیا

تکتا ہے یار ہر طرف آئینہ خانے میں

م

شاید کسی پر آپ بھی دیوانہ ہو گیا

پر چھاواں اپنا مجھ پہ نہ ڈالیں جنابِ عشق

مم

جس گھر میں جلوہ گر ہوئے ویرانہ ہو گیا

آساں نہیں ہے آگ میں دانستہ کو دنا

م

دیوانہ شوقِ وصل میں پروانہ ہو گیا

کیفیتِ حیات تھی دم بھر کی میسماں

مم

لب ریز پیتے ہی مرا پیمانہ ہو گیا

اشکوں سے جام بھر گئے ساقی کی یاد میں

کچھ تو آں مجلسِ رندانہ ہو گیا

دیر و حرم بھی ڈھ گئے جب دل نہیں رہا

م

سب دیکھتے ہی دیکھتے ویرانہ ہو گیا

کل کی ہے بات جوش پہ تھا عالمِ شباب

ممم

یادش بخیر آج اک افسانہ ہو گیا

زنجیر پھر بلا دی نسیم بہار نے

پھر باہر آپ سے ترا دیوانہ ہو گیا

آئینہ دیکھتا ہے گریباں کو پھاڑ کر

وحشی اب اپنا آپ ہی دیوانہ ہو گیا

کیا جانے آج خواب میں کیا دکھایا ہے

کیوں چونکتے ہی آپ سے بیگانہ ہو گیا

(۱۹۱۳ء)

(۱۴)

بر غزلِ غالب

پیش خیمہ موت کا خواب گراں ہو جائے گا

سیکڑوں فرسنگ آگے کارواں ہو جائے گا

قالبِ خاکی کہاں تک ساتھ دے گا روح کا

وقت آ جانے دو اک دن امتحاں ہو جائے گا

چُپکے چُپکے ناصحا، پچھلے پہر رو لینے دے

کچھ تو ظالم، چارہ دردِ نہاں ہو جائے گا

شب کی شب مہماں ہے یہ ہنگامہ عبرت سرا

صبح تک سب نقشِ پائے کارواں ہو جائے گا

چشمِ نامحرم کجا اور جلوہٗ محشر کجا

پردہٗ عصمت وہاں بھی درمیاں ہو جائے گا

اشک ٹپکے یا نہ ٹپکے دل بھر آئے گا ضرور م

آہ کرنے دیجیے آپ امتحاں ہو جائے گا

سایہ دیوار سے لپٹے پڑے ہو خاک پر م

اٹھ چلو ورنہ وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

یاں اس چرخِ زمانہ ساز کا کیا اعتبار

مہرباں ہے آج کل نامہرباں ہو جائے گا

(۱۵)

آپ سے آپ عیاں شاید معنی ہوگا م

ایک دن گردشِ افلاک سے یہ بھی ہوگا

آنکھیں بنوائے پہلے ذرا اے حضرت قیس! م

کیا انھیں آنکھوں سے نظارہ لیلیٰ ہوگا

خلوتِ خاص کجا اور کجا اہل ہوس

وعدہ دید فقط بہر تسلیٰ ہوگا

شوق میں دامنِ یوسف کے اڑیں گے ٹکڑے م

دستِ گستاخ سے کیا دور ہے یہ بھی ہوگا

لاکھوں اس حُسن پہ مر جائیں گے دیکھا دیکھی

کوئی غش ہوگا کوئی محوِ تجلیٰ ہوگا

حُسنِ ذاتی بھی چُپائے سے کہیں چُھپتا ہے
 سات پردوں سے عیاں شاید معنی ہوگا
 اپنی اپنی سب اسیرانِ قفس گاتے ہیں کیوں
 فصلِ گل آئی تو کیا حکمِ ربانی ہوگا؟
 ہوش اڑیں گے جو زمانے کی ہوا بگڑے گی
 چار ہی دن میں خزاں گلشنِ ہستی ہوگا
 داغِ احباب مرا ساتھ نہ چھوڑے گا کبھی
 ہو نہ ہو گوشہٴ دل میں کہیں مخفی ہوگا
 چشمِ خوں بار سے شرما گئی سادون کی جھڑی
 مگر اے چرخِ ترا دل کبھی خالی ہوگا؟
 اور اُڈے گا دلِ زار جہاں تک پھیردو
 یہ بھی کیا کوئی خزانہ ہے کہ خالی ہوگا
 دل ہے اک جامِ خدا ساز پُر از کیفیت
 شادی و غم سے کسی حال نہ خالی ہوگا
 دل دھڑکنے لگا پھر صبحِ جدائی آئی
 پھر وہی درد وہی پہلوے خالی ہوگا
 کالے کوسوں نظر آتی ہے عدم کی منزل
 دوشِ احباب پہ مُردہ مرا بھاری ہوگا

۴

۴

۴۴۴

۴۴

۴۴

یہ تو فرمائیے کیا ہم میں رہے گا باقی
دل اگر دردِ محبت سے بھی خالی ہوگا

ایک چلو سے بھی کیا یاس رہو گے محروم

بزمِ مے ہے تو کوئی صاحبِ دل بھی ہوگا
(۱۹۱۳ء)

(۱۶)

اجل کو کیا خبر دل میں اسیروں کے جوارِ ماں تھا م م م
نکلے پٹھتے دن تھے، بہار آنے کا سماں تھا
نگاہِ واپس نے کیا بھیانک سین دیکھے ہیں م م
تمام اک ہو کا عالم تھا بیاباں ہی بیاباں تھا
بہت تڑپی بہت شرمائی روح اُس وقت اسے قاتل م م
لہوا پنا ترے دامن سے جب دست و گریباں تھا
وہی سر ہے کہ اب سنگِ حوادث کا نشانہ ہے
یہی سر تھا کہ جس پر سایہ دیوارِ جاناں تھا
ذریِ خاطر نے کی افسوس، ظالمِ فاقہ مستوں نے
شبابِ انِ مفلسوں کا کیا کوئی ناخواندہ مہماں تھا
قفس کا در کھلا لیکن کسے ہے رخصتِ پرواز
خیالِ خام تھا، دل میں اسیروں کے جوارِ ماں تھا

۴۴ نہ پوچھو ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے حیراں ہوئیں آنکھیں

عدم کا قافلہ تھا یا کوئی خواب پریشاں تھا

۴۴۴ سہانی چھاؤں تاروں کی، وہ سناٹا، وہ محویت

مری جاں، یاد آیا مے کہ شب کی شب تو مہماں تھا

۴۴ کہاں ممکن تھی جیتے جی یہ سیرِ عالم بالا

طلسماتِ عناصرِ یاسِ اک تاریک زنداں تھا

(۱۷)

۴۴ نقاب اُن کا اُلٹنا، وحشیوں کی رُت بدل جانا

گریباں پھاڑ لینا اور صحرا کو شکل جانا

نہیں معلوم کیا جادو بھرا تھا چشمِ پُر فن میں

پلٹ کر دیکھ لینا اور فریبِ حُسن چل جانا

غرورِ حُسن، کیا کھنکھاتا ترے اس نازِ بے جا کا

کسی محوِ طلب کو دیکھ کر تیور بدل جانا

۴ تماشاے چمن سے چشمِ آخر ہیں کو کیا حاصل

فقط انجامِ حسرت پر کفِ افسوس مل جانا

۱۔ ممکن ہے معترض یہاں دھوکا کھا جائے۔ یاس

۲۔ "وحشیوں کی رت بدل جانا" مجازاً کھا گیا ہے اور میرا تصرف ہے۔ یاس

غضب کی بولتی تصویریں ہیں یہ خاک کے پُتلے

دلِ ناداں ، ستم ہے ان کی باتوں میں بہل جانا
نگاہِ واپسیں ، ایسا تماشا پھر کہاں ممکن

تمام احباب کا بالیں سے ایک اک کر کے ٹل جانا
پڑا رہنا بُرا کیا تھا ذرا تسکین تھی دل کو

بلائے جاں ہوا بیمار کا غش سے سنہل جانا
دیارِ بے خودی میں ٹھوکریں کھانے دو مستوں کو

غضب ہے آپ میں آنا قیامت ہے سنہل جانا
اسیروں کے لیے اک حسرتِ پرواز کیا کم تھی

مگر بادِ صبا کا پھر چُھری کی طرح چل جانا
کے اُمید تھی ظالم کہ ہوگا خاتمہ بالآخر

ترا کروٹِ لوانا اور میرا دم نکل جانا

یہ سب کشتِ ہوس منی ہے سرسبزی سے کیا حاصل

نالِ خرمنِ حسرت ہے یاں آخر کو جل جانا

(۱۸)

عشق کا ہرگز نہ لیتا نام مجنوں عمر بھر

پھوڑتا سر کو جو سُنتا کو بہن کی سرگزشت

دشت نے دامن اڑھایا، غسلِ شبِ نعم نے دیا
بس یہ ہے تیرے شہیدِ بے کفن کی سرگزشت

کون اس دنیا کا قصہ کہہ سکا تا انتہا

ہے ادھوری آج تک اس پیرزن کی سرگزشت

(۱۹)

دیتی ہے وحشتِ دل پھر مجھے تعبیرِ بہار
جلوہ گر خواب میں رہنے لگی تصویرِ بہار
سلسلہ چھڑ گیا پھر دل کی گرفتاری کا
پھر نسیم آج ہلانے لگی زنجیرِ بہار
حسن اور عشق کی دنیا میں پڑے گی ہلچل
فتنہ انگیز و جنوں خیز ہے تاثیرِ بہار
تنگ آنے لگے دیوانے گریبانوں سے
کچھ تو اسے دستِ جنوں، چاہیے تدبیرِ بہار

دوڑی جاتی ہے گھٹا سونے چمن بادہ کشا

پردہ غیب سے ہونے لگی تدبیرِ بہار

(۱۹۱۳ء)

قفس نصیبوں کو تڑپا گئی ادائے بہار م

چھری سی دل پہ چلی، جب چلی ہوائے بہار

کوئی تو جرعد کش جامِ ارغوانی ہو

کسی کو ہجر کے غم میں لہو رُلائے بہار

ہو! میں آج کل اک دھیمی دھیمی وحشت ہے م

اسی زمانے سے شاید ہے ابتداء بہار

نسیم صحنِ چمن میں پچھاڑیں کھاتی ہے

تو دل کو اور بھی تڑپاتی ہے ادائے بہار

قفس پہ رکھیو نہ صیاد بار پھولوں کا م

کہیں اسیروں کو ظالم نہ یاد آئے بہار

کھڑی ہوئی ہے عصا ٹیکے زرگس بیمار م

اس انتظار میں ہے، دیکھیے کب آئے بہار

سفید بالوں پہ کیا رنگ دے رہا ہے خضاب

اب ابتداءِ فزاں ہے اور انتہائے بہار

(۱۹۱۲ء)

ہو! میں وحشت اور دھیمی دھیمی وحشت، کوئی نے نہ مانے مگر یہ میرا اعتراف ہے۔ یہاں

(۲۱)

دیتی ہے وحشتِ دل فصلِ بہاراں کی خبر
اب کہاں وحشیوں کو جیب و گریباں کی خبر
اے نسیمِ سحری، ساتھ مرا کیا دے گی
باغ سے نکلا تو لاؤں گا بیاباں کی خبر
چشمِ پُرفن نے زمانے پہ کیا وہ جادو
ہوش ہے دیں کا کسی کو نہ ہے ایماں کی خبر
گل پریشانی سنبل پہ ہنسا کرتے ہیں
اور رکھتے نہیں خود چاکِ گریباں کی خبر
گلشنِ دہر میں راحت بھی ہے اور رنج بھی ہے

۴۴

۴۴

دیتی ہے صبحِ وطنِ شامِ غریباں کی خبر

(۲۲)

وحشتِ دل بڑھ چلی فصلِ بہاراں دیکھ کر
ہر گھڑی رہ جاتا ہوں سوئے گریباں دیکھ کر
پاؤں رکھتے ہیں کہیں، وحشت میں پڑتا ہے کہیں
سیرِ صحرا کو چلے سیرِ گلستاں دیکھ کر

۱۳۸

جام و مینا و سببِ خونِ دل سے بھر گئے
ہم لہو روئے جوئے خانے کو ویراں دیکھ کر
جامِ مے ہونٹوں تک اپنے آتے آتے گر گیا
رہ گئے خاموش سُوئے چرخِ گرداں دیکھ کر
وصل کی شب میں جو یاد آئی مصیبت بھر کی
چونک چونک اٹھتے ہیں ہم خواب پریشاں دیکھ کر
گر کئی نظروں سے دنیا جب سر بالیں وہ آئے
پھر نہ کھولی آنکھ میں نے رُوئے جاناں دیکھ کر

لوگ کہتے ہیں کہ ذکرِ عیش نصفِ عیش ہے

یاد کر صبحِ وطن ، شامِ غریباں دیکھ کر

(۱۹۱۰ء)

(۲۳)

بر غزلِ جلال

اُڑتے ہیں ہوش گردشِ لیل و نہار دیکھ کر
آج وہی قفس ہے پھر سیرِ بہار دیکھ کر
چونکا ہوں خواب سے ابھی محفلِ یار دیکھ کر
سکتے ہیں ہوں دو رنگِ لیل و نہار دیکھ کر
سیرِ بہارِ آخری پھر کہیں یاد آ نہ جائے
پتلیں گے سر قفس پہ ہم پھولوں کے بار دیکھ کر

عالم شوق میں اسیر ہو گئے باہر آپ سے
 چل بے آمد آمد فصل بہار دیکھ کر
 مستوں کی خاک کو فلک فیضِ کرم سے رکھ معاف
 بھٹکے گی روح سایہ ابر بہار دیکھ کر
 کاش مرا چراغِ زیست قبلِ سحر خاموش ہو
 آنکھیں نہ جانے کیا دکھائیں محفلِ یار دیکھ کر
 خوب ہوا کہ اہل بزم پیتے ہی پیتے مر گئے
 جوِ فلک اٹھاتے کیوں رنگِ خمار دیکھ کر
 ہول ہی ہے ساقیا، مستوں کا دم نکل نہ جائے
 صبح کو تیری آنکھ میں کفِ خمار دیکھ کر
 ایسی پلا کہ ساقیا فکر نہ ہو نجات کی
 نقشہ کہیں اتر نہ جائے روزِ شمار دیکھ کر
 مرنے کے بعد بھی مری پیٹھ لگی نہ قبر سے
 کھاتے ہو کیوں پچھاڑیں اب سُوئے مزار دیکھ کر
 منظرِ یاس نے تمھیں آج لہو رُلا دیا
 شعلہٴ دل بھڑک اٹھا شمعِ مزار دیکھ کر
 آنکھیں بھی ملتے ہیں مگر سو جھٹا کچھ نہیں ہے اب
 چونکے ہیں خواب سے جو ہم، جلوۂ یار دیکھ کر

آئینہ سکندری ، جامِ جم اور قلبِ صاف م
 آنکھوں سے آج گر گئے رُوئے نگار دیکھ کر
 آنکھیں دکھاتے ہیں حبابِ چشمِ ہوس کو بار بار م
 محوِ طلسمِ بندیِ نقش و نگار دیکھ کر
 اہلِ ہوس کجا ، کجا جلوۂ صبر آزما م
 تاب نہ لائے غش ہوئے آخرِ کار دیکھ کر
 آبلہ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہوئے م
 سوچا پھر آنکھ سے نہ کچھ منزلِ یار دیکھ کر
 دیکھتے دیکھتے ہی یاسِ بالِ سفید ہو چلے م

چونکو ذرا دورنگی لیں و نہار دیکھ کر
 (۱۹۰۹)

(۲۴)

آنکھ کا مارا مرے نزدیک آزاری نہیں م
 اور جو سچ پوچھو تو اچھی کوئی بیماری نہیں
 کہ رہا ہوں قابلِ مرہم نہیں زخمِ جگر م
 چارہ سازو یہ دل آزاری ہے غمِ خواری نہیں
 پھینک دو آئینہ دل کو جو گاہک اُٹھ گئے م
 اب کہیں بازار میں اس کی خریداری نہیں

کیسے کیسے رنگ لاتی ہے بہار آنے تو دو
 چشمِ زرگس کی یہ عیاری ہے بیماری نہیں
 دیکھتے ہی دیکھتے بدلا زمانے کا یہ رنگ م
 پھولوں میں خوشبو، حسینوں میں وفاداری نہیں
 چھوڑ کر جائیں کہاں اب اپنے ویرانے کو ہم م
 کون سی جا ہے جہاں حکمِ خزاں جاری نہیں
 او دلِ مضطر ٹھہرا، اک آہ کی بس دیر ہے م
 یا ہمیں باقی نہیں یا چرخِ زنگاری نہیں
 صبر کتنا ہے کہ رفتہ رفتہ مٹ جائے گا داغ م
 دل یہ کتنا ہے کہ بُجھنے کی یہ چنگاری نہیں
 جلوہ گر رہنے لگا چشمِ تصور میں کوئی م
 حضرتِ دل، بے سبب راتوں کی بیداری نہیں
 عالمِ رویا میں اپنے پاس آیا ہے کوئی م
 او دلِ وحشی ٹھہرا، یہ وقتِ بیداری نہیں
 دردِ دل صیاد کو کچھ کچھ سنایا چاہیے م
 گھٹ کے مر جاؤں تو پھر لطفِ گرفتاری نہیں
 جھیل لیں گے ہجر کے مارے قیامت کا بھی دن م
 آج کی شب تو کئے پھر کوئی دشواری نہیں

منزلِ مقصود تک اللہ پہنچائے گا یا سَ

تھوڑی ہمت شرط ہے پھر کوئی دشواری نہیں

(۱۹۱۱ء)

(۲۵)

گے میں بانہیں ڈالے چین سے سونا جوانی میں

کہاں ممکن پھر ایسا خواب دیکھوں زندگانی میں

دلِ بے تابِ عاشق کو جلا کر خاک کر ڈالا

اثر تھا برقِ سوزاں کا صدائے لن ترانی میں

گے شوقِ شہادت میں ہوئے ہیں خشک اوقاتل!

خبر لے، بسملوں کا دم ہے اب خنجر کے پانی میں

جھکے ہیں دونوں مارے شوق کے تصویرِ ابرو پر

کہیں تلواریں کھینچ جائیں نہ اب بہزاد و مانی میں

اڑا کر خاکِ تربت لے گئی بادِ صبا آخر

پہنچنا یار تک مشکل تھا ایسی ناتوانی میں

جو رو رو کر کہا میں نے تو سمجھے تم کہ شکوہ تھا

اسی کو اپنی بیٹی لوگ کہتے ہیں کہانی میں

گریباں میں مٹھا اپنا ڈال کر اب شب کو روتے ہیں

نہیں معلوم کیا کرتے رہے عہدِ جوانی میں

گرفتاری کو ہم بہتر سمجھتے ہیں رہائی سے

۵

نہیں معلوم کیا دیکھا طلسمِ زندگانی میں

غنیمت جان اُس کو چے میں تھک کر بیٹھ جانے کو

۴۴۴

کے دم بھر بلا آرام دورِ آسمانی میں

جو پہلے درد تھا اب داغ بن کر دل میں روشن ہے

۴۴۵

بس اتنا فرق پاتا ہوں ضعیفی اور جوانی میں

تڑپ جاتے ہیں حسن و عشق کا جب نام آتا ہے

اسی سے بس سمجھ لو یاں کیا ہوں گے جوانی میں

۰ (۲۶)

بر غزلِ عشق

خدا معلوم، کیسا سحر تھا اُس بُت کی چتون میں

چلے جاتی ہیں اب تک چشمکِ شیخ و برہمن میں

چھپیں گے کیا اسیرانِ بلا صحرا کے دامن میں

محبتِ دام کی پھر کھینچ کر لائے گی گلشن میں

حجاب اُٹھا، زین سے آسماں تک چاندنی چھٹکی

۵

گن میں چاند تھا جب تک چھپے بیٹھے تھے چلمن میں

کنکھریوں سے جو ہم کو بزم میں تم دیکھ لیتے ہو

۵۵

کھٹک جاتے ہیں کانٹے کی طرح ہم چشمِ دشمن میں

۱۴۴

کنارِ آب جو بیٹھے ہیں مستِ نکستِ ساغر م

نظرِ سُوئے فلک اور ہاتھ ہے مینا کی گردن میں م
گلا گھٹنے لگا اب تنگ آیا ہوں گریباں سے م

جنوں نے واہ کیا پھانسی لگائی میری گردن میں م
بہت دستِ جنوں نے گدگدایا جب تو کیا کرتے م

اتاریں بیڑیاں اور پہنے دُہرے طوقِ گردن میں م
بتاؤ سیرِ صحرا کی کوئی تدبیر وحشی کو م

گریباں میں تو ہاتھ اُلجھا، پھنسا ہے پاؤں دامن میں م
ملا دے خاک میں اسے چرخِ اس اُجرے ہوئے گھر کو م

کہ اپنی روح تک بے چین ہے اب خانہٴ تن میں م
تھکے ماندے سفر کے، سو رہے ہیں پاؤں پھیلائے م

یہ سب مرم کے پہنچے ہیں بڑی مشکل سے مدفن میں م
جو ہر دم جھانکتے تھے روزِ دیوارِ زنداں سے م

انہیں پھر چین آیا کس طرح تاریک مدفن میں م
کے معلوم داغِ آتشیں سے دل پہ کیا گزری م

سدا رہے ٹھنڈے ٹھنڈے سونپ کر سب ہم کو مدفن میں م
کجا موسیٰ، کجا مقصودِ سبحان الذی اسری م

رگڑ کر ایڑیاں بس رہ گئے وادیِ ایمن میں

حجابِ نازِ بے جایاں جس دن یچ میں آیا

اُسی دن سے لڑائی ٹھن گئی شیخ و برہمن میں

(۱۹۱۲ء)

(۲۷)

کچھ زرد زرد پتے نشان جو خزاں کے ہیں
نیرنگِ دل فریب یہ سب آسماں کے ہیں
اک آگ سی لگی ہے زمانے میں ہر طرف
کیا جانے زمزمے یہ کس آتشِ زباں کے ہیں
ہم دل جلوں کو حزن و الم سے ہے سوز و ساز
اندازِ زمزموں میں بھی آہ و فغاں کے ہیں
یہ بھی تو ہیں غراب اُسی چشمِ مست کے
پرہیزگار حضرتِ واعظ کہاں کے ہیں
اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ جاتا ہے بانگِ جرس پہ دل
دیکھ انے فلک، یہ حوصلے اس ناتواں کے ہیں

کزرے ہوئے زمانے لی اب یاد کیا ضرور

چرچے نفسِ نسیبوں میں کیوں آشیاں کے ہیں

یکساں کبھی کسی کی نہ گزری زمانے میں
 یادش بخیر، بیٹھے تھے کل آشیانے میں
 صدے دیے تو صبر کی دولت بھی دے گا وہ م
 کس چیز کی کمی ہے سخی کے خزانے میں
 غربت کی موت بھی سبب ذکرِ خیر ہے م
 گر ہم نہیں تو نام رہے گا زمانے میں
 دم بھر میں اب مریض کا قصہ تمام ہے م
 کیوں کر کہوں، یہ رات کٹے گی فسانے میں
 نکلی اب اپنی روح طلسم کشیف سے م
 ہیں جلوہ گر ہم آج اک آئینہ خانے میں
 ساقی میں دیکھتا ہوں زمیں آسماں کا فرق م
 عرشِ بریں میں اور ترے آستانے میں
 کیا مے کدے کی آب و ہوا راس آگئی م
 مرکر بھی دفن ہیں ہم اسی آستانے میں
 دل میں بہارِ چہرہ رنگیں کا دھیان ہے م
 یا جلوہ بہشت ہے آئینہ خانے میں

م اب کیا چھڑاؤ گے اس اسیر ہوس کو تم

زلفوں سے دل نکل کے پھراٹکے گا شانے میں

م فصلِ شباب آتے ہی دیوانے بن گئے

کیا کیا نہ سانگ لاتے ہیں لوگ اس زمانے میں

م دیواریں پھاند پھاند کے دیوانے چل بے

خاک اڑ رہی ہے چار طرف قید خانے میں

م صیاد اس اسیریؔ پہ سو جاں سے میں فدا

دل بستگی قفس کی کھماں آشیانے میں

م م رہ رہ کے جیسے کان میں کہتا ہے یہ کوئی

ہوں گے قفس میں کل جو ہیں آج آشیانے میں

م م م افسردہ خاطروں کی خزاں کیا، بہار کیا

کنجِ قفس میں مر رہے یا آشیانے میں

م م م ہم ایسے بدنصیب کہ اب تک نہ مر گئے

آنکھوں کے آگے آگ لگی آشیانے میں

م دیوانے بن کے اُن کے گلے سے لپٹ بھی جاؤ

کام اپنا کر لو یا س بہانے بہانے میں

(۱۹۱۲ء)

ہاں اسیریؔ کی سی اسلی نہیں ہے لہذا کراٹے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے یہ پابندی اپنے اوپر لازم نہیں لی ہے۔ نہ استغونے اس کی پابندی لی ہے۔ یا س

ساقیا، آج یہ کیا ظلم و ستم دیکھتے ہیں م
 پہلوے خم میں ہیں غیر، آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں
 اپنے دامن سے وہ ساغر کو چھپا کر دینا م
 ساقیا، ہم تو یہ اندازِ کرم دیکھتے ہیں
 کیا ہوا چلتی ہے مے خانے میں سبحان اللہ
 ہر طرف چھایا ہوا ابرِ کرم دیکھتے ہیں
 طرفِ کیفیت اٹھاتے ہیں خرابات میں رند م
 نشے میں سیرِ گلستانِ ارم دیکھتے ہیں
 سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں کس شوق سے رند م م م
 جام پر گردنِ مینا کو جو خم دیکھتے ہیں
 ہے جہاں یادِ خدا دل میں وہیں یادِ صنم
 ایک جا کیفیتِ دیر و حرم دیکھتے ہیں
 جلوہ گر چشمِ تصور میں ہے نیرنگِ جہاں
 دل میں ہم کیفیتِ ساغرِ جم دیکھتے ہیں
 خاک اڑانے پہ جو ہنستے تھے ترے کوچے میں م م م
 اب وہ جنت میں مرا جاہ و حشم دیکھتے ہیں

جلوہٴ شاہدِ مقصود نظر آتا ہے
 جس گھڑی چہرہٴ زیبائے صنم دیکھتے ہیں
 بزم میں بھولے سے لڑ جاتی ہے جس وقت نظر
 وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور اُنھیں ہم دیکھتے ہیں
 واے حسرت کہ شبِ وصل بھی جاگے نہ نصیب
 بے خبر سوتے ہیں وہ، آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں
 دل دھڑکتا ہے کہ دم بھر میں اسے بھی ہے زوال
 سر پہ جب سایہٴ دیوارِ صنم دیکھتے ہیں
 روح گھبراتی ہے جب موت کا دھیان آتا ہے
 چونک چونک اٹھتے ہیں جب خوابِ عدم دیکھتے ہیں
 آخری وقت ہے اور گور میں لٹکائے ہیں پاؤں
 منزلِ عمر کو اب زیرِ قدم دیکھتے ہیں
 کیا دے پاؤں نکل جاتا ہے یہ عہدِ شباب
 پیرِ جھک جھک کے عبث نقشِ قدم دیکھتے ہیں
 لے اڑی نکستے مے بادہ کشوں کو ساقی
 فرش سے عرش تک اب زیرِ قدم دیکھتے ہیں
 ہاتھ بڑھتا نہیں تقدیر کی کوتاہی سے
 آخری جام ہے اور دُور سے ہم دیکھتے ہیں

م

م

م

مم

مم

مم

گلشنِ دہر ہے یا کوئی ظلمِ حیرت
شادی و غم کو جہاں یاسِ بہم دیکھتے ہیں
(۱۹۱۲ء)

(۳۰)

شکوۂ دردِ جگر اے مہرباں، کیوں کر کریں
آپ سُن کیوں کر سکیں اور ہم بیاں کیوں کر کریں
اپنی بیتی پھر سنائیں گے کبھی اے مہرباں !
شب کی شب میں ختم ساری داستاں کیوں کر کریں
سیکڑوں ہی فتنہء خوابیدہ جاگ اُٹھیں گے پھر
نیند سے چونکا کے اُن کو سرگراں کیوں کر کریں
پھر گیا تلوار کا مُنہ اُم گئے بازوئے دوست
کیوں اجلِ اس کی تلافی سخت جاں کیوں کر کریں
آتی ہے پچھلے پہر بس دل دھڑکنے کی صدا
رازدارانِ وفا آہ و فغاں کیوں کر کریں
پھاندنا دیوارِ جنت کا تو آساں ہے مگر
آپ کے دل میں جگہ اے مہرباں، کیوں کر کریں
انقلابِ دہر نے آنکھوں کو اندھا کر دیا
آخر اب نظارۂ فصلِ خزاں کیوں کر کریں

ناتوانی کا بُرا ہو، آہ کر سکتے نہیں

کیوں فلک، اب جذبِ دل کا امتحاں کیوں کر کریں
اسِ طلسمِ دہر میں سر بھی اُٹھا سکتے نہیں

کشمکش میں سیرِ نیرنگِ جہاں کیوں کر کریں
سر پٹکتے ہیں عبثِ نقشِ قدم پر دیر سے

آبلہ پا جستجوئے کارواں کیوں کر کریں
ہوش میں پھر کون تھا جب دُرد کا ساغر چلا

آخرِ شب کی وہ کیفیت بیاں کیوں کر کریں
باتھ پھیلایا نہ جائے گا بھری محفل میں آج

صبر کی دولت کو ساقی رائگاں کیوں کر کریں
جھوم کر اُٹھتے ہیں لیکن پھر سنبھل جاتے ہیں مست

سامنا ساقی کا ہے گستاخیاں کیوں کر کریں
پھاڑے کھاتی ہے ہمیں یہ لگمی پوشاکِ یاس

جامِ تن کی بتاؤ دھجیاں کیوں کر کریں

(۳۱)

پچھلے کو اُٹھ کھڑا نہ ہو دردِ جگر کہیں
پہنچے نہ اڑتے اڑتے کہیں سے خبر کہیں

کفیتِ حیات سے خالی ہوا ہے دل

او ساقیِ ازل، مرا پیمانہ بھر کہیں!

مر جائیں گے تڑپ کے اسیرانِ بد نصیب

سُن پائیں گے جو مُشرکہ و حشت اثر کہیں

بھڑکا کیے مرقعِ عالم کے حُسن پر

ٹھہری کبھی نہ اہلِ ہوس کی نظر کہیں

آخر حجاب و شرم کی حد بھی ہے مہرباں

پردہ اُلٹ نہ دے مری آہِ سحر کہیں

دن وعدۂ وصال کا نزدیک آ چکا

پھر دیر کیا ہے یاسِ ارے کج بخت مر کہیں

(۱۹۱۳ء)

(۳۲)

کیسی کیسی بستیاں دو دن میں ویراں ہو گئیں

دیکھتے ہی دیکھتے گردِ پریشاں ہو گئیں

شغلِ مے کب تک یہ ساقی آنکھیں جھک آئیں بہت

رات بھگی اور زلفیں بھی پریشاں ہو گئیں

پھرتی ہیں آنکھوں میں ساقیِ شب کی وہ کیفیتیں

دیکھتے ہی دیکھتے خوابِ پریشاں ہو گئیں

طاقتِ مجنوں کجا، نظارۂ لیلیٰ کجا
پردہٴ محمل اٹھا اور آنکھیں حیراں ہو گئیں

عرصہٴ قیدِ حیات اب وحشیوں پر تنگ ہے
چار دیوارِ عناصر بل کے زنداں ہو گئیں

راسِ آنی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا

یاس کیا کیا صحبتیں گردِ پریشاں ہو گئیں

(۱۹۱۳ء)

(۳۳)

فکرِ قدیم

غزاں کے جور سے واقف کوئی بہار نہ ہو
کسی کا پیرہنِ حُسنِ تارِ تار نہ ہو
برنگِ سبزۂ بیگانہ روند ڈالے فلک
مجھے، بہار بھی آئے تو سازوار نہ ہو
غزاں کے آتے ہی گلچیں نے پھیر لیں آنکھیں
کسی سے کوئی وفا کا اُمیدوار نہ ہو
ٹھہر ٹھہر دلِ وحشی، بہار آنے دے
ابھی سے بہرِ خدا اتنا بے قرار نہ ہو
ٹپک کے آنکھوں سے آئے لو جو دامن تک
تو اس بہار سے بہتر کوئی بہار نہ ہو

حیا کی بات ہے اب تک قفس میں زندہ ہوں
 جہن میں جاؤں تو زرگس سے آنکھ چار نہ ہو
 بہار آئی ہے گھٹ گھٹ کے جان دے بلب
 قفس میں نکست گل کی اُمیدوار نہ ہو
 اشارہ گل و بلب پہ چشمک زرگس
 الہیؑ راز کسی کا بھی آشکار نہ ہو
 بچھا ہے دامِ تمنا اسیر ہو بلب
 قفس کی یاد میں اس طرح بے قرار نہ ہو
 اسیر دام نہ ہونا ذرا سنبھل اے دل!
 خیال گیسوے پر خم گلے کا بار نہ ہو
 جو دیکھ لے مجھے ساقی نشیلی آنکھوں سے
 یہ مست پھر کبھی شرمندہ خمار نہ ہو
 عبث ہے ذکرِ شرابِ طہور او واعظ!
 وہ بات کر جو کسی دل کو ناگوار نہ ہو
 وصال جب نہیں ممکن تو دل پہ جبر اچھا
 وہ کیا کرے جسے دل ہی پر اختیار نہ ہو
 وہ تیر کیا جو کسی کو نہ کر سکے بسمل
 نگاہِ ناز وہ کیا ہے جو دل کے پار نہ ہو

۱۶: میں نے بھی مثل اس تذکرہ سابق کے اس کی پابندی نہیں کی ہے۔ یہ سن

مزانِ یارِ کدور نہ ہونے پائے یاس

م

بلند دامنِ زریں سے مرا غبار نہ ہو

(۳۴)

پیری ہے، قبر اے دلِ مضطر قریب ہے
مرتا تھا جس کے شوق میں وہ گھر قریب ہے
پھیلا کے پاؤں سونیں گے تربت میں آج ہم
بس اب سفر تمام ہوا، گھر قریب ہے
اُلٹی ہوا زمانے میں چلتی ہے آج کل
آثار کہہ رہے ہیں کہ محشر قریب ہے
سچ پوچھیے تو وہ رگ گردن سے ہے قریب
پر کس طرح بتاؤں کہ کیوں کر قریب ہے
مُنھ اُن کے مُنھ کے پاس ہے دل کو سوا ہے شوق
پیاس اور بڑھ گئی ہے جو کوثر قریب ہے
کیا جانے ہم تک آئے گا محفل میں یا نہیں
اتنا تو دیکھتے ہیں کہ ساغر قریب ہے

م

مم

م

م

ممم

پاسِ ادب سے جاتے ہیں اب یاس سر کے بھل

شاید کہ آستانِ دلبر قریب ہے
(۱۲ - ۱۹۱۱ء)

(۳۵)

بر غزلِ داغ

دردِ دلِ روئیں کس اُمید پہ بیگانے سے ۴۴
صبح ہونے کی نہیں یاسِ اس افسانے سے
کوئی اتنا بھی نہیں آپ سے غیبت ہی کرے ۴۵
کانٹے پڑتے ہیں زباں میں مرے افسانے سے
دستِ گستاخ سے ممکن نہیں آرائشِ حُسن
گیسوے یارِ سنورنے کے نہیں شانے سے
دامنِ بادِ بہاری ہے گریباں پہ نثار ۴۶
آتی ہے بوئے محبت ترے دیوانے سے
پھر وہی کوچہ، وہی در، وہی سودا، وہی سر ۴۷
کھینچ لایا ہے یہ دل پھر مجھے ویرانے سے
آج ہی چھوٹے جو کل چھٹتا ہو یہ دیرِ خراب ۴۸
وحشتِ آبادِ جہاں کم نہیں ویرانے سے
ہوسِ عالمِ بالا نے کیا ہے دل تنگ ۴۹
روح گھبراگئی اب جسم کے کاشانے سے
اپنی پرچھائیں سے دیوانوں کو نفرت ہی رہی ۵۰
جستے جی نکلے نہ زنداں کے سیہ خانے سے

۴۴ حُسنِ معنی کے جو شیدا ہیں، اُدھر کیا دیکھیں
 صورتِ آبادِ جہاں کم نہیں ویرانے سے
 ۴۵ جانِ من، معرفتِ اس حُسن کی آسان نہیں
 داد کیا چاہتے ہو تم کسی بیگانے سے
 ۴۶ کیفیت سے کبھی خالی نہیں دل مستوں کا
 ہو ہو ملتا ہے ساقی ترے پیمانے سے
 ۴۷ ساقیا، دل کی ہوس مٹ نہ سکی پیری میں
 پیاس بجھتی نہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے سے
 ۴۸ آگ میں کود پڑا دل کی لگی وہ شے ہے
 آتشِ شوق کو پوچھے کوئی پروانے سے
 ۴۹ اور پردے کی ملاقات کرے گی اندھیر
 شمع کیوں چھپتی ہے فانوس میں پروانے سے
 ۵۰ ناصحا! ہے کوئی ایسا کہ سنبھالے مجھ کو
 لڑ گئی آنکھ مری پھر کسی مستانے سے
 ۵۱ دُور سے دیکھنے کے یاسِ گنگار ہیں بس
 آشنا تک نہ ہوئے لب کبھی پیمانے سے
 جام لب ریز ہوا ہے کسی مجبور کا آج
 بوئے خوں آتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

۱۰۔ دلچسپ انجلی نزل کا شعر : ۱۰۔ تفصیل حواشی میں۔ (مرتب)

پہلے سرگوشیاں تھیں چھا گیا اب سناٹا
بزم میں صبح ہوئی یاس کے افسانے سے

۴۴

مسندِ آتشِ مغفور مبارک ہو یاس
آئے سنائے میں غالب ترے افسانے سے

(۳۶)

بر غزلِ شیدی

آ رہی ہے یہ صدا کان میں ویرانوں سے
کل کی ہے بات کہ آباد تھے دیوانوں سے
لے چلی وحشتِ دل کھینچ کے صحرا کی طرف
ٹھنڈی ٹھنڈی جو ہوا آئی بیابانوں سے
پاؤں پکڑے نہ کہیں کوچہ جانناں کی زمیں
خاک اُڑاتا جو نکل آؤں بیابانوں سے
تنکے چُن جا کے کسی کوچے میں او دست جنوں!
کیوں اُلجھتا ہے عبث چاک گریبانوں سے
آج ہی کل میں ہے چلنے کو نسیمِ وحشت
تنگ آنے لگے دیوانے گریبانوں سے
لڑکھڑا کر ذرا کاندھے پہ سہارا جو کیا
باتھ کٹوائے ہیں ظالم نے مرے شانوں سے

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

چور تھے نشے میں اور رات بھی آتی تھی بہت م
 ہو گئے اور وہ غافل مرے افسانوں سے
 زمزموں سے مرے ہل جائے نہ صیاد کا دل م
 چوٹ آئے نہ بکھیں درد کے افسانوں سے
 چارہ گر قابلِ مرہم نہیں اب زخمِ جگر م
 بس مرے دوست میں باز آیا ان احسانوں سے
 جام لب ریز ہوا ہے کسی مجبور کا آج م م
 بوئے خوں آتی ہے ساقی مجھے پیمانوں سے
 نہیں معلوم، اُن آنکھوں کا اشارہ کیا تھا م
 جنگ پر تل گئے کفارِ مسلمانوں سے
 چلتے چلتے تو لگے شمع سے مل لیں اُٹھ کر م م
 اب سحر ہوتی ہے کہ دے کوئی پروانوں سے
 آنکھ اُٹھا کر نہ کسی سمت قفس سے دیکھا م م
 موسمِ گل کی خبر سُنتے رہے کانوں سے

یہ کوئی پوچھنے والا بھی اب اپنا نہ رہا م

دردِ دل رونے لکے یاس جو بیگانوں سے

(۱۹۱۳ء)

نثر و نثریہ غزل: ۳۵ کا شعر: ۱۰۔ (مرتب)

برگشتہ اور وہ بت بے پیر ہو نہ جائے م
 اُلٹی کھمیں دعاؤں کی تاثیر ہو نہ جائے
 دل جل کے خاک ہو تو پھر اکسیر ہو نہ جائے م
 جاں سوز ہوں جو نالے تو تاثیر ہو نہ جائے
 کس سادگی سے مجرموں نے سر جھکا لیا
 محبوب کیوں وہ مالکِ تقدیر ہو نہ جائے
 دستِ دعا تک اُٹھ نہ سکے فرطِ شرم سے
 یارب، کسی سے ایسی بھی تقصیر ہو نہ جائے
 مستوں کی ٹھوکر اور مرا سر ہے ساقیا!
 دشمن کسی کا یوں فلکِ پیر ہو نہ جائے
 اُٹھنے ہی کو ہے بیچ سے پردہ حجاب کا م
 محفلِ تمامِ عالمِ تصویر ہو نہ جائے
 غفلت نہ کیجیو کبھی قاتل کی یاد میں
 اسے دل، کوئی کمی تہِ شمشیر ہو نہ جائے
 بیٹھا ہے لو لگائے کوئی تیغِ ناز سے
 قاتل، کسی کے کام میں تاخیر ہو نہ جائے

جلدی سُبُو کو توڑ کے ساغر بنالے اب م

ساقی اس امرِ خیر میں تاخیر ہو نہ جائے

نالوں نے زور باندھا ہے پھر پچھلی رات سے م

اے چرخ، چلتے چلتے کوئی تیر ہو نہ جائے

دل سے بہت شکایتیں کرتے ہو یار کی م

دیکھو، قلم سے کچھ کبھی تحریر ہو نہ جائے

سیرِ چمن سے دل نہ لگاؤ، چلے چلو م

فصلِ بہار پاؤں کی زنجیر ہو نہ جائے

انجامِ کار پر نہیں کچھ اختیار یاس

تھذیر سے نخلِ مری محمد بیر ہو نہ جائے
(۱۹۱۲ء)

(۳۸)

التجاؤں سے ہُوا کچھ نہ مناجاتوں سے

نہیں معلوم، پسجیں گے وہ کن باتوں سے

ق

صبر سے کام لو، اُلفت میں جو ناکام رہے

آبروِ عشق کی اب کھوتے ہو کیوں باتوں سے

جو کہیں ڈوب مرے اور بھی ہو گے رُسا
منع کرتے تھے اسی دن کو بُری باتوں سے

گر کے جب ٹوٹ گیا آنکھوں کے آگے ساغر
ہم وہیں بیٹھ گئے تھام کے دل باتوں سے
اہلِ مرقد پہ یہ سختی ہے نہ بیماروں پر
ہجر کی رات کٹھن ہوتی ہے سب راتوں سے

بے نیازی کی کوئی حد بھی ہے آخر کب تک

باتھ اٹھاؤ بھی کہیں یاسِ مناجاتوں سے

(۳۹)

آنکھ دکھلانے لگا ہے وہ فسوں ساز مجھے
کہیں اب خاک نہ چھنوائے یہ انداز مجھے
کیسے حیراں تھے تم آئینے میں جب آنکھ لڑی
آج تک یاد ہے اس عشق کا آغاز مجھے
سامنے آ نہیں سکتے کہ حجاب آتا ہے
پردہ دل سے سُنا تے ہیں وہ آواز مجھے

تیلیاں توڑ کے لٹکے سب اسیرانِ قفس
مگر اب تک نہ ملی رخصتِ پرواز مجھے
پر کتر دے ارے صیاد چٹھری پھیرنا کیا
مار ڈالے گی یونہی حسرتِ پرواز مجھے
زیرِ دیوارِ صنمِ قبر میں سوتا ہوں فلک!
کیوں نہ ہو طلعِ بیدار پر اب ناز مجھے
بے دھڑک آئے نہ زنداں میں نسیمِ وحشت
مست کر دیتی ہے زنجیر کی آواز مجھے

پردہ بھر دی ہستی مہموم تھی یاس

سچ ہے، پہلے نہیں معلوم تھا یہ راز مجھے

(۴۰)

بر غزلِ غالب

یار کی تصویر ہی دکھلا دے اے مانی مجھے
کچھ تو ہو اس نزع کی مشکل میں آسانی مجھے
اُف بھی کر سکتا نہیں اب، کروٹیں لینا کجا
زخمِ پہلو سے ہے وہ تکلیفِ روحانی مجھے
زاہدِ مغرور رونے پر مرے بنتا ہے کیا
بخشوائے گا یہی اشکِ پشیمانی مجھے

دل کو اُس پردہ نشیں سے غائبانہ لاگ ہے م
 کھینچ لے گا اک نہ اک دن جذبِ روحانی مجھے م
 یارب، آغازِ محبت کا بخیر انجام ہو م
 دل لگا کر ہو رہی ہے کیا پشیمانی مجھے م
 لو لگی ہے یار سے اپنی طرف کھینچے گا کیا م
 جلوۂ نقش و نگارِ عالمِ فانی مجھے م
 وحشیوں کے واسطے قیدِ لباسِ اچھی نہیں م
 زیب دیتا ہے یہی تشریفِ عریانی مجھے م
 جوشِ وحشت میں زمیں پر پاؤں پڑنے کا نہیں م
 لے اڑے گی نکستِ گل کی پریشانی مجھے م
 خاک ہو جانے پہ بھی ممکن نہ ہو گا دسترس م
 ہاتھ کلوئے گی تیری پاک دامانی مجھے م
 دُرد کا ساغر بھی ساقی میری قسمت میں نہ تھا م
 شوق میں کرنا پڑا آخر لہو پانی مجھے م

مردِ جاہل ہوں، کجی میں اور کجی اہلِ کمال

یاقِ کیا معنوم اندازِ غزل خوانی مجھے

(۱۹۰۶ء)

کام دیوانوں کو شہروں سے نہ بازاروں سے
 مست ہیں عالمِ ایجاد کے نظاروں سے
 نیچی نظروں میں وہ کہتے ہیں گنہ گاروں سے
 بچ کے جاؤ گے کہاں ظلم کی تلواروں سے
 لے گئے آئینہ دل کو حسیں ہاتھوں ہاتھ
 بچ بھی سکتا تھا کہیں ایسے خریداروں سے
 کیا کہوں زلفِ دل آویز میں کیسی تھی کشش
 پوچھو اس دامِ تمنا کے گرفتاروں سے
 زلفیں بل کھاتی ہیں یا جھومتی ہے کالی گھٹا
 بارشِ نور ہے ہر سوترے رخساروں سے
 واں نقاب اٹھی یہاں چاندنی نے کھیت کیا
 کٹ گئی ظلمتِ شب چاند سے رخساروں سے
 دیکھتا رہ گیا آئینہ کسی کی صورت
 زلفیں انکھیلیاں کرتی رہیں رخساروں سے
 دیکھیں کس طرح بسر ہوتے ہیں ایامِ جنوں
 یاں تو ہے سامنا ہر دم انھیں غم خواروں سے

م م ہاتھ اُلجھا ہے گریباں میں ، کھڑے دیکھتے ہیں
 اور اُمید کوئی کیا کرے غم خواروں سے
 م کششِ دشتِ بلا ، حُبِ وطن دامن گیر
 آج گھر چھٹنا ہے پہلے پہل آواروں سے
 مرتے دم تک تری تلوار کا دم بھرتے رہے
 حق ادا ہو نہ سکا پھر بھی وفاداروں سے
 م بے دھڑک پچھلے پہر نالہ و شیون نہ کریں
 کہہ دے اتنا تو کوئی تازہ گرفتاروں سے
 موسمِ گل نہیں ، پیغامِ اجل تھا صیاد
 دیکھ ، خالی ہے قفس آج گرفتاروں سے
 کیا بُرا حال ہے انگڑائیاں لیتے لیتے
 ساقیا ، ناز اب اچھا نہیں مے خواروں سے
 م کانپتے ہاتھوں سے ساغر کو بچایا تو بہت
 کیا کہیں ، خود ہی نہ سنبھلا گیا مے خواروں سے
 م سر کو ٹکرا کے گیا ہے کوئی صحرا کی طرف
 خون ثابت ہے ابھی شہر کی دیواروں سے
 م ایڑیاں وادیِ غربت میں رگڑتے ہی رہے
 دُور کھینچتی گئی منزلِ وطن آواروں سے

کان میں پچھلے پہر آئی اک آوازِ حزیں
اب تو غمِ خوار بھی دق ہیں ترے بیماروں سے

م

جھلملانے لگا جب یاسِ چراغِ سحری

پھر تو ٹھہرا نہ گیا ہجر کے بیماروں سے

(۴۲)

بر غزلِ سودا

محرومِ شہادت کی ہے کچھ تجھ کو خبر بھی
او دشمنِ جاں، دیکھ ذرا پھر کے ادھر بھی
ہے جان کے ساتھ اور اک ایمان کا ڈر بھی
وہ شوخ کہیں دیکھ نہ لے مڑ کے ادھر بھی
وہ ہم سے نہیں ملتے، ہم اُن سے نہیں ملتے
اک نازِ دل آویز ادھر بھی ہے ادھر بھی
ٹھنڈا ہو کلیجا برا اس آہِ سحر سے
جب دل کی طرح جلنے لگے غیر کا گھر بھی
اللہ ری بیتیابی دل، وصل کی شب کو
کچھ کشمکشِ شوق بھی کچھ صبح کا ڈر بھی
انگڑاسیاں لے لے کے اُنھے صاحبِ محفل
کچھ ننید بھی آنکھوں میں ہے کچھ مے کا اثر بھی

م

م

م

م

ہم مانگتے ہی کیوں جو یہی جانتے ساقی
 پھر جائے گی قسمت کی طرح تیری نظر بھی
 ہم ہاتھ سے دل تھامے ہوئے دُور کھڑے ہیں
 دیکھیں تو کوئی لیتا ہے کچھ اس کا اثر بھی
 اسے جذبہٴ دل، دیکھ بہت تُو نے کمی کی
 ہاں، آہوں میں اب چاہیے تھوڑا سا اثر بھی
 اب چُپ رہو، جو دل پہ گزرنی تھی وہ گزری
 ایسا نہ ہو پھٹ جائے کہیں زخمِ جلر بھی
 محرومِ شہادت، تجھے کچھ شرم نہ آئی
 کم بخت! گلا کاٹ کے جلدی کہیں مر بھی
 بھاری ہے مسافر پہ بہت گور کی منزل
 سُنتے ہیں کہ اس راہ میں ہے جان کا ڈر بھی
 وہ کشمکشِ غم ہے کہ میں کہہ نہیں سکتا
 آغاز کا افسوس اور انجام کا ڈر بھی
 کھول آنکھیں ذرا، مست ہے کیا ساغرِ جم سے
 ہے گردشِ ایام کی کچھ تجھ کو خبر بھی
 لیلیٰ شبِ بھر نے بکھرا دیے گیسو
 ماتم میں مرے چاک گریباں ہے سحر بھی

کس شان سے آتی ہے مری شامِ مصیبت مم
 وہ دیکھو، جلو میں ہے قیامت کی سحر بھی
 بجھتی ہوئی اک شمع ہوں کیا دم کا بھروسا مم
 دشمن ہے مری جان کی اب آہ سحر بھی
 دیکھے کوئی جاتی ہوئی دنیا کا تماشا مم
 بیمار بھی سر دھنتا ہے اور شمع سحر بھی
 صحرا کی ہوا کھینچنے لیے جاتی ہے مجھ کو مم
 کہتا ہے وطن، دیکھ ذرا پھر کے ادھر بھی
 ہاں، کٹ گئی شاید ترے دیوانے کی پیڑی مم
 پچھلے پہر آئی تھی کچھ آواز ادھر بھی
 کیا وعدہ دیدار کو سچ جانتے ہو یاں مم
 لو فرض کرو آئی قیامت کی سحر بھی

اللہ مبارک کرے پیری کی سحر یاں مم

مرنے کی تمنا تھی تو لے اب کہیں مر بھی

(۱۹۱۲ء)

(۴۳)

دامنِ قاتل جو اڑ اڑ کر ہوا دینے لگے م
 کیا بتاؤں، زخمِ دل کیا کیا دعا دینے لگے

وائے ناکامی کہاں سفاک نے روکا ہے ہاتھ
 زخم ہائے شوق جب کچھ کچھ مزا دینے لگے
 چارہ سازو، مجھ سے رُسوا جاں بلب بیمار کو
 زہر دینا چاہیے تھا، تم دوا دینے لگے
 یاس و حراں، آہ سوزاں، اشکِ خوں، داغِ جنوں
 حضرتِ عشق اور کیا اس کے سوا دینے لگے
 آج ہو شاید کسی کو آتشِ غم کی خبر
 شکر ہے اب اُستخوانِ بوئے وفا دینے لگے

کیا مخالف ہو گئی ہم سے زمانے کی ہوا

یاس دیکھو، حضرتِ دل بھی دغا دینے لگے

(۱۹۱۱ء)

(۳۴)

کھل نہیں سکتی گرہِ تقدیر کی
 کیا چلے تقدیر سے تدبیر کی
 مُنکروں کو جس نے قائل کر دیا
 کیا بیاں ہو لذت اُسِ تقریر کی
 اک اشارے میں کٹے سو سو گلے
 باے ری بُرش تری شمشیر کی

آتے آتے راہ سے وہ پھر گئے
 دیکھیے تو چال چرخِ پیر کی
 مجھ کو دکھلانے لگا نیرنگیاں
 شامیں آئی ہیں چرخِ پیر کی
 پھر کسی وحشی کا بگڑا ہے مزاج
 آ رہی ہے پھر صدا زنجیر کی
 کپڑے پھٹتے ہیں جنوں کا جوش ہے
 دل ہلاتی ہے صدا زنجیر کی
 اللہ اللہ زورِ وحشت دیکھیے
 ہر کڑی کھل کھل گئی زنجیر کی
 آنکھیں جھپکی جاتی ہیں بے اختیار
 کیا ہوا ہے دامنِ شمشیر کی
 آ رہی ہیں دیر سے انگڑائیاں
 ساقیاء تو نے بڑی تاخیر کی

خندہ گل کی صدا آنے لگی

یاں اب سنتے نہیں زنجیر کی

محرومِ شہادت جو گلا کاٹ کے مر جائے
 مرنے کو تو مر جائے مگر مر کے کدھر جائے
 اندھیر ہو، وہ زلف اگر تا بہ کمر جائے
 پھر کیا ہو کمر سے بھی اگر اُتر جائے
 مظلوم کی فریاد کو کچھ کم نہ سمجھنا
 دل سے جو نکل جائے تو دل ہی میں اُتر جائے
 راحت میں ہو یا رنج میں، غم میں کہ خوشی میں
 جس طرح گزرنی ہے کہیں جلد گزر جائے
 جنت تو یہی ہے کہ فراموش ہیں سب غم
 یا رب، اسی مے خانے میں یہ عمر گزر جائے
 مطلب ہے یہ ساقی کہ رہوں حشر میں بدمست
 ایسا نہ ہو یہ نقشہ اُسی روز اُتر جائے
 رہ جائے کوئی جامِ شہادت سے جو محروم
 بہتر ہے وہ دریا میں کہیں ڈوب کے مر جائے
 مے خانے میں اسے شیخ کوئی بیٹھ کے دیکھے
 اک نور کا دریا ہے جہاں تک کہ نظر جائے

ساقی کی جدائی میں ہو کیا اشکوں سے تسکین
 اتنا تو لہو روؤں کہ ساغر مرا بھر جائے
 کیوں طالب دیدار کی اُمید کو توڑو
 کل مرتا ہو کم بخت تو وہ آج ہی مر جائے

اس مدرسہ غم سے نکلنا نہ کبھی یاس

یاروں کی نصیحت کہیں تاخیر نہ کر جائے

(۴۶)

گر یاد میں ساقی کی، ہاغر نظر آجائے
 پیمانہ دل چھلکے، مُعہ کو جگر آجائے
 عکسِ رخِ ساقی کو گر دیکھ لوں ساغر میں
 کچھ دل کے بہلنے کی صورت نظر آجائے
 تیار رہو ہر دم مرنے پہ کمر باندھے
 در پیشِ خدا جانے کب یہ سفر آجائے
 ہاں، سیر تو کر غافل اس گورِ غریباں کی
 انجام تجھے اپنا شاید نظر آجائے
 پھر جانیں ہمیشہ کو دنیا سے مری آنکھیں
 مرتے دم اگر جلوہ تیرا نظر آجائے

شورِ نفسِ بلبل سے ہوش اڑیں سب کے
 گر زمزمہ سنجی پر یہ مشیتِ پر آجائے
 بیمارِ محبت کی اب ہے یہ دعا ہر دم
 پھر شام نہ ہو جس کی ایسی سحر آجائے
 بہتر ہے خم و ساغر آنکھوں سے رہیں او جھل
 ایسا نہ ہو شیشے پر دل ٹوٹ کر آجائے

یاس آپ کی بے جُرمی آڑے نہیں آ سکتی
 گر بات پر اپنی وہ بیداد گر آجائے

(۴۷)

فکرِ قدیم

کس غضب کی یاس برشِ خنجرِ قاتل میں ہے
 ساتھ دل کے زخم کھاتی ہے جو حسرتِ دل میں ہے
 یاس و حرام، حسرت و اندوہ و غم سب جمع ہیں
 اک تمنا بھی چھپی بیٹھی اسی محفل میں ہے
 جان دے دینا فقط آتا ہے پروانے کو بس
 آتشِ فرقت کو سہنا میرے آب و گل میں ہے
 مثلِ مجنوں سیکڑوں آوارہ صحرایہ ہوئے
 پر وہ لیلیٰ جس طرح محفل میں تھی، محفل میں ہے

جامِ جم بھی آنے تھا کوئی قابلِ ناز کے؟

جس میں وہ منہ دیکھ لیں وہ آنے اس دل میں ہے

(۴۸)

فکرِ قدیم

ہنوز دردِ جدائی یارِ باقی ہے
کھٹک رہا تھا جو دل میں وہ خارِ باقی ہے
نہ قیس ہے نہ وہ محلِ سوارِ باقی ہے
بس اک غبارِ فقط یادگارِ باقی ہے
شرابِ عیش کسی شب ہوئی تھی مجھ کو نصیب
اُسی شراب کا اب تک خمارِ باقی ہے
کبھی تو شامِ مصیبت کی صبح آئے گی
اگر یہ گردشِ لیل و نہارِ باقی ہے
نگاہِ لطف سے ساقی ہمیں رہیں محروم
ادھر بھی دیکھ اک اُمیدوارِ باقی ہے

بہار آئے گی پھر یاسِ نا اُمید نہ ہو

ابھی تو گلشنِ ناپائدارِ باقی ہے

یار ہے ، آئندہ ہے ، شانہ ہے
 چشم بد دور ، کیا زمانہ ہے
 جھانکنے تاکنے کا وقت گیا
 اب وہ ہم ہیں نہ وہ زمانہ ہے
 وحشت انگیز ہے نسیم بہار
 کیا جنوں خیز یہ زمانہ ہے
 تھک کے بیٹھے ہو کوئے جاناں میں
 واہ کیا خوب یہ بہانہ ہے
 ساقیا ، عرش پر ہے اپنا دماغ
 سر ہے اور تیرا آستانہ ہے
 داغ حسرت سے دل ہو مالامال
 یہی دولت ، یہی خزانہ ہے
 محشرستانِ آرزوئے وصال
 دل ہے کیا ، ایک کارخانہ ہے
 اُٹھو اُٹھو ، مسافرو اُٹھو
 صبح تک کارواں روانہ ہے

لو بجھا چاہتا ہے دل کا کنول
ختم اب عشق کا فسانہ ہے
کیا کہیں اڑ کے جا نہیں سکتے
وہ چمن ہے، وہ آشیانہ ہے

یاں اب آپ میں نہ آئیں گے
وصل اک موت کا بہانہ ہے

(۵۰)

کون دن ہوگا الہی گردشِ افلاک سے
جام و خم جس دن بنیں گلے میری خاکِ پاک سے
باتھ اپنا پھر گریباں کی طرف بڑھنے لگا
لڑ گئی پھر آنکھ اک دیوانہ بے باک سے
چار دیوارِ عناصر پھاند کر نکلو کہیں
جسمِ خاکی کم نہیں زندانِ وحشتِ ناک سے
دیکھیے، لب ریز ہو کس مست کا پیمانہ آج
بوئے خوں آتی ہے ساقی مے کدے کی خاک سے

یاں یوں حشو و زوائد کو سمیٹے تو کوئی

پاک ہو باغِ سخن سارے خس و خاشاک سے

جاتے ہیں یا تو چوٹ سی دل پر لیے ہوئے
 آئے تھے بزمِ غیر میں ساغر لیے ہوئے
 بس پھیرتے ہی پھوٹ رہے دل کے آبلے
 بیٹھے تھے رازِ عشق کا دفتر لیے ہوئے
 داغِ جگر محبتِ صادق کے ہیں گواہ
 جاؤں گا حشر میں یہی محضر لیے ہوئے
 کعبہ ہو یا کہ دیر کہیں کے تو ہو رہیں
 پھرتا ہے عشق کیوں ہمیں گھر گھر لیے ہوئے
 پکڑا گیا ہے عشق کی بیگماریں بشر
 بارِ گراں ازل سے ہے سر پر لیے ہوئے
 کس کل پہ ہے یہ خاک کا پتلا بنا ہوا
 قالب میں روح کو ہے یہ کیوں کر لیے ہوئے
 پیوندِ خاک ہو گئے کوئے بتاں میں آج
 پھرتے تھے کل جو دوش پہ بستر لیے ہوئے
 بیمارِ جاں بلب کا ہوا خاتمہ بخیر
 کیا دیکھتے ہو گود میں اب سر لیے ہوئے

دیکھیں اب آسماں کی طرف آنکھ اٹھا کے مست
 کیا جھومتے ہیں ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے
 پچھلے پہر سے چھڑ گیا افسانہ خمار
 تھرا کے مست گز پڑے ساغر لیے ہوئے
 مارے پڑے ہیں خاک پہ سب کشتہ خمار
 پھیلانے پاؤں، ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے
 بیمار کی جو آنکھ لگی پھر نہ کھل سکی
 زانو پہ اپنے رہ گئے وہ سر لیے ہوئے
 دیکھیں جو یاس کو بھی کریں سرفراز وہ
 آتے ہیں آج ہاتھ میں غنجر لیے ہوئے

(۵۲)

اثر پیدا کیا چاہو سخن میں طرزِ دل کش سے
 تو اندازِ بیاں سیکھو انیس و میر و آتش سے
 اسیرانِ ہوس تنگ آگئے اس نفسِ سرکش سے
 چھٹیں گے کب طلسمِ خاک و باد و آب و آتش سے
 برا ہو یا بھلا، کچھ حشر اپنا ہو چکے داور
 جہنم ہی سی نیم و رجا کی اس کشاکش سے

پڑا رہنا بُرا کیا ہے ذرا تسکین تو ہوتی ہےؒ
کوئی چونکائے کیوں ظالم، ترے بیمار کو غش سے
گدہ کیا نشے میں شیشے سے شیشے لڑ ہی جاتے ہیں
مگر کھنچنا نہیں زیبا کسی مے کش کو مے کش سے

محبت میں مزہ ہے یا اس ایذا میں اٹھانے کا

کوئی کیفیت اس کی پوچھے مجھ ایسے ستم کش سے

پیرک: شعر، غزل، (نثر)۔ دونوں شعروں کا مضمون ہی نہیں، الفاظ بھی بڑی حد تک مشترک ہیں۔ (مرثیہ)

(۵۳)

متفرقات

(۱)

کسی مسیح نفس کی جو خاک پا ہوتی
تو اپنی خاک خدا جانے کیا سے کیا ہوتی
کہاں سے کھینچ کے کہاں عندلیب آ پہنچی
کششِ قفس کی زیادہ اب اور کیا ہوتی
امید دامنِ دل سے لپٹ ہی جاتی یا س
جو نام کو بھی یہ کم بخت بے حیا ہوتی

(۲)

ہوتی تو آنے کی طرح رکھتے سامنے
عمدِ شباب کی کوئی تصویر بھی نہیں
کیا دیکھتے ہو یا س وہ کام اپنا کر گئے
پھر باتھ میں کہاں بھی نہیں تیر بھی نہیں

(۳)

پھر ملے یا نہ ملے وقت کہ شب ہے آخر
دردِ دل یار سے رو لے ابھی تنہائی ہے

(۴)

کھینچ لائی آخر اس گورِ غریباں کی فضا
دل کش ایسی بھی کوئی دنیا میں آبادی نہیں
اپنی اپنی گا رہے ہو کچھ ہماری تو سُنو
اے اسیر و اس برس بھی حکمِ آزادی نہیں

(۵۴)

رباعیات

(۱)

ہر روز نیا رکھتی ہے جو بن دنیا
مکار و زمانہ ساز و پُرفن دنیا
معلوم نہیں کہ کھا گئی کبتوں کو
کہتے ہیں جسے سدا سہاگن دنیا

(۲)

دن رات اُسے ہے دال روئی کا دھیان
رہنے کو مکاں نہ خواب و خور کا سامان
مفلس کا شباب ایسا بے قدر ہوا
جیسے ہو ذلیں بے بُلایا مہمان

(۳)

کیوں خانہ تاریک میں ہے گوشہ نشین
ہے گلشنِ عالم بھی طلسمِ رنگیں
ہاں چونک ذرا سیر تو کر او غافل!
آنکھیں جو ہوئیں بند تو پھر کچھ بھی نہیں

(۴)

راتیں یونہی کٹ جاتی ہیں روتے روتے
دن جاتے ہیں مُنہ اشکوں سے دھوتے دھوتے
دامن کو چھڑا کر وہ گیا ہے جب سے
باتھوں کے اُسی دن سے اُڑے ہیں توتے

☆ "تو نا" بندی ہے لہذا "ت" صرف ردی صحیح ہے :

اُمّ کے دیکھا جو اُن نے سوتے سے
اُڑ گئے آنے کے توتے سے

خیر

(یاس)

(۵)

آنکھیں ہیں ترے ہجر میں پُر خوں ساقی
کب تک ترا انتظار کھینچوں ساقی
کیا موسمِ گل یوں ہی گزر جائے گا
کیا زہر ہی اب گھول کے پی لوں ساقی

(۶)

ساقی ترا سنسان ہوا مے خانہ
اس بزم کا رہ جائے گا اک افسانہ
لے صبح ہوئی، خُم بھی پڑے ہیں خالی
لب ریز بس اپنا بھی ہوا پیمانہ

(۷)

سُنتا ہے بھلا کون اب افسانہ مرا
برباد کیا چرخ نے مے خانہ مرا
اب گردشِ انیام سے تنگ آیا ہوں
لب ریز کھیں جلد ہو پیمانہ مرا

(۸)

منٹے نہیں پھر ہم جو بگڑ جاتے ہیں
دشمن ہو کہ دوست سب سے لڑ جاتے ہیں
بلنے کے نہیں اپنی جگہ سے کبھی یاس
بٹتے نہیں جب بات پہ اڑ جاتے ہیں

(۹)

آنکھوں میں ہے اشک اور چہرہ ہے اداس
دامن کا خیال اور نہ گریباں کا حواس
افسوس بگڑ گئی ہے قسمت کیسی
کیا شکل یہ بن گئی ہے تیری اے یاس

(۱۰)

پچھتائے ہیں خضر بھی کچھ ایسے پی کر
آئے نہ پلٹ کے پھر کبھی اپنے گھر
رُوپوش ہوئے ہیں دامنِ صحرا میں
اے آبِ حیات، خاک تیرے سر پر

(۱۱)

جب کھو گئے پھر ہوش میں آؤ گے کیا
حالِ دلِ رنجور سناؤ گے کیا
اس چرخ کو اب رنگ پہ کیا لاؤ گے
بگڑے ہوئے نیل کو بناؤ گے کیا

(۱۲)

تھراتے ہیں پاؤں، ہاتھ میں ساغر ہے
پروا نہیں کچھ، موت جو اب سر پر ہے
آئے بھی اگر اجل تو کیا خوف اے یاس
ڈر ہے تو فقط اپنے کیے کا ڈر ہے

سہرا

کیا دل آویز ہے نوشاہ کے سر پر سہرا
 زیوروں میں ہے عجب شان کا زیور سہرا
 رُوسے زیبا پہ کس انداز سے لہراتا ہے
 دل بے تاب کو تڑپائے نہ کیوں کر سہرا
 آتشِ رشک سے جلنے لگے دل حاسد کا
 دیکھ کر اس عرق آلودہ جبیں پر سہرا
 تار تار اس کا ہے عاشق کو رگِ جاں سے عزیز
 جان کیا مال ہے جس کے ہو برابر سہرا
 چشمہ نور کی موجیں بھی ہیں لڑیوں سے نجل
 غرق ہے حُسن کے دریا میں سراسر سہرا
 طالبِ دید گرا پڑتا ہے اب ایک پر ایک
 حشر برپا نہ کرو سُرخ سے بٹا کر سہرا
 روزِ روشن ہوا، گزری شبِ تاریکِ فراق
 جلوہ دکھلا دیا جب تم نے اُلٹ کر سہرا

بار بار آتی ہے اک بوئے محبتِ اس سے
دامنِ بادِ بہاری ہے سر اسر سہرا
چاندنی کھیت کرے ، ماند ہو شمعِ محفل
بیٹھے مسند پہ جو نوشاہِ اُلٹ کر سہرا
جھوٹ کتنا نہیں پیارے ، اسی سرے کی قسم
جامہ زہی کا ہے بس آج ترے سر سہرا

قابلِ دید ہے یاسِ آج کا شاہانہ جلوس
دیکھنے والے بس اب دیکھ لیں آکر سہرا

آیاتِ وجدانی

طبع اول

۱۹۲۷ء

۴۸۹
مِنْهُمْ لِيُثَابَّ قَالُوا لَا تُبْطِلُوا الْآيَاتِ الْمُبِينَةَ قَالُوا

آیاتِ احسن

مُصَنَّفَةٌ

میرزا یگانہ لکھنوی

مع
محاضرات

میرزا مراد بیگ شیرازی

حَسْبُ فَجْرَانِش

منہج مبارک علی تاجر کتب اندون لوماری وازہ لاہور

کہ معنی پروردگار ہو جس نے ہمارے خدا کو اللہ پرست چھپا

(شرح: اہم تعلیم و تفسیر کے لیے)

”آیات وجدانی“ طبع اول کا بیرونی سرورق (عکس)

جلوہ فرماحق ہوا باطل گیا

آیاتِ حیدری

میرزا ابوالکلام لکھنوی

مع
محاضرات

میرزا مراد بیگ شیرازی

شیخ مبارک علی تاجہر کتب اندون لویڈز لاہور

مطبع کوئی لاہور میں ہاتھام میر قدرت اللہ چیمپی

۱۹۲۷ء

ہار اول ایک ہزار

قیمت

۱۹۳

”آیات وحدانی“ طبع اول کا اندرونی سرورق (عکس)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیاتِ وجدانی

منکر برنے تا بم درد زیتن تنہا
صبح دم چسان بنم شمع آہن تنہا

بیسویں صدی کے رُبعِ اول تک ہندوستان نے تین افراد کا دل ایسے پیش کئے ہیں جن کے نام تہی ایشیا کے سخنوران علی الاطلاق کی فہرست میں آب زر سے کہئے جائیں گے یا یوں کہئے کہ ان کا نام دیگر شاہیر ملک سخن کے گروہ میں شامل کئے جانے کے قابل نہیں۔ ان افراد سہ گانہ میں دو توار دوزبان کیلئے سراپہ ناز ہیں اور ایک بنگالی زبان کے لئے طرہ متیاز۔

اول دو شخصیتوں سے میری مراد مولانا اکبر آبادی اور حضرت میرزا یگانہ لکھنوی المعروف بہ میرزا یاس عظیم آبادی ہے اور تیسری شخصیت سر بندر ناٹھ نگور کی ہے جو ذی کمال ہونے کے علاوہ ہادی زندگی اور شہرت عامہ کے اعتبار

”آیاتِ وجدانی“ طبع اول، متن کا پہلا صفحہ (عکس)

To
The German Nation, the
staunch friends of the
Eastern Classics.

Amra Yes Zgane

66, Shahgunj
Lucknow.

6-3-27

جلوہ فرما حق ہوا، باطل گیا

مسطح نظر

خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے
یا تن کس دن کے لیے ناحق پرستی کیجیے

بسمہ

دیباچہ

”آیات وجدانی“ کیا ہے اور مشرقی لٹریچر میں اس کا کیا مرتبہ ہے؟ اس کا صحیح فیصلہ موجودہ نسل نہیں کر سکتی۔ ہمیں بس اتنا احساسِ فخر و انبساط کافی ہے کہ مشرق کی ایک زندہ جاوید شخصیت کا کارنامہ زندگی پبلک کے سامنے آ گیا۔ مصنف کی زندگی کا رنگ بے رنگ دیکھ کر سخت اندیشہ تھا کہ کہیں ادبِ عالیہ کا یہ سرمایہ گردشِ روزگار سے پریشان و منتشر نہ ہو جائے۔ الحمد للہ کہ ایسا نہ ہوا۔

موجودہ زمانے کے رواج کے مطابق دیباچہ لکھنا بھی ضرور تھا۔ مگر میں نے اس دیباچے میں نفسِ شاعری پر بحث کرنے سے دانستہ قطع نظر کی ہے کیوں کہ اردو میں حقیقتِ شاعری پر مولانا حالی، علامہ شبلی اور مرزا سلطان احمد صاحب وغیرہم کافی وافی بحث کر چکے ہیں۔ بے شک مصنف کے خاص اندازِ سخن پر بحث کرنا ضروری تھا مگر میں اس کام کو اوروں پر چھوڑتا ہوں۔ کلام موجود ہے اس پر ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھنے کا موقع ملتا رہے گا۔ سب سے زیادہ ضروری یہ امر تھا کہ مصنف کی شخصیت اور اس کے طرزِ زندگی پر جلد سے جلد روشنی ڈالی جائے تاکہ کچھ دن گزر جانے کے بعد اس کے سوانحِ زندگی پر پردے نہ پڑ جائیں۔ اگلے اساتذہ کے دواوین تو موجود ہیں مگر ان کے سوانح کے متعلق ہمیں کوئی

مفصل اطلاع نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے میں نے اس دیباچے میں مصنف کے حالات اور طرز زندگی کو واضح کرنا زیادہ مناسب سمجھا تاکہ اُس کے کیریئر، اُس کے ^{مطمح} نظر کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ اسی وجہ سے میں نے مصنف کے 'فلسفہ خود پرستی' کو ذرا شرح و بسط سے اس دیباچے میں بیان کر دیا ہے جس سے بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو جائیں گی۔ دیباچے کے علاوہ "آیات وجدانی" کے متن کے ساتھ ساتھ "محاضرات" کا دلچسپ اضافہ کر دیا گیا ہے۔ "محاضرات" سے میری مراد وہ "معلومات" اور "سخن ہائے گفتنی" ہیں جو شعر اور شاعر دونوں سے متعلق ہیں۔ اشعار کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کوئی شرح نہیں ہے بلکہ محض اشارات اور اجمالی رائیں ہیں یا وہ معلومات ہیں جو شعر پڑھ کر شاعر کے ^{مطمح} نظر، اُس کی شاعرانہ زندگی کے معاملات، اُس کے اخلاق و عادات کے متعلق یاد آگئیں یا وہ باتیں ہیں جو برسبیل تذکرہ شعر اور شاعر دونوں کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیے ضروری معلوم ہوئیں۔

اس تمہید کے بعد دیباچے کے سلسلے میں مصنف کے نام و نسب اور اُس کے ابتدائی حال پر اک نظر ڈالنا چاہیے۔

نام و نسب:

اس کا نام مرزا ^{نور} واجد حسین، تاریخی نام مرزا افضل علی بیگ اور عرف میں میرزا یاس یگانہ لکھنوی مشہور ہیں۔ پہلے یاس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شعراے لکھنؤ کی لاگ یگانہ تخلص کرنے کا باعث ہوئی۔

نسب نامہ یہ ہے: مرزا واجد حسین ابن مرزا پیارے صاحب ابن مرزا آغا جان ابن مرزا احمد علی ابن مرزا روشن علی ابن مرزا حسن بیگ چغتائی۔ موخر الذکر بزرگ اپنے بھائی مرزا مراد بیگ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے۔ مزید وضاحت کے لیے مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلے میں مصنف کا دادیہالی نانہالی شجرہ بھی درج کر دیا جائے۔

اس تحریر میں "مرزا" لکھا ہے اور میں "میرزا" لکھتا ہوں۔ اسے بعد اہل کے مطابق رہنے دیا ہے۔ (مرتب)

(دادیہالی سلسلہ)

میرزا مراد بیگ چغتائی (یہ دونوں بھائی ایران سے آئے) میرزا حسن بیگ چغتائی

میرزا روشن علی

میرزا احمد علی

میرزا واحد علی

میرزا اسد علی

میرزا نواب جان

میرزا آغا جان

میرزا میان جان

میرزا افضل بیگ

میرزا غلام حسین

میرزا امیر حسین

عرف میرزا پیارے صاحب

عرف میرزا لاڈلے صاحب

میرزا واجد حسین یاس یگانہ

(نانہالی سلسلہ)

نواب میرزا آغا جان

نواب میرزا علی حسن خاں

نواب میرزا علی حسین خاں

عرف بڑے بابو صاحب

عرف چھوٹے بابو صاحب

مترت فاطمہ بیگم

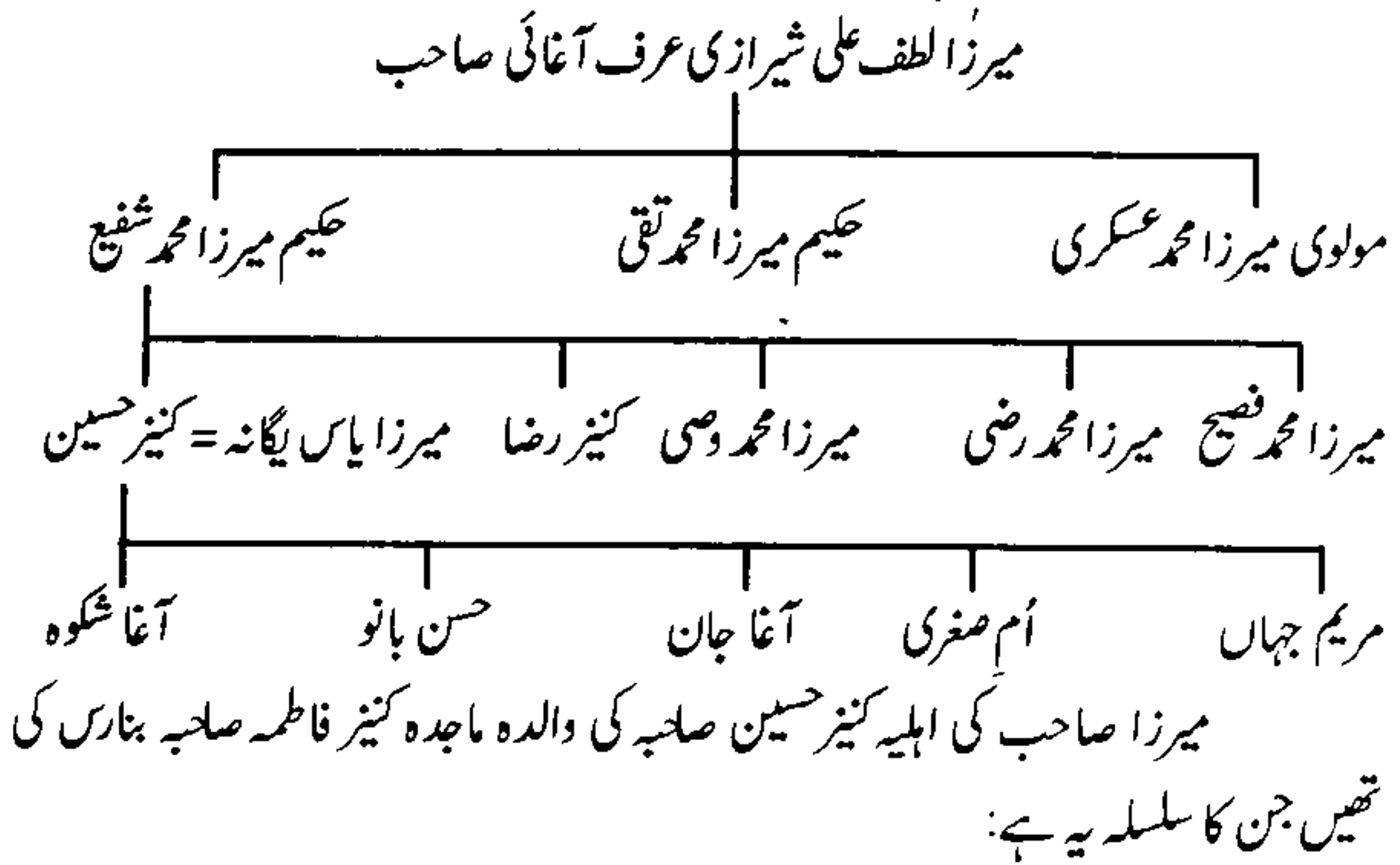
منیر بیگم

میرزا جعفر حسین

میرزا محمد حسین

میرزا واجد حسین یاس

میرزا صاحب کی اہلیہ محترمہ کنیز حسین صاحبہ لکھنؤ کے اک معزز گھرانے کی خاتون ہیں جن کا سلسلہ یہ ہے:



حکیم میرزا محمد باقر صاحب بناری

حکیم محمد امیر صاحب

حکیم میرزا محمد شفیع = کنیز فاطمہ صاحبہ

میرزا یاس = کنیز حسین صاحبہ

مرزا صاحب کا مولد خاکِ پاکِ عظیم آباد ہے جو حضرت عیسیٰ سے صدیوں پہلے مرکزِ تہذیب و تمدن تھا اور اب بھی ہے۔ خلیجوں کے وقت سے عظیم آباد اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا۔ سلطنتِ مغلیہ کے زمانے میں صوبے کی حیثیت سے مزید ترقی پائی اور عہدِ عالمگیری سے اب تک مرزا عبدالقادر بیدل، مولانا راسخ عظیم آبادی، شیخ محمد روشن جوش، راجہ شتاب رائے شتاب، راجہ رام نرائن موزون، راجہ پیارے لال الفتی، شاہ الفت حسین صاحب فریاد، مولانا محمد سعید صاحب حسرت، خان بہادر مولانا شاد عظیم آبادی جیسے اساتذہ

فن پیدا ہوئے۔ اسی مردم خیز خطے میں مرزا صاحب کا ظہور ہوا۔ مگر یہ شرف لکھنؤ کی قسمت میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے حقیقی جوہر وہیں کھلیں گے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء سے مرزا صاحب نے لکھنؤ کو اپنا وطن بنالیا جہاں آپ کی دماغی استعداد نے ارتقائی منزلیں طے کیں۔ لکھنؤ کی سکونت سے پہلے مرزا صاحب کی ابتدائی نشوونما عظیم آباد ہی میں ہوئی۔ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب کی ولادت عظیم آباد کے مشہور و معروف محلہ مغل پورہ میں ہوئی جو سراسر چغتائیوں کا مسکن تھا اور جن کی دھاک شہر بھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہی وہ محلہ ہے جہاں دہلی کے شاہزادگان و روسا رہتے تھے۔ نواب آصف الدولہ کے دو بھائی مرزا جنگلی اور مرزا مینڈو کی بھی اسی محلے میں سکونت تھی۔ یہی محلہ مرزا صاحب کے بزرگوں کا مسکن تھا۔ مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ مرزا حسن بیگ چغتائی ایران سے ہندوستان آ کر سلطنت مغلیہ کے دامن دولت سے بسلسلہ سپہ گری وابستہ ہوئے اور ان کے اخلاف کو پرگنہ حوالی عظیم آباد میں جاگیریں ملیں۔ دو تین پشتوں تک تو تلوار ہاتھ میں رہی پھر سرکارِ دہلی سے جاگیریں پا کر مغل پورے میں عیش و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ پہلے تو تلوار پر تھے مگر آخر میں نرے جاگیردار اور گھٹتے گھٹتے زمیندار رہ گئے۔

جاگیروں میں ایک موضع فہیم پور مرزا صاحب کے ہوش سنبھالنے تک سلامت تھا مگر آئے دن کی مقدمہ بازی کے ہاتھوں خالصے لگ گیا۔ مرزا صاحب کے والد ماجد مرزا پیارے صاحب اسی مقدمہ بازی میں تباہ رہے۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب کو باپ کی طرف سے بجز چند مکانات کے حصہ نہ ملا۔ جو کچھ ملا وہ ان کی پھوپھی امتہ الزہرا بیگم صاحبہ کی طرف سے ملا کیوں کہ پھوپھی نے لڑکپن سے مرزا صاحب کو گود لیا تھا۔ پھوپھی نے اتنی جائیداد چھوڑی تھی جس سے دس بارہ برس تک فراغت سے بسر ہوتی رہی۔

ابتدائی تعلیم:

مرزا صاحب کی ابتدائی تعلیم مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے مدرسے واقعہ محلہ مغل پورہ میں ہوئی جہاں مولوی وزیر علی صاحب رنگ پوری اور مولوی محمد

عظیم صاحب پشاور سے مرزا صاحب نے درسیات فارسی کی تکمیل کی۔ فارسی کی تکمیل کے بعد مرزا صاحب عظیم آباد کے مشہور و معروف محدث اینگلو عربک اسکول میں داخل ہوئے۔ اوّل سے آخر تک وظیفے اور تمنّے اور انعامات پاتے رہے اور ۱۹۰۳ء میں فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی اعظم علی خاں صاحب اور اُن کے استاد مولوی سید علی خاں صاحب بے تاب نے نہایت شفقت و توجہ سے مرزا صاحب کی تعلیم کی۔ مرزا صاحب کی صحیح دماغی نشوونما، مذاق شاعرانہ کی اصلاح اور رموز فصاحت و بلاغت کی تعلیم بھی مولانا بے تاب ہی نے فرمائی۔ مولانا بے تاب کو اپنی مصروفیتوں کے باعث فرصت کم رہنے لگی تو آپ نے مرزا صاحب کو اپنے استاد مولانا شاد کے سپرد کر دیا۔ یہاں کی صحبت اک دریاے فیض تھی جہاں بیٹھ کر چند ہی روز میں فکر رسا کو پر لگ گئے۔

۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے کلکتہ اور مٹیا برج کا سفر کیا۔ مٹیا برج میں شہزادہ مرزا محمد مقیم بہادر کے دو مرشد زادوں نواب محمد یوسف علی مرزا اور نواب محمد یعقوب علی مرزا کے اتالیق ہوئے۔ مگر مٹیا برج کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر ایسا خراب اثر کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں غلیل ہو کر عظیم آباد واپس چلے آئے۔ اس علالت کا سلسلہ قریباً سال بھر تک جاری رہا۔ صحت کی حالت اس درجہ سقیم ہو گئی کہ مرزا صاحب کو امید زیست باقی نہ رہی۔ آخر کار گھبرا کر لکھنؤ تشریف لائے اور یہاں جھوائی ٹولہ میں قیام کر کے حکیم محمد عبدالعزیز صاحب لکھنؤی سے رجوع کیا۔ لکھنؤ کی آب و ہوا اور وہاں کی دل چسپیوں کا مرزا صاحب پر اتنا خوش گوار اثر ہوا کہ ترک وطن کر کے لکھنؤ کو وطن بنالینے کا قصد مصمم کر لیا۔ پھر تھوڑے دنوں بعد عظیم آباد تشریف لے گئے اور وہاں اپنی جائداد کا کچھ حصہ فروخت کر کے لکھنؤ واپس آ گئے اور یہیں مستقل طور پر رہنے لگے۔ یہاں قدرتِ شعرو شاعری کے مشغلے میں زیادہ انہماک رہنے لگا۔ مشاعروں میں مرزا یاس کی دھوم ہونے لگی۔ ۱۹۱۳ء میں مرزا صاحب کی شادی لکھنؤ کے اک معزز گھرانے میں ہوئی۔ حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی جن کا نام شجرے میں درج ہے، لکھنؤ محلہ شاہ نچ کے رہنے والے، شیر کے نہایت پرہیزگار و دین دار لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی مرزا محمد

عسکری صاحب نے کربلائے معلیٰ میں آخری زندگی بسر کی اور منجھلے بھائی حکیم مرزا محمد تقی صاحب نخاس میں مطب کرتے ہیں۔ شہر کے مشہور اطباء میں ہیں۔ حکیم محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی کنیز فاطمہ صاحبہ کی چھوٹی صاحب زادی کنیز حسین صاحبہ مرزا صاحب کو منسوب ہیں۔ عقد میں نواب محمد عسکری مرزا خاں صاحب عرف بہن صاحبہ بلتغ بھی شریک تھے۔ شادی کے متعلق اک قطعہ تاریخ جو آپ نے فرمایا تھا، وہ ذیل میں درج ہے:

سامانِ جشنِ دید ہے مدِ نظر کہیں
چھائی ہوئی اداسیاں ہیں چہرے پر کہیں
اللہ رے شوق گو کہ سرِ شام ہے ابھی
خلعت پہن چکا کوئی رشبِ قمر کہیں
عشرت کدے میں دل کو عروسانہ ہیں خیال
رکھا ہوا ہے شرم سے زانو پہ سر کہیں
آئی مراد گھی کے جلّے گئے چراغ
سہرے کے پھول بننے لگے دیکھ کر کہیں
اب تک دماغ بستے ہیں عطر عروس سے
جس راہ سے ہوا ہے کسی کا گزر کہیں
لکھے ہیں نہرِ یاد سن عیسوی بلتغ
ہے جشنِ عقد یاس کا مدِ نظر کہیں

(۱۹۱۳ء)

شادی کے بعد ۱۹۱۴ء میں مرزا صاحب نے اپنا مجموعہ ”نثر یاس“ شائع کرایا جس پر اساتذہ لکسنو یعنی حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم نے پرزور تقریریں لکھی تھیں۔ شاعری کے میدان میں لاگ ڈالت تو پہلے ہی سے شروع ہو چکی تھی، اب ان تقریظوں کو دیکھ کر تمام شعراے لکسنو میں آگ لگ گئی اور یہ چرچے ہونے لگے کہ اساتذہ لکسنو نے مرزا یاس کو مسلمہ الثبوت سخنور مان کر اہل لکسنو کی ناک کاٹ لی۔ اس زمانے میں یورپ

کی جنگ چھڑ چکی تھی۔ ادھر لکھنؤ میں مرزا یاس اور اہل لکھنؤ کی کاغذی جنگ کا بھی زور بندھ گیا۔ ۱۹۱۵ء میں مرزا یاس نے عروض و قوافی میں ایک رسالہ ”چراغِ سخن“ لکھ کر حریفوں کے دانت اور کھٹے کر دیے۔ غرض اب عداوت و بغض کا دروازہ کھل گیا اور روز بروز یہ فتنہ بڑھتا ہی گیا۔ مگر ان عداوتوں کا الٹا اثر ہوا۔ مرزا صاحب سا شخص جس کی نگاہ میں کسی سلطنت کی مخالفت بھی سامنے نہیں سکتی، وہ ان حاسدین کی مخالفتوں کو خاطر میں کیا لاتا۔ ان حسد شعار یوں نے مرزا صاحب کے دشمنوں کی کم زوریوں کا یقین دلا دیا اور اسی کے ساتھ ان کی خود پرستی کی نشوونما ہوتی گئی۔ مرزا صاحب خواجہ آتش کے فدائیوں میں ہیں۔ اور غالب کے بھی بڑے معتقد تھے مگر جب انھوں نے یہ دیکھا کہ ان کے حریف جو غالب کے مرتبے سے قطعاً نا آشنا ہیں، جھوٹ موٹ غالب کی تعریفیں کیا کرتے ہیں اور خواہ مخواہ خواجہ آتش پر منہ آیا کرتے ہیں تو پھر مقامی ضرورتوں نے انھیں اس بات پر مجبور کیا کہ غالب کی حقیقت بھی واضح کر دی جائے۔ یہیں سے غالب پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہیں سے مرزا یاس کی خود پرستی کی بنیاد پڑتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تمام ذمہ داری اہل لکھنؤ پر ہے کہ انھوں نے مرزا یاس ایسے آتش پرست کو خود پرست بنا دیا۔ اب ذرا وضاحت کے ساتھ ہم مرزا صاحب کے فلسفہ خود پرستی پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

خود پرستی کی فلاسفی:

(A Lesson for Thinkers only)

خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے

یا اس کس دن کے لیے ناحق پرستی کیجیے

”اظہارِ فضیلت جسے پبلک اپنی غلط فہمی و جلد بازی سے خود پرستی و خود ستائی پر محمول کرتی ہے، اک ناگوار تبلیغی فرض ہے۔ ناواقف و کوتاہ بین جماعت کی تلقین و ہدایت کے لیے یہ ناگوار تبلیغی فرض (خود پرستی) بڑے بڑے پاک باطن ریفارمرز کو بھی ادا کرنا پڑا

ہے۔“ (A Thinker)

☆۱۔ استادِ فرزانہ مرزا یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی کی شخصیت بھی عجیب و غریب ہے۔ دیکھنے میں اک سڑی سودائی دیوانہ مگر یکتائے زمانہ۔ بظاہر خستہ و مضحل مگر پہلو میں شیر کا دل۔ پریشان روزگار، آوارہ کوچہ و بازار، مگر دل کا غنی، بات کا دہنی۔ سخنورِ بالا دست، نشہ کمال میں مست۔ بڑے بڑوں کو خطرہ [خاطر؟] میں نہیں لاتا۔ لکھنؤ میں اپنے سوا کسی کو موجود نہیں جانتا۔ لکھنؤ کے حشرات الارض کو ہیچ و پوچ سمجھنے والا، غالب ایسے استاد پر بے دھڑک نکتہ چینی کرنے والا مگر اس کے ساتھ ہی غالب کے آخری عمر کے کلام پر مرنے والا۔ میر انیس، میر تقی میر، مرزا سودا، خواجہ آتش لکھنوی اور اکبر [الہ] آبادی کا دم بھرنے والا اور پھر بھی اتنا خود پرست سمجھا جائے! یا الہی یہ ماجرا کیا ہے۔ بادی النظر میں جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، یہی اصل حقیقت ہے یا ہماری نظر کا دھوکا ہے۔

یہ راز پبلک کی سمجھ میں آیا ہے نہ آئے گا کہ یہ خود پرستی ہے یا اس کی تہ میں کوئی گہری فلاسفی پنہاں ہے۔ اور اگر یہ خود پرستی بھی ہے تو کیسی ہے، مذموم ہے یا ممدوح۔ جو لوگ اس دیوانہ خود شناس مرزا یاس کی تحریروں کو محض سرسری نظر سے دیکھ کر بے دھڑک فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ شخص بڑا مغرور اور خود پرست ہے، انہیں کم از کم جھوٹی تسلی تو ضرور ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم صحیح نتیجے پر پہنچ گئے۔ مگر مشکل اُن لوگوں کے لیے ہے جو اس خود پرستی کی تہ کو پہنچنا چاہتے ہیں، اُن کا دل تو یہ گواہی دیتا ہے کہ ایسا شخص جس کی ذات میں مبداءِ فیاض نے یہ جوہر سخنوری ودیعت کیے ہیں، وہ غالب یا اور کسی با کمال کا منکر ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر سخنور دوسرے سخنور کا اعترافِ کمال کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔ اعترافِ کمال بھی اک قانونِ قدرت ہے جس کے عمل سے مرزا یاس کی ذات مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ اس اہل قانون کو پیش نظر رکھ کر اور مرزا صاحب کے شاعرانہ فضل و کمال کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی خود پرستی کا معما حل نہیں ہوتا۔ اس راز کو کم سے کم موجودہ نسل تو نہ سمجھ سکے گی۔ نہ پبلک کو اتنا موقع ہے کہ اس راز کے دریافت کرنے میں کافی وقت صرف کر سکے۔ نہ اس راز کو دریافت کرنے کی اہمیت اس زمانے کی پبلک کو محسوس ہو سکتی ہے۔

البتہ اس نسل کے بعد آئندہ نسلوں کو اس خود پرستی کی فلاسفی پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔

عدالتوں میں روز مرہ جو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مقدمات پیش ہوتے رہتے ہیں، اُن کی تحقیق و تفتیش اور جانچ پڑتال میں کتنی کوششیں ہوتی ہیں، کتنا وقت صرف ہوتا ہے، کتنے دماغ مصروف رہتے ہیں، کتنی بڑی بڑی مسلیں تیار ہوتی ہیں۔ ماتحت عدالتوں سے لے کر عدالتِ عالیہ تک کتنے مرحلے طے کرنا پڑتے ہیں جب کہیں ایک مقدمے کا فیصلہ انصاف و صحت کے ساتھ ہوتا ہے۔ مرزا یاس کی خود پرستی کے معاملے میں پبلک جو چاہے کہے مگر یہ واضح رہے کہ کسی امر میں محاکمہ کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ جب تک مقدمے کی مسل کا مطالعہ شروع سے آخر تک بامعانہ نظر نہ کیا جائے گا، اُس وقت تک صحیح نتیجے پر پہنچنا محال ہے۔ پبلک جب شرائط تحقیق ہی بجا نہیں لاسکتی، مقدمے کی کافی تحقیقات ہی نہیں کر سکتی، پبلک کے پاس جب اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ وہ اس خود پرستی کے اسباب و علل اور اس کی فلاسفی پر غور کر سکے، پبلک کو جب یہی نہیں معلوم کہ اس خود پرستی کی ابتدا اور اس کی نشوونما کب اور کیوں کر اور کس ماحول میں ہوئی، پبلک کو جب اس بات کی خبر ہی نہیں کہ خود لکھنؤ کی فرعونیت اور حماقت نے مرزا یاس کو آتش پرست سے خود پرست ہو جانے پر مجبور کر دیا تو ایسی بے خبری و ناواقفیت کی حالت میں پبلک کو محاکمہ کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ رائے زنی کرتے وقت کوئی کسی کی زبان تو پکڑ نہیں سکتا مگر ایسی رائے زنی جو ناواقفیت یا ناقص معلومات پر مبنی ہو، کہاں تک حق بجانب کہی جاسکتی ہے۔ فقط یاس صاحب کی تحریروں کو سرسری نظر سے دیکھ کر اُن کی خود پرستی کو بے جا ٹھہرانا اور اپنے ناقص فیصلے کو صحیح سمجھ لینا اہل تحقیق کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ مرزا یاس کی خود پرستی کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے نگاہ میں وسعت پیدا کرنے اور صفحات تاریخ سے مدد لینے کی ضرورت ہے، بغیر اس کے صحیح نتیجے پر پہنچنا معلوم!

صفحات تاریخ شاہد ہیں کہ جب کبھی دنیا میں کسی مصلح یا ریفارمر کا ظہور ہوا ہے جس نے دنیا میں آکر کچھ کار نمایاں کئے ہیں، رسمیات بے ہودہ، معتقدات فرسودہ اور

توہمات باطلہ کی اصلاح اور پبلک کے دماغ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی ہے تو اُس کے خلاف ہمیشہ انواع و اقسام کے طوفانِ بغاوت اٹھتے رہے ہیں۔ ملک و ملت کی طرف سے اُس کو جاہل، بے ایمان، دغا باز، فتنہ پرداز وغیرہ و غیرہ خطابات ملتے رہے ہیں مگر وہ کبھی اپنے مشن کو پبلک کے خوف سے ترک یا ملتوی کرنا گوارا نہیں کرتا۔ ذلت و رسوائی گوارا کرتا ہے، ایذا کی اٹھاتا ہے، انواع و اقسام کی قربانیاں کرتا ہے مگر اپنے مشن سے باز نہیں آتا۔ اثنائے جدوجہد میں اُسے یہ ضرورت بھی پیش آتی ہے کہ وہ ناواقفوں اور کوتاہ اندیشوں کو اپنی خداداد بزرگی و فضیلت سے آگاہ کرے، وہ کھلے کھلے لفظوں میں اپنی زبان سے اپنی خداداد قابلیت کا اظہار کر کے اتمامِ حجت کرتا ہے۔ اس اتمامِ حجت و اظہارِ فضیلت پر وہ اپنی قوم کے ہاتھوں نشانہ ملامت ہوتا ہے، دشنام سنتا ہے، در بدر خاک بسر ہوتا ہے مگر اپنے مشن سے باز نہیں آتا۔ اب اسے تم اُس کی خود ستائی و خود پرستی سمجھو یا اک تبلیغی فرض مگر یہ ناگوار فرض ادا ہی کرنا پڑتا ہے۔

مذہبی ریفاہی ہو یا ملکی، اخلاقی ریفاہی ہو یا ادبی، ہر ایک کو اپنی زندگی میں یہ ناگوار فرض (جسے تم خود ستائی سمجھو گے) ادا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ دور کیوں جاؤ، مرزا غالب ہی کو دیکھ لو۔ غالب کون تھا۔ ایک ادبی ریفاہی تھا جو بد و فطرت سے دنیا کے شعرو سخن میں ایک خاص مشن لے کر آیا تھا۔ کیا غالب کو نادان و بے خبر پبلک کے سامنے اس ناگوار فرض (خود ستائی) کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیا غالب نے خود ستائی اور اپنے معاصرین پر حملہ کرنے اور اُن کی قلمی کھول دینے میں کوئی کسر اٹھا رکھی۔ میر تقی میر کی زندگی اسی خود پرستی کی بدولت جتنی تلخ ہو گئی، وہ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ عرفی کے فضل و کمال کا کون منکر ہو سکتا ہے مگر کیا اُس سے بڑھ کر کوئی مغرور و خود پرست گزرا ہے؟

پبلک کو جب یہی نہیں معلوم کہ مرزا یاس نے لکھنؤ کے خط ناک و پیرا شوبہ حوال میں کیسی تلخ زندگی بسر کی ہے اور لکھنؤ کی فرعونیت کہاں تک مرزا یاس کی خود پرستی کی محرک ہوتی رہی ہے تو اس حکیمانہ خود پرستی کی داد کیا دے سکتی ہے اور اس خود پرستی کی اہمیت اور اس کی اشد ضرورت کا کیا اندازہ کر سکتی ہے۔

.....مختصر یہ ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح و تہذیب نفس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اپنا ہی سافرض شناس دیکھنا چاہتا ہے، اُسے ابنائے زمانہ کے ہاتھوں ایذائیں اٹھانا ہی پڑتی ہیں۔ اسی کے ساتھ اُسے یہ ضرورت بھی پیش آتی ہے کہ وہ کج فہم پبلک کو اپنے مرتبے اور اپنے مشن سے آگاہ کر کے اتمامِ حجت کر دے۔ اس ایذا پسندی میں اُسے وہ لذت ملتی ہے جس پر دنیا کی ہزار ہا لذتیں صدقے ہیں۔ یوں تو جعل ساز، دغا باز، چور، اٹھائی گیرے بھی اپنے اپنے کرتوت سے ایذائیں اٹھاتے ہیں، رسوا ہوتے ہیں مگر انھیں وہ روحانی لذت کیا نصیب ہو سکتی ہے جو ایک فرض شناس کو سختیاں اٹھا کر حاصل ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے ابنائے زمانہ کی نگاہوں میں محض جھوٹی عزت، مصنوعی اور عارضی خوشی حاصل کرنے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے، وہ ان حکیمانہ ایذا پسندیوں کی لذتوں کا اندازہ کیا کر سکتے ہیں۔ تادر نہ آئی نہ دانی۔ یہی وہ لذت ایذا طلبی ہے جس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ فرمایا:

مزے کے ساتھ ہوں امدودہ و غم تو کیا کہنا

یقین نہ ہو تو کڑے کوئی امتحان اپنا (یاس)

.....اس ادبی ریفارمر کو بھی مقامی ضرورتوں نے (یعنی لکھنؤ کی فرعونیت و حماقت) اظہارِ فضل و کمال اور مرزا غالب کے خلاف نکتہ چینی کرنے پر مجبور کیا ورنہ کیا مرزا صاحب اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ خود پرستی اور غالب پر نکتہ چینی لوگوں کو بُری معلوم ہوتی ہوگی۔ مگر وہ اس رازِ حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہی خود پرستی جو عام طور پر مذموم سمجھی جاتی ہے، ایک خاص وقت پر اور خاص خاص ہستیوں کے لیے جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہو جاتی ہے۔ تم اگر مرزا صاحب کی پوزیشن میں ہوتے تو بغیر سمجھائے سمجھ جاتے کہ لکھنؤ کی فرعونیت کا علاج خود پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لکھنؤ والے اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی فرعونیت خاموشی کے ساتھ نال دی جائے بلکہ ان کی سرکوبی فرض ہے۔

عوام کا ذکر نہیں، اہل تحقیق جب غور و فکر کے ساتھ مرزا یاس کی شخصیت کا مطالعہ کریں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص بد و فطرت سے دنیائے شعر و سخن کے لیے

ایک خاص مشن لے کر آیا ہے۔ پبلک کو اپنے مذاقِ سخن، اپنے معیارِ حریت و صداقت کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اس مصلحانہ مشن اور احساسِ ذمہ داری کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب منکروں کو اپنی شخصیت سے آگاہ کر کے اتمامِ حجت کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اب اسے تم خود پرستی کہو یا ادائے فرض۔ تم کو کیا معلوم کہ فراعنہ لکھنؤ کی چشمِ نمائی کے لیے خود پرستی کی اور اُن کے دماغ سے مادہائے فاسد کو خارج کرنے کے لیے کس قدر تند و تیز و تلخ جلاب دینے کی ضرورت ہے۔ اگر تم مرزا صاحب کی پوزیشن میں ہوتے اور محسود عصر ہو کر حاسدوں کی نگاہ میں خار بن کر کھٹکنے کی قابلیت رکھتے اور لکھنؤ میں رہ کر ایسی تلخ و خطرناک زندگی بسر کرتے، عوام کی نگاہ میں جھوٹی ہر دل عزیزی حاصل کرنے اور چین سے خود غرضانہ زندگی بسر کرنے کے بدلے تم دوسروں کے لیے کوئی اصلاحی مشن لائے ہوتے تو تم اس حقیقت کی تہ کو پہنچ سکتے کہ مرزا صاحب کس خطرناک ماحول میں کس ثابت قدمی سے اپنے مشن پر قائم رہے ہیں اور جس ناگوار فرضِ تبلیغی کو تم خود پرستی سے موسوم کرتے ہو وہ کتنا اہم اور ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عوام کے علاوہ مرزا صاحب کے بعض سچے ہمدرد وہی خواہ بھی اس خود پرستی کو اُن کے حق میں مضر سمجھتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اس خود پرستی کی بدولت مرزا صاحب نے بہت کچھ ایذائیں اٹھائیں اور اٹھا رہے ہیں۔ بہت سے مادی فوائد جو زمانہ سازی کی بدولت حاصل ہو سکتے تھے، وہ اس خود پرستی کے ہاتھوں حاصل نہ ہوئے۔ مگر کیا کیجیے مرزا صاحب کی نظر آج سے زیادہ کل پر ہے۔ مولانا نثار صفوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

خدا ہی اُس دل آگاہ کو صلہ بخشے

جو آج چھوڑ کے کل کا امیدوار رہے

مرزا صاحب کے دل سوز و ہمدرد جو اس خود پرستی کو باعثِ مضرت سمجھتے ہیں، اُن کے خلوص و محبت میں کوئی کلام نہیں۔ مرزا صاحب کو انواع و اقسام کی ایذاؤں میں گھرا ہوا دیکھ کر اُن کا دل دکھتا ہے، مگر اُن کے دوستوں کو اس امر کا کافی اندازہ نہیں ہے کہ اس شخص کو ایذا طلبی میں کیا لذت ملتی ہے۔ انھیں اس کی خبر نہیں ہے کہ اس خود پرستی و ایذا طلبی

کے کیا کیا اہم نتائج ظہور میں آنے والے ہیں۔ مرزا صاحب کی موجودہ حالت زار پر نظر کرتے وقت اُن کے احباب اس حقیقت کو سہو کر جاتے ہیں کہ اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک حیاتِ بعد الممات بھی ملنے والی ہے جو بغیر ایذا طلبی کے ممکن نہیں۔

مرزا صاحب کے دوستوں کا جو اہم فرض ہے وہ یہ ہے کہ شعر و سخن اور طبقہ شعرا کے لیے جو اصلاحی مشن مرزا صاحب کو انجام دینا ہے، اُس میں ہاتھ بٹائیں اور اس مشن میں جو رکاوٹیں ہیں اُنھیں دفع کریں۔

شعر و سخن کے متعلق مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے لہذا دیگر مخلوقات سے زیادہ اور بہت زیادہ مطالعہ انسان ہی کا کرنا چاہیے۔ انسان کی اندرونی و بیرونی دنیا اور اُس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظر کی جائے۔ انسان کی ظاہری حالت سے زیادہ اُس کی باطنی حالت پر زور قلم دکھایا جائے۔ فلسفہ فطرت انسانی کے باریک نکتے شاعرانہ انداز سے حوالہ قلم کیے جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ انسان ہی کو شاعری کا موضوع قرار دیا جائے۔ انسان کے علاوہ مچھر، کھٹل، کتے، بلی، گائے، بھینس، بندر، ساگ پات، آم، خربوزے، دریا، سمندر، کوہ و صحرا، چاند سورج تارے اور دیگر مظاہر قدرت کو موضوع شاعری قرار دینا اور اُن پر کبھی کبھی طبع آزمائی کرنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ شاعر کی توجہ کی سب سے زیادہ مستحق وہ مخلوق ہے جسے انسان کہتے ہیں۔ کیا فلسفہ فطرت انسانی کا سارا ذخیرہ ختم ہو گیا، کیا ذات انسانی کے جتنے حقائق و معارف ہیں سب قلم بند ہو گئے ہیں کہ اُنھیں چھوڑ کر آم خربوزوں پر نظمیں لکھی جاتی ہیں اور یہ مہملات نہایت جلی حرفوں میں زیب رسائل کیے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم ہندوستانیوں پر تقلید کا وہ جن سوار ہے کہ نیک و بد کی تمیز باقی نہیں رہی۔

شاعری کے متعلق تو مرزا صاحب کا ^{مطرح} نظر یہ ہے جو مختصر لفظوں میں بیان کیا گیا۔ طبقہ شعرا کی اصلاح کے متعلق مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ شعرا کو (Mental Slavery) زنجیر تقلید سے بالکل آزاد رہنا چاہیے۔ لکھنؤ و دہلی کی تقلید میں پھنس کر بہتیرے ہونہار افراد کی دماغی استعداد کی صحیح نشوونما نہ ہو سکی۔ خصوصاً لکھنؤ والوں نے جہاں

کسی میں دماغی استعداد کے آثار دیکھے، اُسے فنا کر دینے پر تئل گئے۔ ایسی افسوس ناک حالت میں شعرائے بیرونجات کو چاہیے کہ وہ لکھنؤ اور دہلی کی غلامی سے آزاد ہو کر خود اپنی دماغی استعداد کو ترقی دیں اور آپ اپنی قدر کریں۔ اس سے مرزا صاحب کا منشا یہ نہیں ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کی زبان کا جو سرمایہ ہے، اُس سے بالکل قطع نظر کر لی جائے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کے سرمائے پر سختی اور زبردستی کے ساتھ فاتحانہ قبضہ کیا جائے۔ غلامانہ و گدایانہ طرز سے لکھنؤ اور دہلی کا دست نگر نہ رہنا چاہیے۔ یہی مشن، یہی معیارِ حریت، یہی فاتحانہ اسپرٹ ہے جس نے لکھنؤ والوں اور اُن کے سگوں سوتیلوں کو مرزا صاحب کے خلاف بغاوت و شرارت پر آمادہ کیا۔ یہ بغض و عناد محض اس جرم پر تھا کہ مرزا صاحب لکھنؤ والوں کی شاعری کو اس قدر ہیچ و پوج کیوں سمجھتے ہیں۔ اُن کے کرتوت کا پردہ وہ کیوں فاش کرتے ہیں۔ لکھنؤ والوں کے کلام پر ایسے دندان شکن اعتراضات کیوں کیے جن کا جواب کچھ بن نہیں پڑتا۔ دیکھو مردانگی و غیرت اسے کہتے ہیں۔

ایہا الحاسدین یاد رکھو کہ ان ہتھ کھنڈوں سے کوئی کسی بھلے آدمی کو صحیح معنی میں ذلیل نہیں کر سکتا۔ مرزا یاس کی یہ فلاسفی بھی یاد رکھنے اور دستور العمل بنانے کے قابل ہے کہ انسان ذلیل ہوتا ہے تو محض اپنی کرتوت سے۔ دوسروں کی گستاخیوں بے ہودگیوں سے ذلیل نہیں ہو سکتا.....

دشمنوں نے مرزا غالب ایسے اکمل روزگار کے خلاف کلکتے میں کیا کیا شورشیں اٹھائیں جن سے تنگ آ کر مرزا غالب ایسے شخص کو مثنوی ”بادِ مخالف“ میں معافی مانگنی پڑی۔ باشندگانِ کلکتہ کو آئینِ خلق و مسافر نوازی کی تلقین کرنی پڑی۔ اپنی عاجزی و درماندگی کا دکھڑا رونا پڑا۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا یاس کے دل میں بھی لکھنؤ والوں سے صلح جوئی کا خیال کبھی پیدا ہوا، لاواللہ ہرگز نہیں۔ مرزا یاس نے کبھی اہل لکھنؤ کی طرف سے شریفانہ برتاؤ کی اُمید کو دل میں جگہ دی ہی نہیں۔ مرزا صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ لکھنؤ کی طرف سے خطا کے سوا وفا کی اُمید ایک خیال خام ہے:

یاس اُمید وفا از لکھنؤ فکرِ محال

شیوہ ہائے نامسلمان بر فتابد ہر دے

کلکتے میں غالب کے خلاف جو کچھ ہوا وہ ہوا، خود اُن کے ہم وطنوں نے دہلی کے کوتوال کو بھڑکا کر اور قمار بازی کی تہمت رکھ کر اس یگانہ روزگار کو جیل خانے میں پہنچا دیا۔ مرزا یاس کو بھی بعض اہل لکھنؤ نے جیل خانے بھجوانے کا ارادہ کیا تھا مگر پورا نہ ہوا۔ البتہ مرزا صاحب کی روزی پر حملہ کر کے کامیاب ضرور ہوئے۔ بے غیرتوں نے غالب مغفور کے نام گم نام خطوط میں مغلظ گالیاں لکھ بھیجیں جس پر مرزا غالب نے ہنس کر فرمایا کہ بدتمیزوں کو گالیاں تک دینے کا سلیقہ نہیں۔ لڑکوں کو ماں [کی] گالی دیتے ہیں، وہ اس وجہ سے کہ لڑکوں کو ماں سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ جوانوں کو جو رو کی گالی دیتے ہیں کیوں کہ انھیں بیوی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بڑھوں کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں، اس لیے کہ انھیں بیٹی بہت عزیز ہوتی ہے، مگر کم بختوں نے اس بڑھے کو ماں کی گالی کیا سمجھ کر دی جس کی ہڈیاں تک خاک ہو چکی ہوں گی۔ کیا ان شرم ناک حرکتوں سے غالب کی آبرو میں فرق آگیا۔ استغفر اللہ۔ انسان ذلیل ہوتا ہے تو محض اپنے کرتوت سے، دوسروں کی بے ہودگیوں سے صحیح معنی میں ذلیل نہیں ہو سکتا۔ میاں لکھنوی کے ایک شاگرد غالباً...^{۳☆} ملیح آبادی نے یا اور کسی نے مرزا یاس کے بعض اشعار پر نہایت غلیظ اور ناپاک مصرعے لگائے جن میں مرزا صاحب کے والدین کی شان میں وہی گستاخیاں کی گئی تھیں جو مرزا غالب کی شان میں ہوئی تھیں۔^{۴☆} میاں ذلیل لکھنوی کا عصا بردار مرزا پور کا ایک گنوار اُن ناپاک مصرعوں کو لکھنؤ بھر میں سناتا پھرا۔ لکھنؤ والوں کی خوشنودی اور اپنی ہر دل عزیزی کی سند حاصل کرنے کی اُمید موہوم میں خود اپنا نامہ اعمال سیاہ کر لیا مگر ان حرکتوں سے مرزا یاس کے مرتبے میں کیا فرق آگیا۔ اُن کا اعتبار یوٹا فیوٹا بڑھتا ہی گیا:

اخواں کی عداوت سے ہوا شہرہ یوسف

کچھ پیش نہیں جاتی ہے قسمت کے دھنی سے (آتش)

ان غلیظ مصرعوں کی تصنیف کے متعلق صحت کے ساتھ نہیں جاسکتا کہ یہ فعل

ملح آبادی کا تھا یا اور کسی کا۔ مگر لکھنؤ میں ایک کمرے پر سائل دہلوی کی زبان سے اچانک ایک ایسا لفظ نکل گیا تھا جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حرکت ملح آبادی کی تھی۔ بہر حال یہ حرکت کسی لکھنوی کی ہو یا لکھنویوں کے کسی خوشامدی کی ہو، لکھنؤ کے لیے قابل فخر ضرور ہے۔ آفرین و صد آفرین مرزا یاس کو کہ ان مغلظات کا کوئی جواب نہ دیا کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ حاسدوں کے پاس اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

ان حرکتوں نے لکھنؤ کے اعمال نامے کو اتنا سیاہ کر رکھا ہے کہ دھوئے دھوئے نہ مٹے گا۔ دنیا ہمیشہ ان حرکتوں پر لکھنؤ کو بری طرح یاد کرے گی اور لکھنؤ کو سنا پڑے گا۔ افسوس ہے کہ ان بد اعمالیوں کی بدولت خود لکھنؤ نے دنیا کو یہ حق دے دیا کہ اسے برا کہے۔ ۱۹۱۴ء میں مرزا صاحب نے اپنی غزلیات کا ایک مجموعہ شائع کیا جس پر لکھنؤ کے معتبر اساتذہ عصر مثلاً حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم نے ازراہ قدر شناسی و اعتراف کمال معقول الفاظ میں تقریظیں لکھی تھیں۔ یہ تقریظیں دیکھ کر ذلیل، خفی اینڈ کمپنی انگاروں پر لوٹنے لگے۔ حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم پر سب و شتم ہونے لگے۔ رسالہ معیار میں (جو ذلیل خفی کمپنی کا آلہ تھا) ان بزرگواروں کی شان میں گستاخانہ آوازے کسے گئے اور یہ واویلا مچائی گئی کہ اساتذہ لکھنؤ نے ایک عظیم آبادی کو مسلم الثبوت صاحب فن مان کر لکھنؤ والوں کی ناک کاٹ لی۔ اور تو اور منشی احمد علی شوق قدوائی کو بھی لکھنویوں کی ناک کٹ جانے کی ایذا محسوس ہوئی۔ انھوں نے بھی حضرت یاس کے خلاف رسالہ معیار میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لیے۔ غیرت ہو تو اتنی ہو! وقت گزر جاتا ہے بات رہ جاتی ہے۔ کیسے کیسے لوگوں نے یاس عظیم آبادی پر بقدر حوصلہ وار کیے مگر خداداد قابلیت کسی کے مٹائے نہ مٹی۔ کوئی ان حاسدوں سے پوچھے کہ حضرت اوج وغیرہ نے جو مختصر تقریظیں لکھی تھیں، وہ آج مرزا صاحب کے فضل و کمال کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہیں۔ ان تقریظوں سے مرزا صاحب کے مرتبے میں کیا اضافہ ہو گیا۔ وہ تقریظیں تو فقط لکھنؤ والوں کے جلائے تپانے کے لیے لکھوائی گئی تھیں۔ یاس ان تقریظوں سے یاس نہیں ہوئے بلکہ اپنے زورِ قلم سے۔ آج ملک میں مرزا صاحب کو جو مرتبہ حاصل ہے، کیا وہ ان تقریظوں کی بدولت

ہے؟ وہ تقریظیں تو فقط لکھنؤ والوں کے سوا پبلک کے ذہن میں محفوظ بھی نہ ہوں گی۔ یہ یاس کا زور قلم ہے جس نے لوہا منوالیا۔

اُسی زمانے میں جب ”نشر یاس“ پر اساتذہ لکھنؤ کی تقریظوں نے حاسدوں کے دلوں میں آگ لگا رکھی تھی، جناب شفق لکھنوی کے مشاعرے میں جناب خفی لکھنوی کے برادر عزیز نے مرزا صاحب کی ہجو اُن کے سامنے پڑھی۔ حاضرین صحبت نے (جن میں مشاہیر شعرا اور رؤساء لکھنؤ شامل تھے) نہایت ٹھنڈے دل سے مرزا صاحب کی ہجو سنی اور چھوٹی ہ کے ہاجی صاحب کو دل کھول کر داد دی۔ ☆ کسی بھلے آدمی کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ ارے او بے وقوف لکھنؤ کی شرافت و تہذیب کو کیوں بدنام کرتا ہے؟ لکھنؤ کی بزرگداشت کو کیوں خاک میں ملاتا ہے۔ آگے چل کر صفحات تاریخ میں یہ نازیبا طرزِ عمل لکھنؤ کو نشانہ صد ہزار نفرین و ملامت بنا دے گا۔ مگر یہ خیال ان ناعاقبت اندیشوں کو کیوں آتا۔ وہاں تو یہ نشہ تھا کہ ہم سب اپنے شہر میں بیٹھے ہیں، ہمارا اتنا بڑا جتھا، اتنا بڑا گروہ ہے۔ بے چارے یاس غریب الوطن تنہا ہمارا کیا بنالیں گے۔ پڑھنے والے نے خوب کڑک کڑک کے ہجو پڑھی، سننے والوں نے لہک لہک کے داد دی۔ مرزا صاحب خاموش بیٹھے سنتے رہے، سنتے نہ تو کیا کرتے۔ بعد مشاعرہ ہاجی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کمال یہ کیا کہ جب سے اب تک ہجو کا جواب ہجو سے نہ دیا۔ ماں باپ کی شان میں گندے الفاظ سنے مگر سکوت کیا۔ اپنی زبان کو آلودہ و شام نہ کیا۔ اور کچھ کہا بھی تو یہ کہا:

یاس ۰ اُمید وفا از لکھنؤ فکرِ محال

شیوہ ہائے نا مسلمان بر نتابد ہر توالے

مزارِ یاس پہ کرتے ہیں شکر کے سجدے

دعائے خیر تو کیا اہل لکھنؤ کرتے

افسوس ہے کہ وہ غلیظ مصرعے جو مرزا صاحب اور اُن کے والدین کی شان میں کہے گئے ہیں نقل نہیں کیے جاسکتے ورنہ پبلک کو لکھنؤ والوں کی تہذیب و متانت کا اندازہ ہو جاتا۔ پبلک ذرا انصاف سے دیکھے۔ اگر یہ ہجو کوئی شخص واحد کا فعل ہوتا تو اس کی

ذمہ داری بھی ایک ہی شخص پر ہوتی۔ مگر جب تمام حاضرین محفل نے جن میں مشاہیر شعرا اور رؤساء لکھنؤ شامل تھے، ٹھنڈے دل سے اس بجو کو پاس کر دیا اور دل کھول کر داد دی بلکہ اسے اپنے حسد شعار دل کا پھاہا بنایا، کسی تنفس کی زبان سے اس بجو کے خلاف کلمہ برأت نہ نکلا، اور کسی کا کیا ذکر خود صاحب مشاعرہ (جن کے بلائے ہوئے مہمان یاس صاحب بھی تھے) اور صاحب مشاعرہ کے استاد جی میاں آرزوے لکھنوی نے بھی خاموشی ہی اختیار کی اور اپنے ہم وطن ہاجی صاحب کو اس ناشائستہ حرکت سے باز نہ رکھا، پھوٹے منہ سے یہ [نہ] نکلا کہ ہمارے مشاعرے میں آپ کو کسی مہمان کی بجو پڑھنے کا حق نہیں ہے^{۶۶} تو یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ہاجی صاحب (برادر جناب خفی لکھنوی) کی اس حرکت کی ذمہ داری علی العموم اہل لکھنؤ پر ہے۔ جب سے اب تک اہل لکھنؤ کی جانب سے اس نازیبا حرکت پر پبلک میں اظہارِ افسوس و ندامت نہیں کیا گیا اور کیوں کیا جاتا، لکھنؤ والوں کو تو فطری حق حاصل ہے کہ وہ بیرونیوں کو گالیاں دیں، ہجویں کریں، مضحکے اڑائیں۔ بیرونی تو اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ان ناشائستہ حرکتوں پر بھی لکھنؤ والوں کے آگے سر جھکائے رہیں، اُف نہ کریں۔ اگر کسی نے کچھ جواب دیا یا اعتراض کیا تو سرکش کہلایا۔ کشتنی، گردن زدنی ٹھہرا۔ بائیکاٹ یا شہر بدر کر دینے کے قابل سمجھا گیا۔ مگر لکھنؤ والو یاد رکھو کہ تمہاری یہ فرعونیت یہ خدائی اب نہیں چل سکتی۔ وہ دن لد گئے۔ اب اینٹ کی لینی پتھر کی دینی کا زمانہ ہے۔ آگ کھاؤ گے تو انگارے۔^{۶۷}

کیا اس ملی بھگت پر بھی اجماعی حیثیت سے اہل لکھنؤ ان شرم ناک جرائم سے بری ہو سکتے ہیں۔ اہل لکھنؤ نے جب مرزا صاحب کا بائیکاٹ ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیا، ان کی ہجویں شوق سے سنیں تو کیا اب بھی لکھنؤ تعلیم کے ساتھ نفرت و ملامت کا مستحق نہیں ہے۔ اگر لکھنؤ والوں کی ان حرکتوں پر مرزا صاحب اور ساری دنیا لکھنؤ کو تعلیم کے ساتھ برا کہے تو کون سی شکایت کی بات ہے۔ بعض سنجیدہ حضرات لکھنؤ کو مرزا صاحب سے شکایت ہے کہ لکھنؤ کو تعلیم کے ساتھ برا کہتے ہیں، یہ بُرا کرتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ جب تمامی شعرائے لکھنؤ (باستثناء بعض) نے اشرار لکھنؤ کا ساتھ دیا اور مرزا صاحب کی توہین

اور اُن پر ظالمانہ سختیاں روا رکھیں تو پھر لکھنؤ تعلیم کے ساتھ قابلِ نفرین کیوں نہ ہوتا۔ لکھنؤ نے تو خود اپنی مذمت کا حق دنیا کو دے رکھا ہے۔ پہلے تو کچھ نہ سوچھا، اب لکھنؤ کے خلاف تلخ و ناگوار الفاظ سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ اب لکھنؤ کے سنجیدہ افراد کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ لکھنؤ کے خلاف جو کچھ کہا جائے اُسے برداشت کریں کیوں کہ خود اُن کے ہم وطنوں نے لکھنؤ کو مستحقِ ملامت بنا دیا ہے۔ اپنا سونا کھوٹا تو پر کھنے والے کو کیا دوش۔ از ماست کہ بر ماست۔ لکھنؤ کے علماء و رؤسا بھی جب اس ناگوار صورت حال کا دور سے تماشا دیکھتے رہے اور اپنے اخلاقی فرض کی طرف سے چشم پوشی کی، اپنے ہم وطنوں کو راہِ راست پر لانے سے پہلو تہی کی، اپنے قومی اور اخلاقی فرض کو کچھ نہ سمجھے اور ایک غریب الوطن مہمان پر یہ سب ظلم و ستم دیکھتے رہے تو اب اُن کا دوسرا فرض یہ ہے کہ لکھنؤ کے خلاف جتنے سخت و سُست الفاظ کہے جائیں انہیں شربت کے گھونٹ کی طرح پی جائیں۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ علمائے لکھنؤ کی جوتیوں کو کیا غرض پڑی تھی کہ مرزا یاس کے معاملے پر توجہ کرتے۔ مگر فرض شناس ضمیر یہی گواہی دے گا کہ افرادِ قوم میں ایسے ناگوار نفاق، ایسی شرم ناک جنگ کا دور سے تماشا دیکھتے رہنا اور اصلاحِ حال کی طرف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا سخت اخلاقی جرم ہے۔ ذرا غور تو کرو اگر تمہارا امام تمہارا پیشوا اس وقت موجود ہوتا تو کیا ان شرم ناک منافقانہ کش مکش کو دور سے دیکھتا رہتا، اصلاحِ حال کی طرف توجہ نہ کرتا۔ کیا علما پر جو نائبِ امام ہیں، اصلاحِ قومی کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ کیا سوسائٹی کی اصلاحِ علماء و رؤسا کا اخلاقی فرض نہیں ہے:

من آنچه شرط بلاغ است با تو میگویم

تو خواہ از خنم پند گیر خواہ ملال

آخر میں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ چوک میں مرزا صاحب سے انتقام لینے کے لیے ڈنڈا لیے پھرنا، مرزا صاحب کی آبروریزی کے لیے ایک شخص کو کلکتے سے بلوانا اور آمادۂ انتقام کرنا، مشاعرے میں مرزا صاحب کی جھوٹ پڑھنا اور چھپوا کر چوک میں تقسیم کرنا، مرزا صاحب کے والدین یعنی مُردوں کی شان میں گندے اور ناپاک اشعار کہہ کر تشہیر کرنا

اور لکھنؤ کی تہذیب و شرافت کو خاک میں ملانا، لکھنؤ، الہ آباد، بنارس کے مشاعروں میں مرزا صاحب کا بایکاٹ کر کے بزدلی کا ثبوت دینا، اور آخر میں مرزا صاحب کی روزی پر حملہ کر کے اپنی طاقت دکھانا، لکھنؤ والوں کے ایسے کارنامہ بھائے فتح ہیں جو صفحات تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اس فتح پر لکھنؤ جہاں تک ناز کرے بجا ہے۔ مگر ہم پبلک سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ایسی سختیوں، ایسی دل آزاریوں پر بھی اپنی آن بان قائم رکھنا، اپنے مشن سے غافل نہ رہنا کوئی آسان کام ہے! جس کی پرائیویٹ زندگی کی تلخیاں ناگفتہ بہ حالت کو پہنچ گئی ہوں اور جس کا ماحول اس قدر خطرناک ہو اُس کی خود پرستی کی فلاسفی اور فرض شناسی کی داد تو کیا دی جاتی، الٹا الزام رکھا جاتا ہے۔ قدر دانی عالمِ بالا معلوم شد۔ جن کی زندگی بسم اللہ کے گنبد میں گزرتی ہے وہ کیا جانیں، اخوان الشیاطین سے سامنا ہو تو حقیقت کھل جائے۔ لکھنؤ میں رواروی کی سیر تو دلچسپ ہوتی ہے مگر وہاں رہ کر آزادانہ زندگی بسر کرنا، لکھنویوں کے حملے روکنا اور اپنے جھنڈے گاڑ دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ بڑے بڑے بوکھلا جاتے ہیں۔ آج تک کسی بیرونی پر نہ ایسے سخت حملے ہوئے نہ کسی بیرونی نے ایسی دلیرانہ مدافعت کر کے میدان مارا۔ یہ سہرا مرزا یاس یگانہ کے سر رہا ہے اور رہے گا۔

والسلام

میرزا مراد بیگ شیرازی

حواشی:

- ۱۔ فلسفہ خود پرستی، نوشتہ مولانا بلجی بی اے۔
- ۲۔ اس دیباچے میں جہاں کہیں نقطے ہیں، وہاں سے بعض جملے بوجہ حذف کیے گئے ہیں۔ (مرتب)
- ۳۔ اصل میں تخلص کی جگہ خالی ہے۔ (مرتب)
- ۴۔ وہ مصرعے ایسے گندے اور ناپاک ہیں کہ نقل کرتے ہوئے دل کانپتا ہے۔ جن حضرات کو مرزا یاس کی جہو سننے کا شوق ہو وہ مذکورہ بالا مصرعے جناب دلیل و خفی لکھنوی سے طلب کریں۔ ان کے پاس محفوظ ہوں گے۔
- ۵۔ یہ جہو تو مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔ ایک اور جہو چھپوا کر چوک میں تقسیم کی گئی تھی جسے مرزا صاحب نے

”چراغِ سخن“ میں نقل کیا ہے۔ اس کے بعض اشعار یہ ہیں:

بنام خداوند بالا و پست کُنم یاس را نیست ہر جا کہ ہست
بہ قرآن کہ خواندیم لا تقطوا تقو بر رخ یاس ایک تقو
دلِ کافراں ہچو دوزخ بود ز دوزخ پے یاس مطبخ بود
ماشا اللہ جناب خفی فارسی بھی خوب کہتے ہیں۔ فردوسی و نظامی یاد آگئے۔ ۱۲۔

۶۔ آرزوے لکھنوی کی اس بزدلی و بے غیرتی کی کوئی حد ہے کہ اپنے مشاعرے میں ایک غریب الوطن مہمان کی دل آزاری و توہین اپنے ہم وطنوں کی خاطر خاموشی سے گوارا کر لی۔ یہ دل آزاری اُس وقت روا رکھی گئی تھی جب یاس و آرزو میں پیٹنگ بڑھے ہوئے تھے۔ اُس وقت تک آرزو کو یاس کی دوستی و یہی خواہی کا دعویٰ تھا۔ کیا اس شرم ناک واقعے سے آرزو کی اخلاقی کم زوری، بزدلی اور بے غیرتی کا ثبوت نہیں ملتا؟ ارے میاں اسی بزدلی و بے غیرتی کا فیض تھا کہ واجد علی شاہ لکھنؤ سے ٹھنڈے ٹھنڈے نیا برج کو سدھارے اور لکھنؤ والوں کی نکیر تک نہ پھوٹی۔

۷۔ محذوف الفاظ کی جگہ لکیر مطابق اصل ہے۔ (مرتب)

(۱)

من کہ بر نمی تا بم درد زیستن تنها
صبح دم چساں بینم شمع انجمن تنها
تا کجا اماں یابد از هجومِ جاں بازاں
گوشہ گیرِ فانوسے، بہر سوختنِ تنها
ہر گلے و ہر خارے فتنہ با برانگیزد
الحذر دل حیراں صد بہار و من تنها
ذوق می توان دانست رنگِ حسنِ نادیدہ
شاہدیت غمازے، بُوے پیرہنِ تنها
طرفِ محشرے دارد از فریبِ فرداے
زندہ زیرِ پیراہن، مُردہ در کفنِ تنها
اے کہ کارہا کردی، مدفنِ مہیا کن
تا بکے نہاں دارد عیبِ من کفنِ تنها
چارہٗ پشیمانی، خوش دلی و خوش کامی
توبہ از ریاکاراں، خندہا زمنِ تنها
رہبرانِ خود گم را، بجز دعا چہ فرمایم
پا شکستہ و حیراں، ماندہ در وطنِ تنها

ناخدا زمن بگزر سوے دیکراں بنکر
 کارِ من بہ دریا در دست و پا زدن تنها
 صد رفیق و صد ہمدم پر شکستہ و دل تنگ
 داورا نمی زمیبد بال و پر بہ من تنها
 نکتہ دانِ خود سازم میرزا یگانہ را
 دل نمی توان برداشت لذتِ سخن تنها
 (۱۹۲۳ء)

(۲)

ہنوز زندگی تلخ کا ، مزہ نہ ملا
 کمالِ صبر ملا ، صبرِ آزما نہ ملا
 مری بہار و خزاں جس کے اختیار میں ہے
 مزاج اُس دلِ بے اختیار کا نہ ملا
 جواب کیا ، وہی آوازِ بازگشت آئی
 قفس میں نالہٗ جاں کاہ مزہ نہ ملا
 اُمیدوارِ ربانی قفس بدوش چلے
 جہاں اشارہٗ توفیقِ غائبانہ ملا
 ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس
 عدم کی راہ میں کوئی پیادہ پا نہ ملا

ہزار ہاتھ اُسی جانب ہے منزلِ مقصود
 دلیلِ راہ کا غم کیا، ملا نہ ملا
 بس ایک نقطہ فرضی کا نام ہے کعبہ
 کسی کو مرکزِ تحقیق کا پتا نہ ملا
 اُمید و بیم نے مارا مجھے دورا ہے پر
 کہاں کے دیر و حرم، گھر کا راستا نہ ملا
 خوشا نصیب، جسے فیضِ عشقِ شورا نگیز
 بقدرِ ظرف ملا، ظرف سے سوا نہ ملا
 سمجھ میں آ گیا جب عذرِ فطرتِ مجبور
 گناہ گارِ ازل کو نیا بہانہ ملا
 بجز ارادہ پرستی خدا کو کیا جانے
 وہ بدنصیب جسے بختِ نارسا نہ ملا

نگاہِ یاس سے ثابت ہے سعیِ لاحاصل

خدا کا ذکر تو، کیا بندہ خدا نہ ملا

(۱۹۱۹ء)

☆ دلیلِ راہ بمعنی رہ نما - (یگانہ)

مجھے دل کی خطا پر یاسِ شرمانا نہیں آتا
 پرایا جُرم اپنے نام لکھوانا نہیں آتا
 برا ہو پائے سرکش کا کہ تھک جانا نہیں آتا
 کبھی گم راہ ہو کر راہ پر آنا نہیں آتا
 ازل سے تیرا بندہ ہوں، ترا ہر حکم آنکھوں پر
 مگر فرمانِ آزادی بجا لانا نہیں آتا
 مجھے اے ناخدا آخر کسی کو مُنہ دکھانا ہے
 بہانہ کر کے تنہا پار اُتر جانا نہیں آتا
 مصیبت کا پہاڑ آخر کسی دن کٹ ہی جائے گا
 مجھے سر مار کر تیشے سے مر جانا نہیں آتا
 دل بے حوصلہ ہے اک ذرا سی ٹھیس کا مہماں
 وہ آنسو کیا ہے گا جس کو غم کھانا نہیں آتا
 اسیر و شوقِ آزادی مجھے بھی گدگداتا ہے
 مگر چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہیں آتا

سراپاراز ہوں میں کیا بتاؤں، کون ہوں، کیا ہوں

سمجھتا ہوں مگر دنیا کو سمجھانا نہیں آتا

(۱۹۲۳ء)

بیٹھا ہوں پاؤں توڑ کے ، تدبیر دیکھنا
 منزل قدم سے لپٹی ہے تقدیر دیکھنا
 پہنا دیا ہے طوقِ غلامی تو ، ایک دن
 میری طرف بھی مالکِ تقدیر دیکھنا
 مجھ ناتواں کا صبر تو کیا آزماؤ گے
 راس آئے تم کو جوہرِ شمشیر دیکھنا
 آوازے مجھ پہ کتے ہیں پھر بندگانِ عشق
 پڑ جائے پھر نہ پاؤں میں زنجیر دیکھنا
 مُردوں سے شرط باندھ کے سوئی ہے اپنی موت
 ہاں دیکھنا ذرا فلکِ پیر دیکھنا
 ہوش اڑ نہ جائیں صنعتِ بہزاد دیکھ کر
 آئینہ رکھ کے سامنے تصویر دیکھنا
 چونکے تو چشمِ شوق میں عالم سیاہ تھا
 خوابِ نظرِ فریب کی تعبیر دیکھنا
 پروانے کر چلے تھے سرانجامِ خودکشی
 فانوس آڑے آگیا ، تقدیر دیکھنا

شاید خدا نہ خواستہ آنکھیں دغا کریں
 اچھا نہیں نوشتہٴ تقدیر دیکھنا
 اصلاح کی مجال نہیں ہے تو کیا ضرور
 بے ربطی نوشتہٴ تقدیر دیکھنا
 ہر خوب و زشت آپ ہی اپنی مثال ہے
 حدِ کمالِ کاتبِ تقدیر دیکھنا

بادِ مراد چل چکی لنگر اٹھاؤ یاں
 پھر آگے بڑھ کے خوبیِ تقدیر دیکھنا

(۱۹۲۱ء)

(۵)

نثر کی غزل : ۹ کے یہ سات شعر :
 ۱ تا ۵۸۰ -

(۶)

دھواں سا جب نظر آیا سوادِ منزل کا
 نگاہِ شوق سے آگے تھا کارواںِ دل کا
 چراغِ لے کے کسے ڈھونڈتے ہیں دیوانے
 نشان تو دور ہے یاں نام تک نہیں دل کا

کبھی تو موج میں آئے گا تیرا دیوانہ
 اشارہ چاہیے ہے جُنُبِشِ سلاسل کا
 ازل سے اپنا سفینہ رواں ہے دھارے پر
 ہوا ہنوز نہ گرداب کا نہ ساحل کا
 نہ سر میں نشہ ہے باقی نہ دل میں کیفیت
 زباں پہ رہ گیا اک ذکرِ خیر محفل کا
 وہ دستِ شل جو دعا کے لیے بھی اُٹھ نہ سکے
 ارادہ کون سے بل پر کرے گا ساحل کا
 نہ جانے جھوٹ ہے یا سچ ہے وعدہ فردا
 اجل پہ فیصلہ ٹھہرا ہے حق و باطل کا
 پرانی موت کا احساں بھی ہے ہمیں منظور
 کہیں طلسم تو ٹوٹے عدم کی منزل کا
 خود اپنی آگ میں جلتا تو کیمیا ہوتا
 مزاج داں نہ تھا پروانہ شمع محفل کا
 ہوا پھری افسردہ دلوں کی رُت بدلی
 اُبل پڑا ہے پھر رنگِ نقشِ باطل کا
 امید و بیم نے وہ راستا ہی چھوڑ دیا
 چراغِ گلُ ہوا جب آستانہٴ دل کا

☆ اس شعر کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۶، آیات وجدانی، طبع اول - (مرتب)

جوابِ حسنِ طلب بے دلوں سے بن نہ پڑا
حیا سے گڑ گئے جب نام آگیا دل کا
فلک ہے دونوں طرف کا نگاہاں جب تک
نہ اپنی آنکھ اٹھے گی نہ پردہ محمل کا

حضورِ دوست یگانہ کچھ ایسے غائب تھے

زبانِ گنگ تک آیا نہ ماجرا دل کا

(۱۹۱۷ء)

(۷)

چراغِ زلیست بُجھا دل سے اک دھواں نکلا
لگا کے آگ مرے گھر سے میسماں نکلا
دل اپنا خاک تھا پھر خاک کو جلانا کیا؟
نہ کوئی شعلہ اٹھا اور نہ کچھ دھواں نکلا
سُنیں گے چھیر کے افسانہ دلِ مرحوم
ادھر سے ملکِ عدم کا جو کارواں نکلا
تڑپ کے آبلہ پا اٹھ کھڑے ہوئے آخر
تلاشِ یار میں جب کوئی کارواں نکلا
لو لگا کے شہیدوں میں ہو گئے داخل
ہوس تو نکلی مگر حوصلہ کہاں نکلا

حریمِ ناز میں شاید کسی کو دخل نہیں
 دلِ عزیز بھی ناخواندہ میسماں نکلا
 نہاں تھا خانہٴ دل ہی میں شاید مقصود
 جو بے نشان تھا وہ دیوار درمیاں نکلا
 ہے فنِ عشق کا اُستاد بس دلِ وحشی
 مریضِ غم کا یہی اک مزاج داں نکلا
 لگا ہے دل کو اب انجامِ کار کا کھٹکا
 بہارِ گل سے بھی اک پہلوے خزاں نکلا
 زمانہ پھر گیا چلنے لگی ہوا اُلٹی
 چمن کو آگ لگا کر جو باغباں نکلا
 ہمارے صبر کی کھاتے ہیں اب قسمِ اغیار
 جفاکشی کا مزہ بعدِ امتحان نکلا
 خوشی سے ہو گئے بدخواہ میرے شادی مرگ
 کفنِ پہن کے جو میں گھر سے ناگماں نکلا
 اجل سے بڑھ کے محافظ نہیں کوئی اپنا
 خدا کی شان کہ دشمن نگاہ باں نکلا
 دکھایا گورِ سکندر نے بڑھ کے آئینہ
 جو سر اٹھا کے کوئی زیرِ آسماں نکلا

لحد سے بڑھ کے نہیں کوئی گوشہ راحت
 قیامت آئی جو اس گھر سے میسماں نکلا
 اب اپنی روح ہے اور سیرِ عالم بالا
 کنوئیں سے یوسفِ گم کردہ کارواں نکلا
 کلامِ یاس سے دنیا میں پھراک آگ لگی

یہ کون حضرتِ آتش کا ہم زباں نکلا
 (۰۱۹۱۵)

(۸)

قفس کو جانتے ہیں یاسِ آشیاں اپنا
 مکان اپنا زمین اپنی، آسماں اپنا
 ہوائے مُند میں ٹھہرا نہ آشیاں اپنا
 چراغِ جل نہ سکا زیرِ آسماں اپنا
 سُنا ہے رنگِ زمانہ کا اعتبار نہیں
 بدل نہ جائے یقیں سے کہیں گماں اپنا
 بس ایک سایہ دیوارِ یار کیا کم ہے
 اُٹھا لے سر سے مرے سایہ آسماں اپنا
 مزے کے ساتھ ہوں اندوہ و غم تو کیا کھنا
 یقیں نہ ہو تو کرے کوئی امتحاں اپنا

شریکِ حال ہوا ہے جو فقر و فاقہ میں
 گڑے گا ساتھ ہی کیا اپنے میسماں اپنا
 عجیب بھول بھلتیاں ہے منزلِ ہستی
 بھٹکتا پھرتا ہے گم گشتہ کارواں اپنا
 کدھر سے آتی ہے یوسف کی بوئے مستانہ
 خراب پھرتا ہے جنگل میں کارواں اپنا
 جس نے مُتردہٗ منزل سنا کے چونکایا
 نکل چلا تھا دبے پاؤں کارواں اپنا
 خدا کسی کو بھی یہ خوابِ بد نہ دکھلائے
 قفس کے سامنے جلتا ہے آشیاں اپنا
 ہمارے قتل کا وعدہ ہے غیر کے ہاتھوں
 عجیب شرط پہ ٹھہرا ہے امتحاں اپنا

ہمارا رنگِ سخن یاسِ کوئی کیا جانے

سوائے آتش ہے کون ہم زباں اپنا^{۴۵}

(۱۹۱۶ء)

(۹)

واسے نادانی کہ داری گوشِ بر دیوارِ ما
 اہلِ دل را روئے ما آئینہٗ اسرارِ ما

☆ اس مصرع کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۱۸ آیات اول۔ (مرتب)

چشم پوشی شیوہ ما ، حیلہ جوتی تا کجا
 اے کہ باشی غائبانہ در پے آزارِ ما
 پیشِ پا افتادہ بینی صد بلند و پست را
 بہرہ یابی اگر از نقشہ پندارِ ما
 ہر سکونِ مضطرب ، آئینہٗ صد انقلاب
 تا سحرِ محو تماشا دیدہ بیدارِ ما
 کیست ازیں ہر دو کہ بکشاید درے از معرفت
 زاہدِ شب زندہ دارے ، یا دلِ بیدارِ ما؟
 تا بہ چشمِ ما نیرزد جز متاعِ بے خودی
 رخصتِ اے ہوش و خرد ، رد کردہ بازارِ ما
 دوستانِ زندہ دل را خندہ بر لب سوختی
 اے نگاہِ بے زبان ، اے برقِ بے زہارِ ما
 زخمِ عبرت خوردہ ایم از دستِ نقاشِ ازل
 خندہٗ غفلتِ مزین بر پیکرِ خونبارِ ما

ہر کس از بزمِ یگانہ دست بر دل می رود

نویس را بیگانہ سازد محرمِ اسرارِ ما
 (۱۹۲۶ء)

پالا اُمید و بیم سے ناگاہ پڑ گیا
 دل کا بنا بنایا گھروندا بگڑ گیا
 اُلٹی تھی مت زمانہ مُردہ پرست کی
 میں ایک ہوشیار کہ زندہ ہی گڑ گیا
 شربت کا گھونٹ جان کے پیتا ہوں خونِ دل
 غم کھاتے کھاتے مُنہ کا مزہ تک بگڑ گیا
 بُوئے وفا کہاں چمن روزگار میں
 دل ہٹ گیا ہے جیسے کوئی پھول جھڑ گیا
 کس سادگی سے میں نے بڑھایا تھا دستِ شوق
 ہتھے سے بدمزاج یکایک اکھڑ گیا
 ایسے کے پاؤں چومے یا پیار کیجیے؟
 قدموں پہ میں جھکا تو وہ دُونا اکڑ گیا
 مُنہ زوریوں کا حوصلہ سرکارِ حُسن سے؟
 آخر پڑی وہ مار کہ چرسہ اُدھر گیا
 دونوں کے دل سے پوچھیے انجامِ کارِ عشق
 سل گھستے گھستے گھس گئی بنا رگڑ گیا

وہ مرد ہے جو زیر کرے دیوِ نفس کو
 وہ مرد کیا جو پیرِ فلک سے پچھڑ گیا
 کھینچی جو صدقِ دل سے اسیروں نے آہِ سرد
 پھر کیا تھا ، پاؤں بادِ خزاں کا اکھڑ گیا
 اللہ ری کشاکشِ دیر و حرم کہ یاس
 حیرت کے مارے بیچِ دورا ہے پہ گڑ گیا
 پہلے تو اپنے آپ کو پہچانتے نہ تھے

حُسنِ یگانہ کس کی نگاہوں میں تڑ گئے

(آغاز: ۱۹۲۱ء۔ تکمیل: ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان)

(۱۱)

نشر کی غزل: ۱ کے یہ چھ شعر:

۱۶۰۱۵۰۱۲۰۱۱۰۸۰۵۰۳۰۱

(۱۲)

قیامت ہے شبِ وعدہ کا اتنا مختصر ہونا
 فلک کا شام سے دست و گریبانِ سحر ہونا
 شبِ تاریک نے پہلو دبایا روزِ روشن کا
 زہے قسمت مرے بالیں پہ تیرا جلوہ گر ہونا
 حریمِ ناز میں کب تک گھٹے گی بوئے پیراہن
 ہوائے شوق میں لازم ہے اک دن منتشر ہونا

تماشاے چمن کی کیا حقیقت چشمِ عبرت میں
 اثر ہونا تو لازم ہے مگر اُلٹا اثر ہونا
 اسیروں کی فغاں اب اور تڑپانے لگی دل کو
 قفس کی سختیوں کا چاہیے تھا کچھ اثر ہونا
 ہوائے تند سے کب تک لڑے گا شعلہء سرکش
 عبث ہے خود نمائی کی ہوس میں جلوہ گر ہونا
 دلِ آگاہ نے بے کار میری راہ کھوٹی کی
 بہت اچھا تھا انجامِ سفر سے بے خبر ہونا
 بہار آتے ہی شادی مرگ ہو جاؤں تو اچھا ہے
 خزاں سے پہلے ہی بہتر ہے قصہ مختصر ہونا
 دیارِ بے خودی ہے اپنے حق میں گوشہء راحت
 غنیمت ہے گھڑی بھر خوابِ غفلت میں بسر ہونا
 سما سکتے نہیں الفاظ میں معنیِ وجدانی
 مگر لازم ہے دل ہی دل میں پوشیدہ اثر ہونا
 وہی ساقی، وہی ساغر، وہی شیشہ، وہی بادہ
 مگر لازم نہیں ہر ایک پر یکساں اثر ہونا

سنا کرتے تھے، آج آنکھوں سے دیکھیں دیکھنے والے

نگاہِ یاس کا سنگیں دلوں پر کارگر ہونا

(۱۹۱۵ء)

(۱۳)

نشر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۹ شعر:

۱ تا ۱۳ ۱۵ ۱۸ تا ۱۲ ۱۳۔

(۱۴)

فخر ہے خانہ صیاد میں مہماں ہونا
بے گناہوں کے لیے داخلِ زنداں ہونا
لبِ دریا سے غرض ہے نہ تیرِ دریا سے
موج و گرداب سے ہے دست و گریباں ہونا
لذتِ دردِ سلامت ہے تو آسان نہیں
جان پر کھیل کے سمادہ درماں ہونا
نفس سے صلح کا انجام یہی ہونا تھا
اپنی ہر سانس پہ رہ رہ کے پشیمان ہونا
معنی وعدہ موہوم نے صورت پکڑی
بدگمانوں کو مبارک ہو پشیمان ہونا

سو کاتب سے ہے نام اپنا مسلمانوں میں

رنگ لائے گا کسی دن یہ مسلمان ہونا

(۱۹۱۸ء)

قصہ کتابِ عمر کا کیا مختصر ہوا
 رُخِ داستانِ غم کا ادھر سے ادھر ہوا
 ماتم سرائے دہر میں کس کس کو روئے
 اے وائے! دردِ دل نہ ہوا، دردِ سر ہوا
 تسکینِ دل کو رازِ خودی پوچھتا ہے کیا
 کہنے کو کہہ دوں اور اگر الٹا اثر ہوا؟
 آزاد ہو سکا نہ گرفتارِ ششِ جہت
 دل مفت بندہ ہوسِ بال و پر ہوا
 دنیا کے ساتھ دین کی بیگار، اللہ!
 انسان آدمی نہ ہوا جانور ہوا
 فردا کا دھیان باندھ کے کہتا ہے مجھ سے دل
 تو میری طرح کیوں نہ وسیع النظر ہوا

فردا کو دور ہی سے ہمارا سلام ہے

دل اپنا شام ہی سے چراغِ سحر ہوا

(۱۹۲۵ء)

دل آگاہ نے جب راہ پہ لانا چاہا
 عقلِ گم راہ نے دیوانہ بنانا چاہا
 ناگہاں چرخِ ستم گار نے کروٹ بدلی
 بختِ بیدار نے جب مجھ کو جگانا چاہا
 پھر سمانے لگی دنیا کی ہوا "میں" کی طرح
 زانوے فکر سے جب سر کو اٹھانا چاہا
 دلِ بیدار نے گھبرا کے مجھے چونکایا
 نفس نے جب کسی مشکل میں پھنسانا چاہا
 جذبہٴ شوق نے جب عشق کی صورت پکڑی
 پھر مٹائے نہ مٹا ، لاکھ مٹانا چاہا
 جامہ زیبوں پہ کفن نے بھی دیا وہ جو بن
 دوڑ کر سب نے کلیجے سے لگانا چاہا
 بال و پر نوچ کے صیاد نے آزاد کیا
 حقِ خدمت جب اسیروں نے جتاننا چاہا

لکھنؤ میں غزل اب یاس کو پڑھنے ہی نہ دو

دڑے نے پہلوے خورشیدِ دہانا چاہا

(۱۹۱۸ء)

دل کی ہوس وہی ہے مگر دل نہیں رہا
 محل نشیں تو رہ گیا محل نہیں رہا
 پہنچی نہ اڑ کے دامنِ عصمت پہ گرد تک
 اس خاک اڑانے کا کوئی حاصل نہیں رہا
 رکھتے نہیں کسی سے تسلی کی چشم داشت
 دل تک اب اعتبار کے قابل نہیں رہا
 آہستہ پاؤں رکھے قیامت نہ کیجیے
 اب کوئی سر اٹھانے کے قابل نہیں رہا
 اک آخری علاج پہ ٹھہرا ہے فیصلہ
 بیمار اب امتحان کے قابل نہیں رہا
 پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام
 اب کوئی بارِ خاطرِ محفل نہیں رہا
 یاد آئی بوئے پیرہنِ یار، ناصحا
 اپنا دماغ اب کسی قابل نہیں رہا

نکلتے ہیں یاسِ دُور سے مُنہ آپ کا ہنوز

آنکھیں تو رہ گئیں مگر اب دل نہیں رہا

(۱۹۱۶ء)

دل دکھانے کا مزہ او دشمن جاں دیکھنا
 دل میں درد اٹھتا ہے کیوں کر، دیکھنا ہاں دیکھنا
 آئندہ کیا دے سکے گا دادِ حُسنِ بے مثال
 دیدہ دل سے دلِ گبر و مسلمان دیکھنا
 ہاں دلِ عاشق مزاج اپنی طرف بھی اک نظر
 آئندہ لے کر ذرا چاکِ گریباں دیکھنا
 وحشیو کیوں تنگ دل ہو فصلِ گل آنے تو دو
 غنچے غنچے میں بہارِ صدءِ گریباں دیکھنا
 پردہء غفلت وہی ہے بس نظر کا فرق ہے
 خوابِ رنگارنگ یا خوابِ پریشاں دیکھنا
 فکرِ حاضر، جذبِ کامل ہو تو پھر کیا دور ہے
 سیرِ غائب خواب و بیداری میں یکساں دیکھنا

یاس کیا ناخواندہ مہماں تھے کہ رکھتے ہی قدم

بھٹ پڑے بام و در و دیوارِ زنداں، دیکھنا

(۱۹۲۳ء)

خاک کا پُتلا بگولا دشت کا ہو جائے گا
 مٹ کے بھی اک پیکرِ نشو و نما ہو جائے گا
 یاد رکھ اسے دل کہ فطرت ہے سراپا انتقام
 شعلہ سرکش بھی پامال ہوا ہو جائے گا
 درد مندوں کی کھانی پر دل بے دسترس
 ہاتھ مل کر فرض سے اپنے ادا ہو جائے گا
 یہ دل بے مدعا بیگانہ اُمید و بیم
 غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا
 کیا خبر تھی دل سا شاہنشاہ آخر ایک دن
 عشق کے ہاتھوں گداؤں کا گدا ہو جائے گا
 بُوئے یوسف خود دلیلِ منزلِ مقصود ہے
 جذبِ صادق غائبانہ رہ نما ہو جائے گا
 عشق کا حُسنِ طلب اک معنی بے لفظ ہے
 کلکلی بندھ جائے گی مطلب ادا ہو جائے گا

ۛ دلیل بمعنی رہ نما۔ (یگانہ)

آئندہ ہے وہ زیارت گاہ جس کے سامنے
 خود پرستوں کے لیے سجدہ روا ہو جائے گا
 اعتبارِ وعدہ واجب ، بدگمانی کفر ہے
 کفر سے باز آئیے وعدہ وفا ہو جائے گا
 ہے ذرا سی ٹھیس کا مہماں حبابِ جاں بلب
 اک اشارے میں ہوا کے دم فنا ہو جائے گا
 سانس لیتا ہوں تو آتی ہے صدائے بازگشت
 کون دن ہو گا کہ اک نالہ رسا ہو جائے گا
 بڑھتے بڑھتے اپنی حد سے بڑھ چلا دستِ ہوس
 گھٹتے گھٹتے ایک دن دستِ دعا ہو جائے گا

چھوڑیے دیر و حرم کو یا س دلی دُور ہے

اس دورا ہے میں غضب کا سامنا ہو جائے گا

(۱۹۲۲ء)

(۲۰)

تماشا ہے مری تصویر کا بیکار ہو جانا
 قلم کے زخم کھا کر پیکرِ خوں بار ہو جانا
 زبے مقصد ، جہادِ نفس کو تیار ہو جانا
 خوشا ہمت ، خود اپنے در پے آزار ہو جانا

دوا کا اور دعا کا امتحان منظور تھا ورنہ
 بھلے چنگے گوارا تھا کسے بیمار ہو جانا
 زہے دیوانگی، چشمِ ہوس کے پھیر میں پڑنا
 جھومِ شوق میں گم گشتہ بازار ہو جانا
 قیامت تک یہ کالے کوس روشن ہو نہیں سکتے
 عبث ہے ہم رکابِ کافر و دیں دار ہو جانا
 بہت میں نے ٹٹولا جادہ شیخ و برہمن کو
 کوئی آساں ہے ناہموار کا ہموار ہو جانا
 تصور سے کبھی خوابِ اجل کے کانپ کانپ اٹھنا
 کبھی تعبیر سن کر جان سے بیزار ہو جانا
 عجب کیا بھول جائے طائرِ خوابِ آشیاں اپنا
 شبِ غم، دُور کیا ہے راہ کا دشوار ہو جانا
 لہو کا گھونٹ بھی فصلِ خزاں میں مل نہیں سکتا
 قیامت ہے گلّوں کا ہم زبانِ خار ہو جانا
 کوئی طوفان آیا یا ہمارے کان بجتے ہیں
 ذرا اسے بندگانِ ناخدا، ہشیار ہو جانا
 عجب کیا ہے ہم ایسے گرم رفتاروں کی ٹھوکر سے
 زمانے کے بلند و پست کا ہموار ہو جانا

مبارک بوالہوس کو یاس آنکھیں مانگتے پھرنا
کسی کی دیکھا دیکھی تشنہ دیدار ہو جانا
(۱۹۲۰ء)

(۲۱)

سلسلہ چھڑ گیا جب یاس کے افسانے کا
شمع گل ہو گئی ، دل بجھ گیا پروانے کا
عشق سے دل کو ملا آئینہ خانے کا شرف
جگمگا اٹھا کنول اپنے سیہ خانے کا
خلوتِ ناز کجا اور کجا اہلِ ہوس
زور کیا چل سکے فانوس سے پروانے کا
لاشِ کمِ بخت کی کعبے میں کوئی پھلوادے
کوچہ یار میں کیوں ڈھیر ہو پروانے کا
وائے حسرت کہ تعلق نہ ہوا دل کو کہیں
نہ تو کعبے کا ہوا میں نہ صنم خانے کا
تشنہ لب ساتھ چلے شوق میں سائے کی طرح
رُخ کیا ابرِ بہاری نے جو مے خانے کا
واہ کس ناز سے آتا ہے ترا دورِ شباب
جس طرح دور چلے بزم میں پیمانے کا

۱۶ ڈھیر بمعنی مزار ۔ (یگانہ)

اہلِ دل مست ہوئے پھیل گئی بوئے وفا
 پیرہن چاک ہوا جب ترے دیوانے کا
 سرِ شوریدہ کجا عشق کی بیگار کجا
 مگر اللہ رے دل آپ کے دیوانے کا
 دیکھ کر آنے میں چاکِ گریباں کی بہار
 اور بگڑا ہے مزاج آپ کے دیوانے کا
 کیا عجب ہے جو حسینوں کی نظر لگ جائے
 خون ہلکا ہے بہت آپ کے دیوانے کا
 آپ اب شمعِ سحر بڑھ کے گلے ملتی ہے
 بخت جاگا ہے بڑی دیر میں پروانے کا
 دل بے حوصلہ تکتا ہے خریدار کی راہ
 کوئی گاہک نہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے کا

بزم میں صبح ہوئی چھا گیا اک سنا

سلسلہ چھڑ گیا جب آپ کے افسانے کا

(۱۹۱۵ء)

(۲۲)

کعبہ مقصود خلوت خانہ دل ہو گیا
 جلوہ موہوم آخر خضرِ منزل ہو گیا

عشق سے آئینہ ادراک کے جوہر کھلے
 خانہ دل شاہدِ معنی کی منزل ہو گیا
 وحشت آبادِ جہاں کی دل فریبی دیکھیے
 سیکڑوں آزاد پابندِ سلاسل ہو گیا
 خامہ قدرت کی ہر صنعت ہے آپ اپنی مثال
 امتیازِ خوب و زشت آنکھوں کو مشکل ہو گیا
 غش ہیں سب اہلِ نظر اس بولتی تصویر پر
 خاک کے پتلے کو کیا اعجاز حاصل ہو گیا
 جذبہ صادق نے کھینچی خوب تصویرِ وطن
 صحنِ دل گلِ دستہ یارانِ یک دل ہو گیا
 ناتوانی کا بُرا ہو غش پہ غش آنے لگے
 دو گھڑی دل کھول کر رونا بھی مشکل ہو گیا
 تم سراسر رنج دینے پر جب آمادہ ہوئے
 میں سراپا درد سنے کے لیے دل ہو گیا
 اس طلسماتِ عناصر کی حقیقت کھل گئی
 جب گڑھے میں گور کے انسان داخل ہو گیا
 دورِ آخر میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
 دیکھتے ہی دیکھتے کیا رنگِ محفل ہو گیا

یاس اب تنگ آگئے اس ملگھی پوشاک سے
جامہ تن دھجیاں لینے کے قابل ہو گیا
(۱۹۱۵ء)

(۲۳)

نشر کی غزل: ۱۱ کے یہ سات شعر:

۱۹۱۵ء تا ۱۹۲۱ء

(۲۴)

دنیا کا چلن ترک کیا بھی نہیں جاتا
اس جادہ باطل سے پھرا بھی نہیں جاتا
زندانی مصیبت سے کوئی نکلے تو کیوں کر
رسوا سر بازار ہوا بھی نہیں جاتا
دل بعد فنا بھی ہے گراں بارِ امانت
دنیا سے سبک دوش اٹھا بھی نہیں جاتا
کیوں آنے لگے شاید عصمت سر بازار
کیا خاک کے پردے میں چھپا بھی نہیں جاتا

اک معنی بے لفظ ہے اندیشہ فردا

جیسے خطِ قسمت کہ پڑھا بھی نہیں جاتا

(۱۹۱۸ء)

(۲۵)

نشر کی غزل : ۱۳

(۲۶)

نشر کی غزل : ۵ کے یہ چار شعر :

- ۱۰۱۴۱۵۱۳

(۲۷)

نشر کی غزل : ۱۲ کے یہ تین شعر :

- ۱۳ ۱۱ ۹

(۲۸)

مثلت

امید و بیم میں کٹے تو کیا مزہ شباب کا
ہوائے دہر دیتی ہے پیام انقلاب کا
الٹ نہ جائے ناگہاں ورق مری کتاب کا

کسی کی کیا مجال ہے جو چرخِ پیر سے لڑے
اُمُنڈ رہا ہے ابرِ غم نہ جانے کب برس پڑے
رُنڈھا ہوا ہے چار سمت بادل انقلاب کا

ہوئے مُند دل جلوں کے دل کو روندتی ہے کیا
قفس پہ میرے بے دھڑکیہ برق کووندتی ہے کیا
چلے گا بے دلوں سے کچھ نہ زور اضطراب کا

نہ ابتدا کی کچھ خبر نہ کچھ خبر کا ابتدا
دل شکستہ گم ہوا تو پھر کہاں کا سلسلہ
ہی ورق نکل گیا تو مول کیا کتاب کا

نگاہِ تشنہ کام میں حرام بھی حلال ہے
نہ کوئی امر مُمتنع، نہ کوئی شے محال ہے
فریب مجھ سے پوچھیے کرشمہء سراب کا

پکارنے سے کام ہے پکارتا ہوں بار بار
دیارِ حُسن میں ہو یا سَ کیوں کوئی اُمیدوار
جوابِ باصواب یا جوابِ بے صواب کا

(۱۹۲۵ء)

نقشِ باطل ہو چلا خوابِ پریشانِ بہار
 دیدہ حیراں میں کھینچ کر آگئی جانِ بہار
 ہوشیار اے چشمِ زرگس، اے نگہبانِ بہار
 ہے زوالِ رنگ و بو دست و گریبانِ بہار
 آگ برسائے فلک یا آبِ حیوانِ بہار
 زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے پشیمانِ بہار
 چشمِ پُرخوں نے مجسم کر دیا موہوم کو
 ورنہ بے تعبیر تھا خوابِ پریشانِ بہار
 چاندنی کی سیر کرتے، ہم سے آنکھیں مانگ کر
 ہیں کدھر پروانہ شمعِ شبستانِ بہار
 اپنا ہاتھ اپنا گریباں، اپنا سودا اپنا سر
 استخارہ کمر چلے پابندِ فرمانِ بہار
 پیرہن کیا؟ گھر بھی خوش وقتی کے مارے تنگ ہے
 آشیاں ہے اپنے حق میں طرفہ زندانِ بہار
 حاشیے کیا کیا چڑھاتے ہیں قفس میں زندہ دل
 مُردہ دل کہتے ہیں بے معنی ہے فرمانِ بہار

کیوں قفسِ بردوش پھرتے ہیں اسیرانِ ہوس
 ننگِ یارانِ چمن ، ناخواندہ مہمانِ بہار
 اے خزاں پروردہ دل ، فکرِ چمن سے باز آ
 اپنے اُوپر رحم کر ، اے دشمنِ جانِ بہار
 قافلے کا قافلہ مارا ہوائے دہر نے
 رہ گئے سوتے کے سوتے سب حسنینِ بہار
 رنگ و بوئے عارضی سے دل بہلنے کا نہیں
 فکرِ فردا ہے نظر میں خارِ دامنِ بہار
 اپنے اپنے رنگ میں اور اپنے اپنے حال میں
 کوئی حیرانِ خزاں ، کوئی پشیمانِ بہار
 دیکھنا یہ ہے کہ آخر تک ٹھہرتا کون ہے
 بوٹا بوٹا بن گیا ہے مردِ میدانِ بہار
 خار و گل دونوں کو اپنے بانگین پر ناز ہے
 دیکھیے ، رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ بہار

دیکھ لیتا ہوں چمن کو دور سے بیگانہ دار

یاں مجھ سے کیوں کھٹکتا ہے نگہبانِ بہار

(۱۹۲۳ء)

ہنستا ہے عشق مجھ کو گراں بار دیکھ کر
 زندانِ آب و گل میں گرفتار دیکھ کر
 تیور بُجھے ہیں صبح کے آثار دیکھ کر
 آنکھیں کھلی ہیں فتنہ بیدار دیکھ کر
 عبرت سرائے دہر سے منہ موڑنا پڑا
 آنکھوں کو اپنے درپے آزار دیکھ کر
 کس کل پہ ہے بنائے طلسماتِ آب و گل
 اہلِ نظر ہیں نقشِ بے دیوار دیکھ کر
 شانہ بلا کے موت نے چونکا دیا مجھے
 محوِ ظلم بندیِ اسرار دیکھ کر
 آخر اجل نے روح کو آزاد کر دیا
 احسانِ بے سبب سے گراں بار دیکھ کر
 روزِ ازل سے منزلِ سودا ہو جس کا سر
 وہ کیوں نہ غش ہو سنگِ درِ یار دیکھ کر
 منزل کو اپنے زیرِ قدم جانتے ہیں ہم
 اس تو سنِ خیال کی رفتار دیکھ کر

پیدا نہ ہو زمیں سے نیا آسماں کوئی
 دل کانٹتا ہے آپ کی رفتار دیکھ کر
 چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے
 حیراں ہے شمع صورتِ بیمار دیکھ کر
 کیوں انقلابِ عشق یہ کیسی ہوا چلی؟
 جی سن سے ہو گیا رخِ بیمار دیکھ کر
 پاتی نہیں مزاج، دوا کا اثر ہو کیا؟
 منہ پھیر لیتے ہیں ترے بیمار، دیکھ کر
 رُت پھر چلی ہے آپ کے بیمارِ ہجر کی
 صبحِ بہارِ حشر کے آثار دیکھ کر
 بٹھلاتے ہیں وہ سایہ خورشیدِ حشر میں
 عاشق کو اپنے تشنہ دیدار دیکھ کر
 جنسِ وفا نہ تھی کوئی مفلس کا مال تھا
 دل ہٹ گیا نگاہِ خریدار دیکھ کر
 ناگفتنی ہے حضرتِ دل کون سی وہ بات؟
 کیا یاد آگیا رسن و دار دیکھ کر

گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں ان دونوں مصرعوں کو ملا کر یہ شعر لکھا ہے:

چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے

جی سن سے ہو گیا رخِ بیمار دیکھ کر (مرتب)

دل مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کس طرف کو ہے
 جوشِ جہادِ کافر و دیں دار دیکھ کر
 غیرت سے رنگِ نامہٴ اعمال اڑ نہ جائے
 کیفیتِ نگاہِ گنہ گار دیکھ کر
 آئینہ رکھ کے آپ بھی سجدے میں جھک گئے
 اب کیا کہیں گے کافر و دیں دار دیکھ کر

گردن ہی اپنی جب کسی قابل نہ ہوگی یاس

پھر کیا بڑھے گا دل رسن و دار دیکھ کر

(۱۹۱۷ء)

(۳۱)

نہتر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۳ شعر:

۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۸ء

(۳۲)

رہے دنیا میں محکومِ دلِ بے مدعا ہو کر
 خوشا انجام اُنھے بھی تو محرومِ دعا ہو کر
 وطن کو چھوڑ کر جس سرزمین کو میں نے عزت دی
 وہی اب خون کی پیاسی ہوئی ہے کر بلا ہو کر
 بتاؤ، ایسے بندے پر ہنسی آئے کہ غیظ آئے
 دعا مانگے مصیبت میں جو قصداً مبتلا ہو کر

کھلا آخر فریبِ مے چلا جب دُرد کا ساغر
بندھا زورِ خمار اندیشہ روزِ جزا ہو کر

نگاہِ یاس میں گویا دوبارہ زندگی پائی

جو چونکا خوابِ غفلت کے مزے سے آشنا ہو کر

(۱۹۱۸ء)

(۳۳)

آنکھ جھک جاتی ہے خار و گل کو باہم دیکھ کر
دیدنی نادیدنی دونوں کو توأم دیکھ کر
بستے ہیں افسردہ دل نیرنگِ عالم دیکھ کر
اہلِ دل کو بتلائے شادی و غم دیکھ کر
آنکھ والے راہ میں حیرت کے پتلے بن گئے
کچھ نہ سوجھا خاک کے پتلوں کا عالم دیکھ کر
گرد کے ہمراہ رنگِ عارضی بھی دھل گیا
روئے گل ہے غرقِ نخلت فیضِ شبِ نیم دیکھ کر
واہ ری وارفتگی، جاتی رہی سب بھوک پیاس
چشمِ بلبس سے گلوں کو غرقِ شبِ نیم دیکھ کر
رنگِ لائی گرم بازاری ہوائے دہر کی
روئے گل تو نسا ہوا ہے قحطِ شبِ نیم دیکھ کر

نقش بر دیوارِ زنداں ہیں اسیرانِ بلا
چُپ لگی ہے دل میں اک ہنگامہ غم دیکھ کر
اُس طرف سات آسماں اور اس طرف اک ناتواں
تم نے کروٹ تک نہ لی دنیا کو برہم دیکھ کر
صُبح کر لی چرخ نے آخر دلِ مظلوم سے
انتقامِ حشر کے آثارِ پیہم دیکھ کر
حد کو پہنچا کر رہے گا پائے نافرماں مجھے
سُست پڑنے کا نہیں زنجیرِ محکم دیکھ کر
منزلِ موہوم ضد سے دُور کھینچتی ہی گئی
گرم رفتارِ مؤخر کو مقدم دیکھ کر
بے خودی میں آبلہ پا بھی بگولے بن گئے
منزلِ موہوم کو شاید مجسم دیکھ کر
انتقامِ قدرتِ خاموش آڑے آگیا
شعلہ و پروانہ کی وہ جنگِ پیہم دیکھ کر

دردِ دل یاں آپ کیا روئے در و دیوار سے

پھیرنا تھا قصہ غم گوشِ محرم دیکھ کر

(۱۹۲۰ء)

قفس میں بوئے مستانہ بھی آئی دردِ سر ہو کر
 نویدِ ناگہاں پہنچی ہے مرگِ منظر ہو کر
 نگاہِ شوق سے کیا کیا گلوں کا دل دھڑکتا ہے
 مبادا رنگ و بو اُڑ جائے پامالِ نظر ہو کر
 زمانے کی ہوا بدلی، نگاہِ آشنا بدلی
 اُٹھے محفل سے سب بیگانہ شمعِ سحر ہو کر
 کہاں پر نارسائی کی ہے پروانوں کی قسمت نے
 پڑے ہیں منزلِ فانوس پر بے بال و پر ہو کر
 مقدر اُس مسافر کا، طلبِ جس کی نہیں ہوتی
 نصیبوں میں ہو گم راہی گنہ گارِ سفر ہو کر
 جواب آیا تو کیا آیا؟ صدائے بازگشت آئی
 دہن سے آہ نکلی مبتدائے بے خبر ہو کر
 فلک کو دیکھتا ہوں اور زمیں کو آزماتا ہوں
 مسافر در وطن، خانہ بدوش رہ گزر ہو کر
 عدو کیا زہر دیتا ہے ہم ایسے تلخ کاموں کو؟
 لہو کا گھونٹ اُتر جاتا ہے جب شیر و شکر ہو کر

خود اپنے خاک و خوں میں لوٹ کر آلودہ دنیا
 پڑا ہے اب گڑھے میں گور کے آلودہ تر ہو کر
 خدا معلوم اس آغاز کا انجام کیا ہوگا؟
 چھڑا ہے سازِ ہستی مبتدائے بے خبر ہو کر
 دیارِ بے خودی میں امتیازِ روز و شب معلوم
 بلا آتی ہے بد مستوں پہ شامِ بے سحر ہو کر
 ربانی کا خیالِ خام ہے یا کان بجتے ہیں؟
 اسیر و بیٹھے کیا ہو گوشِ بر آوازِ در ہو کر
 مبارک نامِ آزادی، سلامت دامِ آزادی
 دعائیں دوں کسے یارب: اسیرِ بال و پر ہو کر
 عجب کیا، وعدہ فردا پس فردا پہ ٹل جائے
 کوئی شام اور آجائے نہ شامِ بے سحر ہو کر
 نگاہِ یاس کا عالم جو آگے تھا سواب بھی ہے

ہزاروں گل کھلے بازیچہ شام و سحر ہو کر

(۱۹۲۳ء)

(۳۵)

خود پرستانِ ازل دارند ایمانے دگر
 حق پرستی می کنند انا بہ عنوانے دگر

باز بشکستم بہ زخمِ خود نمک دانے دگر
 شکرِ دردِ خویش ادا کردم بہ عنوانے دگر
 دستِ خود دامنِ خود بودن ندارد لذتے
 دستِ گستاخے دگر خوابیم و دامانے دگر
 جز ترنمِ باے درد افزا ندارم چارہ
 بلبلِ تنها نشیں را نیست درمانے دگر
 گوشتم از ذوقِ اسیری برتابد مژدہ
 جانِ ایذا دوست دارد شوقِ زندانے دگر
 پاسبانی از نگاہِ نارسا ناید درست
 بوسے یوسف را مہیا کن نگہبانے دگر
 الوداع اے حُسن و عشقِ کفر مشرب، الوداع
 ما ز فیضِ بے دلی داریم ایمانے دگر
 غفلتِ جاوید دارد رنگِ خوابِ سرمدی
 جلوہٗ فردا بہ چشمِ ما شبستانے دگر
 ہر کسے را بہرہٗ باشد ز فیضانِ بہار
 دستِ من رنگیں ز خار و گلِ بدامانے دگر

زندہ در گوریم و شاید زندہ جاوید ہم

جرعہٗ خوردیم یاس از آبِ حیوانے دگر

(۲۲-۱۹۲۰ء)

(۳۶)

بہ درِ نکشودہ

(رباعی)

تا چند فریبِ نظرِ نکشودہ
تا کے ہوسِ بال و پرِ نکشودہ
دارد چہ عجب از پسِ پردہ خبرے
خاموش نشینے بہ درِ نکشودہ

(۳۷)

زیں کروٹ بدلتی ہے بللے ناگہاں ہو کر
عجب کیا سر پہ آئے پاؤں کی خاک آسماں ہو کر
زبانِ دل خراش و داستانِ ظلم، ارے توبہ!
دہلتا ہے قفس، ہنگامہ زارِ الا ماں ہو کر
غزاں کے دور میں دل کی لگی بُجھتی تو کیا بُجھتی؟
ہمیں خود آشیاں سے اڑ گئے ہوتے دھواں ہو کر
نویدِ خشک سُن کر جن کے مُنہ سے پھول جھڑتے تھے
چمن کو صبر کر بیٹھے وہ آخر بدگماں ہو کر

و بالِ رنگ و بُو سے چھوٹے ہی پر نکالیں گے
 گراں بارِ بہارِ آخر، سبک دوشِ خزاں ہو کر
 زمانے بھر کا مُٹھ تکتے ہیں کیوں؟ اپنی طرف دیکھیں
 بسر کرنا ہے جن کو رنگ و بُوئے رائگاں ہو کر
 پرائے درد کی کوئی نگہبانی کرے کب تک
 حقیقت کھُل نہ جائے اضطرابِ رازداں ہو کر
 ہزاروں شمعیں، لاکھوں دل تری محفل میں جلتے ہیں
 جلسِ گبر و مسلمان کیوں نہ یک دل، یک زباں ہو کر
 جہنم ہو کہ جنت، طائرِ جاں تھم نہیں سکتا
 کہیں پرواز کی حد مل سکے گی لامکاں ہو کر
 خودی کی کیفیت سے چونکتے ہی دیکھتا کیا ہوں
 کہ اُترا نشہ ہستی خمارِ جاوداں ہو کر
 پیامِ غفلتِ جاوید ہے جلوہ حقیقت کا
 سما جائے نہ آنکھوں میں کہیں خوابِ گراں ہو کر
 اُٹھو اے سونے والو، سر پہ دھوپِ آنی قیامت کی
 کہیں یہ دن نہ ڈھل جائے نصیبِ دشمنان ہو کر
 ارے او جلنے والے، کاش جلنا ہی تجھے آتا
 یہ جلنا کوئی جلنا ہے کہ رہ جائے دھواں ہو کر

بہارِ لکھنؤ کو خونِ دل سے کس نے سینچا ہے؟
خدا لگتی بھی کہہ دے گا کوئی پتا زباں ہو کر

پھڑکتے ہیں مگر بے درد منہ سے کچھ نہیں کہتے

نگاہِ یاس نے مارا ہے دردِ بے زباں ہو کر

(۱۹۲۵ء)

(۳۸)

وطن کی ہے ہوا سر میں، وطن کی خاک دامن پر
گریباں چاک کر لیتا ہوں یادِ دوست و دشمن پر
نہ ترک اختیار آساں نہ ضبطِ اضطراب آساں
یہی دستِ دعا جھلا کے اٹھ جاتا تھا دشمن پر
پسینا تک نہیں آتا تو ایسی خشک توبہ کیا
ندامت وہ کہ دشمن کو ترس آجائے دشمن پر
وفا پر بدگمانی کا گمان اب تک نہیں ہوتا
ہنوز اک حُسنِ ظن ہے اپنے دل کو حُسنِ بدظن پر
شکستِ نشہ و کیفِ ندامت، واہ کیا کہنا
بجائے مے ٹپکتا ہے زلالِ اشک دامن پر
نگاہِ بے نیازی نے دکھایا راستہ سیدھا
بھٹکتا کوئی کب تک جادہٗ شیخ و برہمن پر؟

فریبِ چشمِ احوال سے ہوسِ دُونی ہوئی دل کی
مگر کیا دسترس دنیا کے رنگارنگِ خرمن پر؟
ہوئے کیوں بارِ خاطر خود بخود گل ہائے پژمرده
ڈھمے پڑتے ہیں آپ کیوں گل چس کے دامن پر؟
خدا جانے اجل کو پہلے کس پر رحم آئے گا
گرفتارِ قفس پر یا گرفتارِ نشیمن پر؟
دہائی کھینچنے والو، قفس سے لاگ رکھنا کیا
مبادا آگ برے، آنچ آجائے نشیمن پر
زہے معراجِ انسانی کہ بندہ ہوں تو اپنا ہوں
چڑھایا خود پرستی نے نگاہِ دوست و دشمن پر

کجا طرزِ یگانہ اور کجا اندازِ بیگانہ

بجا ہے رشکِ تم جیسوں کو ایسے صاحبِ فن پر

(شعر ۱۳۰۲ تا ۱۳۰۹ : ۱۹۱۹ء)

(شعر ۱۳۰۱ تا ۱۳۰۵ : ۱۹۲۶ء)

(۳۹)

زنگی کا فور

(رباعی)

دل جن کا علیل رائے بھی اُن کی علیل
باطن میں آزر اور ظاہر میں خلیل
اندھے جو ذلیل کو سمجھتے ہیں عزیز
شیطان کو عجب نہیں جو کہہ دیں جبریل!

(۱۹۲۰ء)

زحمتِ سجدہ ہے فضولِ بُتِ کدہِ مجاز میں
 ہوگی نماز کیا قبول : کعبہ خانہ ساز میں؟
 دیکھ کے حُسنِ خوب و زشت ، انجمنِ مجاز میں
 ہوش و خرد ہیں بتلا زحمتِ امتیاز میں
 مارے پڑے ہیں بوالہوس جلوہ گہِ مجاز میں
 کھائی شکست کوششِ فتحِ طلسمِ راز میں
 واہ رے مطمحِ نظر، واہ ری سیرِ مختصر
 کعبے سے دیر کا سفر، زعمِ دراز میں!
 خانہ کعبہ الفراق، قبرِ حسین الوداع!
 رہ چکے ہم عراق میں، بس چکے ہم حجاز میں
 حسرتِ بال و پر بڑھی، لہر سی دوڑنے لگی
 بُوئے قفسِ نواز سے طبعِ ہوس نواز میں
 وعدہٴ دل فریب یا مُشرَدۃٴ بعدِ وقت سے
 آئے گا انقلاب کیا خاطرِ بے نیاز میں
 نفس سے گفتگوئے صلح، جنگِ خلافِ مصلحت
 کوئی نہ کوئی فیہ ہے عقلِ زمانہ ساز میں

داورِ حشر ہوشیار ۰۰ دونوں میں امتیاز رکھ
 بندہ ناامید اور بندہ بے نیاز میں
 ہوتا ہے بند ایک در، کھلتے ہیں صد ہزار در
 اپنی طرف سے شک نہ کر نیتِ کار ساز میں
 بندہ خود شناس ہے اپنے ہی پیر بن میں مست
 بوئے خودی کو دخل کیا پیش گہ ایاز میں
 افرے تصرفاتِ عشق، آگ لگے دھواں نہ ہو
 ڈوبے ہوئے ہیں سنگ دل، لذتِ سوز و ساز میں
 یادِ خدا کا وقت بھی آئے گا کوئی یا نہیں
 یادِ گناہ کب تلک شام و سحر نماز میں؟

سجدہ اولیں میں یاس پا گئے دادِ بندگی
 شادی مرگ ہو گئے عید کے دن نماز میں
 (۱۹۲۳ء)

(۳۱)

حُسنِ فطرت بولتا ہے پردہء اسرار میں
 معنی بے لفظ پنہاں ہیں زبانِ خار میں

☆ بعض لوگ اس شعر میں "شادی مرگ" کو باضافت پڑھتے ہیں حالانکہ یہاں اضافت مقبوح ہے۔
 "شادی مرگ" پڑھنا غلط ہے۔ یہاں مصنف نے ایک عروضی نکتہ رکھا ہے۔ جو لوگ عروض سے واقف
 نہیں، انہیں یہ مصرع ناموزوں معلوم ہوگا۔ (آیات و جہانی، طبع اول، ص ۹۵-۱۹۶)

ذوق جب تک ہے جی بھی تک ہے بہارِ رنگ و بو
 دل ہے جب تک دل جی بھی تک ہے کھٹک بھی خار میں
 یاد آیا ہے کہ تھا زندوں میں اپنا بھی شمار
 زور تھا اپنے قلم میں ، بارہ تھی تلوار میں
 عمر گھٹنے کے لیے ہے ، وقت گھٹنے کے لیے
 مفت دن گھٹنے کو ہم پکڑے گئے بیگار میں
 خواب شیریں کی ہوس کیا؟ خوابِ بد کا خوف کیا؟
 آ چکی اب نیند اپنے دیدہ بیدار میں
 نقشہ یک رنگ میں دونوں ہیں کیا ڈوبے ہوئے
 کیسی جنگِ زرگری ہے کافر و دیں دار میں
 غفلتِ امروز میں ہمیشہ فردا ہو گم
 نقشہ اتنا ہو کم از کم وعدہ دیدار میں
 ناخدا کچھ زورِ طوفاں آزمائی بھی دکھا
 فکرِ ساحل چھوڑ، لنگر ڈال دے منجھار میں

یاس گمراہی سے انجی زحمتِ داماندگی

ڈال لو زنجیر کوئی پائے کج رفتار میں

(۱۹۳۳ء)

شاید نادیدہ را آثار نتوان یافتن
 دسترس بر پردہ اسرار نتوان یافتن
 بہرہ از فکر دور از کار نتوان یافتن
 داد سعی از پاسے کج رفتار نتوان یافتن
 حشر بے ہنگام خواہی از طلسم خود برآ
 ورنہ بیچ از وعدہ دیدار نتوان یافتن
 کار فردا بر خود آساں کن کہ بعد از خواب مرگ
 اندکے از فرصت بسیار نتوان یافتن
 اسے دل بیدار ما اسے ننگ غفلت الوداع!
 بیچ ازیں ہنگامہ بازار نتوان یافتن
 چارہ ہر درد سر از درد دل فرمودہ اند
 واسے بر دردے کہ در بازار نتوان یافتن
 ہر دل آسودہ ہست آمادہ صد انقلاب
 از دل بے ماجرا آثار نتوان یافتن
 ہر گل و بلبل چہ گوید از فریب رنگ و بو
 ہر کسے را ہم زبان خار نتوان یافتن

ہوشیار، اے ساکنِ دارالامانِ خار و خس!
 زینہار از برقِ بے زہار نتوان یافتن
 گفتنی ناگفتنی باشد دریں غفلت سرا
 گوشِ محرم از در و دیوار نتوان یافتن

می تواند یافت از بزمِ یگانہ ہر دے

آنچہ از بیگانہ اسرار نتوان یافتن

(۱۹۲۶)

(۴۳)

کیا چل سکے گی بادِ مخالف مزار میں؟
 جلتا ہے دل جلوں کا چرخِ اس دیار میں
 بجلی سی دوڑنے لگی پھر جسمِ زار میں
 دیواریں پھاندنے لگے وحشی بہار میں
 الٹی ہوا زمانے میں چلتی ہے آج کل
 فرق آ گیا ہے گردشِ لیل و نہار میں
 بنستے ہیں اپنے حال پہ دیوانے آپ کے
 رہتے ہیں مست پیرہنِ تار تار میں
 یوسف کو لے اڑے نہ کہیں بوئے پیرہن
 اخفائے حُسن و عشق نہیں اختیار میں

دیں دار و بُت پرست اُترتے ہیں ایک گھاٹ
 کیا معجزہ ہے جنبشِ ابروئے یار میں
 منزل کی دُھن میں آبلہ پا چل کھڑے ہوئے
 شورِ جرس سے دل نہ رہا اختیار میں
 ہنستا ہے ناخدا مرے انجامِ کار پر
 کشتیِ عمر جب نہ رہی اختیار میں
 کس کل پہ ہے یہ خاک کا پُتلا بنا ہوا
 کیا جانیں کیا طلسم ہے مُشتِ غبار میں
 لیلیٰ کجا ، کجا یہ طلسماتِ عُصری
 کیا ڈھونڈتا ہے پردہٴ گرد و غبار میں
 پیوندِ خاک ہونے کا اللہ رے اشتیاق
 اُترے ہم اپنے پاؤں سے اپنے مزار میں
 شرمندہٴ کفن نہ ہوئے آسماں سے ہم
 مارے پڑے ہیں سایہٴ دیوارِ یار میں
 کہتے ہو اپنے فعل کا مختار ہے بشر
 اپنی تو موت تک نہ ہوئی اختیار میں

دنیا سے یاس جانے کو جی چاہتا نہیں !

واللہ کیا کشش ہے اس اُجڑے دیار میں

(۱۹۱۶ء)

مجدوب کی بڑ

ہارنے والے کبھی کافر و دیں دار نہیں
 کشتیاں لڑتے ہیں، اب ہاتھ میں تلوار نہیں
 فاقہ مستی میں یہ ہو حق کہ الٰہی توبہ
 نقشہ ایسا کہ اُترنے کے کچھ آثار نہیں
 سب اسیرانِ قفس گاتے ہیں صیاد کا گُن
 کون اس بھول بھلیاں میں گرفتار نہیں
 کشتیِ دل ہے کہ بازیچہ طوفانِ ہوس
 دور تک ساحلِ اُمید کے آثار نہیں
 لئے گی غفلتِ امروز قیامت کی خبر
 بختِ بیدار کجا ، فتنہ بھی بیدار نہیں
 اپنا گھر اپنی زمیں اپنا فلک بیگانہ
 آشنا کوئی بجز سایہ دیوار نہیں
 وقت کی بات ہے وقت آئے تو سب آساں ہے
 سہل تو سہل ہے دشوار بھی دشوار نہیں
 بددعا کرتا ہوں ناحق کبھی کرتا ہوں دعا
 یاس کیا کیجیے جب ہاتھ میں تلوار نہیں

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔
(۱۹۲۳ء)

(۴۵)

دستِ شل کو دخل ناممکن خطِ تقدیر میں
جائے نقطہ بھی نہیں باقی کسی تحریر میں
دیکھیے انجام کیا ہو ہستیِ موہوم کا
پڑ گیا ہے اختلافِ اس خواب کی تعبیر میں
خود کشی بھی بن نہ آئی پھر دوا پینا پڑی
ہائے یہ تلخی کہاں تھی زہرِ بے تاثیر میں
کافر و دیں دار میں ہے رشتہٗ واحد وہی
سب کے سب جکڑے ہوئے ہیں ایک ہی زنجیر میں
آئندہ دکھلا رہا ہے صورتِ آبادِ جہاں
حُسنِ معنی جلوہ گر ہے پردہٗ تصویر میں
شوخیوں کیا کیا دکھائیں حُسنِ مشتبہٗ خاک نے
عالمِ جاں سے نکل کر عالمِ تصویر میں
خاک کا پُتلا بھی یوں باتیں بناتا ہے کیا مجال!
راز ہے پنہاں کوئی اس بولتی تصویر میں

اصل کے آگے فریبِ نقل چل سکتا نہیں
 بوئے مستانہ کہاں پیراہنِ تصویر میں
 (۱۹۱۷ء)

(۳۶)

نشر کی غزل: ۲۴ کے یہ پانچ شعر:

۱۵ ۱۶ ۱۸ ۱۹ ۲۰

(۳۷)

نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن ہم اپنا کام کرتے ہیں
 سویرے ہی سے دُور اندیشہ فکرِ شام کرتے ہیں
 چلیں کیوں دوڑ کر ناداں جو ایسی ٹھوکریں کھائیں
 بلند و پستِ عالم کو عبث بدنام کرتے ہیں
 جہنم میں بھی جلنے کے لیے حاضر ہیں پروانے
 کہیں اہلِ ہوس اندیشہ انجام کرتے ہیں
 تمہارے واسطے کعبہ تو کیا ہے دل بھی حاضر ہے
 مسلمان بھی کہیں پروائے ننگ و نام کرتے ہیں
 یہ کس کے سر رہے گا خونِ ناحق بے گناہوں کا
 وفاداروں کی ضد سے آپ قتلِ عام کرتے ہیں

بجھائے کون اب دل کی لگی شوقِ شہادت میں
 ہم اپنے ہاتھ سے لبریز اپنا جام کرتے ہیں
 ہزاروں مر کے زندہ ہو چلے کوئے تمنا میں
 ہم ایسے سخت جاں اس خاک کو بدنام کرتے ہیں
 دل ویراں نہیں اک محشرستانِ تخیل ہے
 اسی زنداں سے ہم سیرِ ہجومِ عام کرتے ہیں
 دل وحشی بغیر اُن کے نہ بہلا ہے نہ بہلے گا
 یہ کس دیوانے کی خدمت وہ میرے نام کرتے ہیں
 نہیں دیکھا ہے لیکن غائبانہ لاگ ہے دل کو
 جی بھی تو لوگ تیرا ذکر صبح و شام کرتے ہیں
 مبارک ہو مصوّر کو تری تصویر کا سودا
 کہیں اہلِ نظر ایسا خیالِ خام کرتے ہیں
 نگاہوں سے گرایا یا س کو کم بخت اسی دل نے

اسی دل کی بدولت لوگ کیا کیا کام کرتے ہیں

(۱۹۱۵ء)

(۳۸)

موسمِ گل میں جو خاموش رہا کرتے ہیں
 وہ بھی اک معنی بے لفظ ادا کرتے ہیں

رسمِ دنیا نہ سہی فرض ادا کرتے ہیں
 ہاتھ اٹھے یا نہ اٹھے دل سے دعا کرتے ہیں
 حضرتِ دل ہیں عجب ظالمِ مظلوم نما
 گھر جلا کر کفِ افسوس ملا کرتے ہیں
 دیکھنا یہ ہے کہ سرگشتہٗ سعیِ باطل
 کیا علاجِ دلِ دیوانہ نما کرتے ہیں
 عمر بیداریِ موہوم کے دھوکے میں کٹی
 اب جو چونکے ہیں تو آپ اپنا گلہ کرتے ہیں
 لذتِ مُتردہٗ فردا میں جو ہیں ڈوبے ہوئے
 طعنہٗ غفلتِ امروز سنا کرتے ہیں
 پاؤں ٹوٹے ہیں مگر آنکھ ہے منزل کی طرف
 کان اب تک ہوسِ بانگِ درا کرتے ہیں
 دیکھ کر دُور سے مستقبلِ روشن کی جھلک
 جانِ نظارہٗ اول پہ فدا کرتے ہیں
 بے اجلِ منزلِ فانوس پہ مرنے والے
 جان کیا دیتے ہیں اک رسم ادا کرتے ہیں
 موت مانگی تھی، خدائی تو نہیں مانگی تھی
 لے دعا کر چکے، اب ترکِ دعا کرتے ہیں

ناخدا تیرے ارادوں میں خدا برکت دے
یا سِ اک مرتبہ پھر قصدِ دعا کرتے ہیں
(۱۹۲۱ء)

(۴۹)

بندہٗ فطرتِ مجبور ہوں مختار نہیں
ہاں ندامت میں ہے شک، جرم سے انکار نہیں
روشِ خامہٗ قسمت کبھی ہموار نہیں
گردشِ بختِ سیہ گردشِ پرکار نہیں
شش جہت میں ہے ترے جلوہٗ بے فیض کی دھوم
کان مجرم ہیں مگر آنکھ گنہ گار نہیں

اے زبے بخت کہ سرتیری امانت کے ہوا
نفسِ دولتِ دنیا سے گراں بار نہیں
(۱۹۲۳ء)

(۵۰)

جادے کو کاروانِ عدم کی خبر نہیں
ایسے گئے کہ نقشِ قدم کا اثر نہیں

سُنتا ہوں آپ خانہٴ دل میں ہیں جلوہ گر
 دیوار درمیاں ہے مگر کچھ خبر نہیں
 کعبہ نیا بناؤ مرے دل کو توڑ کر
 اے مہرباں، اب آپ کے قابل یہ گھر نہیں
 آ جائے تیرا نام زباں پر تو کیا عجب
 اب اپنے اختیار میں دردِ جگر نہیں
 کعبہ نہیں کہ ساری خدائی کو دخل ہو
 دل میں سوائے یار کسی کا گزر نہیں
 خوشبو پر اپنی جامے سے باہر ہوئے ہیں گل
 جو بن پر آج مست ہیں کل کی خبر نہیں
 (۱۹۱۵ء)

(۵۱)

نشر کی غزل: ۲۵ کے یہ دو شعر:

- ۱۱ ۱۹ -

(۵۲)

نشر کی غزل: ۲۸ کے یہ نو شعر:

(۱ تا ۱۳ ۱۱ تا ۱۹ -)

(۵۳)

نشر کی غزل: ۲۶ کے یہ چھ شعر:

(۱ ۱۳ ۱۲ ۱۵ ۱۶ ۱۷ -)

فخریہ

کون ہوں، کیا ہوں، مجھے بھی دیکھ لیں اہلِ نظر
کوچہ گردِ لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں
مردِ جاہل ہوں مگر جہلِ مرکب سے بری
شخصِ خود ہیں ہوں نہ میں خود ساختہ استاد ہوں
ہوں ادب پروردہٗ بیتاب، فخرِ روزگار
نازِ اس پر ہے کہ خاکِ آستانِ شاد ہوں
شیر و رنجور و تمنا و مبارک کا غلام
خادمِ امداد ہوں، میں بندہٗ آزاد ہوں
میرے محسن ہیں نہال و شائق و شیدا و راز
یاد ہیں مجھ کو تو سب، میں بھی کسی کو یاد ہوں؟
جانِ سنہ برہ کر سمجھتے ہیں مجھے یا س اہلِ دل
آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں

لکھنؤ کے فیض سے ہیں دو دوسرے میرے سر

اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

(۱۹۲۰ء)

ترانہ شقشقیہ

یاسِ نامِ آورمِ فاتحِ لکھنؤ

اسمعو، افعمو، اسمعو، افعمو

منم کہ آئینہ حق نما برائے خودم
 منم کہ مشتری جنسِ بے بہائے خودم
 منم کہ چارہ گرو دردِ آشنائے خودم
 منم کہ دردِ خدادادم و دوائے خودم
 منم کہ سرِ نمی آرام بہ سجدہِ ناحق
 منم کہ درِ رہِ حق محوِ نقشِ پائے خودم
 منم کہ . منظرِ انقلابِ می باشم
 منم کہ سلسلہ جنبانِ غم برائے خودم
 منم کہ منزلِ مقصودِ زیرِ پا دارم
 شکستہ پایم و تاہم بہ مدعائے خودم
 قدم ز غم کدہ خود چہ می نیم بیروں
 گدائے خاک نشینم ولے گدائے خودم

ہزار فتنہ بپا گشت و من خبر نشدم
 ہزار کوہ شد از جاے و من بجایے خودم
 صلاے نطق کرا دادے بزاغستاں
 کہ عندلیب ہم آہنگ و ہم نواے خودم
 منم کہ لکھنؤ را جانِ تازہ دادم
 منم خداے سخن یاس و ناخداے خودم
 (۱۹۲۰ء)

(۵۶)

موجِ ہوا سے خاک اگر آشنا نہ ہو
 دنیائے گردباد کی نشوونما نہ ہو
 صورت نہ پکڑے جلوۂ بے معنیِ حباب
 قطرہ اگر اسیرِ ظلم ہوا نہ ہو
 دل کو جلا کے سرمۂ بینش بنائیے
 آنکھوں سے معرفت کا اگر حق ادا نہ ہو
 ایسا نہ ہو کہ تھک کے کہیں بیٹھ جائے دل
 دیر و حرم میں گم نگہِ نارسا نہ ہو

پار اترے کیا دوآبہ اُمید و بیم سے
 جب ناخدائے دل کو یقینِ خدا نہ ہو*
 شکل اُس کی دیدنی بھی ہے نادیدنی بھی ہے
 جو تجھ کو جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو
 سجدہ وہ کیا کہ سر کو جھکا کر اٹھا لیا
 بندہ وہ ہے جو بندہ ہو بندہ نما نہ ہو
 آمین تک زباں سے نکلتی نہیں، یہ کیا؟
 مغرور اتنا اے دل بے مدعا نہ ہو
 احسان کس کا مانے کس کا نہ مانے
 پردے میں ناخدا کے کوئی دوسرا نہ ہو
 دل کھول کر تڑپنے دے، اے صبر الوداع!
 پرہیز کیوں کروں جب اُمیدِ شفا نہ ہو
 اُمیدِ صلح کیا ہو کسی حق پرست سے
 پیچھے وہ کیا ہے گا جو حد سے بڑھا نہ ہو
 دل نشہِ خودی میں پڑا جھومتا ہے کیا
 زور آزمائی کو کوئی درد اٹھ کھڑا نہ ہو

۱۲ آیت وجدانی، طبع سوم اور گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں یہ شعر اس صورت میں ہے:

پار اترے کیا دوآبہ اُمید و بیم سے

جب تک یگانہ دل کو یقینِ خدا نہ ہو

(مرتب)

پچھلا پہر ہے، کاتبِ اعمال ہوشیار!
آبادہ گناہ کوئی جاگتا نہ ہو

یاں آپ کو خدا کی خدائی سے کیا غرض

وحدت سرائے دل میں کوئی دوسرا نہ ہو

(۱۹۲۲ء)

(۵۷)

تارِ نظر نے باندھ لیا ہے بہار کو
نیرنگی، تصورِ بے اعتبار کو
نامِ خزاں پہ یاس لٹا دو بہار کو
بازیچہ دورنگی لیل و نہار کو
دے کچھ تو داد طبعِ ندامت شعار کو
کیا دیکھتا ہے لغزشِ بے اختیار کو
دیدار تو دکھائے کہیں صبحِ منتظر
حاضر ہے سر بھی سجدہ بے اختیار کو
خانہ خراب عشق نے دل میں پناہ لی
دارالاماں سمجھ کے اس اجڑے دیار کو
کچھ ہوش ہو تو آنکھوں ہی آنکھوں میں تولیے
آغازِ پُر فریب سے انجامِ کار کو

دل نے بزورِ عشق لگایا ہے راہ پر
 گم گشتگانِ غم کدہ روزگار کو
 بیگانہ وار ایک ہی رُخ سے نہ دیکھیے
 دنیا کے ہر مشاہدہ ناگوار کو
 میزانِ عدل آئی اب ایوں کے ہاتھ میں
 کانٹوں سے تولتے ہیں جو پھولوں کے ہار کو
 یاد آئی آشیانہ پُر خار کی خلش
 دل ڈھونڈتا ہے پھر اُسی اُبڑے دیار کو
 مہندی بندھی نہیں مرے پائے خیال میں
 چاہوں تو کھینچ لاؤں گزشتہ بہار کو
 حیرت نے شش جہت میں نظر بند کر دیا
 نامحرمِ طلسمِ خزان و بہار کو
 بے چارے بد نصیب گرفتارِ آشیاں
 کیا جانیں گرم و سردِ خزان و بہار کو
 آج آشیاں بھی اُن پہ ہے مارے خوشی کے تنگ
 روتے تھے کل جو کشمکشِ ناگوار کو
 بادِ سحر کجا ، پر پروانہ شام سے
 بھڑکا رہے تھے شعلہ بے اختیار کو

سو و خطا و دیعتِ فطرتِ سہی مگر
 سمجھاؤں کیا ضمیرِ ملامتِ شعار کو
 اللہ رے اختیار کہ آمادہ کر لیا
 فکرِ محال پر دلِ بے اختیار کو

ساحلِ کماں دو آہِ اُمید و بیم کا

ت پر بٹھا دو یاسِ دلِ بے قرار کو

(۱۹۲۲ء)

(۵۸)

نظر آئے گا کیا ظلمتِ کدے میں چشمِ حیراں کو
 اندھیرے کا اجالا جانے خوابِ پریشاں کو
 یہ کس نے گرم رفتارِ فنا کی راہ کھوٹی کی؟
 بٹھا کر پردہٴ فانوس میں شمعِ شبستاں کو
 دلِ بیدار گھبرائے نہ کیوں اس اندھی نگر میں
 نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اک دیارِ بے شبستاں کو
 طلسمِ رنگ و بو کیسا؟ فریبِ آرزو کیسا؟
 اٹھا کر رکھ دیا جب طاقِ نسیاں پر گلستاں کو
 اسیروں کی یہ خاموشی کسی دن رنگ لائے گی
 قفس سے چھوٹ کر سر پر اٹھالیں گے گلستاں کو

مزاجِ حُسنِ بدلے، آسماں بدلے، زمیں بدلے
 سزائے عشق کیا بدلے گی ذوقِ ناپیشماں کو؟
 ترا دیوانہ کیوں آزادیِ موہوم کی دُھن میں
 سر اپنا آپ پھوڑے توڑ کر زنجیرِ احساں کو
 دلِ بے حوصلہ کیا اور شوقِ خیرمقدم کیا
 بتا دیتا ہے رستہ خانہ در بستہ مہماں کو
 سراپا غرق ہو کر لذتِ ترکِ تماشا میں
 دکھاؤں گا تماشا ایک دن حُسنِ پشماں کو
 گرفتارانِ ساحل کود پڑتے ڈرِ نکل جاتا
 کبھی تو زیستِ مشکل آزماتی مرگِ آساں کو
 مبارک ہو مبارک، ساحلِ رحمت پہ دم لینا
 قدم مارا تو ڈر کیا، پیر جا دریائے عصیاں کو
 دلِ دیوانہ مجھ کو کس بلا کے بن میں لے آیا
 اسی میں خیر ہے، پھر لے چل اُلے پاؤں زنداں کو
 گناہِ بے حقیقت کو قلم نے کتنا چمکایا!
 پھڑک اُٹھتا ہوں میں جب دیکھتا ہوں فردِ عصیاں کو

ارادے سے عمل تک کچھ تو اپنا دسترس ہوتا

بغل میں پالتے کیوں یاسِ دل سے دشمنِ جاں کو

(۱۹۲۵ء)

اپنی ہستی خود ہم آغوشِ فنا ہو جائے گی
 موجِ دریا آپ ساحل آشنا ہو جائے گی
 تہ کا اندیشہ رہے گا پھر نہ ساحل کی ہوس
 دل سے جب قطعِ اُمید بے وفا ہو جائے گی
 شب کی شب بزمِ طرب ہے پردہ دارِ انقلاب
 صبح تک آئینہٴ عبرت نما ہو جائے گی

جانِ ایماں ہے ابھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی

کینیت میں ڈوب کر کیا جانے کیا ہو جائے گی

(۱۹۱۷ء)

کارگاہِ دنیا کی نیستی بھی ہستی ہے
 اک طرف اُجڑتی ہے، ایک سمت بستی ہے
 بے دلوں کی ہستی کیا، جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
 خواب ہے نہ بیداری، ہوش ہے نہ مستی ہے
 کیا بتاؤں کیا ہوں میں، قدرتِ خدا ہوں
 میری خود پرستی بھی عینِ حق پرستی ہے

کیمیائے دل کیا ہے، خاک ہے مگر کیسی؟
 لیجیے تو منگی ہے، بیچیے تو سستی ہے
 خضرِ منزل اپنا ہوں، اپنی راہ چلتا ہوں
 میرے حال پر دنیا کیا سمجھ کے ہنستی ہے
 کیا کہوں سفر اپنا ختم کیوں نہیں ہوتا
 فکر کی بلندی یا حوصلے کی پستی ہے
 حُسنِ بے تماشا کی دھوم کیا معنا ہے
 کان بھی ہیں نامحرم آنکھ بھی ترستی ہے
 چتونوں سے ملتا ہے کچھ سراغِ باطن کا
 چال سے تو کافر پر سادگی برستی ہے
 ترکِ لذتِ دنیا کیجیے تو، کس دل سے؟
 ذوقِ پارسائی کیا؟ فیضِ تنگ دستی ہے

دینی ہے یاسِ اپنے رنج و غم کی طغیانی

جھوم جھوم کر کیا کیا یہ گھٹا برستی ہے

(۱۹۲۳ء)

ترک گفتن بہ خیالِ خام را
 نے سوادِ منزلی نے ساحلے
 دیدہٗ نامحرمِ فرداے ما
 کور تر خوانیم و خارے بشکنیم
 صنعتِ مشاطہٗ فطرت دہد
 دخل نبود در شبستانِ عدم
 نیست جائے در دلِ بے مدعا
 فتنہٗ فردا بہ فریادم رسید
 آں کہ جوید کعبہٗ خلوت مثال
 مُشرودہٗ غم می زند ناخن بہ دل
 دامنِ آغازِ بے انجام را
 گرد باد و موجِ بے آرام را
 خوش نکرد آغازِ نیک انجام را
 دیدہٗ نامحرمِ انجام را
 جلوہٗ نو حُسنِ صبح و شام را
 فتنہٗ بیدارِ صبح و شام را
 خارِ خارِ کوششِ ناکام را
 شکر گویم حشرِ بے ہنگام را
 ترک گوید سجدہ گاہِ عام را
 بسللے دردِ خوش انجام را

یاس در داراللانِ بے دلی

”خاک بر سر کن غمِ ایام را“

(۱۹۲۱ء)

(۶۲)

نشر کی غزل: ۳۶ کے یہ نو شعر:

۱ تا ۱۵ ۱۱ تا ۱۳۔

☆ سجدہ گاہِ عام، کعبے سے مراد ہے۔ (آیاتِ وجدانی، طبع اول، ص ۲۲۷)

(۶۳)

نشر کی غزل: ۳۵ کے یہ نو شعر:

۱۰۶ ۱۰۹ ۱۱ ۱۳ ۱۴ ۱۶ ۱۷

(۶۴)

لپٹتی ہے بہت یادِ وطن جب دامنِ دل سے
پلٹ کر اک سلامِ شوق کر لیتا ہوں منزل سے
نظر آئے جب آثارِ جدائی رنگِ محفل سے
نگاہِ یاسِ بیگانہ ہوئی یارانِ یکِ دل سے
اُبھرنے کے نہیں، بحرِ فنا میں ڈوبنے والے
دُرِ مقصود ہی گم ہے تو پھر کیا کام ساحل سے
تصورِ لالہ و گل کا خزاں میں بھی نہیں ملتا
نگاہِ شوق وابستہ ہے اب تک نقشِ باطل سے
نہیں معلوم، کیا لذت اُٹھاتی ہے اسیری میں
دلِ وحشی پھر کُ اُٹھتا ہے آوازِ سلاسل سے
کسی شے میں نہ ہوگی بادۂ عرفاں کی گنجائش
لڑا لے ساغرِ جم کو بھی کوئی شیشہٴ دل سے
تصور نے دکھایا شاہِ مقصود کا جلوہ
اُتر آئی ہے لیلیٰ سرزمینِ دل پہ محمل سے

رہے گی چار دیوارِ عناصر درمیاں کب تک
 اٹھے گا زلزلہ اک دن اسی بیٹھے ہوئے دل سے
 کہاں تک پردہٴ فانوس سے سر کی بلا ٹلتی
 ازل سے لاگ تھی بادِ فنا کو شمعِ محفل سے

میں سے سیر کرلو یاسِ اتنی دور کیوں جاؤ

عدمِ آباد کا ڈانڈا ملا ہے کوئے قاتل سے

(۱۹۱۳)

(۶۵)

موت آئی، آنے دیجیے، پروا نہ کیجیے
 منزل ہے ختم، سجدہٴ شکرانہ کیجیے
 زہارِ ترکِ لذتِ ایذا نہ کیجیے
 ہرگز گناہِ عشق سے توبہ نہ کیجیے
 نا آشنائے حُسن کو کیا اعتبارِ عشق
 اندھوں کے آگے بیٹھ کے رویا نہ کیجیے
 تہ کی خبر بھی لائیے ساحل کے شوق میں
 کوششِ بقدرِ ہمتِ مردانہ کیجیے
 وہ دن گئے کہ دل کو ہوس تھی گناہ کی
 یادش بخیر، ذکرِ اب اُس کا نہ کیجیے

ساون میں خاک اڑتی ہے دل ہے رُندھا ہوا
جی چاہتا ہے گریہ مستانہ کیجیے

دیوانہ وار دوڑ کے کوئی لپٹ نہ جائے

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دکھانہ کیجیے

(۱۹۲۰ء)

(۶۶)

ہجومِ یاس سے دل کا یہ حال ہوتا ہے
شہید جیسے کوئی پائمال ہوتا ہے
فریبِ نفس کا جب اجہمال ہوتا ہے
تو فرقِ عشق و ہوس بھی محال ہوتا ہے
بقدرِ حوصلہ ملتی ہے دادِ عشق و ہوس
مزاجِ حسن میں کیا اعتدال ہوتا ہے
یہ عیب ہے کہ مٹائے سے مٹ نہیں سکتا
وہ حسن ہے جو سرلیح الزوال ہوتا ہے
یہ کیا صفت ہے کہ ایک ایک خاک کا پتلا
جہاں میں آپ ہی اپنی مثال ہوتا ہے
نئی زمین، نیا آسمان، نئی دنیا
عجیب شے یہ طلسمِ خیال ہوتا ہے

کتابِ عمر ہے گویا انیسِ تنہائی
 نظر میں قصۂ ماضی و حال ہوتا ہے
 خراب ہو چلی زندانِ آب و گل کی ہوا
 اب ایک سانس بھی لینا محال ہوتا ہے
 اُمید و بیم کا کوسوں پتا نہیں ملتا
 خراب جب یہ طلسمِ خیال ہوتا ہے
 خدا میں شک ہے تو ہو موت میں نہیں کوئی شک
 مشاہدے میں کہیں احتمال ہوتا ہے
 بھڑکتی جاتی ہے شوقِ فنا میں شمع کی لو
 نسیمِ صبح سے اور اشتعال ہوتا ہے
 زلال و درد ہیں دونوں دوائے دردِ خمار
 بس ایک گھونٹ میں چہرہ بحال ہوتا ہے
 قفس میں ذکرِ نشمین گناہِ بے لذت
 نہ ہم زباں نہ کوئی ہم خیال ہوتا ہے
 بہارِ عمرِ گزشتہ پہ بھیجیے صلوات
 خزاں میں ذکرِ خزاں حسبِ حال ہوتا ہے
 خزاں کی ضد پہ یہ باندھی ہے باغباں نے کمر
 چمن کو آگ لگا کر نہال ہوتا ہے

نگاہِ یاس سے اوجھل ہے کاروانِ عدم
جرس کے شور سے دل پائمال ہوتا ہے
(۱۹۱۶ء)

(۶۷)

حال دونوں کا ہے غیر اب سامنا مشکل کا ہے
دل کو میرا درد ہے اور مجھ کو رونا دل کا ہے
وحشت آباد جہاں میں دل بہلنے کا نہیں
رنگ کچھ پہلے ہی سے بے رنگ اس محفل کا ہے
واہ کیا کہنا ہے، اے کوتاہی دستِ ہوس!
دورِ آخر ہے مگر پاسِ ادب محفل کا ہے
جذبہٴ صادق ہے اک صورتِ گرنازک خیال
جلوہ گاہِ دل، مرقعِ یار کی محفل کا ہے
رنگ لائی ہے بہارِ لالہ خونیں کفن
صحنِ جنتِ اک نمونہ کوچہٴ قاتل کا ہے
دھوپ میں ہیں تشنہٴ دیدار لاکھوں جاں بلب
کیا قیامت خیز منظر کوچہٴ قاتل کا ہے
کشتگانِ ناز اب کروٹ بدلنے کے نہیں
ننید گہری، منہ پہ سایہ دامنِ قاتل کا ہے

آپ کے بیمارِ غم نے سختیاں جھیلیں بہت
شب بخیر، اک اور دھاوا آخری منزل کا ہے
چار دیوارِ عناصر پھاندا آساں نہیں
سخت مشکل مرحلہ زندانِ آب و گل کا ہے
گم ہوئے ہوش و حواس ایسے محیطِ عشق میں
ڈوبنے والوں کو اب تہ پر گماں ساحل کا ہے
سیکڑوں آوارہ صحرَا نظر آئے مگر
کوئی صورت آشنا بھی صاحبِ محل کا ہے؟
چشمِ نامحرم سے، غافل، روئے لیلیٰ ہے نہاں
ورنہ اک دھوکا ہی دھوکا پردہٴ محل کا ہے
حضرتِ مجنوں کجا، نظارۂ لیلیٰ کجا
ایک پردہ آنکھ کا ہے، دوسرا محل کا ہے

بھاگتا ہے یار آغوشِ تصور سے بھی دُور

کیا ٹھکانا یاسِ اس اندیشہِ باطل کا ہے

(۱۹۱۶ء)

(۶۸)

ارے یہ کھیل ہیں یا شاہِ کارِ قدرت کے؟
نکل سکے نہ کوئی دو بھی ایک صورت کے

خدا پرست بھی بندے ہیں حسنِ فطرت کے
 سمجھ میں آئے نہ رازِ اسِ ظلمِ حیرت کے
 ازل سے کیوں تنشِ بے سبب ہے ہر دل میں
 کھلے نہ رازِ نہانِ خانہٴ حقیقت کے
 دکھائی خوابِ پریشاں نے سیرِ رنگارنگ
 بھرم کھلے نہ طلسماتِ بے حقیقت کے
 ہمیشہ منتظرِ انقلاب رہتے ہیں
 مزاجِ داں ہیں جو ہنگامہ زارِ فطرت کے
 بلند و پست برابر ہیں اپنی آنکھوں میں
 خیالِ خام ہے یا ولولے ہیں ہمت کے
 ٹھٹک رہے حرم و دیر کے دوراہے پر
 خلافِ جا نہ سکے شاہِ راہِ فطرت کے
 پلٹ کے پھر وہی آوازِ بازگشتِ آئی
 بڑھے نہ حوصلے فریادِ بے اجازت کے
 دکھائی موت نے تصویرِ وعدہٴ فردا
 ہوائے شوق نے پردے اٹھائے غفلت کے
 وطن تو کیا ہے، ہوائے وطن سے ہیں بیزار
 لپٹ رہے جو بگولوں سے دشتِ غربت کے

گلا نہ کاٹ سکے اپنا، وائے ناکامی!
 پہاڑ کاٹتے ہیں روز و شب مصیبت کے
 زمیں پہ نور کے پتلوں نے کیوں ڈھسی دی ہے
 کفن ملے تو سمجھنا دھنی تھے قسمت کے
 سعادتِ ابدی ہے مشیتِ ازلی
 ہوس فضول، بھروسے پہ حُسنِ خدمت کے
 اُسی نے خاک کیا تھا، اُسی نے پاک کیا
 خوشا نصیب جو پالے پڑے محبت کے

نگاہِ یاس ہے آئینہ غمِ فردا

نظر کے سامنے سماں ہیں قیامت کے

(۱۹۱۳ء)

(۶۹)

غضب کی دُھوم شہستانِ روزگار میں ہے
 کششِ بلا کی تماشائے ناگوار میں ہے
 دکھائی آج ہی آنکھوں نے صورتِ فردا
 غزاں کی سیر بھی ہنگامہ بہار میں ہے
 غبارِ بن کے لپٹی ہے دامنِ دل سے
 مٹے پہ بھی، وہی دل بستگی بہار میں ہے

دعائے شوق کجا، ایک ہاتھ ہے دل پر
 اور ایک ہاتھ گریبانِ تار تار میں ہے
 ہنوز گوش بر آوازِ غیر ہے کوئی
 اُمیدوارِ ازل اب تک انتظار میں ہے
 قسم ہے وعدہٴ صبر آزمائے جاناں کی
 کہ لذتِ ابدی ہے تو انتظار میں ہے
 دوا میں اور دعا میں تو اب اثر معلوم
 بس اک اُمیدِ اثر ضبطِ ناگوار میں ہے

چلے چلو دلِ دیوانہ کے اشارے پر

محال و ممکن سب اُس کے اختیار میں ہے*

(۱۹۱۷ء)

(۷۰)

سلامت رہیں دل میں گھر کرنے والے
 اس اُجڑے مکاں میں بسر کرنے والے
 گلے پر چٹھری کیوں نہیں پھیر دیتے؟
 اسیروں کو بے بال و پر کرنے والے
 اندھیرے اُجالے کہیں تو ملیں گے
 وطن سے ہمیں در بدر کرنے والے

* اس مصرعے کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۲۹، آیات اول۔ (مرتب)

چُھپے دامنِ ابرِ رحمت میں آخر
 سیہ کاریوں میں بسر کرنے والے
 گریباں میں مُنہ ڈال کر خود تو دیکھیں
 برائی پہ میری نظر کرنے والے
 ظلمِ حوادث کی تہ کو نہ پہنچے
 زمانے پہ گہری نظر کرنے والے
 اس آئینہ خانے میں کیا سر اُٹھاتے؟
 حقیقت پر اپنی نظر کرنے والے
 بہارِ دو روزہ سے دل کیا بہلتا
 خبر کر چکے تھے خبر کرنے والے
 کھڑے ہیں دورا ہے پہ دیر و حرم کے
 تری جستجو میں سفر کرنے والے
 سرِ شام گل ہو گئی شمعِ بالیں
 سلامت ہیں اب تک سحر کرنے والے
 کجا صحنِ عالم ، کجا کبجِ مرقد
 بسر کر رہے ہیں ، بسر کرنے والے

یگانہ دہی فتحِ لکھنؤ ہیں

دلِ سنگ و آہن میں کلمہ کرنے والے

(۱۹۱۵ء)

آہ بیمار کارگر نہ ہوئی
 چرخِ کانپا مگر سحر نہ ہوئی
 صبحِ محشر ہوئی شبِ تاریک
 صورتِ یار جلوہ گر نہ ہوئی
 شبِ اُمید کٹ گئی لیکن
 زندگی اپنی مختصر نہ ہوئی
 دُور سے آج اُن کو دیکھ لیا
 دل کو تسکین ہوئی، مگر نہ ہوئی
 آنکھوں آنکھوں میں لے لیا وعدہ
 کانوں کان ایک کو خبر نہ ہوئی
 اُف ری چشمِ عتاب، اُف رے جلال
 برقِ سوزاں ہوئی نظر نہ ہوئی
 فکرِ انجام و حسرتِ آغاز
 دو گھڑی چین سے بسر نہ ہوئی
 کھلنے والا نہیں درِ توبہ
 فکرِ انجام وقت پر نہ ہوئی

ایسا رونا بھی کوئی رونا ہے
 آستین آنسوؤں سے تر نہ ہوئی
 ہٹ کے بالیں سے لوگ روتے ہیں
 جیسے بیمار کو خبر نہ ہوئی
 لٹ گیا سارا کاروانِ عدم
 ایک کو ایک کی خبر نہ ہوئی

نیم جاں چھوڑ کر چلا قاتل
 نگہِ یاسِ کارگر نہ ہوئی

(۷۲)

اُداسی چھا گئی چہرے پہ شمعِ محفل کے
 نسیم صبح سے شعلے بھڑک اٹھے دل کے
 شریکِ حال نہیں ہے کوئی تو کیا پروا
 دلیلِ راہؔ محبت ہیں دلولے دل کے
 عجب نہیں کہ بپا ہو یہیں سے فتنہٴ حشر
 زمانے بھر میں ہیں سارے فسادِ اسی دل کے

☆ دلیلِ راہ بمعنی رہ نمائے (یاس)

نہ سنگِ میل، نہ نقشِ قدم، نہ بانگِ جرس
 بھٹک نہ جائیں مسافرِ عدم کی منزل کے
 خوشی کے مارے زمیں پر قدم نہیں رکھتے
 جب آئے قافلے والے قریب منزل کے
 نظارۂ رخِ لیلیٰ مبارک اے مجنوں
 نگاہِ شوق نے پردے اٹھائے محل کے
 مشاہدے کو اک آئینۂ جمال دیا
 کمالِ عشق نے جوہر دکھا دیے دل کے

زبانِ یاس سے افسانۂ سحر بنیے

وہ رونا شمع کا پروانوں سے گلے مل کے

(۱۹۱۷ء)

(۷۳)

آغوش میں اب اُن کو، کیا کھینچتی ہے دنیا
 بیگانگی نے جن کو اپنا بنا لیا ہے
 منزل کی فکر کیوں ہو، جب تُو ہو اور میں ہوں
 پیچھے نہ پھر کے دیکھوں کعبہ بھی ہو تو کیا ہے
 دستِ دعا سے اُٹھا پردہ جو درمیاں تھا
 اُنہمتی ہے آنکھ کیوں کر اب یہ بھی دیکھنا ہے

غواصِ رمزِ فطرت ساحل کے پاس پہلے
غوطے لگا رہا تھا، اب غوطے کھا رہا ہے
(۱۹۲۳ء)

(۷۴)

ٹھوکر یں کھلوائیں کیا کیا پائے بے زنجیر نے
گردشِ تقدیر نے جولانیِ تدبیر نے
عالمِ اسباب سے کیا فیضِ ناکامی ملا
راہ پر لا کر مجھے بھٹکا دیا تقدیر نے
کارواں کتنے بگولے بن کے غائب ہو گئے
خاک سے یکساں کیا جولاں گہِ تدبیر نے
باز آئے زندگی کے خوابِ رنگارنگ سے
دست و پا گم کر دیے اندیشہٴ تعبیر نے
دادِ خواہی کو اٹھا ہے ذرہٴ پامال تک
سوتے فتنوں کو جگایا حشرِ عالم گیر نے
ماتمِ حسرت کیا پہلے گریباں پھاڑ کر
پھر دعا دی دشمنوں کو دستِ بے شمشیر نے
جان دے کر ایک حکمِ آخری مانا تو کیا
لکھ دیا جب سرکشوں میں کاتبِ تقدیر نے

واہ کیا کہنا، مجسم کر دیا موہوم کو
 نقشِ بندانِ ازل کی شوخیِ تحریر نے
 جم گئی گردِ فنا ایسی کہ چھٹنے کی نہیں
 کس غضب کا رنگ پکڑا یاں کی تصویر نے
 (۱۹۱۹ء)

(۷۵)

سنگِ دل بھی یاد کرتے ہیں تیرے دل سے مجھے
 فتحِ حق کی داد مل جاتی ہے باطل سے مجھے
 ہمتِ عالی سلامت ہے تو اندیشہ ہو کیا
 پائے در زنجیر سے یا پائے در گِل سے مجھے
 بڑھ گئی قیدِ خودی پر اور اک قیدِ فرنگ
 آزماتے ہیں وہ اب طوق و سلاسل سے مجھے
 ہے کوئی ایسا، ملا دے شاید مقصود سے
 یوسفِ گم گشتہ ویرانہٗ دل سے مجھے
 لگ گئی تو عالمِ بالا سے، آنکھیں کھل گئیں
 مل گیا درسِ فنا جب شمعِ محفل سے مجھے
 ناخدا اپنی سی کر گزرا مگر مجبور تھا
 کھینچ لایا پھر دُرِ مقصود ساحل سے مجھے

خواب سے اندیشہ فردا نے چونکایا تو کیا
 غفلتِ امروزِ فرصت دے گی مشکل سے مجھے
 دُور سے ہنستے ہیں ظالم پاشکستہ جان کر
 خیرِ مقدم کی صدا دیتے ہیں منزل سے مجھے
 مانگنے دیتا نہیں پانی دلِ ایذا طلب
 خوں بہا کیا مانگنے دے گا یہ قاتل سے مجھے
 دردِ سر کی جستجو تھی دردِ دل حاصل ہوا
 واہ کیا دولت ملی اس فکرِ باطل سے مجھے
 جلوۂ بے رنگ تھا پردے کے اندر کچھ نہ تھا
 حق بجانب تھا جو اندیشہ تھا محمل سے مجھے

دیدہ دل بے نیازِ جلوۂ اُمید ہے

یاس کیا دل ہسگی اس نقشِ باطل سے مجھے

(۱۹۱۹ء)

(۷۶)

مزه گناہ کا جب تھا کہ باوضو کرتے
 بتوں کو سجدہ بھی کرتے تو قبلہ رُو کرتے
 کبھی نہ پرورشِ نخلِ آرزو کرتے
 نمو سے پہلے جو اندیشہ نمو کرتے

سُنیں نہ دل سے تو پھر کیا پڑی تھی خاروں کو
 کہ گل کو محرمِ انجامِ رنگ و بو کرتے
 گناہ تھا بھی تو کیسا گناہِ بے لذت
 قفس میں بیٹھ کے کیا یادِ رنگ و بو کرتے
 بہانہ چاہتی تھی موت، بس نہ تھا اپنا
 کہ میزبانیِ مہمانِ حیلہ جو کرتے
 دلیلِ راہ، دلِ شب چراغ تھا تنہا
 بلند و پست میں گزری ہے جستجو کرتے
 ازل سے جو کششِ مرکزی کے تھے پابند
 ہوا کی طرح وہ کیا سیرِ چار سُو کرتے
 فلک نے بھول بھلیوں میں ڈال رکھا تھا
 ہم اُن کو ڈھونڈتے یا اپنی جستجو کرتے
 اسیرِ حال نہ مُردوں میں ہیں نہ زندوں میں
 زبانِ کبُتی ہے آپس میں گفتگو کرتے
 پناہ ملتی نہ اُمیدِ بے وفا کو کہیں
 ہوسِ نصیب اگر ترکِ آرزو کرتے

ۛ دلیلِ راہ بمعنی رہ نما۔ (یاس)

ازالہ دل کی نجاست کا اور کیا ہوتا
جلا کے خاک نہ کرتے تو کیا لہو کرتے؟

مزارِ یاس پہ کرتے ہیں شکر کے سجدے

دعائے خیر تو کیا اہل لکھنؤ کرتے

(۱۹۱۹)

(۷۷)

ہوش اُڑتے ہیں دورنگی لیل و نہار سے
فصلِ خزاں ہے دست و گریباں بہار سے
ہم دل جلوں کو راس نہ آئی ہوائے گل
اک آگ سی برستی ہے ابر بہار سے
آنکھ اپنی چرخِ عربدہ جو سے لڑی رہی
اٹکا نہ دل زمانہ بے اعتبار سے
بانگِ جرس سے کیا عجب آگے نکل چلے
باہر ہے اپنی جانِ حزیں اختیار سے
تابِ نگاہ کی نہیں آنکھوں سے چشم داشت
کیا تو لگائیں وعدہ دیدارِ یار سے
آنکھوں کو بند کر کے تصور میں موت کے
پانی نجات کشمکشِ روزگار سے

یاں اب ذلیل ہی کو سمجھتے ہیں سب عزیز
کانٹے چمن کے نلتے ہیں پھولوں کے بارے
(۱۹۱۶ء)

(۷۸)

نگاہِ شوق ہوتی یا نگاہِ واپس ہوتی
بہر صورت، زبانِ گنگ معنی آفریں ہوتی
امید و بیمِ روز افزوں و بالِ جان و دل ٹھہری
فنا کے بعد بھی تا حشر یک سوئی نہیں ہوتی
نہیں سنتا کسی کی پائے نہ فرماں نہیں سنتا
سفر کیا اُس مسافر کا، طلبِ جس کی نہیں ہوتی
وہ محرومِ ازل ہیں دھیان میں لاتا نہیں کوئی
محبت کیا، نکمّوں سے عداوت تک نہیں ہوتی
قیامتِ خانہٴ دل جنتِ صبر و سکون ہوتا
محیطِ چرخ کے باہر اگر یہ سرزمین ہوتی
نگاہِ مضطرب کی حد ہے فانوسِ خیالی تک
قیامت تھی اگر پروانہٴ شمعِ یقیں ہوتی
ازل سے کشتیِ اُمید تھی بیگانہٴ ساحل
جہاں پایاب ہے دریا و ہاں بھی نہ نشیں ہوتی

یہ آبِ آتشیں ہے اور یہ دریا خونِ ناحق کا
 مگر نفسِ شقی کی پیاس میں تسکین نہیں ہوتی
 غضب ہے منہ چھپانا سجدہٴ ناحق کے پردے میں
 بلا سے تختہٴ مشقِ ستم لوحِ جبیں ہوتی
 فقط دل کی بدولت گرم ہے پہلوئے جاں ورنہ
 جسد میں روح اک دیوانہٴ تنہا نشیں ہوتی
 غزاں سے پہلے ہی کاش اپنی آنکھیں بند ہو جاتیں
 بہارِ اولیں ہوتی نگاہِ واپس ہوتی
 جو رو سکتے تو آنسو پونچھنے والے بھی مل جاتے
 شریکِ رنج و غم دامن سے پہلے آستیں ہوتی

دمِ آخر فریبِ جلوہ بے رنگ نے مارا

نگاہِ یاس ورنہ کیوں گنہ گارِ یقیں ہوتی

(۱۹۱۹ء)

(۷۹)

اضطرابِ بال و پر پروانہٴ وارم دادہ اند
 جائے دل یک شعلہٴ بے اختیارم دادہ اند
 تشنہٴ موجِ سراپم پابجولال می روم
 منزلِ موہوم و پائے بے قرارم دادہ اند

می دہد ہر منزلِ نو شوقِ پروازِ دگر
 در پے عتقا فریبِ خوشگوارم دادہ اند
 گوشِ نامحرم نیزد جز صدائے بازگشت
 صد جوابِ التجا۔ بیگانہ وارم دادہ اند
 از فضائے عالمِ بالا فتادم سرنگوں
 سُوے پستی لغزشِ بے اختیارم دادہ اند
 خویش را بہر تماشا درمیاں دزدیدہ ام
 جاے خوش در پہلوے گلِ ہمو خارم دادہ اند

مژدہ تسکین یگانہ کے نصیب من شود

یک پیام زیر لب بیگانہ وارم دادہ اند

(۸۰)

دیکھا دیکھی جو کوئی آپ کا دیوانہ بنے
 نقد کیا، جان بھی دے بیٹھے تو سودا نہ بنے
 دل اگر گردشِ تقدیر سے دریا نہ بنے
 تشنہ کاموں کے لیے کاشکے پیمانہ بنے
 دل وہی دل ہے جو ہوا اپنی حرارت سے فنا
 خاک ہو جائے مگر آگ بگولا نہ بنے

بجھ گیا دل کا کنول کشمکشِ شوق کجا
 شمعِ خاموش کا کیوں کر کوئی پروانہ بنے
 زندہ در گور کیا اس دلِ وارفتہ نے
 جیتے جی کوچہ و بازار میں افسانہ بنے
 کیوں اجل، ہے کوئی ایسا کہ مرا مُنہ سی دے
 بات اپنی نہیں بننے کی تو اچھا نہ بنے
 آپ آتے تھے مگر موت کو پہلے بھیجا
 چال ایسی تو چلے کوئی کہ جھوٹا نہ بنے
 رات دن شوقِ ربانی میں کوئی سر پٹکے
 کوئی زنجیر کی جھنکار سے دیوانہ بنے
 قیمتِ دل تو ہے معلوم مگر کیا کہیے
 مول جب تک نہ کرے کوئی تو سودا نہ بنے
 دلِ آگاہ پہ جادو نہ چلے گا کوئی
 ہاں مگر مصلحتِ وقت سے دیوانہ بنے
 اتری جاتی ہے مرے دل میں صدائے ناقوس
 اب خدا چاہے تو کعبہ بھی صنم خانہ بنے
 کہیے کعبے کو سدھارے کہ صنم خانے کو
 دکھا دیکھی جو کوئی آپ کا دیوانہ بنے

و حشت آبادِ عدم ہے وہ دیارِ خاموش
 کہ قدم رکھتے ہی ایک ایک سے بیگانہ بنے
 ڈوب کر دیکھے تو انسان کہیں کا نہ رہے
 عینِ حکمت ہے اگر آپ سے بیگانہ بنے
 نام لے کر ترا، بہزاد اُٹھاتا ہے قلم
 نقشِ موہوم مگر ٹھیک بنے یا نہ بنے
 نگہِ یاسِ ارے توبہ، جدھر اُٹھ جائے
 دل تو کیا عالمِ ایجاد بھی ویرانہ بنے
 نہ چھپا پر نہ چھپا جوہرِ عالی ظرفی

یاسِ مٹنے پہ بھی خاکِ مے خانہ بنے

(۱۹۱۷ء)

(۸۱)

ہم تن شمع بنے یا ہم تن دل ہو جائے
 جل کے ٹھنڈا کہیں پروانہ محفل ہو جائے
 حسنِ بے رنگ کہیں رنگ پکڑ سکتا ہے؟
 پردہ جب تک نہ کوئی بیچ میں حائل ہو جائے
 حُسن وہ حُسن کبھی جس کی حقیقت نہ کھلے
 رنگ وہ رنگ جو ہر رنگ میں شامل ہو جائے

دل ملا ، درد ملا ، درد کا مطلب نہ ملا
 کاش وہ مطلبِ نایاب بھی حاصل ہو جائے
 پائے خود سر تو ارادے سے عمل تک پہنچا
 کیا غضب ہو کوئی دیوار جو حائل ہو جائے
 خاک کا پُتلا ہے رفتارِ نمو سے مجبور
 ہم تن سنگ بنے یا ہم تن دل ہو جائے
 صلح جوئی نے گنہ گار مجھے ٹھہرایا
 جرمِ ثابت جو کیا چاہو تو مشکل ہو جائے
 بھولنا سہل ، گناہوں کا بھلانا مشکل
 تُو جو یاد آئے تو آسان یہ مشکل ہو جائے
 حق میں اُوروں کے تری ذات سراپا احساں
 وائے قسمت کہ مری ضد سے تُو عادل ہو جائے
 کون ٹھہرائے پھر اس کشتی بے لنگر کو
 دل اگر دردِ خداداد کی منزل ہو جائے
 ناخدا کو نہیں اب تک تیر دریا کی خبر
 ڈوب کر دیکھے تو بیگانہ ساحل ہو جائے
 ایک ہی سجدہ کیا دوسرے کا ہوش کجا
 ایسے سجدے کا یہ انجام کہ باطل ہو جائے

زندہ درگور ہوں موت آئے تو سر آنکھوں پر
مگر ایسا نہ ہو مہماں کوئی نازل ہو جائے

اپنی ضد ۱۰ اپنی مشیت پہ جو آجائے کوئی

یاس سب حسنِ عملِ دقیرِ باطل ہو جائے
(۱۹۲۳ء)

(۸۲)

کھل گئے عیب و ہنر سب کاتبِ تقدیر کے
رنگ ہیں آمادہ پرواز ہر تصویر کے
وہمِ باطل ہے سراسر صورتِ آبادِ جہاں
راز کھل سکتے نہیں اس خولِ بے تعبیر کے
کوئی تصویرِ خزاں ہے کوئی تصویرِ بہار
دیدنی ہیں کارنامے خامۂ تقدیر کے
کارخانہ تھا ہوا پر: حُسنِ مشیتِ خاک کا
کھل گئے آخرِ فریبِ اس بولتی تصویر کے
کوئی بندہ عشق کا ہے کوئی بندہ عقل کا
پاؤں اپنے ہی نہ تھے قابلِ کسی زنجیر کے
شوقِ منزل میں زمیں پر پاؤں تک پڑتے نہیں
حوصلے پھر کیا بڑھیں گے خارِ دامن گیر کے

خاک میں مل جائے گی سب عزتِ مردانگی
ظلم کے ہاتھوں اگر جوہر کھلے شمشیر کے
نوح کا طوفان جن کے حق میں ہو بادِ مراد
وہ کبھی قائل نہ ہوں گے گردشِ تقدیر کے

یاں سر سے پاؤں تک اُمید ہی اُمید تھے

فرد جب تک ہاتھ میں تھی کاتبِ تقدیر کے

(۱۹۱۷ء)

(۸۳)

نہ انتقام کی عادت نہ دل دکھانے کی
بدی بھی کر نہیں آتی مجھے، گُنا نیکی؟
دُہائی ہے دلِ درد آشنا دُہائی ہے
کہ آہِ سرد پہ تہمت ہے دل دکھانے کی
سمجھ میں آئی نہ زندانِ شش جہت کی کشش
کہ پاؤں رکھنے کی جا ہے نہ بھاگ جانے کی
ہوا کے ساتھ پھرے چار سمت آوارہ
قدم اٹھائے جو رفتار پر زمانے کی
فریبِ بانگِ جرس کیا عجب کنوئیں میں گرائے
صلح ٹھہری ہے اب دل سے بیٹھ جانے کی

ہر ایک ذرے سے آتی ہے بوئے زندہ دلی
 نہ جانے خاک ہے اپنی کس آستانے کی
 یقین وعدہ فردا سے دل ہے مالا مال
 نظر میں دولتِ دنیا نہیں سمانے کی
 نہ جانے کون ہے وحدتِ سرائے دل میں اسیر
 کہ وہم کو بھی اجازت نہیں ہے آنے کی
 ہوا کا دخل نہیں یاں، وہاں ہوا کا عمل
 قفس کی سُست بنا ہے کہ آشیانے کی؟
 پلٹ کے گل میں نہ آئے گی بوئے مستانہ
 شکل کے روحِ رواں منہ نہیں دکھانے کی
 اب اپنے ختمِ سفر میں کچھ ایسی دیر نہیں
 جو دیر ہے تو فقط تھک کے بیٹھ جانے کی
 ادھر اجل نے دیا حکم بازگشتِ وطن
 ادھر حیا نے قسم دی قدم اٹھانے کی
 جو ڈوبتے کو بچائے وہ آپ بھی ڈوبے
 عوض ہے دونوں کا یکساں بدی ہو یا نیکی
 ہوس ہے سلسلہ جنبانِ سعی لا حاصل
 بھری ہے سر میں ہوا قسمت آزمانے کی

زبانِ یاس سے آہن تک نہیں نکلی
دعاے خیر تو کرنے کو ناخدا نے کی
(۱۹۱۸ء)

(۸۴)

نشر کی غزل: ۲۲ کے یہ بارہ شعر:
۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ تا ۲۱۔

(۸۵)

دل عجب جلوۂ اُمید دکھاتا ہے مجھے
شام سے یاس سورا نظر آتا ہے مجھے
جلوۂ دار و رسن اپنے نصیبوں میں کہاں
کون دنیا کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے
دل کو لہراتا ہے ہنگامۂ زندانِ بلا
شورِ ایذا طلبی وجد میں لاتا ہے مجھے
پائے آزاد ہے زنداں کے چلن سے باہر
بیڑیاں کیوں کوئی دیوانہ پنہاتا ہے مجھے
ہنس کے کہتا ہے کہ گھر اپنا قفس کو سمجھو
سبق اُلٹا مرا صیاد پڑھاتا ہے مجھے
جیسے دونخ کی ہوا کھا کے ابھی آیا ہے
کس قدر واعظِ مکار ڈراتا ہے مجھے

پھٹ پڑیں اب بھی دروہام تو پردہ رہ جائے
 فلکِ خانہ خراب آنکھ دکھاتا ہے مجھے
 دیدنی ہے چمن آرائی چشمِ عبرت
 سیرِ تازہ گلِ پژمردہ دکھاتا ہے مجھے
 ترکِ مطلب سے ہے مطلب تو دعائیں کیسی؟
 صبح تک کیوں دلِ بیمار جگاتا ہے مجھے
 ننگِ محفلِ مرا زندہ، مرا مُردہ بھاری
 کون اٹھاتا ہے مجھے، کون بٹھاتا ہے مجھے
 لبِ دریا کا ہوا میں نہ تہِ دریا کا
 کون سے گھاٹ یہ دھارا لیے جاتا ہے مجھے
 پاؤں سوئے ہیں مگر جاگتے ہیں اپنے نصیب
 کیا سمجھ کر جرسِ گنگ جگاتا ہے مجھے

یاں منزل ہے مری منزلِ عقائے کمال

لکھنؤ میں کوئی کیوں ڈھونڈنے آتا ہے مجھے

(۱۹۲۲ء)

(۸۶)

ازل سے سخت جاں آلودہ صد امتحاں آئے
 عذابِ چند روزہ یا عذابِ جاوداں آئے

کنول روشن تو ہو دل کا ، پیامِ ناگہاں آئے
 بلا سے شامتِ پروانہ آتش بجائے آئے
 قفسِ بردوش پھرتے ہیں خزاں آبادِ عالم میں
 اسیرانِ ازل گھر چھوڑ، جنگل میں کہاں آئے
 بہارستانِ عبرت میں یہ گل کیا، خار کیا، خس کیا
 سراپا سب کے سب آلودہ رنگِ خزاں آئے
 سواری بولنے والا ، نہ کوئی نوحہ خواں اپنا
 اجل کیا آئی جیسے بے بلایا میہماں آئے
 خیالِ خام ہے یا معنیِ موہوم ، کیا جانیں
 سمجھ میں رازِ فردا کیوں ، نصیبِ دشمنان ، آئے
 زہے احسانِ بے حاصل کہ دن کے دن اسیروں کو
 اجل کے ساتھ حکمِ بازگشتِ آشیاں آئے
 وہی آغوشِ ساحل اور وہی منجدھار کے ڈوبے
 پلٹ کر خاک میں ملنے کہاں سے پھر کہاں آئے
 حق اپنی دُھن کا پکا ، باطل اپنے زعم میں پورا
 الہی ، گفتگوئے صلح کیوں کر درمیاں آئے
 سکونِ بے دلی میں ، کیا کموں ، کیوں لہر پیدا ہے
 مبادا غیب سے کوئی نویدِ ناگہاں آئے

حریمِ ناز کیا ہے؟ جلوہ گاہِ بے تماشا ہے
نگاہِ یاسِ کھتی ہے کدھر آئے، کہاں آئے؟
(۱۹۲۳ء)

(۸۷)

بختِ بیدار اگر سلسلہِ جُنباں ہو جائے
شام سے بڑھ کے سحرِ دست و گریباں ہو جائے
پڑھ کے دو کلمے اگر کوئی مسلمان ہو جائے
پھر تو حیوان بھی دو روز میں انساں ہو جائے
آگ میں ہو جسے جلنا تو وہ ہندو بن جائے
خاک میں ہو جسے ملنا وہ مسلمان ہو جائے
دشمن و دوست سے آباد ہیں دونوں پہلو
نام جانے کا نہ لے جو مرا مہماں ہو جائے
درد کا قحط ہو، دل کا کوئی گاہک نہ رہے
وائے برِ عشق کہ بازیچہٴ طفلان ہو جائے
روگ ایسا لگے پھر جس کی دوا ہو نہ دعا
درد سے پہلے جو دل خوگرِ درماں ہو جائے
خوابِ شیریں نہ سی خوابِ پریشاں ہی سی
دل بہلنے کا شبِ غم کوئی ساماں ہو جائے

پاؤں پھیلاتے ہیں رہ رہ کے اسیرانِ ہوس
 چاہتے ہیں قفسِ تنگ گلستاں ہو جائے
 دل کو کچھ زندگیِ عشق کی لذت تو ملے
 خاک سے پاک ہو یا خاک سے یکساں ہو جائے
 موت کی یاد میں نیند اور بھی اڑ جاتی ہے
 نیند آ جائے تو کچھ موت کا سماں ہو جائے
 اف رے آغازِ خطرناک کہ رکھتے ہی قدم
 منزلِ دیر و حرم بھول بھولیاں ہو جائے
 نشہِ حسن کو اس طرح اُترتے دکھیا
 عیب پر اپنے کوئی جیسے پشیمان ہو جائے

یاس بیداریِ موہوم ہے ساری ہستی

آنکھ ہو بند تو سب خوابِ پریشان ہو جائے

(۱۹۲۳ء)

(۸۸)

زمانے پر نہ سہی دل پہ اختیار رہے
 دکھا وہ زور کہ دنیا میں یادگار رہے
 کہاں تلک دلِ غم ناک پردہ دار رہے؟
 زبانِ حال پہ جب کچھ نہ اختیار رہے

نظامِ دہر نے کیا کیا نہ کروٹیں بدلیں
مگر ہم ایک ہی پہلو سے بے قرار رہے
ہنسی میں لغزشِ مستانہ اڑ گئی واللہ
تو بے گناہوں سے اچھے گناہ گار رہے
اُبھارتی ہے ہوسِ توبہ ریا فی کی
کہ دل کے ساتھ زباں کیوں گناہ گار رہے
دکھا دوں چیر کے دل دردِ دل کہوں کب تک؟
زباں پہ کیوں یہ تقاضائے ناگوار رہے
تڑپ تڑپ کے اٹھاؤں گا زندگی کے مزے
خدا نکر وہ، مجھے دل پہ اختیار رہے
سزائے عشقِ بقدرِ گناہ ناممکن
یہی بہت ہے کہ برہم مزاجِ یار رہے
زمانہ اس کے سوا اور کیا وفا کرتا
چمن اُبڑ گیا، کانٹے لگے کا بار رہے
خزاں کے دم سے مٹا خوب و زشت کا جھگڑا
چلو یہ خوب ہوا، گل رہے نہ خار رہے
جواب دے کے نہ توڑو کسی غریب کا دل
بلا سے کوئی سراپا اُمیدوار رہے

مزہ تو جب ہے یگانہ کہ یہ دلِ خود میں
خودی کے نشے میں بیگانہ خمار رہے

یگانہ حال تو دیکھو زمانہ سازوں کا

ہوا میں جیسے بگولا خراب و خوار رہے

(۱۹۲۵ء)

(۸۹)

جب تک خلشِ دردِ خداداد رہے گی
دنیا دلِ ناشاد کی آباد رہے گی
دنیا کی ہوا راس نہ آئے گی کسی کو
ہر سر میں ہوائے عدم آباد رہے گی
چونکائے گی رہ رہ کے تو غفلت کا مزہ کیا
ساتھ اپنے اجل صورتِ ہمزاد رہے گی
روح اپنی ہے بیگانہ ہر جنت و دوزخ
گم ہو کے ہر اک قید سے آزاد رہے گی
دل اور دھڑکتا ہے ادبِ گاہِ قفس میں
شاید یہ زباں تشنہ فریاد رہے گی
جو خاک کا پُتلا، وہی صحرا کا بگولا
ٹٹنے پہ بھی اک ہستی برباد رہے گی

شیطان کا شیطان، فرشتے کا فرشتہ
 انسان کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی
 ہاں وسعتِ زنجیر تک آزاد بھی ہوں میں
 ہستی مری مجموعہٴ اضداد رہے گی
 ہر شام ہوتی صبح کو اک خوابِ فراموش
 دنیا ہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

شہرہ ہے یگانہ تری بیگانہ روی کا

والد یہ بیگانہ روی یاد رہے گی

(۱۹۲۵ء)

۰ (۹۰)

۴

دردِ سر تھا سجدہٴ شام و سحر میرے لیے
 دردِ دل ٹھہرا دوائے دردِ سر میرے لیے
 ”دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو“
 زندگی پھر کیوں ہوتی ہے دردِ سر میرے لیے
 کس محبت سے دلِ گم گشتہ دیتا ہے صدا
 آدھر، پھرتا ہے آوارہ کدھر میرے لیے
 ”شکر سے تسکین نہیں ہوتی شکایت ہی سی
 کچھ وظیفہ چاہیے شام و سحر میرے لیے

فطرتِ مجبور کو اپنے گناہوں میں ہے شک
 وار ہے گا کب تک توبہ کا در میرے لیے
 لے چلا ہوں وعدہٴ فردا گرہ میں باندھ کر
 چاہیے ہے اور کیا زادِ سفر میرے لیے
 حسنِ نادیدہ کجا ، اپنا ہی پردہ کھل گیا
 آسماں ثابت ہوا حدِ نظر میرے لیے

بزمِ دنیا میں یگانہ ایسی بیگانہ روی

میں نے مانا عیب ہے لیکن ہنر میرے لیے

(۱۹۲۶ء)

(۹۱)

نیشِ درد و نوشِ درماں برنتابد ہر دے
 زیستِ مشکل، مرگِ آساں برنتابد ہر دے
 جلوۂ شامِ غریباں برنتابد ہر دے
 منزلِ ہم رنگِ زنداں برنتابد ہر دے
 از خزاں آبادِ عالم خویش را دزدیدہ ایم
 رنگ و بوئے ایں گلستاں برنتابد ہر دے
 در بہارِ پُرخلش آسودہ نتواں زیستن
 خار در پیراہنِ جاں برنتابد ہر دے

خوش سرو کارے مرا با دردِ سر افتاده است
غمزہ ناخواندہ مہماں برنتابد ہر دِلے
سجدہ تا صد سال بر خاکِ وطن نبود گراں
تکیہ بر دیوارِ زنداں برنتابد ہر دِلے
دست و پا گم گشتہ از اندیشہ تعبیر بد
یادے از خوابِ پریشاں برنتابد ہر دِلے
تہمتِ راحت کشم در منزلِ واماندگی
پا بہ گل ، سر در گریباں برنتابد ہر دِلے
منزلِ موہوم ما را پا بہ جولاں می برد
خاک بر سر ، سر بہ سماں برنتابد ہر دِلے
العطش ، اے ساقی خم خانہ غم ، العطش
نشہ عیشِ پشیمان برنتابد ہر دِلے
دوزخِ خود را بہشتے سازم از اعجازِ عشق
جائے گل ، آتشِ بداماں برنتابد ہر دِلے
بہرہ از عقل جو ، یا فیضے از دیوانگی
پندِ پیر و سنگِ طفلان برنتابد ہر دِلے

یاس اُمید وفا از لکھنؤ ، فکرِ محال

شیوہ ہائے ناسلن برنتابد ہر دِلے

(۱۹۲۲ء)

متفرقات

(۲)

چلتا نہیں فریب کسی عذر خواہ کا
 دل ہے بغل میں یا کوئی دفتر گناہ کا
 اب کیا لگے گا دل چمنِ روزگار میں
 مارا ہوا ہے دیدہٗ عبرت نگاہ کا
 دنیا مقامِ ہو نظر آئے گی ناگہاں
 ٹوٹے گا جب ظلمِ فریبِ نگاہ کا
 دل کائناتِ عشق میں شاہوں کا شاہ ہے
 مختارِ کل تمام سفید و سیاہ کا
 ثابت ہوا کسی پہ نہ جرمِ وفا کبھی
 پردہ کھلا نہ عشقِ سراپا گناہ کا

(۱۹۱۰ء)

آیاتِ وجدانی، طبعِ اول میں "متفرقات" کے تحت ۳۰ اندراجات ہیں۔ ان میں سے شمار ۱۱۰ تا ۱۱۸
 ۲۰۱۱۸ تا ۲۰۱۲۸، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۵۰ کے تحت جو کلام درج ہے ۵۰۰ ذریعہٗ نظر کلیت کے سابقہ صفحات میں موجود ہے، اس
 لیے یہاں اس کلام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ر.ک. حواشی، نشریہ ۱۱۰ و آیاتِ وجدانی، طبعِ اول۔
 (مرتب)

(۱۸)

حسنِ نیت پہ مرے شاہدِ عصمت ہے گواہ
خود حجاب آگیا جب یار کی صورت دیکھی
جھلملانے لگا جس وقت چراغِ سحری
مڑکے بیمار نے ایک ایک کی صورت دیکھی
آنکھ جب بند ہوئی یاس تو پھر کچھ بھی نہ تھا
اس طلسماتِ عناصر کی حقیقت دیکھی
(۱۹۱۲ء)

(۱۹)

ناخدائے کم ہمت باتھ پاؤں مار آیا
تہ کی کیا خبر لاتا حوصلہ بھی بار آیا
شوق میں ربائی کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں
دن پھرے اسیروں کے، مُشرودہ بہار آیا
یاس، اُمیدِ فردا نے واہ کیا تسلی دی
مضطرب نگاہوں کو حکم انتظار آیا

(۲۸)

اکثر اُمیدوارِ ربائی جو مر گئے
میرے خیالِ خام کی اصلاح کر گئے

اب کون ہے جو حسنِ طلب کا جواب دے
 جاں باز تیرے وقت سے پہلے ہی مر گئے
 اپنی خبر نہیں تو مزہ کیا گناہ کا
 لذت کہاں جب آپ ہی حد سے گزر گئے
 (۱۹۱۸ء)

(۲۹)

خاکساری نے کیا بے سروسامان مجھ کو
 سحرِ عید بھی ہے شامِ غریباں مجھ کو
 (۱۹۱۸ء)

(۳۰)

یاس کے بیڑے کو گردابِ بلا میں ڈال کر
 ناخدا ظالم کھڑا ہنستا ہے اب ساحل کے پاس
 (۱۹۱۶ء)

(۳۱)

عجب انداز ہے چرخِ ستم گر کی شرارت کا
 زباں کو مل نہیں سکتا کوئی پہلو شکایت کا
 (۱۹۱۶ء)

(۳۲)

قطعہ

مبارک ہو کسی کی جستجو میں در بدر ہونا
 وطن کو چھوڑ کر آلودہ گردِ سفر ہونا

اندھیری رات میں ہر ہر قدم پر ٹھوکریں کھانا
 بلند و پست سے راہ طلب میں بے خبر ہونا
 فلک چکر میں آیا ہے مری ایذا پسندی سے
 خیال خام تھا مجھ پر جفاؤں کا اثر ہونا
 (۱۹۱۵ء)

(۳۶)

خوگر نہیں ہم ایسی خاموش زندگی کے
 ہیں مشورے فلک سے اب جنگ زرگری کے
 احکام حق سے اکثر منہ موڑتے ہیں سرکش
 پابند ہیں تو کس کے، اک حکم آخری کے
 ظاہر میں خضر صورت، باطن میں غول سیرت
 زاہد بھی آدمی ہے یا بھیس میں کسی کے
 کیا جانیں خونِ ناحق یا آبِ آتشیں تھا
 کچھ سوچتا ہے واعظ غلبے میں تشنگی کے؟
 دیکھی زیں کسی نے، پہنچا کوئی فلک پر
 درد و زلالِ مے کا ایک ایک گھونٹ پی کے
 (۱۹۱۸ء)

کنجِ قفس میں دل کے بہلنے کا کوئی سامان نہیں
 موسمِ گل تک دن گننا بھی مشکل ہے آسان نہیں
 کیسی جفائیں، کیسی وفائیں، آج مرے کل دوسرا دن
 عشق کی دنیا دیکھ چکے اب جینے کا ارمان نہیں
 ہوش میں آنا اور غضب ہے، خوب گزرتی ہے غش میں
 درد کی لذت کون اٹھائے، جان میں اپنی جان نہیں

انا الموجد

جنتِ خلش درِ خدا دادِ سرگی - دنیا دلِ ناشاد کی آبادِ سرگی
 دنیا کی ہوا راس نہ آگرگی کسی کو - ہر سر میں ہو درِ عدم آبادِ سرگی
 جو خاک کا ٹیلا وہی عمار کا بگولا - مٹنے پہ بھی اک ہستی بربادِ سرگی
 چونکارگی رہ رہ کے تو غفلت کا فہ کیا؟ - ساتھ اپنی اجل صورتِ ہزارِ سرگی
 روح اپنی ہی بیکانہ ہر جنت و دوزخ - گم ہوئے ہر اک قید سے آزادِ سرگی
 کون دستِ زنجیر آزاد بھی ہو میں - ہستی مری مجموعہٴ افسادِ سرگی
 دل اور دھڑکن ہی اد بگاہِ ففس میں - شاید یہ زبان نشہ فریادِ سرگی
 شیطان کا شیطان فرشتے کا فرشتہ - انسان کی یہ بوالعجبی یادِ سرگی
 ہر شامِ موتی صبح کو اک خوابِ فراموش - دنیا ہی دنیا ہی تو کیا یادِ سرگی

شہر ہی بیکانہ تری بیکانہ روی کا

وائد یہ بیکانہ روی یادِ سرگی

منیر لکھنوی از عثمان آباد دکن، مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۵ء یومِ پنجشنبہ

یگانہ کی تحریر کا عکس

ترانہ

مطبوعہ: ۱۹۳۳ء

ترانہ

یعنی

مرزا یاس یگانہ چنگیزی لکھنوی کی رہنمائی کا مجموعہ

ناشر

ہندوستان کے علمی ادبی اداروں کے

واحد نمائندے

آزاد بانک سٹال بیرون کوٹا ریدروازہ لاہور

قیمت غیر

ستمبر ۱۹۲۳ء

”ترانہ“ مطبوعہ کا سرورق (عکس)

مغالطہ

میرے نظریہ زندگی کی نسبت عام طور پر لوگ اس مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں کہ زندگی کے تلخ تجربات نے میرے نظریہ حیات میں (خدا نخواستہ) ایسی افسردگی پیدا کر دی ہے جس سے میری طبیعت ہر وقت مدد رہتی ہے۔

مگر یہ قیاس حقیقتِ حال سے بعید ہے۔ پست ہمتوں کا ذکر نہیں، مردوں کے لیے تو زندگی کے تلخ تجربے کڑوی دوا کا حکم رکھتے ہیں جو اصلاح مزاج کے لیے اک ضروری چیز ہے۔ طبیعت کا مدد رہنا اور نظریہ حیات میں افسردگی پیدا کرنا تو کجا، یہی تلخی و ترشی تزکیہ نفس کا آلہ بن کر انسان کو سچی مسرتوں سے شد کا م بناتی ہے۔ مسرتیں بھی وہ جو نجاستوں سے پاک و صاف ہوتی ہیں۔ مگر پاک اور ناپاک مسرتوں میں فرق کرنا بھی ہر اک کا کام نہیں ہے۔

قدرت کے خزانے سے جسے ایسی پاک و پاکیزہ مسرت نصیب ہو وہ زندگی سے بیزار کیوں ہونے لگا۔ اس کے نظریہ حیات پر افسردگی کیوں چھانے لگی؟

زندگی کے تلخ تجربوں سے دوچار ہونا اور بات ہے اور زندگی سے بیزار ہو جانا اور بات ہے۔ میں ابھی زندگی سے بیزار نہیں ہوا۔ ہاں دل جب تک زندہ ہے زمانے کے

سرد و گرم سے متاثر ہونا اک قدرتی امر ہے مگر اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ تلخ تجربات سے نظریہ حیات میں بھی تلخی پیدا ہو جائے اور انسان زندگی جیسی نعمت سے آزرده ہو جائے۔ دل اک ترازو ہے جس کے پلے ہوا کے جھونکوں سے آن کے آن ادھر ادھر جھٹک تو جاتے ہیں مگر پھر تھوڑی دیر میں توازن برابر ہو جاتا ہے۔

صدق و صفا، مہر و وفا کی دیوی (یگانہ بیگم) کو خداوند عالم نے جس کا رفیق زندگی بنا کر حقیقی مسرتوں سے بہرہ ور فرمایا، اُس کی روحانی زندگی (ماڈی کش مکش کے ہاتھوں) تلخ کیوں ہونے لگی؟ یہ صحیح ہے کہ ماڈی کش مکش نے مجھے آزمائشوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میری محترم شریک زندگی کی والہانہ محبت اور وفادارانہ دل جوئی نے میرے دماغی توازن کو اتنا سنبھالے رکھا کہ میں سخت سے سخت امتحان میں کامیاب رہا۔ یگانہ بیگم کے دم سے جو سچی روحانی مسرت مجھ ایسے بے نوا کو حاصل ہے، وہ شاہوں کو تو کیا دنیا کے معدودے چند خوش نصیبوں ہی کو مل سکتی ہے۔

زندگی کی کامیابی اور ناکامی محض اعتباری حیثیت رکھتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے نقطہ نظر سے مجھے ناکام یا شاد جو چاہیں سمجھ لیں مگر میں اس حقیقی مسرت، اس آسودہ ضمیر کی روشنی میں اپنے تئیں کیوں ایسا سمجھ لوں۔ حق تو یہ ہے کہ کامیابی کا کوئی واحد معیار قائم نہیں کیا جاسکتا جو سب کے نزدیک مسلم ہو۔ اپنے اپنے مذاق اپنے اپنے حوصلے کے مطابق ہر شخص کامیابی یا ناکامی کا معیار قائم کر لیتا ہے۔ کوئی مدبرانہ اور عیارانہ زندگی کو کامیاب سمجھتا ہے، کوئی شاہانہ زندگی کو۔ کوئی مجاہدانہ اور فاتحانہ زندگی کو مایہ ناز جانتا ہے، کوئی پیمبرانہ و مصلحانہ زندگی کو۔ کوئی شاعرانہ و فلسفیانہ زندگی کو وغیرہ وغیرہ۔ اس اختلاف مذاق پر نظر رکھ کر اس شخص پر غور کرو جس نے کبھی مسہری یا چھپر کھٹ کا منہ نہ دیکھا بلکہ کھڑے پلنگ یا بورے پر پاک و پاکیزہ محبت کی فضا میں زندگی بسر کردی اور حسب توفیق ایزدی اپنے آرٹ کے ذریعے سے پیام وجدانی پہنچا کر فرائض انسانی بجالایا اور اس طرح سکون قلب کی دولت حاصل کی (اگرچہ جسمانی آرام و آسائش سے بے بہرہ رہا) تو پھر اس کی زندگی ناکام کیوں کر کہی جاسکتی ہے؟ وہ زندگی سے بیزار اور اس کا نظریہ حیات تلخ و ناگوار

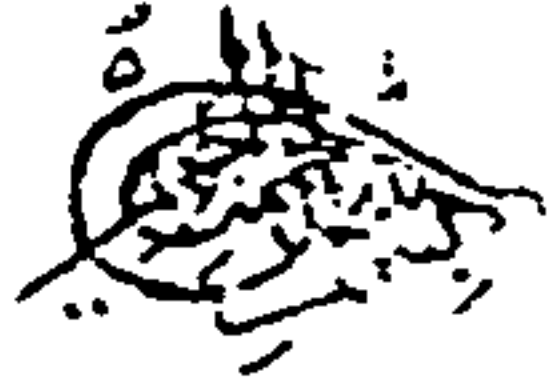
کیوں ہوگا؟

اہل نظر کے دل و دماغ پر جس نے اپنے آرٹ کا سکہ بٹھا دیا، حاسدانہ شورشوں کے ہجوم میں جس نے اپنا لوہا منوالیا، اپنے کیریئر کا نیز اپنے حریفوں کے کیریئر کا امتحان لے کر جو اپنی آن بان پر قائم رہا، اپنے طرز زندگی اور اپنے ترانہ وجدانی سے برادران وطن خصوصاً طبقہ شعرا کو غلامانہ ذہنیت سے آزادی کا سبق دے کر بہتیروں کو اپنی زندگی میں زنجیر تقلید سے آزاد ہوتے دیکھ لیا، دوستوں کا کیا ذکر جس نے دشمنوں کے دلوں کو بھی اپنی یاد سے خالی نہیں چھوڑا تو چشم تحقیق ایسی زندگی کو ناکام کیوں کر کہہ سکتی ہے۔ کامیاب زندگی تو وہی ہے کہ دنیا سے اٹھ جانے پر بھی جس کی یاد دوست و دشمن کے دلوں کو گرماتی رہے۔ رباعی:

حیران ہے کیوں راز بقا مجھ سے پوچھ
میں زندہ جاوید ہوں آ مجھ سے پوچھ
مرتے ہیں کہیں دلوں میں بسنے والے
جینا ہے تو موت کی دوا مجھ سے پوچھ

میرزا یگانہ لکھنوی

سب رجسٹرار، عثمان آباد (دکن)



ترانہ نمبر ۱۰

سا جن کو سکھی منا لو۔ پھر سولینا
سوئی قسمت جگا لو۔ پھر سولینا
سوتا سنار۔ سننے والا بیدار
اپنی بیتی سنا لو۔ پھر سولینا

(اٹھو سکھی پھر سولینا)

”ترانہ“ مطبوعہ کے متن کا پہلا صفحہ (غس)

(۱)

ترانہ نیم شبی

ساجن کو سکھی منا لو ، پھر سو لینا
سوتی قسمت جگا لو ، پھر سو لینا
سوتا سنسار ، سُنے والا بیدار
اپنی بیتی سنا لو ، پھر سو لینا
(اٹھو سکھی پھر سو لینا) (۱۹۳۰ء)

(۲)

دل کی آواز

دکھتا ہوا دل ٹٹول لینے والا
آنکھوں آنکھوں میں تول لینے والا
دل کی آواز گوش دل سے سن کر
کیا ہے کوئی درد مول لینے والا؟
(۱۹۳۰ء)

(۲)

میرا خدا کچھ اور ہے

درد اپنا کچھ اور ہے دوا ہے کچھ اور
ٹوٹے ہوئے دل کا آسرا ہے کچھ اور
ایسے ویسے خدا تو بہتیرے ہیں
میں بندہ ہوں جس کا وہ خدا ہے کچھ اور
(۱۹۳۱ء)

(۳)

حجابِ معنی

یوسف کو اس انجمن میں کیا ڈھونڈتا ہے
ہنگامہ ما و من میں کیا ڈھونڈتا ہے
نیرنگ تماشا ہے حجابِ معنی!
تصویر کے پیرہن میں کیا ڈھونڈتا ہے
(۱۹۳۱ء)

(۵)

معنائے ہستی

کیوں مطلبِ ہستی و عدم کھل جاتا
کیوں رازِ طلسمِ کیف و کم کھل جاتا
کانوں نے جو سن لیا وہی کیا کم ہے
آنکھیں کھلتیں تو سب بھرم کھل جاتا
(۱۹۲۰ء)

(۶)

رازِ فردا معلوم

اندھوں کی طرح ٹٹولنا کیا معنی
گونگے کی بولی بولنا کیا معنی
فردا معلوم و رازِ فردا معلوم
پھر پردہ غیب کھولنا کیا معنی

(۱۹۲۸ء)

(۷)

دھوکا تو ہی

بدلے گی ہزار رنگ، دنیا تو ہی
بہلاتے ہیں دل ہم بھی، تماشا تو ہی
پردہ ہر دم یوں ہی بدلتا جائے
دھوکا ہے تو ہونے دو، دھوکا تو ہی

(۱۹۲۸ء)

(۸)

عالم کیا ہے؟

(ایک وسعتِ موبہوم کے سوا کچھ بھی نہیں)

صبحِ ازل و شامِ ابد کچھ بھی نہیں
اک وسعتِ موبہوم ہے، حد کچھ بھی نہیں
کیا جانے کیا ہے عالمِ کون و فساد
دعوے تو بہت کچھ ہیں سند کچھ بھی نہیں

(۱۹۲۸ء)

نور "ہی" مخفف ہے "ہے ہی" کا۔ فصیح کے روزمرہ میں "ہی" مستعمل ہے اور "ہے ہی" غیر فصیح و متروک ہے۔ اسی طرح "ہم ہی" کی جگہ "ہمیں" بولتے ہیں، اور یہی فصیح ہے۔ (ایگانہ)

(۹)

طلسمِ زندگی

صیادِ ازل کی شعبدہ کاری ہے
آزادی کیا؟ عینِ گرفتاری ہے
اسرارِ طلسمِ زندگی کیا کہیے
یہ رات کئی تو کل کا دن بھاری ہے
(۱۹۲۷ء)

(۱۰)

حبابِ اک ٹھیس کا مہمان ہے

ہر موج ہوا ہے، درپے دل شکنی
ہر سانس پہ کرتی ہے قضا خندہ زنی
کھاتا کب تک حباب، دُنیا کی ہوا
وہ ٹھیس لگی کہ دل تو کیا دم پہ بنی!
(۱۹۲۷ء)

(۱۱)

LIFE IS A BALANCE OF
OPPOSING FORCES

(زندگی ایک ترازو ہے جو متضاد قوتوں کو سادھے ہوئے ہے)

چارہ نہیں کوئی جلتے رہنے کے سوا
سانچے میں فنا کے ڈھلتے رہنے کے سوا
اے شمع، تری حیات فانی کیا ہے
جھونکا کھانے، سنہلتے رہنے کے سوا
(۱۹۲۹ء)

(۱۲)

زندہ دل

دل ہو زندہ تو بارِ خاطر کیوں ہو
درد و غم ناگوارِ خاطر کیوں ہو
باقی ہو دماغ میں اگر بوئے اُمید
پیراہنِ جاں غبارِ خاطر کیوں ہو
(۱۹۲۷ء)

(۱۳)

موت کی دوا

حیران ہے کیوں، راز بقا مجھ سے پوچھ
میں زندہ جاوید ہوں، آ مجھ سے پوچھ
مرتے ہیں کہیں دلوں میں بسنے والے؟
جنیسا ہے تو موت کی دوا مجھ سے پوچھ
(۱۹۳۲ء)

(۱۴)

مردہ دل

دل ہو مردہ تو زندگانی بھی حرام
پیری کا ذکر کیا، جوانی بھی حرام
افسانہٴ عمرِ جاودانی بھی حرام
آبِ حیواں کہاں کا؟ پانی بھی حرام
(۱۹۲۷ء)

(۱۵)

دل کیا ہے؟

دل کیا ہے؟ اک آگ ہے دہکنے کے لیے
دُنیا کی ہوا کھا کے بھڑکنے کے لیے
یا غنچہء سربستہ چٹکنے کے لیے
یا خار ہے پہلو میں کھٹکنے کے لیے
(۱۹۲۹ء)

(۱۶)

دل کیا ہے؟

دل کیا ہے اندھیرے کا اُجالا تہِ خاک
عالمِ نظر آتا ہے غزالا تہِ خاک
گزریں گے نگاہوں سے ہزاروں جلوے
سوتا ہی رہے گا سونے والا تہِ خاک
(۱۹۲۹ء)

(۱۷)

دل کی انوکھی دنیا

جب عالمِ ایجاد نے صورت پکڑی
مجموعہٗ اَضداد نے صورت پکڑی
آباد ہوئی دل میں انوکھی دنیا
کیا دردِ خداداد نے صورت پکڑی

(۱۸)

دردِ دل سلامت

دُنیاے دَنی مجھ سے عداوت رکھے
جھوٹی سچی ہزار ٹہمت رکھے
تیرے دم سے ہے اپنی دنیا آباد
اے درد! خدا تجھے سلامت رکھے

(۱۹)

تحفہ درد

دل کو پہلے ٹٹول لیتا ہوں میں
پھر تحفہ درد مول لیتا ہوں میں
آثارِ زلال و درد و مستی و خمار
آنکھوں آنکھوں میں تول لیتا ہوں میں
(۱۹۲۷ء)

(۲۰)

چلتے پھرتے مُردے

دنیا کے مزے میں ڈوب کر کیا ترتے
آنکھیں رکھتے تو کیوں گڑھے میں گرتے
لو دیکھ لو اب عیش پرستوں کی دسا
مُردے دیکھے نہ ہوں گے چلتے پھرتے

☆ دسا یعنی درگت۔ ٹھیٹھ محاورہ ہے۔ (یگانہ)

(۲۱)

آگے آگے اُمید پیچھے پیچھے اجل

واللہ یہ زندگی بھی ہے قابلِ دید
اک طرفِ طلسم ، دید جس کی نہ شنید
منزل کی دُھن میں جھومتا جاتا ہوں
پیچھے تو اجل ہے آگے آگے اُمید
(۱۹۳۱ء)

(۲۲)

دشتِ غُربت کے مزے

دُنیا کے مزے ہیں کس قیامت کے مزے
صحرا کی گھنی چھاؤں میں جنت کے مزے
کچھ دیر تو بیٹھتے چلو سائے میں
کیا یاد کرو گے دشتِ غُربت کے مزے

(۲۳)

نظامِ عالم : نظامِ غفلت

دُنیا کی ہوا کیا ہے ؟ پیامِ غفلت
یہ عالمِ رنگ و بو ، مقامِ غفلت
بیداریِ موہوم ہے آئینِ حیات
بدلا ہے نہ بدلے گا نظامِ غفلت
(۱۹۳۱ء)

(۲۳)

عالم ہستی • موجِ سراب

تھمنے کا نہیں قافلہ موجِ سراب
کلنے کا نہیں مرحلہ موجِ سراب
آغاز ہی آغاز ہے • انجام کُجا؟
عالم ہے عجب سلسلہ موجِ سراب

(۲۵)

اعجازِ ہنر

واللہ یہ دُنیا بھی عجب دُنیا ہے
ہر رنگ میں وہ کشش کہ دل کھینچتا ہے
منہ بولتی • جیتی جاگتی تصویریں!
اعجازِ ہنر ہے یا کوئی دھوکا ہے؟

(۲۶)

بُو نہ ہو تو رنگ کیا

سُننا ہوں کہ ہر رنگ میں ہے تُو موجود
ہر بُو میں ہے معرفت کا پہلو موجود
وہ رنگ بھی کیا رنگ ہے ماشاء اللہ
جس میں کوئی خوشبو ہے نہ بدبو موجود

(۲۷)

کیا عبادت سجدے پر موقوف ہے؟

تعظیم تری کرتے ہیں سب آنکھوں سے
پیدا ہے نشہ ادب آنکھوں سے
سجدہ نہ کریں، کنسی کی پوجا نہ کریں
ثابت ہے نگر دردِ طلب آنکھوں سے
(۱۹۲۷ء)

(۲۸)

مذہب کے سوا بھی اک راہ ہے

ہے اور بھی ایک راہ • مذہب کے سوا
منطق کے سوا • علمِ مذہب کے سوا
باز آگئے منزل سے • کہاں کی منزل؟
مطلب نہیں کوئی • ترکِ مطلب کے سوا

(۲۹)

نعرہ ہو

مطلوب ہے خواجہ کوئی احسانِ تازہ
اس دردِ طلب کا کوئی درماں تازہ
کلمے سے غرض ہے نہ بھجن سے مطلب
اک نعرہ ہو سے کر دے ایماں تازہ
(۱۹۳۲ء)

(۳۰)

ترکِ منزل

مطلب نہیں کوئی ترکِ منزل کے سوا
مقصد نہیں کوئی ترکِ باطل کے سوا
کعبے کا ہوا میں نہ صنم خانے کا
سر جھک نہ سکا کہیں، درِ دل کے سوا
(۱۹۳۱ء)

(۳۱)

دردِ طلب کی پرواز

مَر کے مسافر سرِ منزل پہنچا
پہنچا تو سی مگر بہ مشکل پہنچا
دیکھے کوئی اس دردِ طلب کی پرواز
دل ایک تڑپ میں تا درِ دل پہنچا
(۱۹۳۰ء)

(۳۲)

سرگشتگی

دل کے ہاتھوں خراب رہتے ہی بنی
افتاد پڑی جیسی، سستے ہی بنی
ہم تیری تلاش میں کہیں کے نہ رہے
کعبے کو بھی خیر باد کہتے ہی بنی
(۱۹۳۰ء)

(۳۳)

دل سے دل تک

زنجیر سے ہونے کا نہیں دل بھاری
ہوں پاؤں میں کتے ہی سلاسل بھاری
کعبے کا سفر ہی کیا ہے ؟ گھر سے در تک !
دل سے دل تک مگر ہے منزل بھاری
(۱۹۲۶ء)

(۳۴)

منزل کی لگی

ہر گام پہ استخارہ کرتے نہ بنی
تھی دل سے لگی ، کنارہ کرتے نہ بنی
دیوانہ بتائے کیا ، کدھر جاتا ہے
منزل کی طرف اشارہ کرتے نہ بنی
(۱۹۲۸ء)

(۳۵)

نئی لگن

پھر کوئی نئی لگن لگی ہے شاید
ہاں ہاں ، پیرہن لگی ہے شاید
دل پریم کے ساگر میں بے تاب ہے کیوں
تازہ کوئی ڈگن لگی ہے شاید
(۱۹۲۸ء)

☆ مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں جو کانٹا باندھا جاتا ہے ، اُسے ڈگن کہتے ہیں۔ (یگانہ)

(۳۶)

پھول نہیں کانٹے ہی سی

ہاں اے دلِ ایذا طلب، آرام نہ لے
بدنام نہ ہو، مفت کا الزام نہ لے
باتھ آ نہ سکے پھول تو کانٹے ہی سی
ناکام پلٹنے کا کبھی نام نہ لے
(۱۹۲۷ء)

(۳۷)

دُھن کے پکتے

پروانے کہاں مرتے پچھرتے پہنچے
دیوانہ صفت ہوا سے لڑتے پہنچے
پیاس آگ میں کود کر بجھانے والے
دُھن کے پکتے تھے، گرتے پڑتے پہنچے
(۱۹۳۰ء)

(۳۸)

پروازِ مشّتِ خاک

یاد آگئی آوازِ دلِ گم گشتہ
ملنے لگا پھر سازِ دلِ گم گشتہ
پہنچا ہے کہاں خاک کا پتلا اڑ کر
اللہ ری پروازِ دلِ گم گشتہ
(۱۹۳۱ء)

(۳۹)

دیارِ اُمید

وہ دل جسے کہتے ہیں دیارِ اُمید
آئینہ صد نقش و نگارِ اُمید
شاید تری جلوہ گاہِ عالی ہے وہی
جس گھر میں ہے جلوہ گر بہارِ اُمید
(۱۹۳۱ء)

(۴۰)

جلوہ ظرف و مطروف

دل میں آ بیٹھ، دردِ پہلو ہو کر
پھر اپنے تن میں دکھا دوں، میں تو ہو کر
آئینے میں کیا دیکھتا ہے رنگ اپنا
مجھ میں تو سما دیکھ ذرا، بو ہو کر
(۱۹۳۱ء)

(۴۱)

دونوں پلے بھر گئے

اپنی حد سے گزر گئے اب کیا ہے
منجدھار سے پار اُتر گئے اب کیا ہے
اے شوقِ وصال، اے تمنائے سکون
دونوں پلے تو بھر گئے اب کیا ہے
(۱۹۳۰ء)

(۳۲)

عیشِ مہیا کیوں کھوئیں!

رونا ہے بذا جنھیں وہ جم جم روئیں
جب عیشِ مہیا ہو تو ہم کیوں کھوئیں
فردا معلوم و راز فردا معلوم
رات اپنی ہے پھر کیوں نہ مزے سے سوئیں
(۱۹۳۲ء)

(۳۳)

یادِ شباب

عیدِ پیچھے رُ

نقشہ نہ سی، یہ دردِ سر کیا کم ہے
نظارہٴ حُسنِ رہ گزر کیا کم ہے
اب تک تازہ ہے یادِ ایامِ شباب
اپنے لیے عیدِ پیچھے رُ کیا کم ہے
(۱۹۳۰ء)

(۳۴)

کیا کروں کیا نہ کروں

کعبے کی طرف دُور سے سجدہ کر لوں
یا دیر کا آخری نظارہ کر لوں
کچھ دیر کی مہمان ہے جاتی دنیا
ایک اور گنہ کر لوں کہ توبہ کر لوں؟
(۱۹۳۲ء)

(۳۵)

دادِ حُسن دیتے ہی بنی

ڈرتے ڈرتے گناہ کر لیتا ہوں
دُزدیدہ سہی نگاہ کر لیتا ہوں
وہ حُسن کشش کہ داد دیتے ہی بنے
دل تھام کے آہ آہ کر لیتا ہوں
(۱۹۳۱ء)

(۳۶)

ہر کمالے رازوالے

حُسن اپنی نظر سے گر چلے گا کہ نہیں؟
باتھ اپنے زوال پر کھلے گا کہ نہیں؟
دور فلک انتقام لے گا کہ نہیں؟
چڑھتا ہوا دن کبھی ڈھلے گا کہ نہیں؟
(۱۹۲۷ء)

(۳۷)

پیامِ زیرِ لب

دُزدیدہ نگاہی کا سبب کیا کہیے
بیگانگی حُسنِ طلب کیا کہیے
دل کے گاہک ہیں کیا سیانے گاہک
اندازِ پیامِ زیرِ لب کیا کہیے!
(۱۹۳۰ء)

(۳۸)

مستِ شباب

وہ مست کہ بے پیے چھلکتا جائے
نشے میں شباب کے بہکتا جائے
آئینے کا سامنا کرے گا کیوں کر
اپنے سائے سے جو بھڑکتا جائے

(۳۹)

جنگِ زرگری

پوشیدہ ادائے دل بری کیا کھنا
ظاہر میں وہی کج نظری کیا کھنا
دشمن کی خوشی کے واسطے آپس میں
یہ پردہٴ جنگِ زرگری کیا کھنا
(۱۹۳۰ء)

(۵۰)

مزاجِ حسنِ شایانہ

پھر جوشِ غضب کو تھام لیتے ہی بنی
پھر چشمِ کرم سے کام لیتے ہی بنی
منہ سے تو نہ پھوٹے آپ ، ماشاء اللہ
آنکھوں سے مگر سلام لیتے ہی بنی !
(۱۹۲۸ء)

(۵۱)
جہنم پھر جہنم نہ رہتا

ہنگامہ عیش، جان جو کھم ہی سی
آخر میں بلا سے تلخی غم ہی سی
عید اپنی منا لیتے محرم ہی سی
مل جاتے کہیں آپ جہنم ہی سی
(۱۹۲۷ء)

(۵۲)
بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لیتا تھا

مخمور مے شباب ہو لیتا تھا
کم سے کم ایک ٹھنڈ سو لیتا تھا
دامان ہوس کہیں بھگو لیتا تھا
بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لیتا تھا
(۱۹۲۷ء)

(۵۳)
حُسنِ طلب

مُنہ نکلتے ہیں دُور سے سبب کچھ نہ سی
اک حُسنِ طلب تو ہے، طلب کچھ نہ سی
بندہ کمو، خادم کمو، جو کچھ بھی کمو
آگے تھے ہمیں سب کچھ، اب کچھ نہ سی
(۱۹۲۸ء)

(۵۳)

غزاں کی بہار

پیراہنِ تن ہے گو غبارِ آلودہ
ہے دامنِ دل مگر بہارِ آلودہ
کچھ نشہ رنگ و بو ہے اب تک باقی
شاید ہے مری چشمِ خمارِ آلودہ

(۱۹۲۸ء)

(۵۵)

افسردہ دلوں کو کیا گناہوں کا مزہ

دم زندہ دلی کا آج تک بھرتے ہیں
کیوں زندگی گزشتہ پر مرتے ہیں
افسردہ دلوں کو کیا گناہوں کا مزہ
دل بہلاتے ہیں، غم غلط کرتے ہیں

(۱۹۲۹ء)

(۵۶)

گھٹتی کے سمے میں بڑھنا کیسا

پیری کی ہوس ہزار منتر پڑھتی
گھٹنے کے سوا عمر رواں کیا بڑھتی
جھونکے میں فنا کے کیا پنپتا کوئی
مر جھانی ہوئی ہیل منڈھے کیا چڑھتی؟

(۱۹۲۸ء)

(۵۷)

اِشنا نہ ہنسو

دیکھے ہیں بہت چمن اُجڑتے بستے
کیا کیا گلِ بے خار لُٹے ہیں سستے
اسے زندہ دلانِ باغ، اِشنا نہ ہنسو
آنسو بھی منگل آتے ہیں ہنستے ہنستے

(۵۸)

رات بسنے کی ہے دیر

یارانِ چمن آگِ برہنے کی ہے دیر
روؤ گے بہت، برقِ عکے ہنسنے کی ہے دیر
پھولوں سے لدی ہوئی دُھن کیا جانے
ان تازہ گلوں پہ رات بسنے کی ہے دیر

(۱۹۲۸ء)

(۵۹)

ہوا پلٹنے کی ہے دیر

یارانِ شباب رات کٹنے کی ہے دیر
مجھتا ہے کنول، ہوا پلٹنے کی ہے دیر
محفل میں جھومتے رہو گے کب تک؟
آنکھیں کھلنے کی، دل اُچٹنے کی ہے دیر

(۱۹۲۸ء)

(۶۰)

فکرِ انجام، خارِ پیراہن

فکرِ انجام خارِ پیراہن ہے
یہ رنگ، یہ بو غبارِ پیراہن ہے
نازک ایک ایک تارِ پیراہن ہے
دو دن میں خزاں، بہارِ پیراہن ہے
(۱۹۲۸ء)

(۶۱)

حُسنِ دو روزہ

سورج کو گھن میں نہیں دیکھا شاید
کیوں، چاند کو گھن میں نہیں دیکھا شاید
اے حُسنِ دو روزہ پہ اکڑنے والو
یوسف کو کفن میں نہیں دیکھا شاید
(۱۹۲۸ء)

(۶۲)

کیا لے کے چلے

دُنیا سے چلے کوئی تو کیا لے کے چلے
اک تحفہٴ دردِ بے دوا لے کے چلے
یا دشمن و دوست کی دعا لے کے چلے
یا کچھ نہ سہی، نامِ خدا لے کے چلے

(۶۳)

دُنیاۓ دَنی کا آسرا کیا

دُنیاۓ دَنی کا آسرا لینا کیا
باطل کے آگے سر جھکا لینا کیا
ناحق احسانِ ناخدا لینا کیا
بندے کے تنہیں خدا بنا لینا کیا

(۶۳)

مردوں کو یہ دُنیا کیا پھلتی

مردوں کو یہ دُنیاۓ دَنی کیا پھلتی
سر پھوڑ چلے، کپوہ کنی کیا چلتی
معلوم ہے فر باد پہ جو کچھ گزری
ٹل جائے قیامت، شُدنی کیا ٹلتی

(۱۹۲۸)

(۶۵)

نامرد بنا کے چھوڑتی ہے دُنیا

جس باگ پہ چاہے موڑتی ہے دُنیا
کستی ہے کبھی جھنجھوڑتی ہے دُنیا
پائے ہمت کو توڑتی ہے دُنیا
نامرد بنا کے چھوڑتی ہے دُنیا

(۱۹۲۸)

(۶۶)

نفس کو قابو میں رکھنا

اے ہمتِ مردانہ دکھا دے وہ کمال
کہتے ہیں جسے جہادِ نفس اہلِ کمال
بہتر ہے دیو کو پکڑ لے زندہ
قabo میں کر لے ، نفس کو مار نہ ڈال

(۶۷)

مفلس کی جوانی ، جاڑوں کی چاندنی ،
خواجہ سرا کی دولت دو کوڑی کی

مفلس کو مزہ زیست کا چکھنے نہ دیا
اس نقدِ شباب کو پرکھنے نہ دیا
دُنیا سے لیٹے تو لیٹے کیوں کر
پچھتے پہ کبھی باتھ تو رکھنے نہ دیا

(۱۹۲۷)

(۶۸)

دُنیا کا مارا پانی نہ مانگے

دُنیا نے جسے اپنے شکنجے میں کسا
چھوٹا نہ کبھی موت کے پنجے میں پھنسا
پانی بھی نہیں مانگتا اس کا مارا
سوتا ہے پڑا جیسے ناگن کا ڈسا

(۶۹)

بے وفادُنیا

شاہوں کو نگاہوں سے گرا کر مارا
شہزادوں کو در بدر پھرا کر مارا
دُنیا سے لیٹنے والے بے موت مرے
ایک ایک کو کیا دھرا دھرا کر مارا
(۰۱۹۲۸)

(۷۰)

گردشِ ایام

مردوں کو کشاں کشاں لیے پھرتی ہے
پھرتے ہیں جہاں جہاں لیے پھرتی ہے
مُنھ موڑ کے لکھنؤ سے پہنچے ہیں دکن
تقدیر کہاں کہاں لیے پھرتی ہے

(۷۱)

پیارا لکھنؤ

اے لکھنؤ ! اے دیارِ دُور اُفتادہ
اے جانِ من ، اے بہارِ دُور اُفتادہ
اب دُور سے اِس خاک کو سجدہ کر لے
میں کون ہوں ؟ اک مزارِ دُور اُفتادہ
(۰۱۹۲۸)

(۷۲)

وہ آستانہ بھولا

وہ گھر . وہ در . وہ آستانہ بھولا
وہ گل . وہ چمن . وہ آشیانہ بھولا
وہ لحن . وہ نغمہ . وہ ترانہ بھولا
وہ دور . وہ عہد . وہ زمانہ بھولا
(۱۹۲۸ء)

(۷۳)

کشش لکھنؤ

اے پائے طلب ہوا یہ سبقت لے چل
اس وادی وحشت سے سلامت لے چل
وہ جانِ وفا نہ جانے کس حال میں ہے
لے چل مجھے لکھنؤ . امانت لے چل

(۷۴)

کچھ نہ ہوا

گھر چھوڑ جو در بدر ہوا کچھ نہ ہوا
بیکار کا دردِ سر ہوا کچھ نہ ہوا
فانوس کے باہر نہ لگی شمع کی لو
جب دھیان ادھر ادھر ہوا کچھ نہ ہوا

(۷۵)

ادھر نہ ادھر

کعبے سے ہے آج اپنا سفر اور طرف
میں اور طرف ہوں راہبر اور طرف
کیسے حرم و دیر ، ادھر ہوں نہ ادھر
دل اور طرف کو ہے نظر اور طرف
(۱۹۲۹)

(۷۶)

فکرِ بلند

منزل ہی نہیں کوئی ٹھہرنے کے لیے
عالم عالم ہے سیر کرتے کے لیے
ہر پست و بلند ہے گزرنے کے لیے
یہ پاؤں ہیں کیا زمیں پہ دھرنے کے لیے؟

(۷۷)

سب کی سنتا اپنی نہ کہتا

دل کعبہ بت خانہ نما کیوں نہ ہوا
ہاں محرم بیگانہ نما کیوں نہ ہوا
سنتا سب کی مگر نہ کہتا اپنی
فرزانہ دیوانہ نما کیوں نہ ہوا؟
(۱۹۲۷)

(۷۸)

اپنا رُوءے دل اور طرف ہے

ہو گی کسی رہ نما کو منزل کی خبر
پوچھے کوئی ناخدا سے ساحل کی خبر
ہم اُس کی نظر کے دیکھنے والے ہیں
وہ کون ؟ جو رکھتا ہے تہِ دل کی خبر

(۱۹۲۷)

(۷۹)

منزل کی نہ پوچھ

منزل کی خبر کسے ہے ، منزل کی نہ پوچھ
منجدھار میں بہتا چل ، ساحل کی نہ پوچھ
کیا جانے کس گھاٹ لیے جاتا ہے
آنکھیں جو دکھائیں دیکھ لے ، دل کی نہ پوچھ

(۱۹۳۸)

(۸۰)

پہلے گم راہ تو ہو

امکانِ طلب سے کوئی آگاہ تو ہو
منزل کا تہِ دل سے ہوا خواہ تو ہو
چل پھر کے ذرا دیکھ جھپکتا کیا ہے ؟
بل جائے گی راہِ راست ، گم راہ تو ہو

(۱۹۳۱)

(۸۱)

کھویا ہی نہیں تو پانا معلوم

منزل کا پتا ہے نہ ٹھکانا معلوم
جب تک نہ ہو گم ، راہ پہ آنا معلوم
کھو لیتا ہے انسان تو کچھ پاتا ہے
کھویا ہی نہیں تو نے تو پانا معلوم

(۱۹۳۱)

(۸۲)

مجھے چین کہاں؟

آرام سے سوتا ہے کوئی کھل میں
منگل کوئی گاتا ہے پڑا جنگل میں
میں ماہی بے آب ، مجھے چین کہاں؟
اک موج پریشاں ہوں عجب بلبل میں

(۱۹۲۸)

(۸۳)

ستم ظریفی فطرت

دیکھوں کب تک گلوں کی یہ تشنہ لبی
فطرت کا گلہ کروں تو ہے بے ادبی
پیاسے تو ہیں جاں بلب مگر ابر کرم
دریا پہ برستا ہے ، زبے بوا لعجبی!

(۱۹۳۳)

(۸۳)

ساون کی ہوا

بادل اُٹا فلک پہ بجلی کڑکی
ساون کی ہوا سے آگ دل کی بھڑکی
خلوت میں بجز شمع ابھی کوئی نہیں
پروانوں کی شام ہی سے پسلی پھڑکی

(۱۹۳۸)

(۸۵)

پروانہ دیوانہ

دیوانہ ہے ، پروانے کا مذہب کیا ہے
مطلب سے ہے مطلب اور مطلب کیا ہے
دی جل کے صدا شمع کو ہنگامِ سحر
مطلب تھا جمی تک آپ سے ، اب کیا ہے ؟

(۸۶)

پھول وہی جو مہیسر چڑھے

دیوانہ کیوں تری نظر پر نہ چڑھے
پروانہ وہ کیا جو شمع کے سر نہ چڑھے
کس کام کا وہ خار جو دل میں نہ گڑے
وہ پھول ہی کیا ہے جو مہیسر نہ چڑھے

☆ " پھول وہی ہے جو مہیسر چڑھے "۔ اک مثل ہے یعنی پھول کی معراج یہی ہے کہ دیوتا پر چڑھایا جائے۔ جو دیوتاؤں پر چڑھایا نہ گیا وہ پھول کس کام کا؟ (یگانہ)

(۸۷)

دل کی سُنائی سن کر

سر دُھنتے تھے اسرار و معانی سُن کر
پروانہ و شمع کی کہانی سُن کر
جا پہنچے یگانہ کون سے عالم میں
چُپ لگ گئی کیوں دل کی سُنائی سُن کر

(۱۹۲۷)

(۸۸)

فطرت کی مستانہ روی

کوئی تجھ کو پکارتا جاتا ہے
کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے
کوئی نہ کو سِدھارٹا جاتا ہے
دریا ہے کہ موجیں مارتا جاتا ہے!

(۱۹۲۸)

(۸۹)

زمانے کا دھارا

دھارا ہے زمانے کا رواں بے سروپا
پھرتے ہیں زمین و آسماں بے سروپا
کیا جانے کس منزلِ موہوم کی دُھن
کھینچنے لیے جاتی ہے کہاں بے سروپا

(۱۹۲۸)

۱۲ - سُنائی - بمعنی - خبر مرگ - (یگانہ)

(۹۰)

کیا چال چلے ہیں

موجوں سے لیٹ کے پار اُترنے والے
طوفانِ بلا سے نہیں ڈرنے والے
کچھ بس نہ چلا تو جان پر کھیل گئے
کیا چال چلے ہیں ڈوب مرنے والے

(۱۹۲۸)

(۹۱)

بھنور میں کود پڑتے ہی بنی

کُشتی آخر اجل سے لڑتے ہی بنی
لڑنے کو لڑے مگر پچھڑتے ہی بنی
کاغذ کی ناؤ میں جہاں آگ لگی
گھبرا کے بھنور میں کود پڑتے ہی بنی

(۹۲)

سنگِ دلوں کا انجام

گردابِ بلا میں سب ہیں گھرنے کے لیے
آخر کو ہیں دن سب کے پھرنے کے لیے
کیا کیے مگر سنگِ دلوں کا انجام
پتھر کھیں ڈوبتا ہے ترنے کے لیے

(۱۹۲۹)

(۹۳)

غرور کا سر نیچا

آپ اپنی بلاؤں میں کیوں گھرتا ہے
خشکی میں ڈوب کر کوئی ترتا ہے
کیا باؤ کے گھوڑے پہ اڑا پھرتا ہے
جھونکا کھاتے ہی مُنہ کے بھل گرتا ہے

(۹۳)

جمہور کی پیروی کیا؟

کیوں مذہبِ جمہور سے ہم باز آئے؟
رازی کی سمجھ میں خاک یہ راز آئے
آنکھ ایسی تو ہو کہ حق کو پہچان سکے
کان ایسے تو ہوں کہ دل کی آواز آئے!

(۱۹۳۲ء)

(۹۵)

انوکھا پُتلا

وہ دل جسے لاگ ہو کسی سے نہ لگاؤ
اک خاک کا ڈھیر ہے جہاں چوَنپ^۱ نہ چاؤ
ٹھنڈی مٹی^۲ کا اک انوکھا پُتلا
پہلو میں ہمیں کو دیکھ لو ، دور نہ جاؤ

(۱۹۳۱ء)

- (۱) - چوَنپ بمعنی دلوہ ، امنک - چو بمعنی شوق ، ارہان - (یگانہ)
(۲) - دل بھانے یا رجھانے والی باتوں پر بھی جس شخص میں جوش یا ہملا پیدا نہ ہو ، اُسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا ہے - (یگانہ)

(۹۶)

خاک سے پاک

پُتلا مٹی کا خاک ہو گا کہ نہیں
پیراہنِ عمر چاک ہو گا کہ نہیں
آلودہ رنگ و بوئے مستانہ سی
دل خاک میں مل کے پاک ہو گا کہ نہیں؟

(۱۹۳۱ء)

(۹۷)

حکمت بالغہ

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا
قالب میں رُوح کو پھڑکنے نہ دیا
کیا آگ تھی سینے میں جسے فطرت نے
روشن تو کیا مگر بھڑکنے نہ دیا!

(۱۹۳۱ء)

(۹۸)

زندگی دردِ دل سے ہے

دل زندہ ہے ، دردِ مغتنم ہے جب تک
آباد ہے گھر، جھومِ غم ہے جب تک
بچھڑے ہیں تو کیا، آپ سے اک لاگ تو ہے
دم بھرتے رہیں گے دم میں دم ہے جب تک

(۱۹۲۸ء)

(۹۹)

یہ دُنیا دیکھی بھالی ہے

پیاری دُنیا کے چاؤ دیکھے ہیں بہت
ٹیرے سیدھے بھاؤ دیئے ہیں بہت
کیا پیرِ فلک تاؤ دکھاتا ہے مجھے
ان آنکھوں نے تاؤ بھاؤ دیکھے ہیں بہت
(۱۹۳۰ء)

(۱۰۰)

دل پہ رکھ لو تو کوئی مشکل نہیں

مردوں کا اصول جان لینے کی ہے دیر
دشوار کو سہل مان لینے کی ہے دیر
منجھار تو کیا ہے، آگ میں کود پڑیں
کچھ بھی نہیں، دل میں ٹھان لینے کی ہے دیر
(۱۹۳۱ء)

(۱۰۱)

تدبیر چھی کوئی چیز ہے

کیا مُفت کا بہتان خدا پر باندھا
کیا گردشِ تقدیر کا چرخہ ناندھا
فطرت کیا ساتھ دیتی نامردوں کا
جیتے مردوں کو کون دیتا کاندھا؟
(۱۹۳۰ء)

باندھن کوئی شروع مردانہ چال، مگر محاورے میں چرو باندھنا بمعنی دُکھڑے رونا، اگلے شکوے کرنا۔ (ایکنا)

(۱۰۲)

تقدیر بڑی چیز ہے

دیوانہ کار ، التجبا کیا جانے
خود اپنے ارادوں کے سوا کیا جانے
تقدیر کے چکر میں جو آیا ہی نہ ہو
وہ بندہ تدبیر دعا کیا جانے؟

(۱۹۲۷)

(۱۰۳)

تقدیر تقدیر

ہم پلے تھے دو گُل ، کوئی چھوٹا نہ بڑا
کانٹوں میں تُلّا کوئی نگاہوں میں تڑّا
کھلتا نہیں ، کیا جانے کیا پھیر پڑا
پروان چڑھا کوئی گھوڑے پہ سڑا

(۱۹۲۸)

(۱۰۳)

اول باآخر

مہماں نہ سی ایک مسافر ہی سی
دل رکھ لے بلا سے بارِ خاطر ہی سی
ساقی ازل ہم بھی ترے دور میں ہیں
اول نہ سی تو سب سے آخر ہی سی

(۱۹۲۸)

☆ ترّا بمعنی تُلّا - (یگانہ)

(۱۰۵)

تقاضائے فطرت

پھولوں کو ہوا کھا کے مہکتے ہی بنی
بلبل کو مہک پا کے چمکتے ہی بنی
سبزے پہ چڑھا رنگ لہکتے ہی بنی
دل میں تھی دبی آگ دہکتے ہی بنی
(۱۹۲۸ء)

(۱۰۶)

تقاضائے شوق

بوسہ نہیں ، بوسے کا مزا لیتا ہوں
جھوٹی سچی ہوس ، بچھا لیتا ہوں
چلتا نہیں زور اُن سے لیٹے کیوں کر
مُنہ دیکھ کے بس ہونٹ چبا لیتا ہوں
(۱۹۲۸ء)

(۱۰۷)

یادِ وطن

اللہ ری تصور کی یہ رنگیں نظری
غربت میں بھی دل جلوں کی کھیتی ہے ہری
کروٹ کروٹ ہے لہلہاتی جنت
جب تک ہے ہوائے لکھنؤ سر میں بھری
آشیں

غرض یہ شوق ، دونوں حالتوں میں ہونٹ چبانے لگتا تقاضائے فطرت ہے ۔ (ایکادہ)

(۱۰۸)

بوجہ یہ رباعی حذف کی گئی۔

(۱۰۹)

مشاہدہ غائب

منظور نہیں کسی کی خاطر، نہ سہی
ہوتے نہیں خود بزم میں ظاہر، نہ سہی
آئینہ در آئینہ تمھیں دیکھ لیا
غائب ہی سہی، بلا سے حاضر نہ سہی
(۱۹۲۸ء)

(۱۱۰)

ہنگامہ عشق

دیوانے ترے غضب کی رفتار چلے
آئینہ بغل میں مار، بازار چلے
اللہ نگہبان ہے خود بینوں کا
ایسا نہ ہو گاہکوں میں تلوار چلے
(۱۹۲۹ء)

مشاہدہ غائب تو یہ ہے کہ کوئی شخص روبرو کھڑا ہے، اُسے دیکھ رہے ہیں۔ مشاہدہ غائب یہ ہے کہ شخص کا
میں پیچھے آئینے میں پڑا، پھر اُس آئینے کا عکس دوسرے آئینے میں، پھر دوسرے کا تیسرے آئینے میں۔ یہ
مشاہدہ تو ہے ہر مشاہدہ غائب۔ (یگانہ)

(۱۱۱)

اعجازِ ندامت

کچھ دردِ نہاں کی مہربانی ہو جائے
پیدا دل میں ذرا روانی ہو جائے
پھر چشمِ ندامت کا دکھا دوں اعجاز
پتھر بھی خدا چاہے تو پانی ہو جائے

(۱۱۲)

قطعہ

گرم ہے حُسن کا بازار، خدا خیر کرے
مست ہیں کافر و دیں دار، خدا خیر کرے
آنکھ لڑنے لگی دیوانوں سے دیوانوں کی
چل نہ جائے کہیں تلوار، خدا خیر کرے

(۱۱۳)

توبہ بے ندامت

آنکھیں ہیں تو انکارِ حقیقت مشکل
دل میں ہے مزہ تو ترکِ لذت مشکل
دیوانہ عشق کیا کرے گا توبہ؟
توبہ آساں مگر ندامت مشکل!

(۱۹۳۲ء)

(۱۱۳)

مرچکے اپنے حساب

کرنا جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب
بھرنا جو کچھ تھا بھر چکے اپنے حساب
دل ہی نہ رہا تو موت کا ڈر کیسا؟
مرنا برحق ہے۔ مر چکے اپنے حساب

(۱۹۳۰ء)

(۱۱۵)

پیٹ کا ہلکا منصور

کیوں کھول دیے راز ازل کے ناحق
بچے میں بھنے آپ اجل کے ناحق
ہاں۔ کیوں نہ اُٹھے شورِ انا الحق پہ فساد
بڑ مار اُٹھے پیٹ کے ہلکے ناحق

(۱۹۲۸ء)

(۱۱۶)

میں ہی میں ہوں

آئینہ حق ہوں۔ خود پسندی کیسی
دیوانہ ہوں اپنا، ہوش مندی کیسی
عالم میں جدھر دیکھیے میں ہی میں ہوں
پستی کے کہتے ہیں بلندی کیسی؟

(۱۹۳۰ء)

(۱۱۷)

رنگِ محبت

دل نشے میں سرشار نظر آنے لگا
ویرانہ بھی گلزار نظر آنے لگا
کیا جانے محبت نے چڑھایا کیا رنگ
عالم گل بے خار نظر آنے لگا

(۱۱۸)

بھٹکنے والے نہ تھکے

باز آ گئے تیری راہ تکنے والے
تھک تھک کے ہوئے ہیں ڈھیر تھکنے والے
پانی کیا ہے ، ہوا بھی مٹھم جاتی ہے
تھکتے نہ تھکے مگر بھٹکنے والے !

(۱۱۹)

راستادے کا گا

گھر بولتا ہے آج دلِ دُر بھاگا
دُکھ درد کے ماروں کا نصیب جاگا
دن کاٹے ہیں گن گن کے اسی دن کے لیے
ساجن آتے ہیں راستا دے کاگا

(۱۹۲۸)

(۱۲۰)

مُنہ چاہیے کھل کھلانے کے لیے

دل تھا غنچہ مگر پکنے کے لیے
ہنستوں کو دیکھ کر ترسنے کے لیے
کھلنے کی ہوس میں اور چہرہ بگڑا
مُنہ چاہیے کھل کھلا کے ہنسنے کے لیے

(۱۹۲۹)

(۱۲۱)

لکھنؤ مجھ سے ہے

یارانِ چمن، یہ رنگ و بو مجھ سے ہے
تم سے کیا ہو گا، لکھنؤ مجھ سے ہے
میں جانِ سخن ہوں بلکہ ایمانِ سخن
دنیاۓ ادب کی آبرو مجھ سے ہے

(۱۹۳۰)

(۱۲۲)

میری سُننتے تو سر دُھنتے

گزری ہے بہارِ عمر تنکے چُنتے
آتشِ کدہ شوق میں جلتے بھُنتے
یارانِ چمن گاتے ہیں اپنی اپنی
میری سُننتے تو دیر تک سر دُھنتے!

(۱۹۳۱)

(۱۲۳)
دُنیا فانی مگر یگانہ باقی

وہ دُور رہا نہ وہ زمانہ باقی
ہے اور کوئی دن یہ فسانہ باقی
کیسا ادبار اور کہاں کا اقبال
دُنیا فانی مگر یگانہ باقی

(۱۲۴)
روتے دیر نہ بنتے

بادل کو لگی کھلتے برستے کچھ دیر
دل کو نہ لگی اُجڑتے بستے کچھ دیر
بچوں کی طرح موم ہوا ہوں ایسا
روتے کچھ دیر ہے نہ بنتے کچھ دیر
(۱۹۳۰ء)

(۱۲۵)
وہ سانس لے کہ غنچہ دل کھلے

راگ اور کوئی چھیڑ کہ لذت بھی ملے
بیکار ہیں سب بادِ مخالف کے گلے
ٹھنڈی آہوں سے دل نہ ٹھنڈا ہوگا
وہ سانس تو لے غنچہ دل جس سے کھلے
(۱۹۳۱ء)

(۱۲۶)
قناعت کیسی

بخشش کے کہتے ہیں، عنایت کیسی
ملک اپنا ہے، مال اپنا، اجازت کیسی
قدرت کا خزانہ ہے تصرف کے لیے
تقدیر کے ٹکڑوں پہ قناعت کیسی

(۱۲۷)
شاعر کو فلسفی کیا پائے گا

وہ جوش، وہ اضطراب، منزل میں کہاں
وہ شوقِ طلب تھکے ہوئے دل میں کہاں
شاعر کی تہ کو فلسفی کیا پہنچے
منجدھار کا زور شور ساحل میں کہاں؟

(۱۹۳۱ء)

(۱۲۸)

دامِ آزادی

ہوں صید کبھی اور کبھی صیاد ہوں میں
کچھ بھی نہیں بازیچہٴ اضداد ہوں میں
مختار، مگر اپنی حدوں میں محدود
ہاں، وسعتِ زنجیر تک آزاد ہوں میں

(۱۹۳۱ء)

(۱۲۹)

خدا رحم کرے

ہنگامہ شوق و آرزو سے مجبور
دنیا کی ہوائے چارو سے مجبور
گلچیں کی تمنا پہ خدا رحم کرے
گل ہیں پروازِ رنگ و بو سے مجبور

(۱۳۰)

تاجِ فنا

ہر سانس ہے بازیچہ امواجِ فنا
ہر ذات ہے آمادہٴ معراجِ فنا
کیا شوکتِ شاہانہ ہے، ماشاء اللہ
ہے تاج کے اوپر اور اک تاجِ فنا!

(۱۳۱)

امتحانِ صبر

مشکل کوئی مشکل نہیں جینے کے سوا
خاموش لو کا گھونٹ پینے کے سوا
کھلتے ہیں جمہی جوہرِ تسلیم و رضا
جب کوئی سپر ہی نہ ہو سینے کے سوا

(۱۳۲)

کس خواب کی تعبیر ہیں ہم

ہیں خاک برابر مگر اکسیر ہیں ہم
غالب کے پیر ، ثانی میر ہیں ہم
دنیاۓ ادب تھی منتظر مدت سے
معلوم ہے کس خواب کی تعبیر ہیں ہم

(۱۳۳)

کوئی اور حسیں ہو بھی تو کیا

دنیا میں کوئی اور حسیں ہو بھی تو کیا
پردے میں کوئی پردہ نشیں ہو بھی تو کیا
عالم میں جدھر دیکھیے ، میں ہی میں ہوں
حُسن اپنے سوا اور کہیں ہو بھی تو کیا

(۱۳۴)

یگانہ ہوں میں

مہمان ہے تُو صاحبِ خانہ ہوں میں
آئینہٴ حسنِ جاودانہ ہوں میں
مجھ سا کوئی دوسرا نہ تجھ سا کوئی
یکتائے جہاں تُو ہے ، یگانہ ہوں میں

(۱۹۲۹ء)

(۱۳۵)
ہاں ایسے ہی مُنہ پہ بانگن کھپتا ہے

اقلیمِ سخن نام مرا جپتا ہے
کیوں لکھنؤ اپنے بھاڑ میں تپتا ہے
تصویرِ یگانہ آپ بول اُٹھے گی
ہاں ایسے ہی مُنہ پہ بانگن کھپتا ہے!

(۱۳۶)
پاؤ رتی باون تولے

کیوں شرح کا دقتر کوئی احمق کھولے
ہے یہ وہ سخن کہ اپنے مُنہ سے بولے
کانٹوں کا تُلّا ہوا زنگاہوں میں جچا
لے تول لے پاؤ رتی باون تولے

(۱۳۷)
گدائے شاہانہ مزاج

دُنیا کا خود اصلح پہ آیا نہ مزاج
رُخ کیا کرتا گدائے شاہانہ مزاج
دیوانوں نے دیوانوں کا پایا نہ مزاج
کیوں راہ پہ آتا دلِ دیوانہ مزاج
(۱۹۲۸ء)

(۱۳۸)

حیاتِ ابدی

کس دُھن میں کوہکن نے تیشہ باندھا
سر پھوڑ کے خود موت کا آگا باندھا
قدموں سے لپٹ گئی حیاتِ ابدی
کیا عشق کے سراجل نے سہرا باندھا!

(۱۹۲۷ء)

(۱۳۹)

زحمتِ بیدار دلی

آسان نہیں موت کی آہٹ لینا
گوارہ بے خودی میں کروٹ لینا
بیدار دلی ہے اور اُلٹی زحمت
اچھا نہیں اپنے سر یہ جھنجٹ لینا

(۱۹۲۷ء)

(۱۳۰)

دُعا مانگنے والا تو کون!

بے درد دوا مانگنے والا تو کون؟
کیوں میرے سوا مانگنے والا تو کون؟
ہنستا ہوں خود اپنے حال پر میرے لیے
رو رو کے دُعا مانگنے والا تو کون؟

(۱۳۱)

مُردہ پرستوں کا مذہب

ان مُردہ پرستوں کا ہے مذہب کیسا
ہر حال میں بد حال ، یہ مشرب کیسا
کل تک تو اسی کل کو بُرا کہتے تھے
گزرے ہوئے کل کا ذکر خیر اب کیسا
(۱۹۲۹ء)

(۱۳۲)

لاکھوں شیطان پر ایک انسان بھاری

کافر کا مسلمان سے بس کیا چلتا
دیووں کا سلیمان سے بس کیا چلتا
لاکھوں شیطان پر ایک انسان بھاری
شیطان کا انسان سے بس کیا چلتا

(۱۳۳)

اللہ رے میں

مے کیا ہے؟ خون دل بھی پی کر نہ چھکا
جی بھر کے بُرا کام کوئی کر نہ سکا
مجھ کو کوئی مجھ سے پوچھے ، اللہ رے میں !
وہ میں کہ گناہ کرتے کرتے نہ تھکا

(۱۳۳)

جتنی ضرورت اُتنی قیمت

ہاں فکرِ رسا دیکھ، بڑا بول نہ بول
گنجینہٴ معنی سرِ بازار نہ کھول
جس کی جتنی ضرورت اُتنی قیمت
بیرا کبھی کنکر ہے کبھی ہے انمول!

(۱۹۳۳ء)

(۱۳۵)

خبرِ آزادی

رہنے کا نہیں بند درِ آزادی
دیتی ہیں ہوائیں خبرِ آزادی
دروازہٴ زنداں درِ توبہ تو نہیں
ہاں المدد اے دردِ سرِ آزادی!

(۱۹۳۱ء)

(۱۳۶)

ذرا تھاہ تو لیں

سُنتا نہیں ناخدا، پکاریں کب تک
پوچھیں کب تک پتا بچاریں کب تک
غوطہ ہی لگا دیکھیں، ذرا تھاہ تو لیں
منجدھار میں ہاتھ پاؤں ماریں کب تک

(۱۳۷)

عقل کے اندھے

کس کام کا دل جو ہو خبر سے خالی
منہ میں ہے زباں مگر اثر سے خالی
ان عقل کے اندھوں پہ خدا رحم کرے
آنکھیں دو دو مگر نظر سے خالی

(۱۳۸)

پرکھنے والا تو کون؟

ہم ایسوں کا درد رکھنے والا تو کون؟
یہ لذت تلخ چکھنے والا تو کون؟
کیا دل کو ٹٹولتا ہے اندھوں کی طرح
ٹوٹا ہی سی ۔ پرکھنے والا تو کون؟

(۱۹۲۹)

(۱۳۹)

پھانسی ہی سی

بے درد بلا سے قصہ کوتاہ کر دے
پیمانہ اسیروں کا لہو سے بھر دے
پھانسی ہی سی ۔ حکمِ ربانی نہ سی
کب سے لٹکے ہیں بال باندھے بردے

☆ بال باندھے غلام لٹکے ہیں یعنی معلق ہیں ۔ ان کے مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں ہو چکتا ۔ (یگانہ)

(۱۵۰)

موجود کو معدوم سمجھنا مشکل

دُکھ درد کو موہوم سمجھنا مشکل
مشکل ہے، یہ مفہوم سمجھنا مشکل
اپنی ہستی غلط نہ اپنی بیتی
موجود کو معدوم سمجھنا مشکل

(۱۵۱)

جس کی دوا نہ دعا

دُنیا سے اُٹھے ہیں دل کی دل ہی میں لیے
کس کام کی زندگی کہ ناکام جیے
وہ درد دیا جس کی دوا تھی نہ دُعا
دل تجھ سے لگایا تھا اسی دن کے لیے

(۱۵۲)

دُکھ کے دم سے سُکھ کا مزہ

ہاں جب ہے مزہ کہ دوست دشمن ہو جائے
ہر پہلوے خوب و زشت روشن ہو جائے
سُکھ میں جو سواد ہے تو دُکھ کے دم سے
سُکھ ہی سُکھ ہو تو پھر اجیرن ہو جائے

(۱۹۳۲ء)

(۱۵۳)

کبھی تو مراد بر آتی

اے بادِ مراد! آہ تیرے چلتے
اک عمر کٹی ہے خاکِ مُنہ پر ملتے
اس شوخی رفتار پہ جی کیوں نہ جلتے
دل کے بدلے کبھی تو گہی کے چلتے

(۱۹۲۹ء)

(۱۵۳)

رہائی

زندانی بلا سے خاک اڑا کر چھوٹے
یارانِ ہوس کا چپّی چھڑا کر چھوٹے
دیوانوں سے کچھ بس نہ چلا یاروں کا
دل توڑ کے، زنجیر نٹا کر چھوٹے

(۱۵۵)

دھرانے والا تو کون؟

کیوں پیر فلک دھرانے والا تو کون؟
چل! خاک بسر پھرانے والا تو کون؟
ٹھہرا ہے ہوا پہ آشیانہ اپنا
گر جائے گا خود، گرانے والا تو کون؟

(۱۹۲۹ء)

۶۶ دل جلنے کے بدلے کبھی گہی کے چراغ بھی جلتے۔ مراد بر آتی۔ (یگانہ)

(۱۵۶)

دلی کی زبان

دلی کی زبان لکھنؤ کیا جانے
میر و مرزا کی گفتگو کیا جانے
دل درد سے خالی ہے تو بکواس فضول
خاموش ! زبانِ عشق تُو کیا جانے
(۱۹۳۱)

(۱۵۷)

حسنِ پنجاب

پنجاب سے ایمان سلامت لائے
اب جائیں گے کیا ، جان رہے یا جائے
وہ حُسن کا عالم کہ الہی توبہ
توبہ ہوئی ، اب سے آئے گھر سے آئے
(۱۹۲۷)

(۱۵۸)

عید منانے کے مزے

کیا جانے کوئی عید منانے کے مزے
جب تک نہ اُٹھائے دل لگانے کے مزے
اے عید منانے والو ، مجھ سے پوچھو
روٹھے ہوئے دوست کو منانے کے مزے
(۱۹۳۰)

(۱۵۹)

تلخی و خوشی توأم

یک موج نشاط صبح دم برخیزد
صد خندہ تلخ از دلم برخیزد
در عین بہار نخل غم برخیزد
تلخی و خوشی ہر دو ہم برخیزد

(۱۶۰)

آئنے یک دگرے

پہناں نتوان داشت ز صاحب نظرے
گوید چہ عجب ز مبتدایم خبرے
از دردِ خداداد نگاہم سرشار
ایں دیدہ و دل آئنے یک دگرے
(۱۹۲۷)

(۱۶۱)

ہر چشم زدن عالم دیگر دارد

پیراہن تن عالم دیگر دارد
یوسف بہ کفن عالم دیگر دارد
گم گشتہ تماشا بہ تماشای دگر
ہر چشم زدن عالم دیگر دارد

(۱۶۲)

عذابِ عمرِ ابدی

از چشمِ حیاں دمِ آبے نکشم
وز مے کدہ "خضر شرابے" نکشم
شام و سحر مرگ و حیاتِ دگرے
از عمرِ ابد رنجِ عذابے نکشم

(۱۶۳)

از خود خبرے می خواہم

گم گشتہ ام از خود خبرے می خواہم
پروانہ صفت بال و پرے می خواہم
آتش بزنم بدیں سیہ خانہ دل
زیں خانہ تاریک درے می خواہم

(۱۶۴)

از خاکِ پا کم گردان

سرگشتہ بدیں طلسمِ خاکم بنگر
بے درد . بحالِ دردناکم بنگر
آغازِ خوش انجامم . دانم ز کجاست
خاکم بنگر . ز خاکِ پا کم بنگر

(۱۶۵)

از گناہم میرس

یاد آمدہ آں چناں گناہے کہ میرس
دارم ز دلِ خویش گواہے کہ میرس
تا سنگ بر آئینہ امید زدم
دزدیدہ ام بسینہ آہے کہ میرس

(۱۶۶)

کشتہ تدبیر خویش

ایں سادہ دلائل ہلاک تدبیر خود اند
نامحرم خندہ ہائے تقدیر خود اند
از حکم قضا بخاک و خوں غلطیدہ
دیوانہ صفت کشتہ شمشیر خود اند
(۱۹۳۲)

(۱۶۷)

جستجویت غلط است

شوق غلط است و آرزویت غلط است
فکرت غلط است و جستجویت غلط است
جولانی گردباد بے مرکز بیج
سودائے سیر چارسویت غلط است

(۱۶۸)

یہ رباعی آیات اُفل میں شامل ہے۔ شمار : ۴۶

(۱۶۹)

چہ اتفاق اُفسادہ

تا شیشہ آرزو ز طاق اُفسادہ
ناگاہ بجان و دل نفاق اُفسادہ
برکام و دہن چہ اتفاق اُفسادہ
شیرینی و تلخی ز مذاق اُفسادہ

(۱۷۰)

پا برکاب

دورانِ شباب و ہاے ہو پا برکاب
ہنگامہ شوق و آرزو پا برکاب
ایں ناز و نیاز من و تو پا برکاب
گل پا برکاب و رنگ و بو پا برکاب

(۱۹۲۸)

(۱۷۱)

نتواں باز آمد

شعلہ ز شرارت نتواں باز آمد
پروانہ ز فطرت نتواں باز آمد
انساں کہ مرکب است از جبل و خطا
از جرمِ محبت نتواں باز آمد

(۱۹۲۸)

(۱۴۲)

از دستِ یگانہ

کاریست کہ از دستِ یگانہ شدنی ست
ایں مرد کہ یکتائے زمانہ شدنی ست
بر باد دہد و قمرِ پارینہ را
غالب پسِ امروزِ فسانہ شدنی ست
(۱۹۳۳ء)

(۱۴۳)

آزادی من ننگِ گرفتاری من

دیوانہ صفت جوش و خروشِ بنگر
ہنگامہ شوقِ خامِ جوشِ بنگر
آزادی من ننگِ گرفتاری من
در سایہ گلِ قفسِ بدوشِ بنگر
(۱۹۳۲ء)

(۱۴۳)

حسرتِ ربانی

کیا فصلِ بہاری کی خبر نے مارا
یا بوالہوسی کے دردِ سر نے مارا
یارانِ شکستہ پر ہیں کہتے بے تاب
کس کی آوازِ بال و پر نے مارا؟

مزاحیہ

(۱۷۵)

لنگوٹی ہی سی

تقدیر پہ کیا زور ہے ، کھوٹی ہی سی
بوٹی نہ ملی تو رُو کھی روٹی ہی سی
چرخہ تو چلائے جاؤ گاندھی جی کا
دھوتی نہ سی تن پہ لنگوٹی ہی سی

(۱۹۳۰ء)

(۱۷۶)

حاصلِ زندگی

آتا نہیں کچھ گرہ سے کھونے کے سوا
دولت کے نشے میں بھنگ ہونے کے سوا
دو دن کی زندگی کا حاصل کیا ہے
کھانے پینے ، لپٹ کے سونے کے سوا

(۱۹۳۰ء)

(۱۷۷)

ہیرا پھیری ہی سی

ڈر کیا ہے ، بلا سے رات اندھیری ہی سی
کچھ ہو نہیں سکتا تو دلیری ہی سی
پھرتے ہیں ترے کوچے میں ابلے گھلے
چوری نہ سی تو ہیرا پھیری ہی سی

(۱۷۸)

دل میں کوئی چور ہے

کیا نفس میں زور ہے ابھی تک باقی
کیا کوئی لگور ہے ابھی تک باقی
کیوں کان کھڑے ہوئے ہیں آہٹ پا کر
دل میں کوئی چور ہے ابھی تک باقی

(۱۷۹)

گستاخی شوق

نازک بانہیں مڑوڑ ڈالوں نہ کہیں
قابو پا کر جھنجھوڑ ڈالوں نہ کہیں
ترسا ہوا میں ہوں تمہیں ڈر لگتا ہے
منہ چومتے ہی بھنبھوڑ ڈالوں نہ کہیں

ابلے گھلے پھرتے ہیں یعنی اینڈے اینڈے پھرتے ہیں۔ (یگانہ)

(۱۸۰)

چلتی گاڑی میں

دلی سے اُدھر وہ غیرت خُور چلا
میں نشہ شوق میں اِدھر چُور چلا
چلتی گاڑی میں مُنہ چڑھانا اُس کا
میں دور سے دانت پیتا گھُور چلا

(۱۹۳۱)

(۱۸۱)

آئی پرچو کنا کیا؟

ہر عید کو اک دِلھن نئی کیوں کرتا
دو دن کی جوانی میں کئی کیوں کرتا
ہاں موت کو آغوش میں لیتے ہی بنی
خود آئی تو آئی پہ گئی کیوں کرتا*

(۱۹۲۸)

(۱۸۲)

دڑھیالا بندر

ننھاس سے خلعت کوئی منگوا لیتا
یا چوک سے جوڑا کوئی سنگوا لیتا
جھلے میں ڈٹا ہے شیخ کفنایا ہوا
داڑھی کی طرح کفن بھی رنگوا لیتا

(۱۹۲۸)

☆ آئی پر گئی کیوں کرتا یعنی آئی پر کیوں چوکتا۔ (یگانہ)

(۱۸۳)

جنم لنڈورا

پامالِ ازل تھا دل تو کیوں کر جڑتا
کس دل سے بھلا چمن کی جانب مڑتا
کلیاں بھی نہ پھوٹیں پر پرواز کجا
کس بل پہ کوئی جنم لنڈورا اڑتا

(۱۸۳)

یہ رباعی بھڑوہ حذف کی گئی۔

(۱۸۵)

کالا کلوثا ہی سی

عاشق ہوں ترا . کالا کلوثا ہی سی
سچا نہ سی بلا سے جھوٹا ہی سی
صد پارہ دل میں ہیں یہ جلوے کس کے؟
آئینہ پھر آئینہ ہے ٹوٹا ہی سی
(۰۱۹۳۱)

(۱۸۶)

پردہ اٹھ گیا تو نظر کیوں نہ اٹھے

جب اٹھ گیا پردہ تو نظر کیوں نہ اٹھے
لڑ جائے نظر تو شور و شر کیوں نہ اٹھے
انسان ہے انسان فرشتہ تو نہیں
شیطان چڑھا سر پہ تو سر کیوں نہ اٹھے
(۰۱۹۳۱)

(۱۸۷)
گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز

منبر پہ جناب جب کبھی ریز کریں
جو بات کریں مضحکہ انگیز کریں
انگور حلال اور مے انگور حرام
گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز کریں
(۱۹۳۱ء)

(۱۸۸)
سنجدہ مزاج اور ایسے مکار

کھوٹے تو بہت دیکھے کھرے کم دیکھے
دل دیکھے مگر درد بھرے کم دیکھے
سنجدہ مزاج اور ایسے مکار
ایسے مکار مسخرے کم دیکھے

(۱۸۹)
یہ اونٹ کس کل بیٹھے

دیوانے ترے پہاڑ او جھل بیٹھے
جنگل میں منارے ہیں منگل بیٹھے
کعبے میں ہے شیخ بلبلاتا پھرتا
دیکھیں تو سہی یہ اونٹ کس کل بیٹھے؟

(۱۹۰)

خوب مرے

بہتیرے جوانان خوش اسلوب مرے
بے موت بھسم ہو گئے یا ڈوب مرے
مرنا اُس کا کہ مر کے زندہ ہو جائے
مرنے کو مرے ہم بھی مگر خوب مرے
(۱۹۳۱)

۱۹۱

ٹیڑھے مرزا

شاہوں سے مری کلاہ ٹیڑھی ہی رہی
بدمغزوں سے رسم و راہ ٹیڑھی ہی رہی
ٹیڑھے مرزا کو کون سیدھا کرتا
سیدھی نہ ہوئی نگاہ ، ٹیڑھی ہی رہی
(۱۹۳۱)

(۱۹۲)

ہنسنے والوں کی صورت ہی سہی

دل تنگ نہ ہو تنگ خیالوں کی طرح
جوتے بھی کھاؤ تر نوالوں کی طرح
کھسیانی ہنسی ہنس کے کرو دل خالی
صورت ہی بنا لو ہنسنے والوں کی طرح
(۱۹۳۲)

(۱۹۳)
گنواروں سے اُلجھنا کیا

بیسودہ نگار سے اُلجھتے کیوں ہو
اس ناہموار سے اُلجھتے کیوں ہو
آزاد کو کہتا ہے بُرا کہنے دو
کیوں ایسے گنوار سے اُلجھتے کیوں ہو

(۱۹۴)

یہ رباعی آیات اول میں شامل ہے ۔ شمار : ۳۹

(۱۹۵)

دیوانی ہنسی

اندھی نگری کے رہنے بسنے والے
نظارۂ معنی کو ترسے والے
ٹوٹے ہوئے دل کے نغمۂ دل کش پر
دیوانی ہنسی بنتے ہیں بننے والے

(۱۹۶)

ہارے تو چلے نانپارے

پیارے صاحب سُنو تو پیارے صاحب
کھسیانے نہ ہو شرم کے مارے صاحب
خود ناچ تو آتا نہیں ، آنگن ٹیڑھا
ہارے تو سدھارے نانپارے صاحب
(۱۹۲۸)

(۱۹۶)

ادوائن کے توتے

تقلید کے پھندے ہیں گلے میں جن کے
والد قدم رکھتے ہیں کیا گن گن کے
رفتار میں تیزی ہے نہ پرواز بلند
شاعر تو نہیں توتے ہیں ادوائن کے
(۱۹۲۶)

(۱) ۔ اودھ میں ایک ریاست کا نام ہے نانپارہ جب کوئی شخص ہار کر شرمندہ اور کھسیانا ہو جاتا ہے تو اُس پر یہ مثل کہی جاتی ہے : ہارے تو چلے نانپارے ۔ (یگانہ)

(۲) ۔ سست رفتار شخص پر ادوائن کے توتے کی بھتی کہی جاتی ہے ۔ جس طرح توتا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے ، وہی حال تقلید پیشہ مشاعرین کا ہے ۔ (یگانہ)

(۱۹۸)

استادِ ازل کے شاگردِ رشید

استاد یگانہ بے گُروے کیوں ہوتے
آپ اپنی نگاہوں میں بُرے کیوں ہوتے
استادِ ازل کے ہیں جو شاگردِ رشید
غالب کی طرح بے سُرے کیوں ہوتے
(۱۹۳۱)

(۱۹۹)

شورِ طفلانہ

دیوانوں کے یہ زور نہ دیکھے نہ سُنے
نادانوں کے یہ شور نہ دیکھے نہ سُنے
جھنڈے پہ چڑھانے کو چڑھاتے ہیں مگر
غالب سے چچا چور نہ دیکھے نہ سُنے
(۱۹۲۹)

(۲۰۰)

چار جُز کے دیوان کی خیر

اب کون مناتا ہے انسان کی خیر
ہاں چاہیے چار جُز کے دیوان کی خیر
غالب پہ جو ایمان نہ لائے کافر
پھر جان کی خیر ہے نہ ایمان کی خیر

چچا سعدی اور چچا غالب میں بڑا فرق ہے ۔ (یگانہ)

(۲۰۱)

دنیا کو غلط سبق پڑھانے والے

غالب کو میر سے بڑھانے والے
چوروں کو بانس پر چڑھانے والے
اندھوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبیں گے
دنیا کو غلط سبق پڑھانے والے

(۲۰۲)

غالب کے چچا

چنگیزی بہو ہے اپنی رگ رگ میں رچا
مجھ سے جو تے تے تو منہ کی کھاؤ گے بچا
غالب کو چچا بنا کے چھوڑا میں نے
غالب میرے چچا میں غالب کا چچا!
(۱۹۲۸ء)

(۲۰۳)

یگانہ کون

بھونڈا پن ہے مذاق غالب میں رچا
مرزا کا کمال اپنی نظر میں نہ چچا
محفل میں ہے اب رنگِ یگانہ غالب
وہ کون یگانہ؟ وہی غالب کے چچا!

(۲۰۳)

ارے واہ رے میں

کس سے کہوں کیا ہوں میں ، ارے واہ رے میں
آفت ہوں بلا ہوں میں ، ارے واہ رے میں
بھاری ہے بڑے بڑوں پہ مُردہ اپنا
غالب کا چچا ہوں میں ، ارے واہ رے میں

(۲۰۵)

نئی سُوجھتی ہے

اُستادوں کے ساتھ دل لگی سُوجھتی ہے
نشے میں خودی کے ، دُور کی سُوجھتی ہے
غالب کے چچا بنے ہو ماشاء اللہ
جو سُوجھتی ہے یارِ نئی سُوجھتی ہے

۵ منیرا بیکانہ چنگیز بیکانہ بیکانہ بیکانہ بیکانہ بیکانہ

آج کل
(نص)

بیکانہ آرٹ

خلش تو کوئی دل دوست میں نہ رہے گا۔ بجای شوق ہی جو منہ میں آ کر کہہ جائے
 ذرا کی بات پہ لگتی ہے چوٹ، کیا کہئے۔ دل غریب کہیں آ کر ٹھہرس میں نہ دھبے گا
 یہ کیا کہہ کرں دنا کس کر دل لگا بیٹھ؟۔ وہیں کا ہو ترانہ ان جس جگہ جائے؟
 خود اپنی فکر میں ڈوباری بُرا کیا ہے؟۔ اچھی یہ دل کوئی تنگ نہیں کہ نہ جائے
 عجیب نسخہ حکمت میں کھیل قدرت کے۔ مجال کیا ہے ذرا کی کسر جو رہے گا
 ارگنی تو گئی جس کی بات اس کے ساتھ۔ یہ کہا ستمی جوانی کی یاد رہے گا؟
 کہاں کہاں کہاں کہاں کہاں کا غلاب؟۔ جہان رخسارہ پنہان چھ اور کہہ جائے!
 وطن کو چھوڑ کر پہونچا غریب بہت میں۔ یہاں سے اور کہاں جائے کس جگہ جائے؟
 (دہرائی میں) (بہت میں)
 دل ستم زدہ آغوش کا مرانی میں۔ خدا نخواستہ آسودہ ہو کر رہے گا!

بیکانہ وہ تمہیں کیا مانگتا نہیں؟ لیکن

قلم کی مار تو ایسی نہیں کہ کہہ جائے

سلطان بہادر راجہ منیر بیکانہ

منیر بیکانہ جو بیکانہ راجہ بیکانہ بیکانہ بیکانہ بیکانہ

غزل جو رسالہ "آج کل" دہلی کو بھیجی گئی تھی مگر آٹھویں شعر میں پاکستان کا ذکر آ جانے کی وجہ
 سے شائع نہیں ہوئی۔

آیاتِ وجدانی

طبع دوم

۱۹۳۴ء

بنامرِ گانہ
خود پرستی کیجئے یا حق پرستی کیجئے
آہ کس دن کیلئے ناطق پرستی کیجئے

آیات و جدائی

طبع ثانی باضافہ افکار جدید
مُصنّف

امام الغزل
میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی
سب رجسٹرار حیدر آباد دکن

مطبعہ دلی پرنٹنگ پریس دلی
۱۹۳۳ء
۱۰۰۰ احلہ

قیمت دو روپے

جملہ حقوق محفوظ

”آیات و جدائی“ طبع دوم کا سرورق (عکس)

تحفہ ادب

بجناب ہیت مآب پیغمبر قہر و عذاب

شہنشاہ بنی آدم سرتاج سکندر و جسم

حضرت چنگیز خاں عظم قہر اللہ

منجانب

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

”آیات وجدانی“ طبع دوم کا انتساب (عس)

بنامِ یگانہ

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا
خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا
ہنسی میں وعدہ فردا کو ٹالنے والو !
لو دیکھو۔ وہی ”کل“۔ ”آج“ بنکے آئے گیا؟
گناہِ زندہ دلی کیسے یاد دل آزاری
کسی پہ ہنس لئے اتنا کہ پھر ہنسا نہ گیا

بنامِ یگانہ

(۱)

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا
خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا
پیامِ زیرِ لب ایسا کہ کچھ سنا نہ گیا
اشارہ پاتے ہی انگڑائی لی رہا نہ گیا
ہنسی میں وعدہ فردا کو ٹالنے والو
لودیکھ لو وہی ”کل“ ”آج“ بن کے آنے گیا؟
گناہِ زندہ دل کھجے یا دل آزاری
کسی پہ ہنس لیے اِتنا کہ پھر ہنسا نہ گیا!
پکارتا رہا کس کس کو ڈوبنے والا
خدا تھے اتنے مگر کوئی آڑے آنے گیا
سمجھتے کیا تھے؟ مگر سُنتے تھے ترانہٴ درد
سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سُنا نہ گیا
کروں تو کس سے کروں دردِ نارسا کا گلہ؟
کہ مجھ کو لے کے دلِ دوست میں سما نہ گیا!

بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا
خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

کرشن کا ہوں پجاری علی کا بندہ ہوں

یگانہ شانِ خدا دیکھ کر رہا نہ گیا

(۰۱۹۳۲)

(۲۳)

آنے میں سامنا جب ناگہاں ہو جائے گا
پردہ غیرت وہاں بھی درمیاں ہو جائے گا
کس محبت سے جگہ دی دل نے دردِ عشق کو
کیا خبر تھی تشنہِ خوں مہماں ہو جائے گا
نیند کے ماتے ٹھہر جا، آنکھ کھلنے کی ہے دیر
چشمِ حیراں میں سبکِ خوابِ گراں ہو جائے گا
جان دیتے دیر کیا لگتی ہے تیری راہ میں
دل سلامت ہے تو یہ بھی امتحاں ہو جائے گا
رہزنوں کا پھر کوئی دھڑکا نہ کھٹکا خار کا
پہلی منزل سے جب آگے کارواں ہو جائے گا
چار دن کی زندگی ہے کاٹ دو ہنس بول کر
دل لگا لو پھر قفس ہی آشیاں ہو جائے گا

کیا سمجھتے تھے کہ دل سا شیشہ نازک مزاج
چوٹ کھاتے کھاتے اتنا سخت جاں ہو جائے گا

دیکھ لو حسنِ یگانہ دور سے بیگانہ وار

پس جڑ کے تو پردہ درمیں ہو جائے گا

(۱۹۳۰ء)

(۲۴)

مثلاً

ناخدائے کم ہمت ہاتھ پاؤں مار آیا
تہ کی کیا خبر لاتا حوصلہ بھی بار آیا
پار اُتارنا کیسا؟ بارِ سر اُتار آیا

کشتی حیات اپنی جا رہی تھی دھارے پر
سنگِ دل تماشائی بنے تھے کنارے پر
دل وہی شکستہ دل پھر بروئے کار آیا

خانہ خدا معلوم ، شیخ و برہمن جھوٹے
اس ظلم حیرت سے کب اسیرِ غم چھوٹے؟
پائے مضطرب ٹوٹے جب کہیں قرار آیا

شام سے بھڑک اُٹھی اور بھی لگی دل کی
 یاسِ اُمیدِ فردا نے واہ کیا تسلی دی!
 مضطرب نگاہوں کو حکمِ انتظار آیا
 (۱۹۲۷ء)

(۳۳)

آپ میں کیوں کر رہے کوئی یہ سماں دیکھ کر
 شمعِ عصمت کو بھری محفل میں عریاں دیکھ کر
 دل کو بہلاتے ہو کیا کیا آرزوے خام سے
 امرِ ناممکن میں گویا رنگِ امکاں دیکھ کر
 کیا عجب ہے بھول جائیں اہلِ دل اپنا بھی درد
 حُسنِ مستانہ کو آخر میں پشیمان دیکھ کر
 بے دلوں نے ہنستے ہنستے مار ڈالا بے اجل
 اہلِ دل کو مبتلائے درد و درماں دیکھ کر
 ڈھونڈتے پھرتے ہواب ٹوٹے ہوئے دل میں پناہ
 درد سے خالی دلِ گبر و مسلمان دیکھ کر
 دل جلا کر وادیِ غربت کو روشن کر چلے
 خوب سوجھی جلوۂ شامِ غریباں دیکھ کر

امتیازِ صورت و معنی سے بیگانہ ہوا
 آنے کو آئے ۔ حیراں کو حیراں دیکھ کر
 پیرہن میں کیا سما سکتا حبابِ جاں بلب
 ہستیِ موبہوم کا خوابِ پریشاں دیکھ کر
 صبر کرنا سخت مشکل ہے ، تڑپنا سہل ہے
 اپنے بس کا کام کر لیتا ہوں آساں دیکھ کر

اور کیا ہوتی یگانہ دردِ عصیاں کی دوا

کیا غزل یاد آئی دانتہ فردِ عصیاں دیکھ کر

(۱۹۳۱ء)

(۵۱)

دل لگانے کی جگہ عالمِ ایجاد نہیں
 خواب آنکھوں نے بہت دیکھے مگر یاد نہیں
 آج اسیروں میں وہ ہنگامہ فریاد نہیں
 شاید اب کوئی گلستاں کا سبق یاد نہیں
 سرِ شوریدہ سلامت ہے مگر کیا کہیے
 دستِ فریاد نہیں ، تیشہ فریاد نہیں

توبہ بھی بھول گئے عشق میں وہ مار پڑی
ایسے اوسان لگے ہیں کہ خدا یاد نہیں
تلملانے کا مزہ کچھ نہ ترپنے کا مزہ
بیچ ہے دل میں اگر دردِ خداداد نہیں
کیا عجب ہے کہ دلِ دوست ہو مدفن اپنا
کشتہ ناز ہوں میں کشتہ بیداد نہیں
دشمن و دوست سے آباد ہیں دونوں پہلو
دل سلامت ہے تو گھر عشق کا برباد نہیں
فکرِ امروز نہ اندیشہ فردا کی خلش
زندگی اُس کی جسے موٹ کا دن یاد نہیں
نکستِ گل کی ہے رفتارِ ہوا کی پابند
روحِ قالب سے نکلنے پہ بھی آزاد نہیں
چشمِ عبرت میں کوئی خاک کا پُتلانہ چچا
سب کے سب ہیں نظری، ایک پہ بھی صاد نہیں

زندہ ہیں مُردہ پرستوں میں ابھی تک غالب

مگر استادِ یگانہ سا اب استاد نہیں

(۱۹۳۰ء)

- (۱) اوسان لگے۔ حواس گم ہو گئے۔ (یگانہ)
(۲) بیچ ہے وہ دل جس میں درد نہ ہو۔ (یگانہ)
(۳) دل سلامت ہے تو دوست بھی ہیں اور دشمن بھی۔ عشق کا گھر آباد ہے۔ (یگانہ)
(۴) ایک پہ بھی صاد نہیں۔ ایک بھی قابلِ انتخاب نہیں۔ (یگانہ)
(یہ تمام حواشی آیاتِ وجدانی، طبعِ سوم سے ماخوذ ہیں۔ مرتب)

(۵۵)

وہ بھی دن ہو گا کہ دشمن مہرباں ہو جائے گا
کج روی سے آپ عاجز آسماں ہو جائے گا
بوسہ مانگیں، مانگنے دو، اتنے کھسیانے نہ ہو
مُنہ چڑھا دو بس جوابِ جاہلاں ہو جائے گا

طفلِ دل مچلا تو مچلا پھر ہے کس کے مان کا

دیکھ کر تجھ کو جواں کیا نوجواں ہو جائے گا

(۱۹۳۰ء)

(۸۸)

نظارے پہ کیا گزری آشوبِ تماشا سے؟
ہوش آتے ہی دیوانے کھوئے گئے دنیا سے
دیوانے ہوں شرمندہ کیوں چشمِ تمنا سے؟
اللہ ری خود بینی، باز آ گئے لیلیٰ سے
دن بھر تو یہ پروانے جیتے تھے نہ مرتے تھے
کیا کیا نہ اُٹھے فتنے اک شعلہٴ تنہا سے
دل اپنا جلاتا ہوں کعبہ تو نہیں ڈھاتا
اور آگ لگاتے ہو کیوں تہمتِ بے جا سے

نہ چاہتا جاتا ہے یہ زور ہے دھارے کا
 ٹکرا کے پلٹ آئیں موجیں لبِ دریا سے
 اے رہزنِ بے پروا، مشکل مری آساں کر
 کیوں آنکھ چراتا ہے گم گشتہ تنہا سے؟
 ذرہ بھی ہے اک عالم انوارِ الہی کا
 ادنیٰ ہی سی لیکن نسبت تو ہے اعلیٰ سے
 حیراں ہیں نظر والے بے تاب ہیں دل والے
 کچھ رنگ تماشا سے، کچھ بُوئے تمنا سے
 کیوں دل کا کنول آخر لہراتا ہے رہ رہ کر
 جھونکا کوئی آ پہنچا، کیا عالمِ بالا سے
 کیا اپنے تنیں دیکھیں، کیا ہو گئے اور کیا تھے؟
 رفتارِ نظر عاجز، رفتارِ تماشا سے
 جو دم ہے غنیمت ہے، کیا جانے کل کیا ہو
 اک دُور کی نسبت ہے امروز کو فردا سے
 کیوں نگہ آوارہ جامے سے نہ ہو باہر
 کس دن کو وفا کرتی پیراہنِ رسوا سے
 دنیا کی ہوا کھا کر کیا دُند مچانی تھی

بیٹھے ہو یگانہ اب کیوں بزم میں تنہا سے؟
 (۱۹۲۷ء)

کس کے دم کی روشنی زندانِ آب و گل میں ہے؟
 کون سا تنہا نشیں وحدت سرائے دل میں ہے؟
 سوچتا ہوں جب تو میں ہی میں ہوں اور کوئی نہیں
 ہو نہ ہو کچھ بھیدِ اس اندیشہٴ باطل میں ہے
 صبح و شامِ زندگی خوابِ پریشاں ہی سی
 کچھ حقیقت کا بھی جلوہ، جلوہٴ باطل میں ہے
 کیسے کیسے دل زدہ آوارہٴ صحرا ہوئے
 روئے لیلیٰ جس طرح محل میں تھا، محل میں ہے
 گرم رفتاری پہ گم راہوں کو کیا کیا ناز ہیں
 کون سمجھے یہ دلِ آگاہ کس منزل میں ہے
 الوداع اے ناخدا، نامحرمِ رازِ فنا
 گوہرِ مقصود دریا میں ہے یا ساحل میں ہے
 باز آ ساحل پہ غوطے کھانے والے، باز آ
 ڈوب مرنے کا مزہ دریائے بے ساحل میں ہے
 شامِ غربت بھی ہے روشن، واہ ری یادِ وطن!
 یاد کیا ہے اک اندھیرے کا اجالا دل میں ہے

کھیل ہے حُسنِ نظر کا ، شمع کیا ، پروانہ کیا
 دل ہے جب تک دل ، جی بھی تک روشنی محفل میں ہے
 انجمن میں چاہے وہ حاضر نہ ہوں غائب سی
 دل یہ کہتا ہے یگانہ کی جگہ ہر دل میں ہے

مُردہ باد اہلِ نظر ، غالبِ پرستی ہو چکی

جلوۂ حُسنِ یگانہ آج ہر محفل میں ہے

(۱۹۳۱ء)

(۹۰)

کس دل سے ترکِ لذتِ دُنیا کرے کوئی
 وہ خوابِ دل فریب کہ دیکھا کرے کوئی
 کیا سہل ہے کہ ترکِ تماشا کرے کوئی
 دل سے نہ ہو تو آنکھ سے توبہ کرے کوئی
 غنچے کے دل میں کچھ نہ تھا اک آہ کے سوا
 پھر کیا شگفتگی کی تمنا کرے کوئی
 آنکھیں ہوں جس کے ، آنکھوں ہی آنکھوں میں تاڑ لے
 درد اپنا وہ نہیں کہ ٹولا کرے کوئی
 دل مضطرب ، نگاہ گرفتارِ ششِ جہت
 فرمائیے ، کدھر کا ارادہ کرے کوئی

یادش بخیر، یادِ خدا آ ہی جاتی ہے
 اپنی طرف سے لاکھ بھلایا کرے کوئی
 اُس کی نگاہِ شوق کے قربان جائیے
 تجھ ایسے بے نشان کو جو پیدا کرے کوئی
 طاعت ہو یا گناہ، پس پردہ خوب ہے
 دونوں کا جب مزہ ہے کہ تنہا کرے کوئی
 بندے نہ ہوں گے جتنے خدا ہیں خدائی میں؛
 کس کس خدا کے سامنے سجدہ کرے کوئی؟

حسنِ یگانہ آپ ہی اپنا حجاب ہے

حسنِ حجاب دُور سے دیکھا کرے کوئی

(۱۹۳۲ء)

(۹۱)

دل نہ مانے تو کیا کرے کوئی
 کاش اپنی دوا کرے کوئی
 کس مرض کی دوا کرے کوئی
 وہم کی کیا دوا کرے کوئی
 جی نہ بہلے تو کیا کرے کوئی
 اور کیا التجا کرے کوئی

کیوں کسی سے وفا کرے کوئی
 نہ دوا چاہیے مجھے نہ دعا
 مفلسی میں مزاجِ شاہانہ!
 درد ہو تو دوا بھی ممکن ہے
 ہنس بھی لیتا ہوں اوپری دل سے
 موت بھی آ سکی نہ مُنھ مانگی

دردِ دل پھر کہیں نہ کروٹ لے
عشقِ بازی کی انتہا معلوم!
کوہِ کن اور کیا بنا لیتا
اپنے دم کی ہے روشنی ساری
اب نہ چونکے خدا کرے کوئی
شوق سے ابتدا کرے کوئی
بن کے بگڑے تو کیا کرے کوئی
دیدہٗ دل تو وا کرے کوئی
دن چڑھے سامنا کرے کوئی
شمع کیا، شمع کا اجالا کیا

غالب اور میرزا یگانہ کا

آج کیا فیصلہ کرے کوئی

(۱۹۳۰ء)

(۹۶)

نو گرفتارم بزدانِ ہوس بے اختیار
دست بردل ماندہ در کنجِ قفس بے اختیار
با اجل دست و گریباں صد ہزاراں آرزو
از گراں جانی مبادا ہیچ کس بے اختیار
از فریبِ رنگ و بو چشمِ تمنا بے خبر
وز ہوائے شوق ہر موجِ نفس بے اختیار
سرورِ رعنا را بیادِ دوست گیرد در کنار
ایں دل بے دست و پا بے دسترس بے اختیار

دامنِ عصمت آب از دامنِ گلِ پاک تر
 جلوه اش صبر آزما ، دستِ ہوس بے اختیار
 غافل از انجامِ خود ، نامحرم از آغازِ خود
 چشمِ حیراں در طلسمِ پیش و پس بے اختیار
 چشمِ اُمیدے مگر دارد ز گردِ کارواں
 پاشکستہ را دل از شورِ جرس بے اختیار
 ہر کس و ناکس بہ طوفانِ حوادث مبتلا
 موجِ دریا بے قرار و خار و خس بے اختیار

فرصتِ داری یگانہ نمرہ مستانہ زن

تا بوجد آید دلِ ہر نکتہ رس بے اختیار

(۱۹۳۲ء)

(۹۷)

خمارِ دیدہ غفلتِ آب از من پُرس
 نویدِ صبح و تقاضائے خواب از من پُرس
 ز رنگِ روئے خزاں دیدہ ام چنیں مگزر
 ہنوز لذتِ یادِ شباب از من پُرس
 ز دردِ تشنہ لبی با شکستہ دل نہ شوم
 طلسمِ بندیِ موجِ سہراب از من پُرس

شمارِ بوسہ ز ذوقِ لبمِ تواں دانست
 در آئینہ منکرِ ایں حساب از من پُرس
 زبانِ بے ادبم را کہ می تواند بست؟
 نگاہِ حسنِ طلبِ را جواب از من پُرس
 ز اضطرابِ دلم درد سرکشد بالیں
 شبِ دراز و تمنائے خواب از من پُرس
 برنگِ خویش برآورد حسنِ دوست مرا
 کرشمہ نگہِ بے حجاب از من پُرس
 منم کہ شیشہٴ دل سنگِ آزما دارم
 بیا و ذوقِ نگاہِ عجب از من پُرس

تلاشِ معنی بیگانہ در صحیفہٴ عبث

یگانہٴ مطلبِ دُور از کتاب از من پُرس
 (۱۹۲۷ء)

(۹۹)

موافقت در زیدین بہ ماحولِ خویش

دلِ خود را کہ پشیمان نتوانم دیدن
 بہ کسے دست و گریبان نتوانم دیدن

روزِ عید آمدہ تا سازِ یک آہنگ ز نیم
 جنگ با گبر و مسلمانِ نتوانم دیدن
 وقت آنست کہ سازم بہ ہمیں لیل و نہار
 خویش را بے سروسامانِ نتوانم دیدن
 تا کجا گوش بر افسانہٴ ماضی بودن
 روز و شبِ خوابِ پریشانِ نتوانم دیدن
 بہ ہمیں پشتِ ورقِ رنگِ تماشا ریزم
 روئے مقصودِ چو آساںِ نتوانم دیدن
 (یومِ عید الفطر ۱۳۰۰، اپریل ۱۹۲۶ء)

(۱۰۴)

وقتِ خوش با شمعِ بے پروانہ دارم دیدنی
 صد نیاز و نازِ گستاخانہ دارم دیدنی
 تشنہٴ آغوشِ من حورِ جہاں بیرونِ در
 طرفِ مہمانے درونِ خانہ دارم دیدنی
 شمعِ را عریاں ہی بینم حجابِ اندر حجاب
 سرمہ از خاکسترِ پروانہ دارم دیدنی

اے کہ پُرسی نقشہ دردِ نہانم از کجاست
 بادہٴ بیرنگ در پیمانہ دارم دیدنی
 فیضِ تنہائی سلامت ، یادِ ایام و من
 جنتِ در گوشہٴ غم خانہ دارم دیدنی
 کس بہ دردم کے رسد، جز ناکے نامحرے
 دوست نادانے ، دلِ دیوانہ دارم دیدنی
 بوئے گل را در گرہ بندم زبے دیوانگی
 در قفسِ بازیچہٴ طفلانہ دارم دیدنی
 من کہ سیلابِ بلا را پیشِ پا اُفتادہ ام
 بے سرو پا ہمتِ مردانہ دارم دیدنی
 می توان خواند از جبینم ماجرائے سوزِ دل
 شمع روشن اندریں دیرانہ دارم دیدنی
 ہر دو منزل را ز شمعِ یک جہت روشن کنم
 خدمتے دز کعبہ و بُت خانہ دارم دیدنی

ہر کس و ناکس یگانہ لافِ یکتائی زند

دستِ بالا بر سرِ بیگانہ دارم دیدنی

(۱۹۲۵ء)

(۱۰۵)

دیدنی نادیدنی را بیچ آتارے نمائد
گل بدستارم کجا ، بر دامنم خارے نمائد

(۱۰۶)

تُو کہاں اور کہاں وہ جلوہ پاک؟
دل بے باک ، تیری آنکھ میں خاک
کھا گیا کتنے جاں نثاروں کو
پردے پردے میں شعلہ بے باک
دیکھیے کیا خدا دکھاتا ہے
آپ نازک مزاج ، ہم بے باک
گھل گئے جیسے موم کی مریم
کیوں بڑھایا تھا دل جلوں سے تپاک؟
بدگمانوں کی مہربانی سے
پاک دامن بچے نہ دامن چاک
ذات میں اپنی کیا نہیں موجود؟
عشق سا زہر، عقل سا تریاک

درد ہے یا دوا، خدا جانے
 زہر ہے عشق یا کوئی تریاک
 حُسن اپنا بھی دیکھ لوں اک دن
 عشق چاہے تو کر دے خاک سے پاک
 آسماں کی ذرا سی گردش میں
 کوئی ہلکان اور کوئی ہلاک
 کون ٹھہرے ستم کے دھارے پر
 کوہ کیا اور کیا خس و خاشاک
 میں کہاں اور کہاں کے پست و بلند؟
 ایک ٹھوکر میں تھا بکھیرا پاک
 ہوش کیا پائے گا پتا میرا
 لے اڑا دور، جوہرِ ادراک
 فلسفی کو خبر نہیں اپنی
 آنکھ کے آگے ناک، سوجھے خاک؟

بولو بے میرزا یگانہ کی

بھڑک اٹھے چچا میاں تہ خاک

(۱۹۳۳ء)

گوشہ گیری ہے اک انوکھا سانگ
 مانگنا ہے کھلے خزانے مانگ
 پوچھنا کیا زمانہ سازوں کا
 نیت نیا بھیس ، نیت نرالا سانگ
 شیخ کی کون سی ہے کل سیدھی؟
 ارے جو بات ہے سو اوٹ پٹانگ
 کس طلب میں چلا ہے بے اٹکل
 آنکھ والوں سے پہلے آنکھیں مانگ
 صلح ٹھہری تو ہے برہمن سے
 کہیں مذہب اڑا نہ دے کوئی ٹانگ
 ایک اور ایک دو، کے سمجھائیں؟
 اُن کے مرغے کی ہے وہی اک ٹانگ
 اڑ چلے کیا فرشتہ انساں سے؟
 سو اڑان اُس کی، اس کی ایک پھلانگ
 پھرتے ہیں بھیس میں حسینوں کے
 کیسے کیسے ڈکیت تھانگ کی تھانگ

کون دیتا ہے ساتھ مردوں کا؟
حوصلہ ہے تو باندھ ٹانگ سے ٹانگ
خواہ پیالہ ہو یا نوالہ ہو
بن پڑے تو جھپٹ لے بھیک نہ مانگ
بول بالا رہے یگانہ کا

نام بابے جگت کے چاروں دانگ
(۱۹۳۳ء)

اُٹھ مرے کالی کھلی والے

اے آئینہ انوارِ ازل اے جلوہ گرِ ہر حسنِ عمل
بے دیر سے ٹھنڈا دل کا کنول دیدار دکھا پردے سے نکل

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کھلی والے

جانِ جہاں، مقصودِ دو عالم فرشِ نشیں اور عرش کا محرم
اشرفِ انساں، افضلِ آدم خاک کا پُتلا، نورِ مجسم

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کھلی والے

آشفۃ بیانی سُن تو سہی کچھ دردِ نہانی سُن تو سہی
ہاں، میری زبانی سُن تو سہی یہ رام کہانی سُن تو سہی

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کھلی والے

دیوانہ ہوں لیکن مستِ ولا گم گشتہ منزلِ سو و خطا
کچھ دھیان نہ کر جو ہوا سو ہوا گم راہ کو شمعِ جہاں دکھا

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کھلی والے

روشن کر دے شمع اُمید
جلوہ ترا سو عید کی عید
مار نہ ڈالے حسرت دید
دید کوئی جس کی نہ شنید

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کھلی والے

شمعِ جمال کے پروانے
سنتے ہیں کیا کیا افسانے
تیری طلب میں دیوانے
کس رُوپ میں تُو ہے خدا جانے

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کھلی والے

(۱۹۳۰ء)

رباعیات

(۱۱۱)

ہر رنگ کو کہتا ہے فریبِ نظری
ہر بُو کو ہوائے منزلِ بے خبری
ہر حُسن کو فلسفی کی آنکھوں سے نہ دیکھ
دشمن کو مبارک ہو یہ بالغِ نظری

(۱۱۲)

کچھ کر تو چلیں کوششِ ناکام سی
انعام کے بدلے اور دشنام سی
اُمیدِ سلامت ہے تو کیوں باز آئیں
بوسہ نہ سی بوسہ بہ پیغام سی

(۱۱۳)

سنسار میں چار دانگ اندھیاری ہے
کیا جانے، خواب ہے کہ بیداری ہے
آنکھیں ہیں مگر حسنِ نظر سے خالی
اندھیر ہے یا سَمے کی بلہاری ہے

(۱۱۳)

کیا جانے، کیا مصلحتِ باری ہے
کیوں پاپ کی اتنی گرم بازاری ہے
شیطان کو سجدہ کرے انسان یہ کیا
شاید یہ بھی سَمے کی بلہاری ہے
(۱۹۳۳ء)

(۱۱۵)

دنیا کی ہوا کھا کے کچھ ایسے بگڑے
ایمان پلٹ گیا، ارادے بگڑے
کیا کیا دیں دارِ پریم پانی نکلے
کیا اچھے بنے تھے، کیسے اچھے بگڑے
(۱۹۳۳ء)

(۱۱۶)

آخر یہ شباب یاد آئے گا نہ کیا
یہ خانہ خراب یاد آئے گا نہ کیا
جنت کیا دُور ہے گنہ گاروں سے
بھولا ہوا خواب یاد آئے گا نہ کیا

(۱۱۷)

موجی من کی یہ ایک دُھن کیا کم ہے
پانی ہی سہی مگر یہ پُن کیا کم ہے
کس پریم کی دیوی کا پجاری ہوں میں
گُن کوئی نہیں مگر یہ گُن کیا کم ہے
(۱۹۳۳ء)

(۱۱۸)

اللہ رے موت کے پسینے کا مزہ
اِس پیاس میں آبِ سرد پینے کا مزہ
سر اپنا اِس آغوشِ محبت پہ نثار
مرتے دم تک بلا ہے جینے کا مزہ

ہوتا کوئی پہلو میں بٹھانے والا
 آغوشِ محبت میں اُٹھانے والا
 دل آپ ہی آپ گدگدائے بھی تو کیا
 جب تک نہ ہو کوئی گدگدائے والا
 (۱۹۳۳ء)

ارمان نکلنے کا مزہ ہے کچھ اور
 اور رشک سے جلنے کا مزہ ہے کچھ اور
 ہاں یاد ہے دوست سے لپٹا لیکن
 دشمن کو کچلنے کا مزہ ہے کچھ اور

بے درد ہو، کیا جانو مصیبت کے مزے
 ہیں رنج کے دم قدم سے راحت کے مزے
 دوزخ کی ہوا تو پہلے کھا لو صاحب
 کیا ڈھونڈتے ہو ابھی سے جنت کے مزے
 (۱۹۳۲ء)

(۱۲۲)

جب تک نہ سہیں رنج تو راحت معلوم
جنت معلوم ، سیرِ جنت معلوم
دو رخ کی ہوا کھائی نہیں ، کیا جانے؟
معصوم کو جنت کی حقیقت معلوم!

(۱۲۳)

بے رنگ ہے آج دل کا رنگ ، آہ یہ کیا
پھر ہونے لگی درد سے جنگ ، آہ یہ کیا
دُکھ درد کے ماروں کو کہاں چھوڑ چلے
نواب بشیر یار جنگ ، آہ یہ کیا

(۱۲۴)

کیا ہنستے ہیں بے کسوں پہ ہنسنے والے
آنسو کہیں تھمتے ہیں برسنے والے
کس دل سے بشیر بیگ کو مردہ کہوں
مرتے ہیں کہیں دلوں میں بسنے والے

(۱۲۵)

کیا جانیں یہ کم بخت ہیں بندے کن کے
اللہ ہی پھیرے تو پھریں دنِ اِن کے
جینے کا ہنر سیکھیں تو کیوں کر سیکھیں
جیتے مُردے جو سانس لیں گن گن کے

(۱۲۶)

کہتے ہیں کہ شیطان کبھی سوتا ہی نہیں
انسان سے غافل کبھی ہوتا ہی نہیں
ملا بھی مگر کم نہیں ہُشیاری میں
موقع کوئی ہاتھ آئے تو کھوتا ہی نہیں

(۱۲۷)

ہندو کو مسلمان سے ہے جان کا ڈر
کافر ہے مسلمان کو ایمان کا ڈر
ہم ایسے نڈر نکلے کہ بس اپنے سوا
اللہ کا خوف ہے نہ شیطان کا ڈر

(۱۲۸)

فانوسِ خودی میں آپ مستور ہیں ہم
پردہ یہ اُٹھے تو نور ہی نور ہیں ہم
دیکھا تو سہی تو نے مگر کیا دیکھا ؟
جتنے نزدیک اتنے ہی دور ہیں ہم
(۱۹۳۳ء)

(۱۲۹)

۱۱

متفرقات*

پہلے معلوم نہ تھا سلسلہ جذب و کشش
اب تو پیغام و سلام آپ سے آساں ہوں گے

* "متفرقات" کے عنوان کے تحت اصل میں ۱۲ اندراجات ہیں جن میں سے ۱۳، نشرِ یاس اور آیاتِ وجدانی، طبعِ اول میں شامل ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حواشی: آیاتِ وجدانی، طبعِ دوم۔

پس از این باب که چنانچه
 شاره پانی از کشتی رانندگی
 است

”آیات و جدانی“ طبع دوم۔ متن کا آخری صفحہ

آیاتِ وجدانی

طبع سوم

☆ ۱۹۴۶ء

یہ کتاب پر سال طبع ۱۹۴۵ء درج ہے مگر طبع اگست ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوئی۔ (مرتب)

بنام یگانہ
خود پرستی کیجئے یا حق پرستی کیجئے
آہ کس دن کے لئے نا حق پرستی کیجئے

آیاتِ جدائی

(جمہید)

امام الغزالی
میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی
مع محاضرات

میرزا مراد بیگ جعدانی
حسب فرمایش جناب میرزا آغا جان صبا چنگیزی
(اعظم ایسٹیم پریس خید آباد کن میں ٹھہری)
۱۹۲۵ء

”آیاتِ جدائی“ طبع سوم کا بیرونی سرورق (عکس)

آیاتِ جدائی

(جدید)

امام الغزالی

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

(قیمت ۳۰۰ روپے)

”آیاتِ جدائی“ طبع دوم کا اندرونی سرورق (عکس)

۶۶

وہ طوفان تیس دن پہلے آجائے تھا سوا ب بھی ہے
بہت طوفان ٹھنڈے پانی کے آگے سے
میں پھر

”آیات وجدانی“ طبع سوم۔ اندرونی سرورق کے بعد کا صفحہ

تبصرہ

پروفیسر مجنوں گورکھپوری

”نگار“ جنوری ۲۲ء

میرزا یاس یگانہ اردو غزل میں پہلے شخص ہیں جن کی شاعری میں وہ گس بل محسوس ہوتا ہے جس کو ہم صحیح اور توانا زندگی سے منسوب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں کسی موقع پر کہہ چکا ہوں کہ یگانہ پہلے شاعر ہیں جو ہم کو زندگی کا جبروتی رخ دکھاتے ہیں اور ہمارے اندر سعی و پیکار کا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ غزل کو جو اب تک صرف حسن و عشق کی شاعری سمجھی جاتی رہی ہے، یگانہ نے زندگی کی شاعری بنا دیا اور انسان اور کائنات کی ہستی کے رموز و اشارات کو اپنی غزلوں کا موضوع قرار دیا۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ان کے ہاں حسن و عشق سے متعلق اشعار نہیں ملتے، ملتے ہیں مگر ان میں بھی حسن و عشق کا احساس عام اور عالمگیر زندگی کے احساس میں سمویا اور کھویا ہوا ہوتا ہے۔

یگانہ اُس کشاکش اور تصادم کا احساس ہمارے اندر بڑی سہولت اور کامیابی کے ساتھ پیدا کر دیتے ہیں جو زندگی کا اصل راز ہے اور جس کا احساس عصرِ جدید کا سب سے بڑا اکتساب ہے۔ مگر وہ اس احساس سے ہمیں سراسیمہ نہیں کرتے۔ ان کی غزلوں کی سب سے نمایاں خصوصیت، مردانہ عزم و اعتماد ہے۔ انھوں نے غزل میں واقعی بت شکنی کر

ہے۔ روایتی موضوعات اور اسالیب دونوں سے انحراف کر کے ہم کو غزل کی امکانی وسعتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ پھر چوں کہ یگانہ نے اور شعرا کی طرح زبان کو کبھی توڑا مڑوڑا نہیں بلکہ اک واقف کارانہ اعتماد، ایک ماہرانہ وثوق کے ساتھ، قاعدے اور ضابطے کے ساتھ اجتہادات کیے، اس لیے کٹر سے کٹر زبان کا نقاد بھی اُن کے اکتسابات کو بدعت نہ کہہ سکا۔ اسالیب اور موضوعات دونوں میں اُن کے اجتہادات تسلیم کر لیے گئے۔ اُن کے ہاں ماضی کے بہترین عناصر پائے جاتے ہیں مگر وہ مستقبل کی تعمیر میں کام لے رہے ہیں۔ یگانہ اُن لوگوں میں ہیں جن کے کلام کی رہنمائی میں غزل کی اک بالکل نئی نسل پیدا ہو سکتی ہے جو اس قابل ہو کہ زندگی کے نئے میلانات اور نئے مطالبات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اُن کا کلام اب منظر عام پر بہت کم آتا ہے۔ معلوم نہیں کہتے ہی کم ہیں یا کہتے ہیں اور اشاعت سے روکے رہتے ہیں۔ وجہ کچھ بھی [ہو] مگر یہ بات ہے قابل افسوس۔ آخر میں اک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ یگانہ کی غزلوں میں زندگی کی جو قوت ہم کو ملتی ہے اور جدوجہد کا جو احساس ہمارے اندر پیدا کرتے ہیں، اُس کو اُن کے ذاتی مزاج کے اُس عنصر سے زیادہ تعلق نہیں ہے جو اک عرصے تک اُن کے چنگیزی معرکوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے بلکہ جب کبھی اور جہاں کہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ چنگیزی عنصر اُن کی شاعری میں داخل ہو گیا ہے تو بجائے قوت و جبروت کے خشونت اور کڑختگی کا احساس پیدا کر دیتا ہے۔ یگانہ کی شاعری ہمارے اندر یہ احساس پیدا کرتی ہے کہ زندگی اک جدلیاتی حقیقت ہے اور تصادم و پیکار اُس کی نمو اور بالیدگی کے لیے ضروری ہے۔

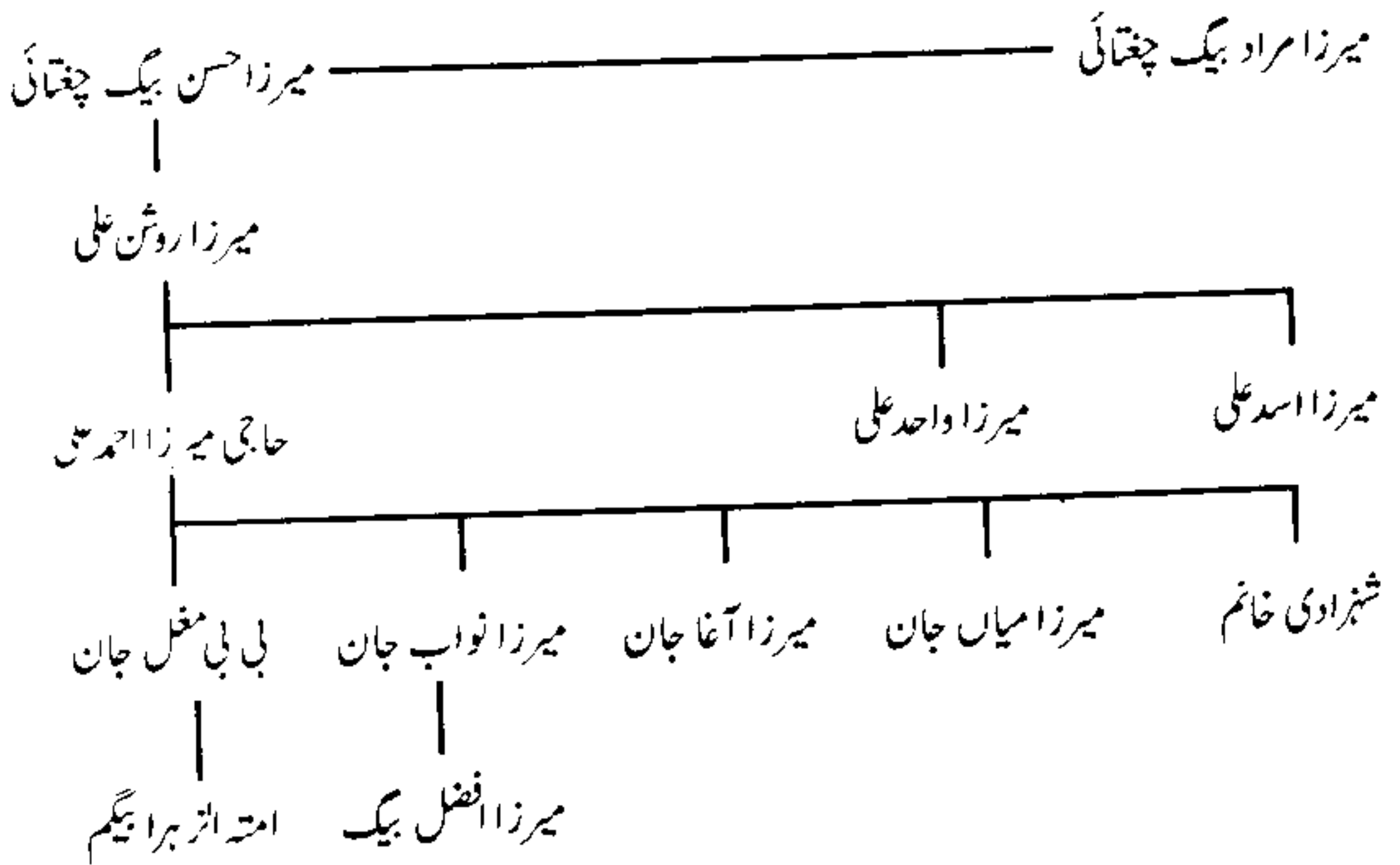
میرزا یگانہ چنگیزی

(خودنوشت)

میرزا واجد حسین یگانہ ابن میرزا پیارے صاحب ابن میرزا آغا جان ابن میرزا احمد علی ابن میرزا روشن علی ابن میرزا حسن بیگ چغتائی ابن ابن ابن چغتائی قاآن ابن حضرت چنگیز خاں اعظم قہر اللہ۔

میرزا حسن بیگ چغتائی اور میرزا مراد بیگ چغتائی یہ دونوں بھائی ایران سے ہندوستان آکر شاہان مغلیہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے اور حسن خدمت کے صلے میں جاگیریں پا کر عظیم آباد میں جا بسے۔

سلسلہ نسب



[میرزا آغا جان]

میرزا امیر حسین عرف میرزا لاڈلے صاحب میرزا غلام حسین عرف میرزا پیارے صاحب

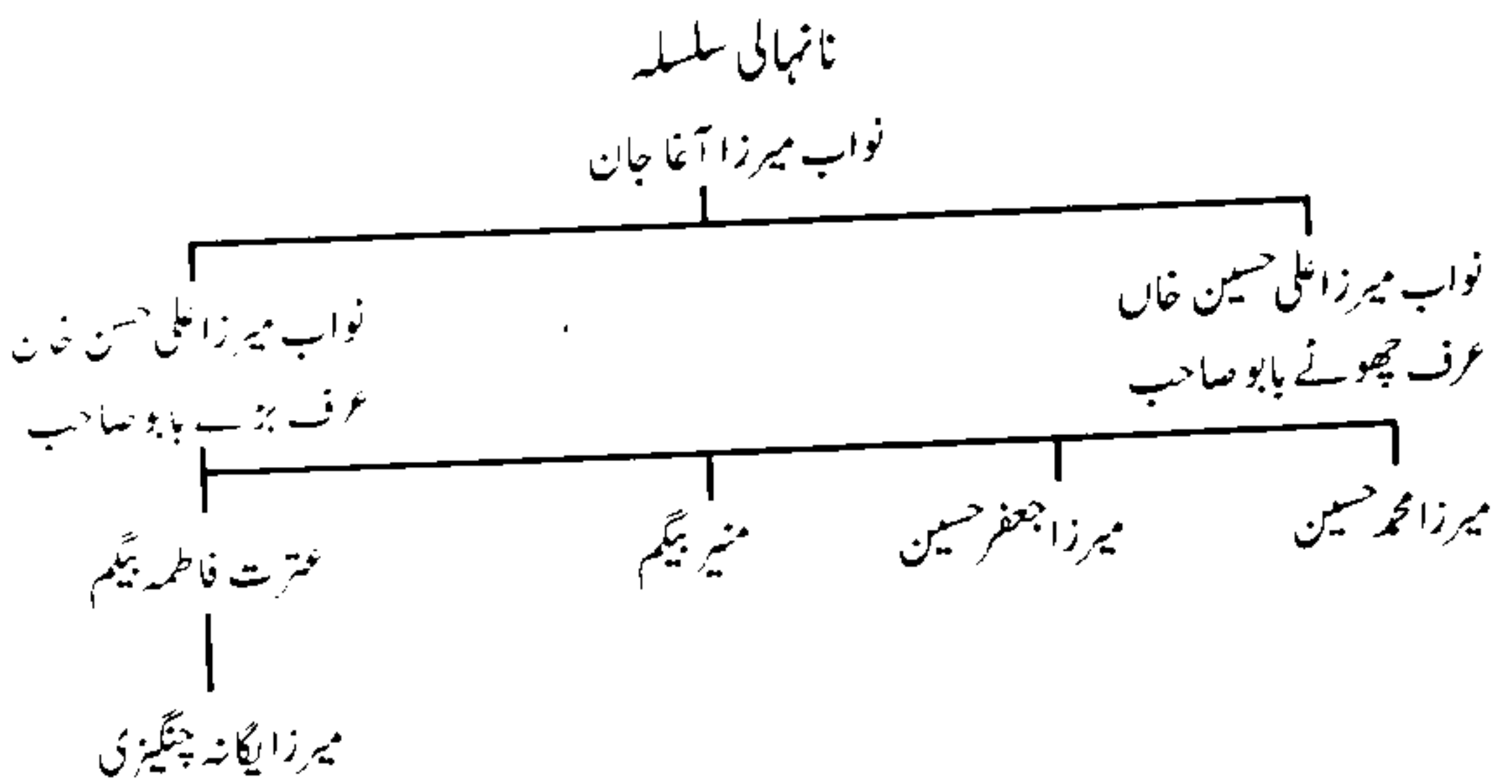
میرزا واجد حسین یاس یگانہ = کنیز حسین یگانہ بیگم

عامرہ بیگم / میرزا حیدر بیگ / مریم جہاں بیگم / ام صفرائی / میرزا آغا جان / بلند اقبال حسن بانو بیگم / آغا شکوہ

بی بی مغل جان صاحبہ (میرے پردادا حاجی میرزا احمد علی صاحب کی بڑی صاحب زادی) کی زبانی میں نے سنا ہے کہ اُن کے بزرگ دہلی سے میدنی پور آئے اور وہاں سے عظیم آباد جا کر بسے۔ غالباً شہنشاہ اورنگ زیب کا زمانہ ہوگا۔ کیوں کہ میدنی پور صوبہ اڑیسہ کا علاقہ تھا جسے شہنشاہ کے اک سپہ سالار خان دوران خان نے فتح کیا تھا۔ غالباً خان دوران خان کی ماتحتی میں میرے مورث اعلیٰ میرزا حسن بیگ چغتائی نے کوئی نمایاں خدمت کی ہوگی جس کے صلے میں وہ جاگیر ملی جو نسل بعد نسل عظیم آباد میں اُن کی اولاد پر منتقل ہوتی رہی۔ جس کا بچا کھچا حصہ میرے والد کو بھی ملا تھا۔ چنانچہ منجملہ اور مواضعات کے اک موضع فہیم پور بھی تھا جسے بی بی مغل جان صاحبہ فرماتی تھیں کہ شاہی عطیہ ہے۔ اس موضع میں میرے والد کا بھی حصہ تھا جسے وہ میرے لڑکپن ہی میں فروخت کر چکے تھے۔ بی بی مغل جان اور شہزادی خانم صاحبہ دونوں بہنوں نے اپنا اپنا حصہ تبرک کی طرح جگو کر رکھا تھا کہ شاہی عطیہ تھا۔ مگر آخر میں بھائی بھتیجیوں کی ناعاقبت اندیشی اور کچھمن سنگھ ٹھیکہ دار کی دغا بازی سے مقروض و مجبور ہو کر دونوں بہنوں کو اپنا اپنا حصہ بحق ٹھیکہ دار مذکور بیع کر دینا پڑا۔ جب سب رجسٹرار صاحب بیع نامہ کی رجسٹری کرنے کے لیے میرے گھر پر آئے تھے، مجھے خوب یاد ہے کہ اس شاہی عطیے کے تلف ہونے پر ان بہنوں میں کہرام برپا تھا۔ اگرچہ خاص میرزا احمد علی صاحب کے حاصل کیے ہوئے بعض مواضعات مثلاً محمد پور، رسول پور، دھول پورہ، مرچی وغیرہ میں تھوڑے تھوڑے حصے موجود تھے مگر شاہی عطیے کے تلف ہو جانے کا بہت غم تھا۔

موضع فہیم پور میں میرے والد کا حصہ جب تک سلامت تھا تو ایک دفعہ میں بھی اپنے بچپن کے زمانے میں وہاں جا کر کچھ دنوں رہا تھا۔ اُس وقت میرا سن چار سال سے ہرگز زیادہ نہ ہوگا۔ وہاں مجھ پر اک واقعہ گزرا جو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ گاؤں ایک ندی کے کنارے آباد تھا جس کا نام ہُن ہُن ہے جو عظیم آباد سے جانب مشرق گنگا میں گرتی ہے۔ میں روزانہ اس ندی میں نہایا کرتا تھا۔ کبھی اپنے والد کے ساتھ کبھی اور کسی کے ساتھ نہانے چلا جاتا تھا۔ اتفاق کی بات ایک دن میں اکیلا نہانے چلا گیا۔ نہاتے نہاتے ڈباؤ تک پہنچ کر بے قابو ہو گیا، اُس وقت بھی مجھ پر کوئی خوف غالب نہ ہوا کیوں کہ ابھی تک ڈبکیاں نہیں کھائی تھیں۔ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اتنے میں خدا کی قدرت دیکھیے اک کسان کا لڑکا مجھے اس حال میں دیکھ کر دوڑ پڑا۔ آج میرا اندازہ یہ ہے کہ اُس لڑکے کا سن بارہ برس سے زیادہ نہ ہوگا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اُس نے مدد کے لیے کسی کو پکارا نہیں۔ اس کم سنی میں یہ ہمت کہ خود ندی میں پھاند پڑا، فوراً میرے قریب آ کر آہستہ آہستہ مجھے نکال لے گیا۔ خدا جانے اُس لڑکے کے بھیس میں کوئی فرشتہ تھا یا کیا؟ وہ اُس وقت پہنچ نہ جاتا تو آج نہ میرزا یگانہ چنگیزی ہوتے نہ ”آیات وجدانی“ و ”ترانہ“ کا وجود ہوتا نہ ”غالب شکن“ کا۔

میرے نانہالی بزرگ لکھنؤ سے عظیم آباد میں جا بے تھے اور مرشد آباد سے بھی اُن لوگوں کے تعلقات تھے۔



میری والدہ عترت فاطمہ بیگم صاحبہ سب بھائی بہنوں میں بڑی تھیں۔ اس وجہ سے میری نانی اماں جناب میرزائی صاحبہ میری والدہ کو بہت زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ اور اسی محبت کا تقاضا تھا کہ ایک دن نانی اماں نے مجھے خود اپنا دودھ پلایا۔ اُس وقت تک میرے چھوٹے ماموں میرزا محمد حسین عرف اچھے صاحب کا دودھ چھوٹا نہیں تھا۔ کترین کو فخر ہے کہ میں نے اپنی نانی اماں جناب میرزائی صاحبہ کا دودھ پیا ہے۔ آج یہ جنتی بیوی مرشد آباد کی سرزمین پر محو خواب ہیں۔ میرے بڑے ماموں جو میری ماں کی پیٹھ پر کے تھے، اپنی ماں سے خفا ہو کر مرشد آباد چلے گئے تھے۔ ماں بیٹے کو منانے کے لیے مرشد آباد گئی تھیں مگر ماں بیٹے دونوں وہیں پیوندِ خاک ہو گئے۔

میں نے لڑکپن میں اپنے نانا بڑے بابو صاحب کو دیکھا تھا۔ کشیدہ قامت، چھریا بدن، سر پر پنج گوشہ ٹوپی، چولی دار انگرکھا، بر کا بر پائجامہ، کوئی ستر برس کا سن ہوگا۔ یہ وہ وقت تھا کہ اُن کی تمام جائیدادیں تباہ ہو چکی تھیں۔ گھر تک کھد چکا تھا۔ نواب نصیر حسین خاں عرف چڑیا والے نواب کے ٹکڑوں کو پڑھانے پر نوکر ہو گئے تھے۔

یکساں کبھی کسی کی نہ گزری زمانے میں

یادش بخیر بیٹھے تھے کل آشیانے میں (یگانہ)

میں بھی جب انٹرنس میں پڑھتا تھا تو نواب کاظم علی خاں صاحب رئیس سنگی والا ان عظیم آباد کے پوتے نواب ابوالحسن خاں کو (افسوس جوان مر گئے) پڑھانے پر نوکر ہو گیا تھا۔ آہ اب تک اُس متین و سنجیدہ نوجوان کی یاد آتی ہے۔ اگرچہ اپنی والدہ سے مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ سنگی والا ان والوں سے اُن کی کچھ رشتہ داری بھی ہے مگر میں اُس وقت اک مٹے ہوئے گھرانے کا اک غریب نوجوان دولت مندوں سے رشتہ داری کا اظہار کیوں کرتا۔ مگر حسن اتفاق سے ایک دن ادھر ادھر کی باتوں میں ذکر چلا اور نواب کاظم علی خاں صاحب کو معلوم ہوا کہ میں بڑے بابو صاحب کا نواسا اور حاجی احمد علی صاحب کا پوتا ہوں تو نواب صاحب نے خود (جو پرانی وضع کے سادہ مزاج و مردم شناس رئیس تھے)

نہایت کشادہ دلی کے ساتھ میرے بزرگوں کی گزشتہ وجاہت اور اُن کی تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آپ کی نانہال سے تو ہم لوگوں سے رشتہ داری بھی ہے۔ میری پھوپھی آپ کے چھوٹے نانا کو بیاہی ہوئی تھیں۔ پھر نواب صاحب موصوف نے میرے نانہالی امام باڑے کی آراستگی وغیرہ کی تعریفیں کیں کہ شہر کے امام باڑوں میں آپ کا امام باڑہ بھی بہت سجا ہوا تھا۔

میری تاریخ ولادت تخمیناً ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۱ء مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء قرار پاتی ہے۔ شہر عظیم آباد (پٹنہ سٹی) کا محلہ مغل پورہ میرا مولد ہے جو تیموریوں، چغتائیوں اور قزلباشوں کا مسکن تھا۔ جہاں اعلیٰ درجے کے مہذب امرا و شرفا بستے تھے، وہاں اول نمبر کے چھٹے ہوئے شریف بد معاش بھی اودھم مچایا کرتے تھے۔

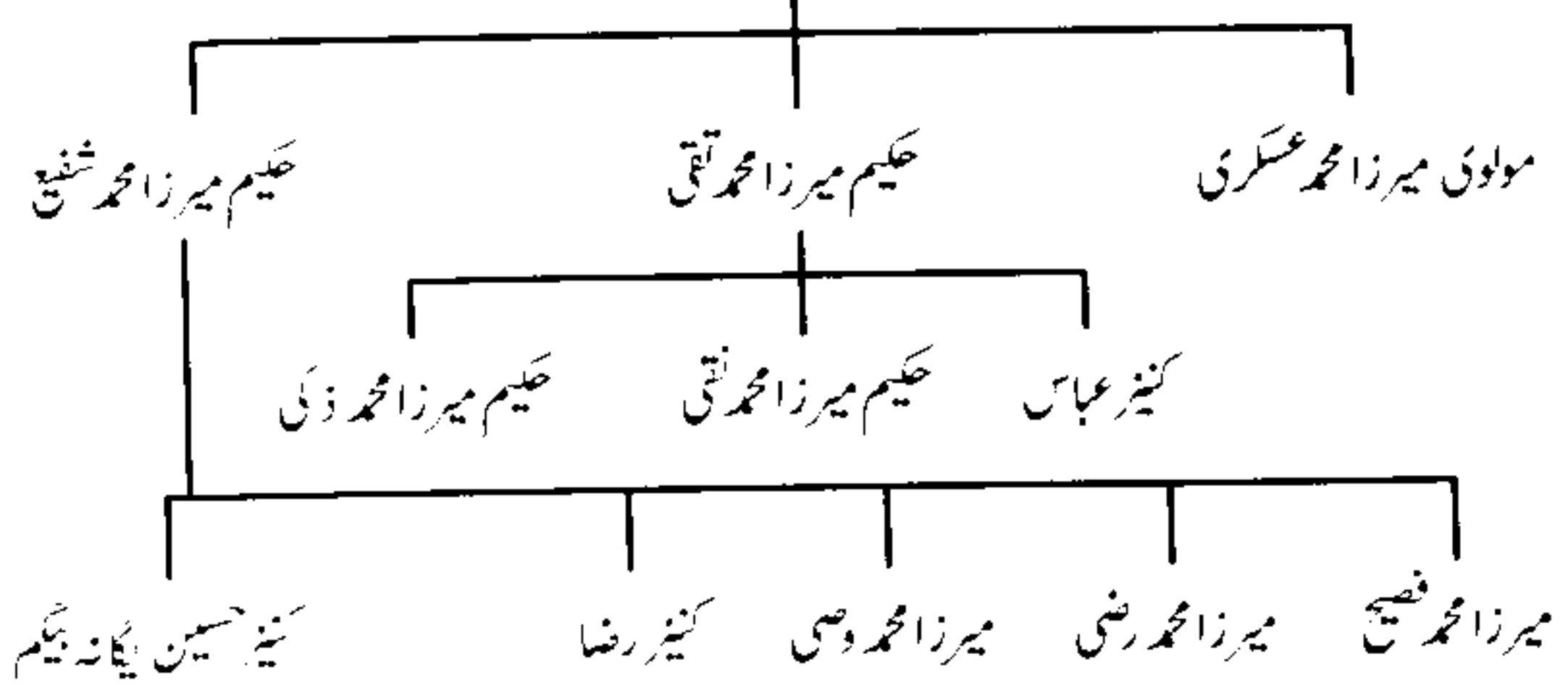
میری ابتدائی تعلیم مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے مدرسے میں ہوئی۔ اُس کے بعد عظیم آباد کے محمڈن اینگلو عربک اسکول میں داخل ہوا اور اول سے آخر تک تمنغے اور انعام پاتا رہا۔ ۱۹۰۳ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس پاس کیا۔ شعر و ادب خصوصاً انگریزی و فارسی ادب میں سب سے پہلے میرے مذاق سخن کی اصلاح حضرت استاذی مولوی سید علی خاں صاحب بے تاب عظیم آبادی نے کی جن کے اعلیٰ کیوریکٹر نے مجھے بندہ بنالیا تھا۔ بعد ازاں آپ نے مجھے اپنے استاد خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کے سپرد کر دیا جن کی ذات گرامی سے خاکسار کو بہت کچھ فیض پہنچا۔ ۱۹۰۴ء میں میں نے کلکتہ اور منیا برج کا سفر کیا، جہاں پرنس میرزا محمد مقیم بہادر (سلطان عالم حضرت میرزا محمد واجد علی شاہ کے نواسے) کے مرشد زادوں یعنی محمد یعقوب علی میرزا، محمد یوسف علی میرزا کا کچھ دنوں معلم رہا۔ مگر منیا برج کی آب و ہوا نے صحت پر بہت خراب اثر کیا۔ سخت نلیل ہو کر عظیم آباد واپس آیا مگر یہاں بھی صحت درست نہ ہوئی۔ آخر لکھنؤ پہنچا۔ یہ واقعہ ۱۹۰۵ء کا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اور رنگا رنگ دل چسپیوں نے مجھ پر ایسا اثر کیا کہ یہیں کا ہو رہا۔ وقتاً فوقتاً عظیم آباد جا کر اور جائداد کا کچھ حصہ فروخت کر کے لکھنؤ میں

بے فکری سے بسر کرتا رہا۔ حسن اتفاق سے ایک سال میرے مکرم و محترم نواب سید محمد رضا خاں عرف نیا صاحب موج عظیم آبادی اپنے علاج کی غرض سے لکھنؤ تشریف لائے۔ انھیں کی وساطت سے لکھنؤ کے ایک معزز متوسط گھرانے میں میری شادی ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۹۱۳ء کا ہے۔ میرے خسر جناب حکیم میرزا محمد شفیع صاحب اور نواب نیا صاحب موج سے دیرینہ مراسم تھے۔ کتنے شائستہ کتنے پاکیزہ خصال لوگ تھے، خدا جنت نصیب کرے۔ حکیم صاحب قبلہ مرحوم و مغفور لکھنؤ کے طبقہ متوسطین میں ایک پرہیزگار مرد صالح شمار کیے جاتے تھے، اسی وجہ سے علما کے دل میں ان کی خاص جگہ تھی۔ چنانچہ جب حکیم صاحب قبلہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت ناصر الملتہ مجتہد العصر مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ آخر وقت ان کی عیادت کو تشریف لائے تھے۔ حکیم صاحب کے منجھلے بھائی حکیم میرزا محمد تقی صاحب شہر کے مشہور طبیب اور اک باوضع بزرگ تھے۔ ان کے بڑے بھائی مولوی میرزا محمد عسکری صاحب بھی اک مرد ثقہ تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے کربلائے معلیٰ میں آرام فرمایا۔ میرے خسر حکیم میرزا محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی جناب کنیر فاطمہ صاحبہ سے تین بیٹے میرزا محمد فصیح، میرزا محمد رضی اور میرزا محمد وحی اور دو بیٹیاں کنیر رضا اور کنیر حسین۔ موخر الذکر خاتون میری اہلیہ محترمہ ہیں جن کے پاکیزہ اخلاق و محبت اور وفادارانہ دل جوئیوں نے مجھے نازک سے نازک وقت میں ثابت قدم اور زندگی کی سخت کش مکش کے باوجود آج تک مجھے زندہ رکھا ہے۔ جن کے دم سے میں انسانیت کی اتنی منزلیں طے کر۔ کا۔ جن کی ذات سے دنیا ہی میرے لیے جنت ہے۔

حکیم صاحب کی دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری بیوی جناب انجو بیگم صاحبہ سے تین بیٹیاں زاکیہ بیگم، وافیہ بیگم، ہاجرہ بیگم۔ میری موجودہ خوشدامن انجو بیگم صاحبہ نے میری اہلیہ محترمہ کو بھی اپنی ہی اولاد کی طرح پالا اور انھیں کے ہاتھوں شادی کے جملہ مراسم انجام پائے اور آج تک ہمارے اور ہمارے بچوں کے ساتھ بزرگانہ شفقت فرماتی ہیں۔

سلسلہ نسب

میرزا لطف علی بیگ شیرازی عرف آغاؑی صاحب



نام نیک رفتگار ضائع مکن
تا بماند نام نیلت پاکدار

میرزا یکانہ چنگیزی لکھنوی
سب رجسٹرار، لاہور، دکن ۱۹۳۵ء

مطلع

بہارِ گلشنِ آریں میں گفتگو نہ ہے - زبانِ عالی ہے - حرفِ آرزو نہ ہے
 بھاری باندھ بھر گئے یہ شیشہ دل - دماغِ تازہ پر اپنا شگفتہ رو نہ ہے
 کہاں وہ جلوہ عریان کہاں چرخِ حجاب - ہے تو دید کے قابلِ روبرو نہ ہے
 جو شیریں یاد میں گویا پائو تو سپردا - ہے عروسی پر دلِ گم گشتہ - قبلہ رو نہ ہے
 پیامِ حق تو اودھری کے آگے لڑکھن - کھڑی ہیں منتظرِ وقت - حجتی نہ ہے
 خد کے سامنے پاکیزگی جتنا ملے - نگاہِ پاک ہو - دلِ صاف ہو - وضہ ہے
 بھری بہار میں بہت نہ ہو گی دانوں کا گٹا - خیالِ خلع ہے - شیریں آرزو نہ ہے
 گواہ ہیں یہ بیچارہ کچن پر محروم - ہو کر نصیب کو رسا کدو نہ ہے
 کہ خبر کہ یہ مورتی کس عرصہ کا ہوا - نظر میں نہ جیتی ہیں الہ پندار نہ ہے
 مزاجِ کہن نہ پہلنا زمانہ سازن کا - زمانہ افلاک موافق ہے ایک تو نہ ہے

لگانہ آم وہی ہیں وہی ہیں عروہ
 لکھنوی پر وہی گون لکھنوی

ایک غزل کا ابتدائی مسودہ بخطِ یگانہ

(۱)

جنہیں ذوقِ حضوری خواب و بیداری میں حاصل تھا
خداوند! وہ آنکھیں کون سی تھیں، کون سا دل تھا؟
خدا یاد آ گیا واللہ وہ جلوہ بھی دیکھا ہے
خدا جانے وہی حق تھا کہ حق کا عکسِ باطل تھا؟
تماشا گاہِ حیرت میں کہاں کا تو، کہاں کا میں
بس اتنا تھا کہ آئینے سے آئینہ مقابل تھا
اندھیری کوٹھری میں آئینہ دیکھا تو کیا دیکھا
یہی دیکھا کہ میں خود دیدۂ بنیا میں باطل تھا
زبے حسنِ گنہ گاری، زبے فیضِ پشیمانی
جسے ٹھنڈا پسینا آ گیا جنت میں داخل تھا

نگاہِ شوق کی دنیا خدا جانے کہاں تک ہے؟

جہاں دیکھا وہی حسنِ یگانہ شمعِ محفل تھا

(۱۹۳۸ء)

(۳)

کون ایسا ہے جاننے والا
پہلے اپنی تو ذات پہچانے
پیٹ کے ہلکے لاکھ بڑ مارین
جان کر اور ہو گیا انجان
دن کو دن سمجھے اور نہ رات کو رات
راہ چلتے لیٹ پڑے نہ کہیں
میں سمجھ لوں گا دوست سے تو کون؟
حسنِ کافر، گناہ کا پیاسا
تُو نے جانا مجھے تو کیا جانا
چت بھی اپنی ہے پٹ بھی اپنی ہے
خاک میں مل کے پاک ہو جاتا
جان کر تجھ کو ماننے والا
رازِ قدرت بکھانے والا
کوئی کھلتا ہے جاننے والا
ہو تو ایسا ہو جاننے والا
وقت کی قدر جاننے والا
بے دھڑک دل میں ٹھاننے والا
مجھے رہ رہ کے تانے والا
بے گناہوں کو سانے والا
تجھ سے اچھا نہ جاننے والا
میں کہاں بار ماننے والا
چھانتا کیا ہے چھاننے والا؟

کیوں نہ مانے یگانہ کو یکتا

اصل کو ایک جاننے والا

(۱۹۳۲ء)

(۴)

کون جانے وعدہ فردا وفا ہو جائے گا
آج سے کل تک خدا معلوم کیا ہو جائے گا

کیا سمجھتے تھے یگانہ محرم رازِ فنا
غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا

(۵)

کس دلِ بے قرار کو تُو نے یہ دلولہ دیا؟
دینا نہ دینا ایک ہے، ظرف سے جب سوا دیا
دیکھ کے مجھ کو دل زدہ دُور سے مُنہ چڑھا دیا
حُسن نے سب ملال و رنج چٹکیوں میں اڑا دیا
آہ یہ میں نے کیا کیا، واہ یہ میں نے کیا کیا؟
عشق میں سب پڑھا لکھا بھول گیا، بھلا دیا
ہائے یہ روشنی طبع، اُف یہ بللے رنگ و بو
چشمِ ہوس پرست نے پھر سے جواں بنا دیا
کانوں میں آرہی ہے کیا دُور کے ڈھول کی صدا؟
خوابِ نظر فریب نے سر تو نہیں پھرا دیا؟
حُسن چمک گیا تو کیا؟ بوئے وفا تو اڑ گئی
اس نئی روشنی نے آہ دل کا کنول بُجھا دیا
ایک سے بڑھ کے ایک ہے واہ رے لطفِ زندگی!
تحفہ، نوش و نیش نے خوب مزہ چکھا دیا

حُسن کی آنکھیں کھل گئیں، اس میں برائی کیا ہوئی؟
 روئے سیاہ کار سے پردہ اگر اٹھا دیا
 جاگتے کو جگائے کون، ایسے کو گدگدائے کون؟
 لیجیے آگنی ہنسی، دیکھیے وہ جگا دیا
 داورِ حشر کچھ نہ پوچھ دورِ شباب کا مزہ
 شہدِ بہشت تھا مگر دستِ بخیل کا دیا!
 ہوتی نہیں دعا قبول حُسن کی بارگاہ میں
 دیکھیے مُشتِ خاک کو وقت نے کیا بنا دیا!

جذبہِ عاشقانہ دیکھ، حکمتِ بندگانہ دیکھ

بن کے یگانہ میں نے خود نقشِ دوئی مٹا دیا!

(۱۹۳۹ء)

(۶)

سب ترے سوا کافر، آخر اس کا مطلب کیا
 سر پہرا دے انسان کا ایسا خبطِ مذہب کیا
 اک اشارہ فردا، ایک جنبشِ لب کیا
 دیکھیے دکھاتا ہے وعدہٴ مذہب کیا
 چلو بھر میں متوالی، دو ہی گھونٹ میں خالی
 یہ بھڑی جوانی کیا؟ جذبہٴ لبالب کیا؟

ہاں دعائیں لیتا جا ، گالیاں بھی دیتا جا
 تازگی تو کچھ پہنچے ، چابتا رہوں لب کیا
 شامت آگئی آخر کہہ گیا خدا لگتی
 راستی کا بھل پاتا بندہ مقرب کیا
 الٹی سیدھی سنتا رہ ، اپنی کہہ تو الٹی کہہ
 سادہ ہے تو کیا جانے بھانپنے کا ہے ڈھب کیا
 سب جہاد ہیں دل کے ، سب فساد ہیں دل کے
 بے دلوں کا مطلب کیا اور ترکِ مطلب کیا؟
 ہو رہے گا سجدہ بھی جب کسی کی یاد آئی
 یاد جانے کب آئے ، زندہ داری شب کیا؟
 آندھیاں رکیں کیوں کر ، زلزلے تھمیں کیوں کر
 کارِ گاہِ فطرت میں پاسبانی رب کیا
 کارِ مرگ کے دن کا ، تھوڑی دیر کا جھگڑا
 دیکھنا ہے یہ ناداں ، جینے کا ہے کرتب کیا
 پڑ چکے بہت پالے ، ڈس چکے بہت کالے
 موزیوں کے موزی کو فکرِ نیشِ عقرب کیا

میرزا یگانہ داو : زندہ باد : زندہ باد :

اک بلے بے درماں جب تم کیا تھے اور اب کیا

(۱۹۳۰ء)

(۷)

غائبانہ سلام کیا کرتا	سجدہ صبح و شام کیا کرتا
وہ پیام و سلام کیا کرتا	جو نہ سمجھے خود اپنا مطلب شوق
بندہ بے امام کیا کرتا	جسے چاہا بنا لیا دیوتا
دہن بے لگام کیا کرتا	نہ چلی کچھ تو بددعا ہی سہی
حجتِ ناتمام کیا کرتا	جس کی تلوار کا ہو لوہا تیز
ہچکچاتا تو کام کیا کرتا	ارے کیسی سزا، کہاں کی جزا
کوئی مردانہ کام کیا کرتا	وقت جس کا کٹے حسنیوں میں
حسنِ صورت حرام کیا کرتا	مجھ سے معنی شناس پر جادو
ایک اللہ کا نام کیا کرتا	ایسے ہنگامہ زار ہستی میں

ق

نگہ فیضِ عام کیا کرتا	بندہ خاص پر مرا مولا
یہ مساوات تحفہ ناچیز	
وہ یگانہ کے نام کیا کرتا	

(۸)

پشیمانوں میں ڈبویا تو کیا	محبت نے ایمان کھویا تو کیا
زمانے نے اِتنا سمویا تو کیا	حرارت ہے دل کی ابھی تک وہی

بنی ہے وہی موج، تختِ رواں
 یہاں کیا دھرا ہے جو ہاتھ آئے گا
 امانت میں تیری خیانت نہ کی
 نہ میں وہ رہا اور نہ تُو وہ رہا
 سرِ بزمِ پیاسے ہی مر جائیے
 تہِ دل سے ہو کچھ تو اک بات ہے
 کہاں اُڑ گئی وہ جوانی کی نیند
 پتہ کیوں نہ ہو جائے مانگے کی آنکھ؟
 تقرب سے شیطان کو کیا فائدہ
 خدا بخش دے میں نہ بخشوں کبھی
 بہا لے گیا گھر بھی ابرِ کرم
 نہا لیتے گنگا، بکھیرا تھا پاک!

مجھے ناخدا نے ڈبویا تو کیا
 کلجے میں پنچہ گر دیا تو کیا
 مگر مفت کا بوجھ ڈھویا تو کیا
 تجھے ہاتھ سے اب جو کھویا تو کیا
 کہ تلچھٹ سے دامن بھگویا تو کیا
 ہنسا میں تو کیا اور رویا تو کیا
 اُچھٹی سی اک نیند سویا تو کیا
 کہ عنیک سے دھاگا پرویا تو کیا
 تری پائنتی کوئی سویا تو کیا
 یزید اپنی کرنی پہ رویا تو کیا
 جو بویا تو کیا اور نہ بویا تو کیا
 گناہوں کو زمزم سے دھویا تو کیا

تمہیں بھی مزہ اس کا چکھنا پڑا
 یگانہ کو ہاتھوں سے کھویا تو کیا

بُرا کیا ہے، لگی میں، اپنی حد سے دُور ہو جانا
 لیٹ کر شمع سے آخر سرایا نُور ہو جانا
 دکھائی جلوہ موہوم نے کیا برق رفتاری
 پلک جھپکاتے ہی حدِ نظر سے دُور ہو جانا
 حرارہ لا چکا تھا حُسن، کھپے خیریت گزری
 مجھے ٹھنڈا سمجھ کر جوش کا کافور ہو جانا
 ہوائے پیرہن کا کوئی جھونکا لے اڑا شاید
 مبارک ہو مبارک، بے پیے مخمور ہو جانا
 فلک نے ایسی کروٹ لی کہ تڑکا ہو گیا ظالم
 قیامت ہے چراغِ حُسن کا بے نُور ہو جانا
 بسی ہے نکستِ آوارہ کن نازک دماغوں میں
 مبارک ہستی برباد پر مغرور ہو جانا
 دلِ نامحرمِ فردا، خدا کی مار ہو تجھ پر
 ابھی سے نشہ حُسنِ عمل میں چور ہو جانا

علی کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرورکھ لی

یگانہ کے لیے کیا دُور تھا منصور ہو جانا

(شعر: ۶۹۱۲: ۱۹۲۶ء)

(باقی شعر: ۱۹۳۱ء)

(۱۱)
رباعی

دونوں دیوانے ہیں علی کے طالب
جان ایک ہے گو جدا جدا ہیں قالب
مذہب میں، شاعری میں، قومیت میں
غالب ہیں یگانہ اور یگانہ غالب

(۱۲)

اپنی ہستی میں بھی کچھ شک آپڑا
آپ سے باہر چلے ہو ڈھونڈنے
یہ تو سمجھو خفتہ کیا، بیدار کیا
وہ جلالِ میرزائی کیا ہوا
لد گئی وہ بندگی بے چارگی
قد ہوا اتنا بڑا تو کیا ہوا؟
راست بازی کی ہوس دُنیا کے ساتھ؟
زندہ رکھا ہے سسکنے کے لیے
آج ہی حق سے ادا ہو جائے
اب ہوا رنگِ تصرف دیدنی
فکرِ دُنیا میں رہے دن بھر خراب

علم کا سودا بڑا منہنگا پڑا
آہ پسلا ہی قدم جھوٹا پڑا
ہوش پر جب وہم کا سایہ پڑا
آگ ہو کر خاک سے دبنا پڑا
بندہ و صاحب میں کیا جھگڑا پڑا؟
جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا
کیوں قسم کھائی تھی، کیوں مارا پڑا
واہ، اچھے دوست سے پالا پڑا
دھیان بھٹکا ولولہ ٹھنڈا پڑا
روح پر جب جسم کا پردہ پڑا
شب ہوئی آنکھوں پہ پھر پردہ پڑا

واہ سنتے ہی یگانہ کی غزل
اپنے بیگانے کو بھی چسکا پڑا
(۱۹۳۳ء)

(۱۳)

کدھر چلا ہے ادھر ایک رات بستا جا
گرجنے والے گرجتا ہے کیا برستا جا
دکھادے خاک کے پتلوں میں زور کتنا ہے
ہوا پہ تیر چکا، اب زمیں میں دھنستا جا
رُلا رُلا کے غریبوں کو ہنس چکا کل تک
مری طرف سے اب اپنی دسا پہ ہنستا جا
جفائے پنجوہِ خوں خوار سے جو بس نہ چلے
تو بن کے خشک نوالہ گلے میں پھنستا جا
علج اہلِ جسد، زہرخندِ مردانہ
ہنسی ہنسی میں تو ان احمقوں کو ڈستا جا
بقدرِ ذوق تماشاے حُسن ناممکن
ترسنے میں بھی ہے اک کیفیت، ترستا جا

تو آپ اپنی ہے شمشیر آپ اپنی سپر
یگانہ باگ اٹھا اپنے بل پہ کستا جا
(۱۹۳۶ء)

دل تک نہ پہنچے وہ روشنی کیا
 کس بل کے آگے اک سنسنی کیا
 چھائی ہے مُنہ پر یہ مُردنی کیا
 ہے ماجرائے ناگفتنی کیا
 کر بیٹھے کوئی ناکردنی کیا
 اک جاں بلب سے یہ دشمنی کیا
 یہ کون جانے دم پر بنی کیا
 اب دوستی کیا اور دشمنی کیا
 بے دسترس کی طعنہ زنی کیا

ہر رنگِ روشن ہر دیدنی کیا
 نقشہ ہے نقشہ، کس بل ہے کس بل
 یہ نوجوانی . یہ نامرادی
 مُنہ سے نہ بولو سر سے تو کھیلو
 اندر ہی اندر کیوں کھپ رہے ہو
 کیوں یاد آئے پچھلا زمانہ
 مشکل تو اک دن آسان ہوگی
 ہم ہوں کہ تم ہو دونوں ہیں ٹھنڈے
 انگور کھٹے ہوں خواہ میٹھے

ہر خار و گل ہے یکتا یگانہ

پھر دیدنی کیا . نادیدنی کیا

(۱۹۳۲ء)

ادب نے دل کے تقاضے اُٹھائے ہیں کیا کیا
 ہوس نے شوق کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا
 نہ جانے سو قلم ہے کہ شاہکارِ قلم
 بللے حُسن نے فتنے اُٹھائے ہیں کیا کیا

نگاہ ڈال دی جس پر وہ ہو گیا اندھا
 نظر نے رنگِ تصرف دکھائے ہیں کیا کیا
 اسی فریب نے مارا کہ کل ہے کتنی دُور
 اس آج کل میں عبث دن گنوائے ہیں کیا کیا
 پیامِ مرگ سے کیا کم ہے مُثرَدۂ ناگاہ؟
 اسیر چونکتے ہی تلملے ہیں کیا کیا
 کسی کے رُوپ میں تم بھی تو اپنے درشن دو
 جہاں میں شاہ و گدا رنگ لائے ہیں کیا کیا
 کہاں کے معنی و مطلب؟ یہ راگ ہے کچھ اور
 الپنے پہ مرے حال آئے ہیں کیا کیا
 پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے
 اسی زمین میں دریا سمائے ہیں کیا کیا
 گزر کے آپ سے ہم، آپ تک پہنچ تو گئے
 مگر خبر بھی ہے کچھ پھیر کھائے ہیں کیا کیا
 بلند ہو تو کھلے تجھ پہ زور پستی کا
 بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا
 خوشی میں اپنے قدم چوم لوں تو زیبا ہے
 وہ لغزشوں پہ مری مسکرائے ہیں کیا کیا

خدا ہی جانے یگانہ میں کون ہوں، کیا ہوں

خود اپنی ذات پہ شک دل میں آئے ہیں کیا کیا

(۳۶)

کل کی کیا فکر، ہر چہ بادا باد!
دوست کے دم قدم سے ہے آباد
کے کھتے ہیں بندہ آزاد
درد جاتا رہا کہ درد کی یاد؟
خون ہو ہو کے دل میں رہ گئی یاد
پھر وہی ہم وہی امین آباد
چار دن شاد چار دن ناشاد

لذتِ زندگی مبارک باد!
اے خوشا زندگی کہ پہلوے شوق
بندہ عشق آہ کیا جانے
دل سلامت ہے دردِ دل نہ سہی
مڑ کے دیکھا نہ آشیاں کی طرف
کشش لکھنؤ ارے توبہ!
زیست کے ہیں یہی مزے، واللہ

ق

کون بدلے نظامِ کون و فساد؟
عینِ فطرت یہی ہے عینِ مراد!

کوئی بنتا کوئی بگڑتا ہے
پھول مڑجھا گئے تو پھل آئے

خونِ فریاد بر سرِ فریاد
تلخ و جائے لذتِ بیداد

کون دیتا ہے دادِ ناکامی؟
صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر

صلح کر لو لیگانہ غالب سے
وہ بھی استاد، تم بھی ایک استاد

(۳۸)

خیر، نینت بخیر، بیڑا پار
صبح دم دیکھ کر گلوں کا نکھار
دیکھیے کس ہوا سے ہو بیدار
نہ بنانا کبھی گلے کا ہار
ایسی وحشت پہ کیوں نہ آئے پیار؟
جیسے آباد گل سے پہلوے خار
جس سے پایا اسی کے سر دے مار
ایسی تلوار پر خدا کی مار
کیا کوئی بھنگ چڑھ گئی سرکار؟
چشم اُمید پر خدا کی سنوار
لڑکھڑاتی زباں سے شکوہ یار؟
اس سے بہتر ہے کیجیے انکار
ہاں مگر زندگی کا آلہ کار
آئی کانوں میں کون سی جھنکار

وہ جوانی کی موج وہ منجھدار
آپ کیا جانیں مجھ پہ کیا گزری؟
حُسن اب تک ہے خوابِ غفلت میں
سُونگھ کر چھوڑ دو حسنیوں کو
اپنے ہی سائے سے بھڑکتے ہو
تُو بھی جی اور مجھے بھی جینے دے
خطِ مذہب ہو خواہ تحفہ کفر
مُنہ جو تکتی ہو مرگِ دشمن کا
ہائے یہ بہلی بہلی باتیں کیوں؟
جاگتا خواب دیکھیے کب تک
بے نیازی بھلی کہ بے ادبی؟
بندگی کا ثبوت دوں کیوں کر؟
عشق ہی عینِ زندگی تو نہیں
زندگی نے یہ کیسی کروٹ لی؟

ایسے دودل بھی کم ملے ہوں گے نہ کشاکش ہوئی نہ جیت نہ ہار

بن پڑے تو یگانہ بن کر دیکھ

عکس کوئی اُتر سکے تو اُتار

(۱۹۳۲ء)

(۴۰)

تمہیں نہ چاہو لپٹنا تو بس چلے کیوں کر
ہنسی ہنسی میں لگا لے کوئی گلے کیوں کر
لگاؤں کیوں نہ کوئی عیب بے وفائی کا
بللے حسن ہو نازل تو پھر ٹلے کیوں کر
الگ تھلگ کی ملاقات کر کری کیوں ہو
کھلے تو عشق کھلے ، دل لگی کھلے کیوں کر
نباہنا بھی حسنیوں سے اک بڑا فن ہے
تجھ ایسے باولے کو عاشقی پھلے کیوں کر
لگی ہو چاٹ جنہیں تیری بدزبانی کی
ادب سے بیٹھیں گے نچلے وہ من چلے کیوں کر
مجال تھی تمہیں دیکھے کوئی نظر بھر کے
یہ کیا ہے آج پڑے ہو ملے دلے کیوں کر

جی تو اپنی طرف دیکھتا ہوں حیرت سے
 پڑا ہے عشق مرا آپ کے گلے کیوں کر
 سمجھ کا پھیر ہے یا وقت کا تقاضا ہے
 وہی بُرے نظر آنے لگے بھلے کیوں کر
 بتاؤں کیا تمہیں بازار کا اُتار چڑھاؤ
 بنا رہے گا یہی بھاؤ دن ڈھلے کیوں کر
 نگاہ شوق نے آخر بنا دیا دیوتا
 خبر بھی ہے مرے سانچے میں تم ڈھلے کیوں کر

یگانہ تم بھی ہو ہرے کہ اُف نہیں کرتے

خدا کو کونستے پھرتے ہیں دل جلے کیوں کر

(۵۱)

غزل بیک قافیہ

کون کیا جانے بانگین کے یہ ڈھنگ	صلح دشمن سے اور دوست سے جنگ
کچھ نہیں جنگِ زرگری ہی سی	صلح کی صلح اور جنگ کی جنگ
کیا زمانہ تھا کیسے دشمن تھے؟	رات بھر صلح اور دن بھر جنگ
دیکھیے کیا ہو، ٹھن گئی بے ڈھب	دل بے درد اور درد میں جنگ
کون بدلے نظامِ کون و فساد	کون رو کے حباب و موج کی جنگ

فطرت اپنے اصول سے مجبور
 حسن اور عشق کی لڑائی کیا؟
 صلح مقصود ہے کسی سے نہ جنگ
 جیسے جوڑ و خصم میں سوت پہ جنگ
 مردوا ایک لکھنؤ میں تھا
 وہی مرزا یگانہ غالب جنگ

(۵۲)

حُسن وہ حُسن جس کا روپ نہ رنگ
 حُسن کیا حُسن کی تجلی کیا؟
 اُس نگاہِ رسا کو کیا کہیے
 دیکھیے لے اُڑا کہاں سے کہاں؟
 کام کیا فلسفی کا رندوں میں
 مردہ دل کو ٹٹولنے والو
 کیا اب آگے نہیں کوئی منزل؟
 وہی اُلجھے نہ اُلجھے خاروں سے
 بنستے بنستے بنے تھے پریم بھگت
 سنگ دل کو بنا دوں میں دیوتا
 آہ کے ساتھ کھل نہ جائے بھرم
 جیتے جی یہ عذابِ تنہائی
 نیت نیا رنگ نیت نرالا ڈھنگ
 رنگ لایا ہے جلوہ بے رنگ
 جس پہ ہو عرصہ دو عالم تنگ
 نشہ رنگ و بوئے رنگارنگ
 کیوں ہو بیٹھے بٹھائے رنگ میں بھنگ
 چھیرتے کیا ہو سازِ بے آہنگ
 کیا ہوئی دل کی وہ لگن، وہ اُمنگ
 جس کا دل تنگ جس کی دنیا تنگ
 دل لگی بڑھتے بڑھتے لائی رنگ
 آپ کیا جانیں بندگی کے ڈھنگ؟
 درد کتنا ہے دل میں، کتنی اُمنگ؟
 دل لگا لو تو کیوں رہو دل تنگ؟

میر کے آگے زور کچھ نہ چلا

تھے بڑے میرزا یگانہ دنگ!

(۱۹۳۳ء)

(۵۳)

آہ یہ بندہ غریب، آپ سے لو لگائے کیوں
آ نہ سکے جو وقت پر، وقت پہ یاد آئے کیوں
دوست کے انتظار میں دوست کو نیند آئے کیوں
بُوئے اُمید پاتے ہی رنگ بدل نہ جائے کیوں
مُشرکہ مرگِ نوجواں آج ہی کیا ضرور تھا؟
آج تو دن ہے عید کا، آج قیامت آئے کیوں
کلمہ پڑھوں تو کیوں پڑھوں، سب کی نظر پہ کیوں چڑھوں؟
یادِ خدا تو دل سے ہے، دل سے زباں تک آئے کیوں
لاکھ عتاب کا جواب، ایک خلوصِ بندگی
چینِ جبینِ دوست کو دھیان میں کوئی لائے کیوں
اپنے خیال میں ہے خوش، دل کی ضدیں تو دیکھیے
آپ سے دُور کیوں رہے، آپ کے پاس جائے کیوں
خواب و خیال سے ہو پاک، نیند وہی ہے میٹھی نیند
نقشِ خیالِ نیک و بد نیند میں رنگ لائے کیوں

عیب سے خالی کون ہے؟ حُسن کے دل سے پوچھیے
 اہلِ نظر کے سامنے آنکھ جھپک نہ جائے کیوں
 مُنہ جو ذرا اُتر گیا اور بھی گل میں گل کھلا
 یوں ہی بقدرِ ذائقہ، حُسن بھی غم نہ کھائے کیوں
 دید کی التجا کروں؟ تشنہ ہی کیوں نہ جان دوں؟
 پردہٗ ناز خود اُٹھے، دستِ دعا اُٹھائے کیوں
 بھول بھی جا، بھلا بھی دے، یاد نہ کر، خدا کو مان

تیری زباں پہ بار بار نامِ یگانہ آئے کیوں
 (شعر ۱ تا ۱۰۰۳ و ۱۱ و ۱۲: ۱۹۲۹ء)

شعر ۲ تا ۹: ۱۹۳۳ء

(۵۶)

تو کیا ہمیں ہیں گنہ گار، حُسنِ یار نہیں؟
 لگاؤں کا گناہوں میں کیا شمار نہیں؟
 اُمید لپیٹی ہے جیسے کوئی بلا لیے
 مگر وہاں ہے نہیں کی وہی ہزار نہیں
 بدل نہ جائے زمانے کے ساتھ نیت بھی
 سنا تو ہوگا جوانی کا اعتبار نہیں
 جو غم بھی کھائیں تو پہلے کھلائیں دشمن کو
 اکیلے کھائیں گے، ایسے تو ہم گنوار نہیں

کہو وہ بات دو بگتھی کہ یوں بھی ہو دوں بھی
 زباں وہ کیا جو حقیقت کی پردہ دار نہیں
 نہ جانے بہتے پھریں گے کدھریہ دشمن و دوست؟
 بڑھا تو دل ہے وہ دریا کہ وار پار نہیں
 کبھی حقیقتِ فردا سُنو تو کان کھلیں
 ندائے دل ہے کوئی دُور کی پکار نہیں
 یہ خود کشی بھی تری، کھیل ہے مشیت کا
 کچھ ایسی چلتی ہے جیسے چھری پہ دھار نہیں
 سلامت آپ کا یہ حسنِ لازوال مگر
 ہم آج ہی کے ہیں، کل کے اُمیدوار نہیں
 کرے گا پرورشِ نخلِ آرزو کے دن؟
 وہ بدنصیب جسے ذوقِ انتظار نہیں

یگانہ میر دی ہے جو پہلے مار چلے

جو ٹھن گئی ہے تو اب تابِ انتظار نہیں

(۵۷)

خون کے گھونٹ بلا نوش پینے جاتے ہیں
 خیر ساقی کی مناتے ہیں، جیسے جاتے ہیں

ایک تو درد ملا ، اُس پہ یہ شاہانہ مزاج
 ہم غریبوں کو بھی کیا تحفے دیے جاتے ہیں
 آگ بجھ جائے مگر پیاس بجھائے نہ بجھے
 پیاس ہے یا کوئی ہو کا کہ پینے جاتے ہیں
 دولتِ عشق بھی مانگے سے کہیں ملتی ہے
 ایسے ہی اہلِ ہوس رائد دیے جاتے ہیں
 نہ گیا خوابِ فراموشی کا سودا نہ گیا
 جاگتے سوتے تجھے یاد کیے جاتے ہیں
 خوب سیکھا ہے سلام آپ کے دیوانوں نے
 شام دیکھیں نہ سحر، سجدے کیے جاتے ہیں
 نشہ حُسن کی یہ لہر، الہی توبہ!
 تشنہ کام آنکھوں ہی آنکھوں میں پینے جاتے ہیں
 دل ہے پہلو میں کہ اُمید کی چنگاری ہے
 اب تک اتنی ہے حرارت کہ جیے جاتے ہیں
 ڈوبتا ہے نہ ٹھہرتا ہے سفینہ دل کا
 دم اُلٹا ہے مگر سانس لیے جاتے ہیں

کیا خبر تھی کہ یگانہ کا ارادہ یہ ہے

دُوب کر پار اُترنے کے لیے جاتے ہیں

(۱۹۳۵ء)

دل ایک ہی فتنہ ہے لیکن بیدار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 ہاتھ میں کس بل لاکھ سی، تلوار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 اپنی ڈفلی اپنا راگ، اپنی دَوڑ ہے اپنی بھاگ
 کہنے میں بات آتی ہے سردار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 کیا کیا چوٹیں لیتا ہوں اور کیا کیا خالی دیتا ہوں
 دیکھنے والے پس پردہ سرکار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 چپکے چپکے ریشہ دوانی، یہ بھی کوئی پٹیتی ہے؟
 لٹکار نہیں تو کچھ بھی نہیں، جھنکھ نہیں تو کچھ بھی نہیں
 حجام ہو چاہے تلور یا اک بال تو ٹیڑھا کر دیکھے
 اوزار نہیں تو کچھ بھی نہیں، ہتھیار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 کلمہ پڑھ کے ایسے ویسے کتنے مسلمان بن بیٹھے
 بات یہ کچھ دشوار نہیں، دشوار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 محرابوں میں سجدہ واجب، حُسن کے آگے سجدہ حرام
 ایسے گنہ گاروں پہ خدا کی مار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 دل سے خدا کا نام لیے جا، کام کیے جا دنیا کا
 کافر ہو، دیں دار ہو، دنیا دار نہیں تو کچھ بھی نہیں

جتنے کھنچتے جاؤ گے اُتنا ہی لپٹنا جاؤں گا
 انکار کی لذت، آبا با، انکار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 کم تو تنہا جی کے دکھا دوں دست بدل یا دست بکار
 ہاں مگر اپنے گوشہٴ دل میں یار نہیں تو کچھ بھی نہیں
 ایک جھلک ہی دکھلا دے تو دُور سے جھک کے سلام کروں
 اُس پار جگت کے ہو گا کوئی اس پار نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل شکنی یا بُت شکنی تو یاد ہے اب تک یاروں کو

دستِ یگانہ تیرے گلے کا بار نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۱۹۴۲ء)

(۶۴)

جان پیاری ہے حیاتِ جاوداں پیاری نہیں
 زندگی کیا؟ موت کی جب گرم بازاری نہیں

رباعیات

(۶۹)

شاعر تو ہیں بہتیرے، ادھورے، بے ڈول
اربابِ نظر کا یاد رکھو یہ قول
داغ و جگر و حسرت و فانی جیسے
”شاعر“ ہیں یگانہ تو ہزاروں لاجول
(۱۹۳۸ء)

(۷۱)

ہاں شوخی طبع ہے، لڑائی تو نہیں
کہتا ہوں کھری، اس میں برائی تو نہیں
کیوں ہر کس و ناکس ہے یگانہ دشمن؟
قاضی کی گدھی کوئی بھگائی تو نہیں
(۱۹۳۸ء)

(۷۲)

استاد فقط راہ بتا دیتا ہے
یا پاؤں میں پیسے بھی لگا دیتا ہے
شاگرد تو شاگرد ہے، بندہ تو نہیں
بندے کو جو دیتا ہے خدا دیتا ہے
(۱۹۳۸ء)

(۷۳)

دیوانہ روی کا حق ادا کرتا چل
چلنا تو ہی شور بپا کرتا چل
گردش میں بھنور ہے، بونڈ لاچکڑ میں
ہاں تو بھی یو نہی رقصِ فنا کرتا چل
(۱۹۳۸ء)

(۷۶)

جگر کی شاعری جا پانی مال
دو روزہ نوجوانی، حسنِ نسوانی کے کیا کھنے
جگر کی شاعری یا مال جا پانی کے کیا کھنے

(۷۷)

کسی کی غزل کی پیروڈی

کسی کے غم میں کوئی رو رہا ہو کوئی ٹانگیں پسارے سو رہا ہو
کسی کے گھر میں بیٹا ہو رہا ہو کوئی قسمت پر اپنی رو رہا ہو
کوئی تخمِ محبت بو رہا ہو کوئی اپنے کیے پر رو رہا ہو
کوئی ٹانگیں سکڑے سو رہا ہو
کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہو

(۱۹۳۸ء)

(۷۸)

مستانہ رقص کیجیے گردابِ حال میں
بیڑا ہے پار، ڈوب کر اپنے خیال میں
دیکھیے جو حسنِ دوست کو شانِ جلال میں
آ جائے آفتابِ قیامت زوال میں

مارا فریبِ حُسن کا پیپے تو جانے
 کتنے خدا رسیدہ پڑے اس وبال میں
 ہاں کیوں نہ پار اُتر چلوں خمیازہ جھیل کر
 ڈوبے مری بلا عرقِ انفعال میں
 ترسی ہوئی نگاہوں پہ اب رحم کیجیے
 کب تک یہ امتیاز، حرام و حلال میں
 کھٹکا لگا نہ ہو تو مزہ کیا گناہ کا؟
 لذت ہی اور ہوتی ہے چوری کے مال میں
 کیا زندگی کے بعد بھی ہے کوئی زندگی؟
 پھر جان آ چلی چمنِ پائمال میں
 آوازِ بازگشت پہ کیا دیتے ہو صدا؟
 کس سے الجھ رہے ہو جواب و سوال میں؟
 واللہ قفس میں آتے ہی کیا مت پلٹ گئی
 آخر ہمیں تو ہیں کہ پھر کتے تھے جال میں
 ہوش و فردِ حقیقتِ روشن کہیں جسے
 ہے اک جھلک سی پردہِ صدا احتمال میں
 مستِ انا بھلے کو پیمبر نہ بن گیا!
 سُوجھی تو خوب نشہ بے اعتدال میں

واللہ نگاہِ شوق کی معراج ہے یہی
 وہ خواب دیکھیے جو نہ آئے خیال میں
 ممکن کی آرزو میں موعے کتنے نامراد
 اچھی گزر گئی مری فکرِ محال میں
 کیا بزمِ اتحاد ہے، کیا حسنِ اتفاق!

بیگانہ دیگانہ ہیں سب ایک حال میں
 (۱۹۳۵ء)

(۸۰)

رباعی

شرحیں لکھنے دو، یوں ہی دن کاٹنے دو
 انبار لگانے دو، گڑھے پاٹنے دو
 ”آیات“ و ”ترانہ“ کا مزہ کیا جانیں
 غالب کے سگوں کو ٹھیکرا چاٹنے دو
 (۱۹۳۸ء)

(۸۲)

اصغر گونڈوی

جاہل سے پوچھیے کسی آن پڑھ سے پوچھیے
 الھڑ کی شاعری کو علی گڑھ سے پوچھیے
 (۱۹۳۸ء)

(۸۳)

اصغر گونڈوی

دنیاۓ ادب کی ایسی کایا پلٹی
کالا کوا بھی بن گیا شیرازی
دیکھو تو علی گڑھ کی یہ بالغ نظری
چیل اڑتے جو دیکھیں تو کہیں بھینس اڑی
(۱۹۳۸ء)

(۸۶)

بہارِ زندگی ناداں بہارِ جاوداں کیوں ہو
یہ دُنیا ہے تو ہر کروٹ وہی آرامِ جاں کیوں ہو
خدا را میرے اُن کے اور کوئی درمیاں کیوں ہو
پیہر کیوں بنے، آخر کسی کا رازداں کیوں ہو
کبھی جلوہ دکھاتے ہو تو آئینہ در آئینہ
کھلا پردہ سی، پھر بھی یہ پردہ درمیاں کیوں ہو
مرے دل میں سما کر دیکھ اپنے حُسن کا عالم!
کسی آئینہ خانے پر نگاہِ امتحاں کیوں ہو
کوئی ناگفتنی مطلب ہے ان نیچی نگاہوں کا
زبان تک آ نہیں سکتا تو آنکھوں سے بیاں کیوں ہو

گنہ گارِ محبت کو اسی عالم میں رہنے دے
 سزا واجب سہی لیکن بہشتِ جاوداں کیوں ہو
 جلایا ایسے ویسوں کو جہی تو ناک میں دم ہے
 ہم ایسے خاکساروں کو تیاؤ تو دھواں کیوں ہو
 مرے ہوتے غریبوں کو ستانا اور پچتانا؟
 تمہیں دردِ پشیمانی، نصیبِ دشمنان، کیوں ہو
 جفا کو ہم وفا سمجھے، نہیں تو چل بے ہوتے
 مگر وہ پوچھتے کیا ہیں کہ تم اب تک جواں کیوں ہو
 مزہ جب ہے کہ رفتہ رفتہ اُمیدیں پھلیں پھولیں
 مگر نازل کوئی فضلِ اعلیٰ ناگہاں کیوں ہو
 ریاضت سے جو حاصل ہو وہی سچی مسرت ہے
 بیسر آسکے صاحبِ تو ان دامنوں گراں کیوں ہو
 مرا دشمن خود اپنی موت، تُو نے تو نہیں مارا
 کوئی مردِ عمل جھوٹی خوشی پر شادماں کیوں ہو
 بشر ہوں میں فرشتہ کیوں بنوں؟ جیسا ہوں اچھا ہوں
 بغاوت اپنی فطرت سے، نصیبِ دشمنان، کیوں ہو
 زمانہ لاکھ گم ہو جائے آپ اپنے اندھیرے میں
 کوئی صاحبِ نظر اپنی طرف سے بدگماں کیوں ہو

یہ ناہموار ہی ہموار ہو جائے تو کیا کم ہے
 زمیں سے جب نہیں فرصت تو فکرِ آسماں کیوں ہو
 چلا آتا ہے کب سے علمِ سینہ عشق سے کینہ
 مگر یہ بغضِ دیرینہ سرِ منبر بیاں کیوں ہو
 ارے یہ کیا کہ چاہوں بھی تو حق سے پھر نہیں سکتا
 خود اپنے ہاتھوں گمراہی کی کوشش رائگاں کیوں ہو
 کہیں رسمی عبادت روح کو بیدار کرتی ہے؟
 نمازِ بے عمل سے حقِ مذہب رائگاں کیوں ہو
 اک آنکھیں ہیں کہ نکلتی ہیں کسی کو ٹکٹلی باندھے
 یہاں سر ہے نہ سودا ہے تو سجدے کا نشان کیوں ہو
 تجھی سے اڑ چلے ہیں پر لگا کر خاک کے پتے
 خداوندِ ازمیں سے پست اتنا آسماں کیوں ہو
 کہاں خواب و خیال اتنے؟ حقائق ہر طرف جتنے
 نگاہِ نارسا، یہ نقدِ فطرت رائگاں کیوں ہو
 یگانہ فکرِ حاصل کیا؟ تم اپنا حق ادا کر دو
 بلا سے تلخ گزرے، زندگانی رائگاں کیوں ہو
 یگانہ سے بھرکتا کیوں ہے، ظالم، ماجر کیا ہے؟
 کجی میں چور ہے ورنہ یہ کھٹکا درمیاں کیوں ہو

کہاں بلبل کا یہ نفر کہ حال آجائے عارف کو
 بھلا اس وجد کے عالم میں مرے کی ازاں کیوں ہو
 (۱۹۳۹ء)

(۸۷)

ادبِ خبیث کا نمونہ
 گائے جا بجائے جا ناچے جا نچائے جا
 برے جا برسائے جا دمڑی سیر لگائے جا

ہیں سترے دو رس بھرے
 لقا کبوتر کس بھرے
 کیا رس بھرے کیا کس بھرے
 (۱۹۳۳ء)

(۸۸)

نیا ادب
 قدریں ہی الٹ گئیں تو غیرت کیسی؟
 پھر کیوں نہ گدھوں سے ہو حماقت ایسی
 سر تو نیچے ہے اور ٹانگیں اوپر
 بت تیرے نے ادب کی ایسی تہی!
 (۱۹۳۵ء)

زمانہ خدا کو خدا جانتا ہے
 یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے
 اسی میں دل اپنا بھلا جانتا ہے
 کہ اک ناخدا کو خدا جانتا ہے
 وہ کیوں سر کھپائے تری جستجو میں؟
 جو انجامِ فکرِ رسا جانتا ہے
 وہی مُنہ چھپانا وہی لن ترانی
 تو اس کے سوا اور کیا جانتا ہے
 خدا ایسے بندے سے کیوں پھر نہ جائے؟
 جو بیٹھا دعا مانگنا جانتا ہے
 فرشتوں کی پرواز کو مانتا کیا؟
 جو دل کی تڑپ کو رسا جانتا ہے
 وہ کیوں پھول توڑے وہ کیوں پھول سونگھے؟
 جو دل کا دُکھانا بُرا جانتا ہے
 بُرائی میں تو دیکھتا ہے بھلائی
 تو کیا بوم کو بھی بُرا جانتا ہے

جسے موت مانگے نہ ملتی ہو ، واللہ
 وہی زندگی کا مزہ جانتا ہے
 کدھر جا رہا ہے ترا خوں گرفتہ
 مگر غیب کا راستا جانتا ہے
 زہے سو کاتب کہ سارا زمانہ
 مجھی کو سراپا خطا جانتا ہے
 انوکھا گنہ گار ، یہ سادہ انساں!
 نوشتے کو اپنا کیا جانتا ہے!

یگانہ تو ہی جانے اپنی حقیقت

تجھے کون تیرے ٹھو جانتا ہے

(۱۹۳۰ء)

(۱۰۰)

بندہ وہ بندہ جو دم نہ مارے
 پیاسا کھڑا ہو دریا کنارے
 دکھ درد تو ہی سمجھے نہ سمجھے
 گونگا تو گونگا کس کو پکارے؟
 بندوں سے اپنے اتنا تغافل؟
 چوکھٹ پہ کوئی سر دے نہ مارے

قربان تیری انگھیلیوں کے!
 خود سر چڑھائے خود مار اتارے
 اف ری مشیت، پھولے تو لاکھوں
 پھلتے نہ دیکھے سارے کے سارے
 کرنی کسی کی، بھرنی کسی کی
 بے موت مرنا غیرت کے مارے
 فتنہ بھی پامال، اپنا بھی یہ حال
 کروٹ بدلے کس کے سہارے؟
 اتنا بھی سیدھا سادہ چلن کیا؟
 ایسے کو کوئی کیوں کر اُبھارے؟
 ٹکرا کے دیکھیں تم کیا ہو ہم کیا
 جیتے تو جیتے، ہارے تو ہارے
 لیلیٰ ہے لیلیٰ، اندھا ہے اندھا
 مشاطہ چاہے جتنا سنوارے

حسن یگانہ، ان ان

یہ بھیس بدلے یہ روپ دھارے

(۱۹۳۵ء)

حُسن پر فرعون کی پھبتی کہی
 دامنِ یوسف ہی بھڑکاتا رہا
 کون سمجھائے کہ دُنیا گول ہے
 کوئی ضد تھی یا سمجھ کا پھیر تھا
 درد سے پہلے کروں فکرِ دوا
 دوست سے پردہ کیا، یہ کیا کیا؟
 شک ہے کافر کو مرے ایمان میں
 کیا خبر تھی یہ خدائی اور ہے؟
 ہاتھ لانا یار، کیوں کیسی کہی؟
 عشق اور ترکِ ادب؟ اچھی کہی!
 آپ نے جیسی سنی، ویسی کہی
 مَن گئے وہ میں نے جب الٹی کہی
 واہ یہ اچھی اُلٹوانسی کہی
 آپ بیتی چھوڑ جگ بیتی کہی
 جیسے میں نے کوئی مُنہ دیکھی کہی
 بائے میں نے کیوں خدا لگتی کہی

مفت میں سُن لی یگانہ کی غزل
 اُن سنی کر دی جو مطلب کی کہی

کیوں ہوش میں پھر آیا، کیوں ہاتھ مل رہا ہے
 حد سے گزرنے والے تیری ہی سزا ہے
 آئینہ ہوگا ٹیڑھا، ایسا تو میں نہیں ہوں
 دن دیکھتے یہ دھوکا، اک طرف ماجرا ہے

صورت ہی ایسی پیاری دیکھو تو رال ٹپکے
 فطرت کا اقتضا ہے بندے کی کیا خطا ہے؟
 سخی طلب ہے کچھ اور، جھوٹی ہوس ہے کچھ اور
 کیا بوسہ لینے والا یوں بھیک مانگتا ہے؟
 یک جان اور دو قالب ہوں گے تو دو ہی ہوں گے
 دو میں جو تیسرا ہے آنکھوں میں ٹھیکرا ہے
 جان آتے آتے اک دن آجائے تو عجب کیا
 اُمید کا خیالی پُتلا تو بن چکا ہے
 تو حُسن کا ہے دیوتا، میں عشق کا پیمبر
 دیکھیں تو کون اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے؟

کیوں آپ سے یگانہ بیگانہ ہے زمانہ؟

غالب شکنؒ جو ٹھہرے پھر پوچھنا ہی کیا ہے

(۱۰۳)

نہ جانے کیا ہو، یہ دیوانہ جس جگہ بیٹھے
 خودی کے نشے میں کچھ اُن کمی نہ کہہ بیٹھے

؎ ”غالب شکن“ یگانہ کی ایک کتاب کا نام ہے جس نے ایک بلبل مچا دی تھی۔ (یگانہ)

سنبھل کے تولیے تلوار ، دیکھیے ہشیار
 کہیں کلانی پہ دستِ ہوس نہ گہ بیٹھے*
 کہیں کے رہتے نہ آوارگانِ بد آغاز
 قدم قدم پہ خطا پائی جب ، تو وہ بیٹھے
 مثالِ خس جو دڑیڑوں میں بہہ گئے تو کیا
 اُسی کے گہرے ہیں یاں ڈوب کر جو نہ بیٹھے
 معاملہ ہے دلِ دوست کا بڑا نازک
 کروں جو آہ تو گردِ نفس کی نہ بیٹھے
 اُمیدوار ہیں احسانِ دوست کے ہم بھی
 وفا کی داد نہ دے ، بے وفا ہی کہہ بیٹھے!

یگانہ آپ کی بالا روی کے کیا بھنے:

مجال کیا ہے جو دامن پہ گردِ رہ بیٹھے

(۱۰۴)

خدا کے سامنے دامن پسارنے والے
 وہ باتھ تھک گئے کیا ، مال مارنے والے

* کہہ بیٹھے۔ ٹھیکہ بندی کا محاورہ ہے یعنی ایسی گرفت کہ چھڑائے نہ چھوئے۔ ہندی کا شاعر کہتا ہے: شیاں
 رے موری ہنیاں گھوٹا۔ (یگانہ)

جھکے تو بنیے کے آگے، دبے تو پنڈت سے
 بہت اکڑتے تھے شیخی بگھارنے والے
 زمانہ سازوں کی یہ سادگی و پُرکاری
 بڑے سیانے ہیں دو ہاتھ بارنے والے
 بلا نہ ہو کوئی نازل سیاہ کاروں پر
 بہت سنور چکے زلفیں سنوارنے والے
 کہاں کا روزِ جزا، کل کے مرتے آج مریں؟
 اُمید و بیم کو ٹھوکر پہ مارنے والے
 تمھاری جیت تو جب تھی دلوں میں گھر کرتے
 زباں سے بار نہ مانیں گے بارنے والے
 لگی ہو جس کے، وہی چُپ کی داد پاتا ہے
 پکارتے رہے ناحق پکارنے والے
 نکالتے ہیں اُسی مُنھ سے حُسن میں سَو عیب
 ہوس نصیب، وہی مُنھ پسارنے والے
 تمھارے دم سے سلامت ہیں ولولے دل کے
 سزا کے بعد خطا پر اُبھارنے والے

یگانہ کون؟ وہ بزمِ ادب سے بیگانہ

ڑائی پھیر کے پگڑی اندر نے والے

تُو خدا بن گیا، بُرا کیا ہے
 کھیل بندے کا ہے، خدا کیا ہے
 دم بخود ہے تو پھر خدا کیا ہے
 ہم غریبوں کا آسرا کیا ہے
 ”یا الہی یہ ماجرا کیا ہے“
 درد کیا چیز ہے دوا کیا ہے
 یاد آئے تو اب مزہ کیا ہے
 جانتے ہو مری صدا کیا ہے
 موج کیا اور بلبلا کیا ہے
 چشم حیراں، تجھے ہوا کیا ہے
 اُٹھ گیا پردہ اب رہا کیا ہے
 وقت بے وقت جھانکتا کیا ہے
 ارے آئینے کی خطا کیا ہے
 سو کیا چیز ہے، خطا کیا ہے
 دوست جب دے تو پوچھنا کیا ہے
 اک تسلی سی ہے دعا کیا ہے

حاصلِ فکرِ نارسا کیا ہے
 کیسے کیسے خدا بنا ڈالے
 آئی کو ٹال دے جمہی جانیں
 دل ہے اپنی جگہ خدا اپنا
 دردِ دل کی کوئی دوا نہ دعا
 حُسن کے ہتھ کھنڈے ارے توبہ!
 لد گئی کل کی بات کل کے ساتھ
 نہ سنا ہو گا راگِ فطرت کا
 وہی نیرنگیِ طلسمِ ہوا
 دیدہ دل سے دیکھ اپنی طرف
 نور ہی نور ہے، کہاں کا ظہور
 رہنے دے حُسن کا ڈھکا پردہ
 عکسِ میرا بھی پڑ گیا ناگاہ
 وقت کی بات اور وقت کے ہاتھ
 زہر میٹھا نہ ہو تو زہر ہی کیا؟
 کیا ملے گی مشیتِ ازلی؟

اپنے ہی عکس پر ہو چیں بجبیں
کیوں یگانہ یہ ماجرا کیا ہے

(۱۹۳۰ء)

(۱۰۶)

خدا کی مار . وہ ایامِ شور و شر گزرے
وہ جن سوار تھا سر پر کہ سر سے در گزرے
مرے فرشتے بھی شاید ہیں آپ کے جاسوس
کہ آہ کرتے ہی پرچہ لگے . خبر گزرے
حلال بھی مرے حق میں حرام . واویلا!
نگاہِ شوق سے کیا کیا گل و ثمر گزرے
جو سبز باغِ تمنا پہ پھیر دے پانی
خدا بچائے . ہم ایسی نظر سے در گزرے
نکالے عیب میں سو حُسن . حُسن میں سو عیب
خیال ہی تو ہے . جیسا بندھے . جدھر گزرے
زمین پاؤں تلے سے نکل گئی تو کیا؟
ہم اپنی دُھن میں زمانے سے بے خبر گزرے
خدا کے بعد بھروسا ہے حضرتِ دل کا
خدا نخواستہ شک ایسے دوست پر گزرے

مزه نہ پوچھیے، واللہ، دل دُکھانے کا
کہاں کا خوفِ خدا؟ ٹھان لی تو کر گزرے

ادب کے واسطے کتوں کے دل دُکھائے ہیں

یگانہ حد سے گزرنا نہ تھا، مگر گزرے

(۱۹۳۸ء)

(۱۰۷)

کیوں یار تو ہی دل سے بھلا دے تو کیا کرے
بندہ ترا دعا نہ کرے بددعا کرے؟
اتنا تو زندگی کا کوئی حق ادا کرے
دیوانہ وار حال پر اپنے ہنسا کرے
رفتارِ زندگی میں سکون آئے کیا مجال!
طوفانِ ٹھہر بھی جائے تو دریا بہا کرے
دل کی خبر تو لے مرنے روشن دماغ دوست!
یہ اندھی روشنی ہی نہ الٹی دغا کرے
کیا پوچھتے ہو عشق کا جن ہے وہ بدِ بلا
تم پر سوار ہو تو خدا جانے کیا کرے
مذہب کے ساتھ ساتھ ہے شیطان کا بھی ڈر
دیوانہ تیرا ایک نہ مانے، خدا کرے

آنکھوں کے آگے پھر کوئی پردہ سا اُٹھ چلا
 شاید اُمید ، وہم میں پھر مُبتلا کرے
 ہاتھ آئے کوئی چاند ستارہ تو جانے
 ہے عرش پر دماغِ فلاطون، ہوا کرے
 جاتی ہے کس کی پیش ، تری بارگاہ میں
 البتہ کوئی گونگی زباں التجا کرے
 سرکار ہاتھ اُٹھائیے میرے سلام سے
 اُٹھتے ہی دستِ شوق مبادا خطا کرے
 کس مُنہ سے ہنس پڑے تھے ہم انجامِ حُسن پر
 کون اس گناہ گار کے حق میں دعا کرے؟
 ایسی جھکی ادھر کہ نہ اُٹھی کسی طرف
 وزدیدہ وہ نگاہ ، کہاں تک وفا کرے؟

پھر میری بندگی نہ یگانہ کی صاحبی

صاحب وہ کیا جو بندے سے اپنے دغا کرے؟

(۱۱۶)

یگانہ کم سے کم اتنی تو لاج رکھنی تھی
 کہ لکھنؤ سے وفا اہل لکھنؤ کرتے

خداؤں کی خدائی ہو چکی بس
 کہیں پتھر بھی ہو سکتا ہے پانی
 کسی ڈھب سے نیٹ لوجب مزہ ہے
 بجھائے کون، تو جس کو جلائے؟
 ہوا میں اڑ گیا ایک ایک پتا
 بھلا اب کیا چوں اپنی نظر میں
 کہاں تک کیجیے خونِ تمنا
 نگاہیں ملتے ہی دونوں تھے ٹھنڈے
 رہا کیا جب دلوں میں فرق آیا؟
 بہت پہنچا تو نادیدہ پہ رہ بھلا!
 یہ کس نے چومتے ہی گال کاٹا؟
 خدا را بس، دُباتی ہو چکی بس
 دعاؤں کی رسائی ہو چکی بس
 بہت زور آزمائی ہو چکی بس
 پتنگوں کی چڑھائی ہو چکی بس؟
 گلوں کی جگ ہنسائی ہو چکی بس
 نظر اپنی، پرانی ہو چکی بس
 کہاں کی پارسائی؟ ہو چکی بس
 ارے یہ کیا، لڑائی ہو چکی بس؟
 اُسی دن سے جدائی ہو چکی بس
 تخیل کی رسائی ہو چکی بس؟
 کمو یار آشنائی ہو چکی بس

پڑے ہو کون سے گوشے میں تنہا
 یگانہ کیوں، خدائی ہو چکی بس؟

(۱۹۴۴ء)

برابر بیٹھنے والے بھی کتنے دُور تھے دل سے
 مرا ماتھا جبھی ٹھنکا فریبِ رنگِ محفل سے
 ارادے نے عمل کی راہ پائی کتنی مشکل سے
 الٹی خیر، لوہے لگ گئے پہلی ہی منزل سے
 نہ ترک اختیار آساں نہ ضبطِ اضطرار آساں
 کوئی ایسا بھی ہے، پیسا پلٹ آئے جو ساحل سے
 ہوائے غیب لہراتی ہے دل کو، دیکھیے کیا ہو؟
 کششِ منجذہار کی کس دن لگالے جائے ساحل سے
 مشیتِ اپنی تو جانے، کوئی گم گشتہ کیا جانے
 اٹکتا جائے رہزن سے، بھٹکتا جائے منزل سے
 تمام انساں تو کیا، دو بھی برابر ہو نہیں سکتے
 جہاں دو ہوں گے، بڑھ جائے گا ایک اپنے مقابل سے
 اُسی کو مان لوں برحق زمانہ ساتھ دے جس کا؟
 زمانہ وہ جسے مطلب کوئی حق سے نہ باطل سے
 ستم گر کتنے دہ بیٹھے اس اندازِ بغاوت پر
 جہاں چپ سادھ لیتا ہوں، خبر ہوتا ہوں مشکل سے

ریاکاری سلامت ، ہاتھ سچا پڑ نہیں سکتا
 جی بھی تو یار جنگِ زرگری رہتی ہے قاتل سے
 ہوس کتنی انوکھی؟ اقتضا کتنا جداگانہ؟
 تمھاری سی ہنسی ہنستا کوئی کیوں کرتے دل سے؟
 کمالِ عشق کس دھن میں "انا لیلیٰ" پکار اٹھا؟
 گریباں پھاڑ کر وہ بھی نکل آئے نہ محمل سے
 مزاجِ حُسن میں بھی درد پیدا ہو چلا شاید
 پھر ک اٹھتا تھا ظالم پہلے کیا کیا رقصِ بسل سے
 جزائے خیر دے اللہ یاسِ دیرینہ دشمن کو
 بلائے زندگی لپی ہے اب تک نیم بسل سے
 تمیزِ رنگ و بو بھی حیرتِ دیدار پر صدقے
 کوئی کیا جانے، میں حاضر ہوں یا غائب ہوں محفل سے
 دلِ طوفاں شکن تنہا جو آگے تھا سوا اب بھی ہے
 بہت طوفان ٹھنڈے پڑ گئے ٹکرا کے ساحل سے

نہر جانا اشارے پر، نہیں آگے نکل جانا

یگانہ سے تجھے مطلب کہ راہ و رسم منزل سے؟
(۱۹۳۸ء)

انوکھی معرفت اندھوں کو حاصل ہوتی جاتی ہے
 حقیقت تھی جو کل تک آج باطل ہوتی جاتی ہے
 بلندی کیا ہے پستی کیا؟ ہوا کی کارفرمانی
 سراسر موجِ دریا غرقِ ساحل ہوتی جاتی ہے
 برائی میں بھلائی دیکھتا جاؤں مگر کب تک؟
 یہ کیسی دولتِ عرفاں کہ نازل ہوتی جاتی ہے
 نہ کترائے نہ بل کھائے تو پھر دھارا کدھر جائے
 ارے یہ کیا کہ راہِ راست مشکل ہوتی جاتی ہے
 کہاں لے جائے گی یہ وسعتِ آفاق کیا جانے؟
 مکان و لامکان سے دور منزل ہوتی جاتی ہے
 محنت کا مزہ بگڑا کہ نیت بھر گئی اپنی
 طبیعت جانے کیوں تلخی پہ مائل ہوتی جاتی ہے
 گناہِ عشق امرِ اضطراری کے سوا کیا تھا؟
 مگر توفیقِ رُسوائی بھی شامل ہوتی جاتی ہے
 مجھے دیکھو تو سمجھو حُسن کے معنی و برائی
 وہ معنی جس سے روشن خلوتِ دل ہوتی جاتی ہے

زہے شانِ خداوندی، گنہ گاروں پہ یہ رحمت؟
 غضب ہے پارسائی اور مشکل ہوتی جاتی ہے
 نظر پڑنے لگی میری بھی اپنے شیشہٴ دل پر
 جوانی اُن کی آئینے کے قابل ہوتی جاتی ہے
 مرے دل میں لگا کر آگ، آنکھیں سینکنے والے
 تری چشمِ توجہ اور قاتل ہوتی جاتی ہے
 چلو تم بھی سُنو شورِ ولا بزمِ یگانہ میں
 چھڑا سازِ محبت، گرم محفل ہوتی جاتی ہے
 یگانہ لکھنؤ کی سیر کر آتے تو اچھا تھا!
 طبیعت سان پر چڑھنے کے قابل ہوتی جاتی ہے
 (۱۹۳۲ء)

(۱۲۵)

مزاجِ آپ کا دنیا سے کچھ کشیدہ سی
 فریب کھاؤ گے پھر بھی، فریب دیدہ سی
 یہ سبز باغ کا عالم، یہ رنگِ لیل و نہار
 بہل ہی جائے گا دل، آپ سے رمیدہ سی
 یہ غنچہ کیسا کہ دیکھے سے دل دھڑکتا ہے؟
 ارے یہ ایک ہی فتنہ ہے، نودمیدہ سی

نگاہِ شوق کی گرمی خدا کی قدرت ہے
 مزے پہ آ ہی گیا حُسن ، نارسیدہ سی
 کھٹکتی رہتی ہے دل میں نگاہِ دُزدیدہ
 خطائے حُسن کھے کون؟ چشمِ دیدہ سی
 نگاہِ حُسن سے اب تک وفا ٹپکتی ہے
 ستمِ رسیدہ سی ، پیرہنِ دریدہ سی
 فریبِ ابرِ کرم بھی بڑا سہارا ہے
 بلا سے نخلِ تمنا خزاں رسیدہ سی
 پتے کی کھیسے تو ظالم کا رنگ اُڑتا ہے
 زبانِ حال سے اک حرفِ ناشنیدہ سی
 ہوا جو بگڑی تو ٹھنڈا ہی کر کے چھوڑے گی
 ہزار شعلہ بے باک سرکشیدہ سی
 قریب ہوں مگر اتنا کہ جیسے کوسوں دُور
 مجھے نہ دیکھ سکو گے ، زمانہ دیدہ سی
 مری نظر کی خطا ہو گی یا گلوں کی خطا!
 تمہارے راج میں کانٹے ہی برگزیدہ سی
 شکل ہی جاتا ہے مطلب ، تری قسم کھا کر
 تُو بندگانِ ضرورت کا آفریدہ سی

یگانہ ٹھن گئی بے ڈھب تو سوچتے کیا ہو

شریکِ کار نہیں تو نہیں ، جریدہ سی *

(۱۲۷)

دُور کی بات دھیان میں آئی
کیوں پرانے مکان میں آئی
آنے والی اک آن میں آئی
جب کبھی امتحان میں آئی
، کھیسے کیا بات دھیان میں آئی؟
جیسی جس کے گمان میں آئی
کس خدا کی زبان میں آئی؟
ڈھیل جس کی زبان میں آئی
جانِ تازہ جہان میں آئی
کب کسی نوجوان میں آئی
یہ کشش کس کمان میں آئی؟
اچھی لکنت زبان میں آئی

کس کی آواز کان میں آئی
ایسی آزاد روح اس تن میں؟
آپ آتے رہے بلاتے رہے
ہائے کیا کیا نگاہ بھٹکی ہے
یہ کنارہ چلا کہ ناؤ چلی؟
علم کیا، علم کی حقیقت کیا؟
کون جانے ندائے حق کیا ہے؟
ایسی پائے خطا کہ اُف نہ کرے
حُسن کیا خواب نے ہوا بیدار
آپ کی یہ اکڑ، ارے توبہ!
جان لیوا ہے یہ چڑھی تیوری
بات ادھوری مگر اثر دونا

جریدہ بمعنی تنہا (یگانہ)

آنکھ نیچی ہوئی، ارے یہ کیا؟ کیوں غرض درمیان میں آئی

میں پیمبر نہیں یگانہ سہی

اس سے کیا کسر شان میں آئی

(۱۹۳۲ء)

سادگی و برکاری ختم ہے میرزا یگانہ پر۔
 آنکھ نیچی ہوئی اسے یہ کیا کیوں غرض درمیاں میں آئی
 نفسیات کا اک دردناک مرقع ہے اچھوتا اور ناقابل تقلید۔

میں پیمبر نہیں لیگانہ سہی
 اس سے کیا کسر شان میں آئی

کسر نفس کے ساتھ خود شناسی کا امتزاج، اس طنز لطیف کا دنیا میں جواب نہیں۔
 جذبہ عاشقانہ دیکھ، حکمت بندگانہ دیکھ
 بن کے یگانہ میں نے خود نقش دوئی مٹا دیا
 جل جلالہ

مردے از غیب بروں آید و کائے بکند
 جس کی سعی مشکور کی بدولت یہ کار محمود بے نیاز نام و نمود انجام پا گیا۔
 زندہ باد حیدر آباد زندہ باد
 اللہم صل علی محمد و آل محمد
 میرزا امجد بیگ چغتائی

میرزا یگانہ
 جنگزی لکھنوی
 غریب منزل حیدر آباد
 دکن

”آیات وجدانی“ طبع سوم کاہ آخری صفحہ (عکس)

گنجینہ

مطبوعہ: ۱۹۴۷ء

گنجینہ

میرزا یگانہ چنگیزی

قومی دارالاشاعت

وائی۔ ایم۔ سی۔ اے بلڈنگ۔ دی ہلال لاہور

قیمت تین روپیہ چار آنہ

قیمت

کوآپریٹو کیٹل برننگ پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپا
اور محمد کلیم اللہ رزوی پبلشر نے پرنٹ کر دیا۔ کتب لاہور میں چھپا

”گنجینہ“ مطبوعہ کا سرورق (عکس)

غزل

(۱۱۶)

ارے واہ صلح ہوئی تو کیا، وہی آگ دل میں بھری رہی
وہی خو رہی، وہی بو رہی، وہی فطرتِ بشری رہی
وہی بندگی، وہی صاحبی، وہی راج اور وہی راج ہٹ
نہ جوابِ تلخ کا حوصلہ، نہ مجالِ فتنہ گری رہی
وہی نیستی، وہی شامستیں تو کہاں کی عید، کہاں کی دید؟
شبِ غم کی صبح ہوئی تو کیا وہی غفلتِ سحری رہی
کوئی رازِ درد چھپائے کیا کہ یہ دردِ دل ہے بُری بلا
دمِ واپس بھی زبان کو وہی فکرِ پردہ دری رہی
نگہِ کرم کا سوال کیا ہے، عتاب کی بھی خبر نہیں
ترے سنگِ در پہ جبینِ شوق دھری رہی سودھری رہی
نہ خداؤں کا نہ خدا کا ڈر، اسے عیب جانے یا ہنر
وہی بات آئی زبان پر جو نظر پہ چڑھ کے کھری رہی

یہ بلائے حُسن کہاں نہیں مگر اپنے واسطے قحطِ حُسن
 تمھیں کیا بتائیں نظر کے ساتھ جو زحمتِ نظری رہی
 کوئی چشمِ شوق کے سامنے ہو تو سُوجھتی ہے نئی نئی
 ترے دم قدم کی بہار تھی کہ طبیعت اپنی ہری رہی
 کوئی میری آنکھ سے دیکھتا وہ زوالِ دولتِ رنگ و بُو
 کہ بہارِ حُسن کی شام کو بھی عجیب جلوہ گری رہی
 کوئی آرزو تھی چھپی ہوئی، کوئی اقتضا تھا دبا ہوا
 دل مضطرب میں ج بھی تو اک خلشِ شکستہ پری رہی
 وہ گناہ گار ہمیں تو ہیں کہ جہاں پاک کے سامنے
 نظر اٹھتے اٹھتے جھپک گئی، ہوسِ گناہ دھری رہی
 عجب اتفاق، بھڑک اٹھی وہ نشے میں دوست کی دشمنی
 ارے اس حقیقتِ تلخ سے مجھے کیوں نہ بے خبری رہی

یہ وہ دل ہے جس میں سوائے حق کسی دوسرے کا گزر نہیں

وہی ایک ذاتِ یگانہ بس، وہی ایک جلوہ گری رہی

(۱۹۳۶ء)

رباعیات

(۱۹)

فطرت کچھ اور ہے خدا ہے کچھ اور
بالغ نظروں کا منتہا ہے کچھ اور
جس کے دم سے ہے دل کی دنیا روشن
اُس جاگتی جوت کے سوا ہے کچھ اور
(۱۹۳۶ء)

(۲۰)

تازہ مُرثدہ کوئی سُننا ہے تو آ
اُجڑے گھر کو مرے بسانا ہے تو آ
پھر بند نہ ہو جائے کہیں دل کا کواڑ
ایسے میں سویرا ہے، آنا ہے تو آ
(۱۹۲۰ء)

(۱۱۳)

ترسی ہوئی آنکھوں کا تقاضا ہے تو کیا
پھوٹی ہوئی آنکھوں کی تمنا ہے تو کیا
اُترے گا کبھی نہ حُسن بے رنگ کا عکس
روشن ہے تو کیا، آئینہ اندھا ہے تو کیا
(۱۹۳۶ء)

(۱۱۳)

دُنیا میں رہ کے راست بازی کب تک
مشکل ہے، کچھ آساں نہیں سیدھا مسلک
سچ بول کے کیا حُسنِ بننا ہے تجھے
اتنا سچ بول، دال میں جیسے نمک

(۱۱۶)

کیا بھانپتا ہے بھانپنے والے باز آ
حیران ہے کیوں، ٹاپنے والے باز آ
کھنچتی جائے گی اور بھی دُور سے دُور
آفاق کی حد ناپنے والے باز آ
(۰۱۹۳۵)

(۱۱۸)

نظارۂ بیدار بھی مہمل ٹھہرا
ہے ایک سے بڑھ کے ایک پردہ گہرا
افانۂ شاہدِ حقیقت باطل
کہتا، گونگا ہے اور سُنتا مہرا
(۰۱۹۳۶)

(۱۱۹)

کس مُنہ سے کہے کوئی کہ تُو ایسا ہے
ویسا تو نہیں ایک بھی، تُو جیسا ہے
ہاں ہے تو سی مگر نہ جانے کیا ہے
ایسا نہیں، ویسا نہیں، پھر کیسا ہے؟

(۱۲۰)

ان عقل کے اندھوں میں ہے یہ غل کیسا؟
میں جُز ہوں وہ کُل ہے، یہ تعقل کیسا؟
کُل ہی کُل ہے کہاں کا جُز کیسا جُز
جُز کُل سے الگ ہوا تو پھر کُل کیسا؟

(۱۹۳۳ء)

(۱۲۱)

منزل کی جستجو میں گم رہتا ہوں
ہنگامہ آرزو میں گم رہتا ہوں
امید کا سبز باغ، اسے وصلِ علی
اک عالمِ رنگ و بو میں گم رہتا ہوں

(۱۹۳۳ء)

(۱۲۲)

ممکن نہیں اندیشہ فردا کم ہو
ہاں نشہ غفلت ہو تو ایذا کم ہو
ٹلنے کی نہیں قیامت، اچھا نہ ٹلے
مُنہ پھیر لو اپنا کہ یہ دھڑکا کم ہو

(۱۹۳۳ء)

(۱۲۳)

دُنیا سے الگ جا کے کہیں سر پھوڑو
یا جیتے ہی جی مُردوں سے ناتا جوڑو
کیوں ٹھوکریں کھانے کو پڑے ہو بیکار
بڑھنا ہے بڑھو، نہیں تو رستہ چھوڑو

(۱۹۳۳ء)

(۱۳۱)

کیا کیجیے رام رام کرتے ہی بنی
جان نہ سی ۔ یہ کام کرتے ہی بنی
چاہا تو بہت ۔ بتوں سے منہ پھیر چلوں
مُجھکتے ہی بنی ۔ سلام کرتے ہی بنی

(۱۳۲)

پھر ساحل اُمید دغا دے نہ کہیں
اب تک کوئی آس پار اُترنے کی نہیں
پانچھی میں بھی ہے زور وہی دھارے کا
لو پاؤں تلے سے نکلی جاتی ہے زمیں

(۱۳۳)

بیداری۔ موہوم کا پردہ نہ ہٹا
کہنے کے لیے وقت بہت خوب کٹا
کیا بھیے کل سے آج تک کیا گزری
پانی کتنا جہا ہے ۔ پُل کتنا گھٹا؟
(۰۱۹۳۸)

(۱۳۴)

زیبا نہیں یہ مُتَنک مزاجوں کے چلن
گُل چس سے لاگ ۔ باغباں سے اُن بن
کیا حوصلہ ۔ کیا ظرف ہے ۔ ماشاء اللہ
اک ٹھیس میں دُہری دُہری ماتھے پہ شکن
(۰۱۹۴۰)

(۱۳۵)

کانوں میں آئی کیسی آواز نئی
دل کی دُنیا میں سنسنی دَوڑ گئی
کس سے رُوٹھا ہے ہم سے یا دُنیا سے؟
دُنیا کی طرف نہ دیکھ، دُنیا تو ہی
(۱۹۳۵ء)

(۱۳۶)

اللہ غنی بُتوں کی یہ جلوہ گری
کیا ساری خدائی ہے خداؤں سے بھری؟
اتنے ہیں خدا تو خود پرستی ہی بھلی
یک سُوتی ہے اچھی کہ پریشاں نظری؟

(۱۳۷)

لڑتے ہی نظر پینگ بڑھا لیتا ہے
اُلٹا سیدھا سبق پڑھا لیتا ہے
دل کی باتوں کو سنگ دل کیا سمجھیں
دو باتوں میں داؤ پر چڑھا لیتا ہے

(۱۳۸)

وہ حُسن ہی کیا ہے جو گلے کٹوائے
فتنے برپا کرے، قیامت ڈھائے
دیکھا ہوگا مگر نہ دیکھا ہوگا
وہ حُسن جسے دیکھ کے چُپ لگ جائے
(۱۹۳۴ء)

(۱۳۰)

اے بابِ وفا! میں گڑھنے کھینے کے لیے
اندر اندر تسکینے تپنے کے لیے
کس دل سے دل دوست دکھاؤں واللہ
دل چاہیے بے دھڑک تڑپنے کے لیے

(۱۳۱)

واللہ وہ زندگی بھی ہے قابلِ دید
جس کی ہر سانس اک پیامِ اُمید
زندہ ہے وہی جو مر کے زندہ ہو جائے
پیغامِ اجل جس کے لیے مژدہ عید

(۱۳۲)

دل کا دامن کبھی نہ چھوٹے واللہ
آئینہٴ ادراک نہ ٹوٹے واللہ
دل ہے روشن تو دین و دنیا روشن
آنکھیں پھوٹیں، ہیا نہ پھوٹے واللہ

(۱۳۳)

کچھ دردِ محبت کی کسک ہے تو سی
بلکی سی نبض میں دھمک ہے تو سی
چڑھ جائے کوئی لہر تو پھر کیا چارہ
کچھ دن کے لیے موت میں شک ہے تو سی
(۱۹۳۳)

گنجینہ

قلمی / غیر مطبوعہ / بخطِ یگانہ

مرتبہ: ۱۹۵۱ء

گنجینہ

امام الغزالی

مہینہ / یگانہ چنگیزی لکھنوی

”گنجینہ“ قلمی کا سرورق، بخط یگانہ (عکس)

یگانہ آرٹ (رباعیات)

(۳۷)

اک وہ کہ پھرا کرتے ہیں اکڑے اکڑے
اک ہم کہ شکنجے میں پڑے ہیں جکڑے
بے چارہ جو درد سے ہو یوں دست بہ دل
کس ہاتھ سے ظالم کا گریباں پکڑے؟
(۱۹۵۰ء)

(۳۸)

کیوں مجھ پہ توجہ ہے، خدا خیر کرے
ناکردہ گنہ گار بھی بے موت مرے
جن کی کوئی پُرسش ہی نہ ہو، ایسوں سے
کرتا بھی ڈرے اور نہ کرتا بھی ڈرے

(۵۳)

وہ مستِ شباب یاد آتا کیوں ہے
امکان ہوس کو آزماتا کیوں ہے
میں یہ نہیں کہتا کہ مرے پاس آجا
پر چھائیں سی پردے پہ دکھاتا کیوں ہے؟

(۱۹۳۸ء)

(۵۵)

کیوں ذوقِ نظر ، طعنہٴ غفلت سستا
جی میں اپنے نہ جانے وہ کیا کہتا؟
جب حسن و شباب ہو سراپا دعوت!
دل کو کب تک کوئی مَسوے رہتا؟

(۵۶)

کیوں ساری خدائی میں اب اندھیر نہ ہو؟
ایمان پلٹتے بھی کوئی دیر نہ ہو؟
جاتی رہے بھوک پیاس ، جلوہ ایسا!
دیکھے تو کبھی چشمِ ہوس سیر نہ ہو!
(۱۹۵۱ء)

(۵۸)

بھوکا تیرا کبھی نہیں چھکنے کا
انداز تو دیکھے کوئی مُنہٴ تلکنے کا!
کیوں کر ممکن ہے حُسن سے مُنہٴ پھیرے؟
مارے سے کبھی دل نہیں مر سکنے کا

(۶۰)

ہر رنگِ شباب اپنی طرف کھیپتا ہے
ہر حُسنِ حجاب اپنی طرف کھیپتا ہے
آپ ایسے کہ جنبش نہیں کرتے، ورنہ
ہر دامِ سراب اپنی طرف کھیپتا ہے

(۶۳)

کھلتے ہیں علم سے بشر کے جوہر
پاکیزہ سرشت و بدگہر کے جوہر
جب اُٹھ گیا پردہٴ جہالت، ناداں
کھلتے پھر کیوں نہ خیر و شر کے جوہر؟

(۶۸)

عاشق ہی نہیں ہوس کے بندے بھی تو ہیں
آنکھوں کے سوا، عقل کے اندھے بھی تو ہیں
اک وہ ہیں کہ دوست سے گلے ملتے ہیں
پر چھانیں پہ دوڑتے ہیں، ایسے بھی تو ہیں

(۶۹)

گزرا ہوا وقت ہاتھ کیوں کر آئے
پودا مڑ جھا گیا تو پھل کیا لائے
کب تک جھوٹی تسلیوں کی خاطر
چوکا اک بوند کا گھرے ڈھلکائے؟

(۷۰)

افسانہ حُسن و عشق دُہرا لِنیا
بچوں کی طرح سے دل کو بہلا لِنیا
کیا کیجیے اب وقت کچھ ایسا آیا
خالی کل کل کے ہاتھ گرما لِنیا

(۷۱)

نغمہ بھی کوئی وجد میں لاتا نہیں اب
کیسا ہی مزہ ہو دل کو بھاتا نہیں اب
اللہ اللہ یہ وقت بھی آ پہنچا
پیاری صورت پہ پیار آتا نہیں اب

(۷۲)

بازار میں جب کوئی بھی گاہک نہ رہا
دُکھتے دل سے کسی نے کیا خوب کہا
آغاز وہ تھا ، حُسن کا انجام یہ ہے
ساری وہ رنگ و بو ہوا ہو گئی ، ہا !
(۰۱۹۵۰)

(۸۱)

کچھ کام کرو کہ چارہ غم ہے یہی
زخمِ دلِ ناکام کا مرہم ہے یہی
اللہ سے لو لگائے بیٹھے کیا ہو؟
شیطان سے نیپٹ لو کہ مقدم ہے یہی
(۰۱۹۵۰)

(۸۸)

مردانِ عمل کو اجر کی پروا کیا
خود ذوقِ عملِ اجر ہے ، اندیشہ کیا
دنیا میری بلا سے خوش ہو کہ نہ ہو
میں اپنے سے خوش ہوں تو غمِ دنیا کیا

(۹۷)

آپ اپنی جگہ جو شرم سے گڑ جائے
اُس پر بھی کوئی ترس نہ تجھ کو آئے؟
میرا تو خدا ایسا نہ ہو گا بخدا
بندے کی خطا بندے کے مُنہ پر لائے

(۹۸)

زمنم سے گناہوں کا ہے دھونا اچھا
یا خوفِ عذاب سے ہے رونا اچھا
مہمل ہے یہ سب ، دل تو یہی کہتا ہے
دوزخ میں گھس کے پاک ہونا اچھا

(۱۰۲)

بوسیدہ عمارت پہ کہاں تک کھگل؟
سودائے عمل ہے یہ کہ فکرِ باطل؟
کیوں حال سے بیزار ہو ، کیا چاہتے ہو
ماضی سے بندھے سلسلہٴ مستقبل؟

(۱۰۷)

مطلب یہ ہے اُنھیں میں ہم بھی ہوتے
یعنی کوئی قادری نظامی ہوتے
کیا چیز ہیں ہم، قوم کے دل سے پوچھو
سب چاہتے ہیں یگانہ سنی ہوتے

(۱۰۸)

حافظ کو بھی اپنا پیشوا کہنے لگے
غالب کو بھی اپنا ہی سگا کہنے لگے
اپنی ہی جماعت میں گھسیڑا، کیا خوب!
دیکھا جسے ڈانڈ گا، چچا کہنے لگے

(۱۰۹)

ڈر ہے اثرِ مذہب و ملت نہ پڑے
تدبیرِ سیاست کی تمھیں لت نہ پڑے
دھوکا ہے یہ سب دولتِ دین و دنیا
تم پر بھی کہیں سایہ دولت نہ پڑے

(۱۱۰)

کیا کیا حرم و دیر میں آوارہ پھرا
بندہ اپنی نظر سے پھر بھی نہ گرا
ماحول سے جنگ پر تلا کیوں نہ رہے
رہتا ہے جو ہر طرف گناہوں سے گھرا

(۱۱۳)

غیرت ہی نہیں ، جاؤ جہنم میں پڑو
جوتے غیروں کے کھاؤ ، آپس میں لڑو
کیوں خاکِ وطن کو کر رہے ہو ناپاک
آباد کرو جیل ، الگ ہٹ کے سرِو
(۱۹۳۳ء)

(۱۱۴)

یہ گردشِ انقلاب یہ فتنہ گری!
کیا ساری خدائی ہے خبیثوں سے بھری؟
آندھی ، طوفان ، زلزلے جاگ اُٹھے
شیطان نے سنائی واہ کیا خوش خبری!

(۱۱۵)

کہتے ہیں شہیدوں نے شہادت پائی
ٹھنڈے ٹھنڈے سدھارے ، راحت پائی
کیا کہیے مگر اُس کی خوشی کا عالم
مُنھ موڑ کے حق سے جس نے دولت پائی

(۱۱۶)

مردانِ خدا کسی کے آگے نہ جھکے
دلِ شعلہٴ غم سے پُھک رہا ہے تو پُھکے
جادہ اپنا ہے اور ارادہ اپنا
دھارا کیا پتھروں پہاڑوں سے رُکے

(۱۱۸)

آندھی طوفان سر سے گزرے ہر چند
خاطر میں نہ لایا کوئی دشوار پسند
ثابت قدمی کا راز کیا پوچھتے ہو
گہرا اُتنا ہی ہوگا جتنا ہے بلند
(۱۹۵۰ء)

(۱۱۹)

پستی سے بلندی پہ جو چڑھتا جائے
ہر خطرے پہ لا حول ہی پڑھتا جائے
ایسے کو سہارا نہ ملے، کیا معنی؟
گرتا پڑتا جو آگے بڑھتا جائے

(۱۲۰)

گاڑے ہیں بہادروں نے کیا کیا جھنڈے
کیا کیا کوڑے چکھائے کیا کیا ڈنڈے
تھی سو و خطا جوشِ عمل کے دم تک
جب دم نہ رہا تو پڑ گئے خود ٹھنڈے

(۱۲۲)

کیا پیاس بُجھانا ہے سرِ چشمہ گناہ؟
بھوکے کے لیے شرطِ ادب؟ واہ جی واہ!
کچھ بھی جو پس و پیش ہوا ہو، واللہ
قانون دھرا رہ گیا، قصہ کوتاہ

(۱۲۳)

ممکن نہیں سب کے سب تو نگر ہو جائیں
تقدیر کے دائرے سے باہر ہو جائیں
ہے ایک کا رنج دوسرے کی راحت
خوش کون رہے جو سب برابر ہو جائیں

(۱۲۴)

کیا کہیے زمیں کتنی ہے، زر کتنا ہے
سب کچھ سی، جنجال مگر کتنا ہے
دولت کو ہونستے ہو، یہ تو دیکھو
دولت کے ساتھ دردِ سر کتنا ہے

(۱۲۶)

جلوؤں کی یہ تکرار رہا کرتی ہے
آنکھ اپنی گنہ گار رہا کرتی ہے
وہ صبح کا عالم تھا، یہ شب کا عالم
نظارے پہ کیا مار رہا کرتی ہے

(۱۳۰)

زاہد بھی ہے اپنے رنگ میں مستِ الست
میں بھی اپنے خیال میں حُسن پرست
کیا یوسفِ نادیدہ کی تعریف کروں
وہ نکستِ پیرہن کہ اندھا بھی ہو مست!

(۱۳۱)

فطرت کا تقاضا ہے بشر سے لغزش
میدانِ عمل میں نامور سے لغزش
پیدا کتنے ہیں ، کتنے معنی پنہاں
کب تک نہ ہو اربابِ نظر سے لغزش؟
(۱۹۵۰ء)

(۱۳۲)

آندھی اُٹھ کر پہاڑ کے دامن سے
باتھی کو اڑا لے گئی کجلی بن سے
پامال کرے کون سی طاقت اُس کو
پتاتا پھرے جو اپنے ہلکے پن سے

۷(۱۳۵)

ہر گام پہ تازہ گل کھلاتے چلیے
ہر روز کوئی فتنہ اُٹھاتے چلیے
فطرت کے ساتھ ساتھ چلنا ہے اگر
ہر وقت بگاڑتے بناتے چلیے

(۱۳۶)

کل تک تو وہی ہم تھے وہی دنیا تھی
دل میں پنہاں مگر نئی دنیا تھی
دیکھا کرتے تھے خوابِ آزادی کا
آج آنکھ کھلی تو دوسری دنیا تھی

(۱۳۷)

دل پہلے جو سادہ تھا سو تاریک ہوا
خطرہ جو بہت دُور تھا نزدیک ہوا
آنکھیں پھوٹی ہیں روشنی کے مارے
تہذیب کا انجام بہت ٹھیک ہوا

(۱۳۸)

رہنا ہے دیس میں تو بسنا سیکھو
خدمت کے لیے کمر تو کسنا سیکھو
مشکل کا وقت ہے تو بنس کر ٹالو
بنسنا آتا نہیں تو بنسنا سیکھو
(۱۹۵۰ء)

(۱۳۹)

بپتا اپنے ہی دیس میں کیوں نہ سے
بے چارہ غریب کیا کہے، کس سے کہے؟
رہنا ہے یہیں اچھی بُری سننا ہے
دل میں اُن کے جگہ رہے یا نہ رہے
(۱۹۵۰ء)

(۱۴۰)

دنیا سے الگ بیٹھے ہو دامن جھاڑے
بکھرائے ہوئے بال، گریباں پھاڑے
رُوٹھے تو سہی پھر بھی نہ پیچھا چھوڑا
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں پچھواڑے؟

(۱۳۱)

مٹتے مٹتے ہے اب تک اتنا کس بل
جمہور کی ذہنیت کو دیتا ہوں پل
چنگیز بچہ ہوں شیخ چلی تو نہیں
تاریخ پکارے ہے ہمیں ”گریٹ مغل“

(۱۳۶)

بننے کی ہوس میں کوئی اتنا نہ بنے
ہستی نہ بگڑ جائے، تماشا نہ بنے
فطرت کا تقاضا تو یہی ہے واللہ
انسان بنے آدمی دیوتا نہ بنے
(۰۱۹۵۰)

(۱۶۱)

نیرنگی دنیا سے وفا چاہتا ہے
سادہ لوحی تو دیکھو کیا چاہتا ہے
دیکھیں کس کس کو اس آتی ہے بہار
ہر نخل ہوس نشوونما چاہتا ہے
(۰۱۹۵۰)

(۱۶۲)

کیا کہیے یہ دنیاۓ دنی کے مارے
کیوں کر پنپیں گے بددلی کے مارے
اربابِ خرد غم زدہ و دست بدل
ناچے ہے سُبک مغز خوشی کے مارے

(۱۴۳)

ہاں جب ہے مزہ قدرِ عمل پہچانے
دشمن بھی مرے قلم کا لوبا مانے
تخریب بھی کرتا ہوں برائے تعمیر
میں کون سے بھیس میں ہوں، تو کیا جانے؟

(۱۴۴)

تقلید کا بندہ نہیں خود سر ہوں میں
واللہ اک آزاد سخنور ہوں میں
وہ موج نہیں ہوں جسے ساحل روکے
دھارا ہوں آج، کل سمندر ہوں میں
(۱۹۳۳ء)

غالب

(۱۹۷)

اِتنا بھی سمجھتے نہیں بونگے بوکھل
آخر آخر ہے اور اول اول
اکمل مُتأخِر . متقدم افضل
غالب افضل . مگر یگانہ اکمل
(۱۹۳۳ء)

(۱۹۸) ۷

شاعر تو ہیں بہتیرے مگر پھینٹس ہیں
کچھ ان میں ہیں خام جوش کچھ کچ رس ہیں
غالب غالب ارے کہاں کے غالب
غالب کے چچا کے آگے سب ڈھینڈس ہیں
(۱۹۳۳ء)

(۱۹۹)

بد ہیں کی نظر سے کیوں میں اُلٹا دیکھوں
سچ مچ جیسا ہوں کیوں نہ ویسا دیکھوں
آنکھیں اپنی ہیں اور جلوہ اپنا
آئینہ پرانی آنکھ سے کیا دیکھوں؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۰۳)

ہاں میر سے اعجاز بیانی سیکھی
گویا تلوار کی روانی سیکھی
اور ”قاطعِ برہان“ سے کیا فیض ملا
غالب کی طرح بدزبانی سیکھی
(۱۹۳۳ء)

(۲۰۵)

پنجاب سے سیکھ آئے ہو کیا خوب ہنر
غالب کا نہ غالب کے سگوں کا کچھ ڈر
ایسے کبھی مُنہ سے پھول جھڑتے تو نہ تھے
ادکھی بکتے ہو کیا مزے لے لے کر
(۱۹۳۵ء)

(۲۰۶)

مرزا کو فلاطون سے سوا پاؤگے
سقراط و ارسطو کا چچا پاؤگے
غالب کو غلجی کی نظر سے دیکھو
ایسا نہ کرو گے تو خطا پاؤگے
(۱۹۳۶ء)

(۲۰۷)

وہ جاتے ہیں میرزا یگانہ وہ دیکھو!
میدانِ سخن کے مردِ یکتا وہ دیکھو!
غالب کے پٹیت دشمنِ جانِ ادب
وہ کان لیے جاتا ہے کوا وہ دیکھو!
(۱۹۳۵ء)

(۲۰۸)

کیا اُمتِ غالب میں بپا ہے فریاد
مرزا کے بُت پہ آہ ایسی بیداد
ہنس ہنس کے جلا جلا کے کرتے ہو جہاد
کیا کہنے ہیں • واہ • ہاتھ لانا اُستاد!
(۱۹۳۳ء)

(۲۰۹)

مالا چپے لگا ہے بدھو گھر گھر
کلمہ پڑھنے لگا ہے مٹھو گھر گھر
ٹٹیاں بھی ہے حافظِ کلامِ غالب
مرزا کا بولتا ہے اُلو گھر گھر
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۱)

کیا جانیں ادھورا ہے کہ پورا شاعر
جب مُنہ میں زباں نہیں تو کیسا شاعر؟
سچ کہتے ہیں میرزا یگانہ صاحب
غالب سا نہ ہوگا کوئی گونگا شاعر
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۲)

ایسے سرگشتہ ہوس کم ہوں گے
ایسے پابندِ پیش و پس کم ہوں گے
اُڑتے ہیں مگر اُڑ نہیں سکتے واللہ
غالب کے ایسے کئے ٹھس کم ہوں گے
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۳)

شاباش ارے واہ رے جنگلی بدھو
ہر شہر میں بولتا ہے تیرا اُلُو
انجیل میں یا وید میں کیا رکھا ہے
غالب کا دیوان پڑھے جا مٹھو
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۵)

غالب کے سوا کوئی بشر ہے کہ نہیں
اُوروں کے بھی حصے میں ہنر ہے کہ نہیں
مُردہ بھڑوں کو پوجتا ہے ناداں
زندہ شیروں کی کچھ خبر ہے کہ نہیں؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۶)

غالب بھی ہے والد انوکھا صوفی
انگریز کے دربار کا بھوکا صوفی
پنشن جو ہوئی بند تو بھوک اور کھلی
ہے ایسا کوئی پیٹ کا بندہ صوفی؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۷)

غالب تو ہے دنیا سے نرالا صوفی
مانگے ہے روزِ تر نوالہ صوفی
میٹھا ہو بہت سا ہو کہ تن کر کھائے
کون ایسا ہے آم کھانے والا صوفی؟
(۱۹۳۵ء)

(۲۱۸)

اللہ ری ہوا و ہوس خلعت و زر
مرزا کا سر ہے اور انگریز کا در
ہاں کیوں نہ ہوں مُو کھوں کے دیوتا غالب
ہے باؤلے گاؤں اونٹ بھی پریشتر
(۱۹۳۵ء)

(۲۱۹)

کیوں کیا ہوئے وہ بہادری کے جوہر؟
سو پشتوں کی سپہ گری کے جوہر
پنشن کے لیے دلی سے گلکتے تک
دکھلانے چلے ہو شاعری کے جوہر؟
(۱۹۳۲ء)

(۲۲۰)

انگریز چُپڑ میں کہیں آتے ہیں جناب
کیا دُور تھا آ جاتا کوئی اور عتاب
کیا عبدِ وفادار بنے تھے مرزا
کیسا سُوکھا ملا قصیدے کا جواب
(۱۹۳۲ء)

(۲۲۱)

خاصہ نہ سی بلا سے کھرچن ہے بہت
تن ڈھکنے کو صاحب کا اُتارن ہے بہت
دلی کا تخت اُلٹ گیا . ٹھینگے سے!
نوشہ کے لیے خلعت و پنشن ہے بہت
(۱۹۳۲ء)

(۲۲۲)

پیری میں بھی ہے مزاج رندانہ وہی
ساقی وہی، شیشہ وہی، پیمانہ وہی
دلی تو ہے تخت و تاج کے ماتم میں
مرزا کی ہے گفتگو ظریفانہ وہی!
(۱۹۳۵ء)

(۲۲۳)

شہزادے پڑے فرنگیوں کے پالے
مرزا کے گلے میں موتیوں کے مالے؟
کم بخت گریبان میں مُنہ ڈال کے دیکھ
غالب کو وطن پرست کہنے والے!
(۱۹۳۵ء)

(۲۲۴)

اک شاعر کہنے سال کہہ سکتے ہو
پیے کا شریکِ حال کہہ سکتے ہو
جو چاہو کہو یار مگر یہ تو کہو
غالب کو نمک حلال کہہ سکتے ہو؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۵)

تلوار سے مطلب ہے نہ کھانڈے سے غرض
مومن سے سروکار نہ ٹانڈے سے غرض
رنگون میں دم توڑتا ہے شاہ ظفر
غالب کو ہے اپنے طوے مانڈے سے غرض!
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۷)

رہزن کے روپ میں ہے رہبر یہ کیا؟
غالب کا پٹیت ایسا سخنور یہ کیا؟
واللہ یگانہ نے عجب کام کیا
ستیاں* کے بھیس میں پیہر یہ کیا؟
(۱۹۳۶ء)

(۲۲۸)

کیا مطلب، مرہٹوں پہ کیسی بیتی
یا غدر کے پرکٹوں پہ کیسی بیتی
یہ دیکھنا ہے قلم سے چنگیزی کے
غالب کے دلچپوں پہ کیسی بیتی
(۱۹۳۶ء)

(۲۲۹)

یاروں کا گلا ہے اہ مرزا کی چٹھری
بنتی نہیں کچھ بات بجز خانہ پُری
کس دل سے یگانہ کو بھلا دے کوئی
واللہ قلم کی مار ہوتی ہے بُری!
(۱۹۳۶ء)

(۲۳۰)

دل کتوں کے چٹنی ہوئے پتے پتے
بہ بہ گتیں غم سے آنکھیں رتے رتے
کیا لاگ غلیچوں سے رکھتا ہے قلم
تیز اور ہوا جاتا ہے گھستے گھستے
(۱۹۳۶ء)

* ستیاں: لکھنؤ کا مشہور و معروف شہداء گم صاحب ایمان۔ اس بیوی صدی میں بھی برنارڈ نے مسخرے کے
بھیس میں پیہری لی ہے۔ (یگانہ)

(۲۳۱)

کیوں کیا ہوئی وہ ہیٹ بسر کی تیزی؟
غالب کے پھندےیت ۰ نیم ٹر کی تیزی
ناک الٹی چھری سے پونچھ لی یاروں کی
کیا پوچھو ہو میرے پار کر کی تیزی
(۰۱۹۳۶)

(۲۳۲)

مغرب زدہ بیدھوں کو نہ یوں چمکارو
چمکار کو کب مانتے ہیں ۰ پھٹکارو
یہ زورِ قلم ملا ہے کس دن کے لیے؟
مارو مارو غلیچوں کو مارو!
(۰۱۹۳۶)

(۲۳۳)

بگڑی تو عزیزوں سے بنائے نہ بنی
یوں مر کے دکھا دیتے ہیں جب دل میں ٹھنی
وہ ٹھاٹھ کچھ اور ہی تھا ۰ یہ شان کچھ اور
غالب شکنی کہاں ۰ کہاں خود شکنی!
(۰۱۹۵۰)

(۲۳۷)

پڑھتا ہے کوئی شعر کوئی سُنتا ہے
مُنہ تکتا ہے کوئی، کوئی سر دھنتا ہے
اربابِ نگاہ رولتے ہیں موتی
اندھا نقاد کنکری چھتا ہے
(۱۹۳۶ء)

☆ (۲۳۹)

دوبھر ہو سماں سر پر، حکومت پہ کھلے
جس کا دھندا بھی چلائے نہ چلے
راس آئے نہ مذہب، نہ سیاست ہی بھلے
بے چارہ غریب شاعری لاد نہ لے!

(۲۳۲)

ہاں جانتا ہوں وہ کالا صاحبِ نمرود
وہ نورجہاں گیٹ، بدایونی روڈ
لننڈی اب کیوں نہ آسماں پر چڑھ جائے
کھانے کو ملے مچے، بگنے کو کھوڈ

* اندھا نقاد، بے خود موبانی - (یگانہ)
یہ اور اس کے بعد کی دو رباعیاں فانی بدایونی کے بارے میں ہیں - (مرتب)

(۲۳۲)

مانجھا ڈھیلا ہے، اُکھڑی اُکھڑی بیٹھک
کس بل پہ کرے گا فتح ایسا مردک؟
عادت ہے جسے کھوڈ پر بیٹھنے کی
اُکڑوں بیٹھے گا وہ کسی پر کب تک؟

(۲۳۵)

توبہ، نگہ شوق جہاں گڑتی ہے
بٹی نہیں کم بخت وہیں سڑتی ہے
تنگے کی طرف دیکھ کے بنسنا کیا خوب
جب دیکھو نظر بُری جگہ پڑتی ہے

(۲۳۶)

ڈبکاتی ہے کیا کیا یہ لگاوٹ کی نظر
تیکھی چتون کبھی یہ میٹھے تیور
جب دیکھتا ہوں تمہیں تو جی چاہتا ہے
کچا کھا جاؤں جیسے مُولی گاجر

(۲۳۷)

درشن کچھ بھی نہیں مگر نام بڑا
للی کو کبھی آپ سے پالا نہ پڑا
کیا حُسن ہے واہ کیا مسیحائی ہے
مُردہ بھی تمہیں دیکھ کے ہوتا ہے کھڑا

(۲۵۲)

دروازہ کیوں نہ بند ہو روزی کا
دھندا چل نکلا آتش افروزی کا
کس نے ہڑتال کا پڑھایا تھا سبق؟
خمیازہ اٹھاؤ اب بدآموزی کا

(۲۵۳)

اُلٹا رستہ بتانے والے، باز آ
ٹوٹا چرخہ چلانے والے، باز آ
کل جگ میں ہوس فضول ہے ست جگ کی
اُلٹی گنگا بہانے والے، باز آ

(۲۵۴)

سُنتا ہی نہیں، زمانہ کیا کہتا ہے
دل ہے اپنا، وہ اپنے خوش رہتا ہے
دیوانہ تو دیوانہ، اُسے کیا پروا
دھارا تہذیب کا کدھر بہتا ہے

(۲۵۹)

منبر سے جناب شیخ اُتر لیتے ہیں
اک زحمتِ طُرفہ اپنے سر لیتے ہیں
پاکیزہ مزاج ایسے نہ دیکھے نہ سنے
ہر "پھونک" پہ آب دست کر لیتے ہیں

(۲۶۲)

دُوبے تو بہت ہوں گے ترے کم ہوں گے
اس طرح کے طوفاں میں گھرے کم ہوں گے
لو سنگِ ملامت سے ہوئے اور بھی سخت
ایسے تو یگانہ سر پھرے کم ہوں گے
(۱۹۳۵ء)

(۲۶۳)

آپ اپنی مثال لکھنؤ کا ہر فرد
عورت وہ مردار • وہ نازک مرد
نواب بہادر کی نزاکت دیکھی؟
سارنگی سُن کے ہو گیا کان میں درد!

(۲۶۳)

ٹپڑھے مرزا نے پہلے رشتہ جوڑا
پھر گومتی والوں ہی کا کڈو پھوڑا
دلی والوں کو کیا اچھوتا چھوڑا؟
غالب کا بُت بتاؤ کس نے توڑا؟

(۲۶۵)

کیوں لکھنؤ میرزا یگانہ سے تباہ؟
بگڑا ہوا کھیل پھر بنائے اندا بنا
میدانِ ادب مار چلا چنگیزی
چت ہو گئے تم • پون بھی ہریالا بنا!

(۲۶۶)

چُھٹ بھٹیوں کی شاعری کا یہ زور یہ شور
ایسوں کو کھے گا کون میدان کا چور؟
شاعر ہیں یا مشاعروں کے ٹہیے
سُن پانی کوئی ”طرح“ لگانے لگے زور

(۲۶۸)*

یہ کس نے بتائی رسم و راہِ ادبی؟
میدانِ سخن میں یہ مبارزِ طلبی؟
کالا کوتا بھی گاتا پھرتا ہے غزل
کیا فیضِ یگانہ ہے، زہے بوا لعجبی!

(۲۶۹)

جو میں نے کہا وہ بھی وہی کہنے لگا
دو باتیں سُن کے تیسری کہنے لگا
میں نے کھی فارسی تو دیکھا دیکھی
کالا کوتا بھی فارسی کہنے لگا

(۲۷۱)

بالغ ہونے کی کیوں دوا چاہتے ہیں
کیا آج ہی سب کام کیا چاہتے ہیں
شاعر بن جائیں دس برس کے اندر؟
دیکھو تو یہ خام کار کیا چاہتے ہیں

یہ اور اس کے بعد کی رباعی اصغر گونڈوی کے بارے میں ہے۔ (مرتب)۔

(۲۴۳)

کیا خوب ہیں یہ ناز و نیاز آپس کے
دل میں لیتے ہو چٹکیاں ہنس ہنس کے
ہنستے ہنستے ہی بات بڑھ جاتی ہے
ایسا نہ ہو میں بھی گدگدا دوں کس کے!

(۱۹۳۳ء)

(۲۴۵)

انساں وہی انساں ہے سعید الدارین
دُکھ درد پہ اُوروں کے جو ہو خود بے چین
کس مُنہ سے کہوں کہ میں ہوں تیرا بندہ
بندہ تیرا ہے ایک الطاف حسینؒ

(۲۵ - ۱۹۲۳ء)

☆ سنیدی و مولائی جناب سید الطاف حسینؒ بنی۔ اسے۔ بڈماسٹر، اسلامیہ ہائی اسکول، اٹوہ (یو پی)۔ (یگانہ)

غزلیات

(۱۱۷)

حُسن سے بے خبر گزرنا کیا
دم بخود ہیں تمام محرمِ راز
دیکھ ڈالے بہت جلال و جمال
اک نگاہِ غلطِ ادھر بھی سی
دل دھڑکتا نہیں ترا ہے ہے
”کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے“
صبح کے دم سے تھی وہ شادابی
دل کا کیا حال ہے کھو تو سی
ہو نہ ہو دل کسی کو دے بیٹھے
دیکھ لیں وہ تو کیا قیامت ہو
لا ابالی جیے، خوشی سے مرے
اجی ظالم ہو چاہے جاہل ہو
خاک اُڑتی ہے پیٹ میں ساقی

سجدہ حق ادا نہ کرنا کیا
نہ کو پہنچے تو پھر اُبھرنا کیا
برق چمکے تو چمکے، ڈرنا کیا
یار انصاف سے گزرنا کیا
خونِ ناحق سے ہاتھ بھرنا کیا
پُردے پردے میں یہ سنورنا کیا
شام ہوتی ہے اب نکھرنا کیا
دردِ سر کا بہانہ کرنا کیا
ورنہ بے وجہ مُنہ اُترنا کیا
دم بدم آہِ سرد بھرنا کیا
رات دن غم کے مارے مرنا کیا
اپنے بندے کو نام دھرنا کیا
ارے خالی پیالہ بھرنا کیا

ہر طرف نیتِ نئیِ خدائی ہے
پھر یگانہ کو یاد کرنا کیا (۱۹۳۹ء)

مشیت سے بگڑے تو کیوں کر بنے؟
 خدا سے جو رُوٹھے وہ کس سے منے؟
 بُتوں سے خدا جانے کیسی بنے؟
 چلو یاں سے اب اُٹھ چلو سب جنے
 کہاں کے نشیب اور کہاں کے فراز
 جوانی ہے یہ ، دل میں جیسی ٹھنے
 مچلنے پہ آئے تو دریا ہے دل
 کہ اُڈے تو پیچھے نہ ہٹتے بنے
 کہاں رہ گئے رہزن و رہنما؟
 وہ چٹیل بیاباں، وہ جنگل گھنے
 خبردار دلی سے آگے نہ جا
 اُدھر کے جتاور بڑے مرکھنے
 مرا پاؤں پھسلا تو پروا نہیں
 مگر تم مرے ساتھ ناحق سنے
 اچانک ترقی کوئی کھیل ہے؟
 بُرا یا بھلا بنتے بنتے بنے!

سمجھتے نہ تھے جب تو خیر اب سی
 سمجھ لیں گے آپس میں دونوں جنے
 مساوات، فطرت میں ہے بھی کہیں؟
 کہیں میوے دانے، کہیں گڑ چنے!
 جسے ایسے ویوں سے جھکنا پڑے
 بجا ہے ہم ایوں سے جتنا تنے
 غریبوں پہ کیا کیا ستم ڈھائے ہیں
 کھڑے ہیں جو یہ سامنے بت بنے
 خدا کا بڑا نام روشن کیا
 خدا کے چہیتے، خدا کے جنے
 حقیقت کی نہ کو پہنچنا محال
 وہ تیلی چھنے چاہے گاڑھی چھنے
 اُمید، ایسی اُمید کس کام کی؟
 کبھی تو کوئی بچہ زندہ جنے
 مبارک ہو جنت کا وعدہ تجھے
 بس اس کے سوا کیا ہے تیرے کنے

یگانہ بنے یا امام الغزل

”جو کچھ بنے بنتے بنے“

فریبِ آرزو کب تک، اُمیدِ سخت جاں کب تک؟
 مجھے خود بھی تعجب ہے، رہے گا دلِ جواں کب تک؟
 رہو گے پردہٴ سیمیں پہ رُسوائے جہاں کب تک
 ارے یہ خود نمائی، خود فروشی کی دکان کب تک
 دو روزہ نوجوانی کیا ہے، مٹی کا کھلونا ہے
 تمہارے ساتھ دل بہلائیں گے پیر و جواں کب تک
 زمانہ کون سا تھا؟ نوجوانی کا زمانہ تھا
 زمانے سے لڑی رہتی نگاہِ پاسباں کب تک
 زمانہ ساتھ دیتا ہے چلو جب ساتھ ساتھ اُس کے
 مگر بچھڑے ہوؤں کی تاک رکھتا کارواں کب تک
 عجب حربہ ہے خاموشی، چلانا جس کو آتا ہو
 چلے گی اُس کے آگے آپ کی تیغِ زباں کب تک
 دلِ تاریک میں نیکی جو آئی بھی تو کیا آئی
 اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو ٹھہرے میسماں کب تک
 کہاں لے جائے گی یہ فکرِ دُور اندیش کیا جانے
 نظر کے سامنے نیرنگِ باطل کا دھواں کب تک

یگانہ کی غزل تم نے سُنی کی اُن سُنی کر دی
مگر دردِ سخن کی تاب لئے گی زباں کب تک

(۱۲۲)

کیا بن پڑے جو شوقِ طلب کی مدد نہ ہو
کھٹکا ہے دل کو نیتِ رہبر ہی بد نہ ہو
قدرت کے کارخانے میں یہ کیا بعید ہے
آغاز نیک ہو نہ ہو ، انجام بد نہ ہو
ہوش و خرد دو ورقہ کونین میں ہیں گم
پاؤں کہاں وہ دردِ طلب جس کی حد نہ ہو
کانوں میں ہیں رچی ہوئی کیا کیا روایتیں
کب تک دماغ پر اثرِ نیک و بد نہ ہو
کس سے کہوں کلجیا کھرچتا ہے بھوک سے
کیا ہو سکے نماز جو تیری مدد نہ ہو
خالی کا یہ مہینا ہے ، اب کی خدا کرے
سرکارِ حُسن میں مری درخواست رد نہ ہو
ٹکرائے کسی سے نہ صدے اُٹھائے
ردِ اس طرف سے کیوں ہو ، ادھر سے جو کد نہ ہو

عیدیں، خدا نکر وہ، منائیں الگ الگ
 دونوں کے واسطے یہ کہیں روزِ بد نہ ہو
 دیکھو زمین پاؤں تلے سے نکل نہ جائے
 اتنا اکڑ کے چلتے ہو، اک روز بھد نہ ہو
 میٹھی زباں سے آپ تو مُنہ مار دیتے ہیں
 رکھ دیتے ہو وہ مفت کا احساں کہ رد نہ ہو
 جب اور کوئی فیض نہ پہنچے تو کم سے کم
 شاہوں کا عیب اپنے لیے کیوں سَند نہ ہو؟
 لڑتی نہیں نظر تو غنیمت ہی جانے
 جلوں کی مار آنکھوں پہ ہو، دل پہ زد نہ ہو
 زندہ رہا تو کیا، ارے پیدا ہوا تو کیوں
 وہ بدنصیب جس سے کسی کو حسد نہ ہو

عالم میں روشنی تو یگانہ کے دم سے ہے

کیا ہیں یہ چاند تارے جو یہ اک عدد نہ ہو

☆ حاشیے پر یگانہ نے یہ متبادل الفاظ لکھے ہیں: "کیل دیتے"۔ (..... منہ کیل دیتے ہیں)۔ (مرتب)

یہ انقلاب کیسا، یہ کیا قیامت آئی
 آئی تو ہر طرف سے آفت ہی آفت آئی
 معنی کی روشنی میں دیکھی جب اپنی صورت
 صورت کا منہ چڑھاتی ظالم کی سیرت آئی
 یہ کس کے ہتھکنڈے تھے، سمجھے تو کون سمجھے؟
 یاروں کے دم قدم سے یاروں کی شامت آئی
 رنجش کا جب مزہ ہے کیچڑ اچھالیں دونوں
 اول کدورت آئی، آخر کدورت آئی
 ترسی ہوئی نگاہیں عالم وہ رنگ و بو کا
 اب کیا بتاؤں نیت کیوں کر سلامت آئی
 کچھ ایسی مٹھ کی کھائی توبہ بھی بھول بیٹھے
 اُوروں پہ بننے بننے اپنی بھی شامت آئی
 اُف یہ بھری جوانی غیرت سے پانی پانی
 کیا کہیے چوک میں کیا یوسف کی قیمت آئی
 بھاویں ہو کیا کسی کے دنیا و دیں کی دولت
 جس گھر میں آپ آئے دولت ہی دولت آئی

دنیا کا کیا بھروسا ، دولت کا کیا ٹھکانا
دولت تو دولت ، آخر لٹنے کی نوبت آئی

نقدوں پہ چڑھ گئے ، کیوں ایسی پتے کی کہ دی؟

کیوں میرزا یگانہ کیوں ایسی نوبت آئی

(۵۰ - ۱۹۴۰)

(۱۲۴)

حُسنِ کافر کی پرستش عینِ ایماں کیوں نہ ہو
دل جو رکھتا ہو مسلمان کیوں ہو ، انساں کیوں نہ ہو
اور ترساتا ہے مفلس کو ترستا دیکھ کر
حسنِ ارزاں ضد کے مارے اور ارزاں کیوں نہ ہو
اپنی صورت ، اپنی سیرت اور یہ ظالم آئندہ
آپ ہی اپنی سزا ، حُسنِ پشیمان کیوں نہ ہو
کیا بتاؤں ، میری بربادی میں کس کا ہاتھ ہے
دستِ قدرت ہے تو پیدا کیوں ہو ، پنہاں کیوں نہ ہو
خانہ دل میں بھری ہیں جانے کیا کیا دولتیں
قفلِ خاموشی مرے گھر کا نگہباں کیوں نہ ہو
شوقِ آزادی خیالِ خام تھا کل تک ، مگر
وقت آپہنچا تو کارِ شوق آساں کیوں نہ ہو

پاؤں کو لغزش ہو اور کوئی سہارا بھی نہ ہو
 ہاتھ اٹھ کر کم سے کم اپنا نگہباں کیوں نہ ہو
 ہنستے ہنستے رہ گیا اپنا سا مُنہ لے کر غریب
 جا و بے جا ہنسنے والا خود پشیمان کیوں نہ ہو
 خود کھینچا جاتا ہے دھارا اپنی منزل کی طرف
 ساتھ دے فطرت تو مشکل اپنی آساں کیوں نہ ہو
 آہ کب تک روز و شب کی یہ ورق گردانیاں
 صبح و شامِ زندگی خوابِ پریشاں کیوں نہ ہو
 آگے کیا کیا سو جھتی تھی واہ رے دیوانے واہ!
 عقل کی عنیک لگا بیٹھا تو حیراں کیوں نہ ہو
 جھوٹ کو سچ کر دکھاؤں، کل نہیں پرسوں سی
 دوست سے انکار مشکل وعدہ آساں کیوں نہ ہو

کون آنکھوں میں سا سکتا یگانہ کے سوا؟

ماسوا سے چشم پوشی عینِ ایماں کیوں نہ ہو

(۱۹۳۹ء)

جلوہ حسن کا ہرچند اثر پڑتا ہے
 پاس جاتا ہوں تو کچھ اور نظر پڑتا ہے
 بے گناہوں کو بھی پامال کیے ڈالتے ہو
 پاؤں رکھتے ہو کہاں اور کدھر پڑتا ہے
 لڑکھڑاتی ہیں زبانیں سرِ محفل کیا کیا
 تمہیں دیکھو جو مری چُپ کا اثر پڑتا ہے
 تجھے کیا دیکھے کوئی، کون سے رخ سے دیکھے؟
 اک نظر دیکھ لے بس عکس جدھر پڑتا ہے
 توسی پھومک دوں یہ پاپ کی بستی ساری
 کیا کموں بیچ میں اک آپ کا گھر پڑتا ہے
 کیسے خوش ہوتے تھے پہلے مگر اب کیا کہیے
 ناگہاں جب کوئی مہمان اُتر پڑتا ہے
 جان کھا جائے گا یہ عیش و طرب کا دورہ
 پڑنے لگتا ہے تو پھر شام و سحر پڑتا ہے
 حُسنِ بے باک کی اللہ ری بیگانہ روی
 دستِ گستاخ جہاں کوئی نظر پڑتا ہے

دیکھ کس ناز سے دنیا تجھے ڈہکاتی ہے
 ہاتھ جھوٹا ترا پڑتا ہے جدھر پڑتا ہے
 فکرِ فردا وہ بلا ہے کہ یگانہ صاحب
 سوکھنے لگتا ہے دم ، سایہ اگر پڑتا ہے

(۱۲۶)

یہ دل ہے یا کوئی پتھر کہ چوٹ ہی نہ لگے
 کھری کھری کھو مُنہ پر تو کیوں بُری نہ لگے
 جبھی تک آپ کا خادم ہوں میں تیرے دل سے
 کہ اپنے ساتھ کوئی شرطِ بندگی نہ لگے
 کبھی تو آئندہ دیکھو نگاہِ دشمن سے
 خدا کرے یہ نصیحت تمہیں کڑی نہ لگے
 وطن سے چھوٹ کے غربت میں دل لگے کیوں کر
 یہ وہ نہال ہے جس کی قلم کبھی نہ لگے
 بدل کے بھیس زمانے کی تھاہ لینا ہے
 نگاہِ شک میں کوئی بات اجنبی نہ لگے
 نکال لینے دو یاروں کو حوصلہ دل کا
 دعائے بد بھی کریں وہ تو یاں کبھی نہ لگے

گناہ گار ہوں پھر بھی وہ دل دیا تو نے
تری جناب میں پہنچوں تو تھر تھری نہ لگے

یہی حدیثِ یگانہ جو تم نے دل سے سنی

زبانِ غیر سے سنیے تو کچھ بھلی نہ لگے

(۱۲۷)

خلش تو کوئی دلِ دوست میں نہ رہ جائے
بجا ہے شوق سے جو منہ میں آئے کہہ جائے
ذرا سی بات پہ لگتی ہے چوٹ کیا کہیے
دلِ حزیں کہیں اک ٹھہریں میں نہ ڈھمک جائے
یہ کیا کہ ہر کس و ناکس سے دل لگا بیٹھے
وہیں کا ہو رہے انسان جس جگہ جائے
کہاں کا جرم، کہاں کی سزا، کہاں کا عذاب؟
جہاں اشارہ، پنہاں کچھ اور کہہ جائے
ارے گئی تو گئی، جس کی بات اُس کے ساتھ
یہ کیا ستم ہے جوانی کی یاد رہ جائے
خود اپنی فکر میں دُوبا رہے، بُرا کیا ہے
اجی یہ دل کوئی تنکا نہیں کہ بہہ جائے

عجیب نسخہء حکمت ہیں کھیل قدرت کے
مجال کیا ہے ذرا سی کسر جو رہ جائے
وطن کو چھوڑ کے پہنچا غریب جنت میں
یہاں سے اور کہاں جائے کس جگہ جائے
دلِ ستم زدہ آغوشِ کامرانی میں
خدا نخواستہ آسودہ ہو کے رہ جائے

یگانہ وہ تمہیں کیا مانتا نہیں؟ لیکن

قلم کی مار تو ایسی نہیں کہ سہ جائے

(۱۹۵۰ء)

متفرقات

(۱۲۸)

۵

سوال : کیا کوئی بات دُور کی سو جھی؟

منہ کے پاس آ کے گھورتا کیا ہے؟

جواب : رنگ و بو ایسی اشتہا انگیز

چکھ نہ ڈالوں تو پھر مزہ کیا ہے

پہلے چُٹے ہی گال کاٹ لیا

ابتدا یہ تو انتہا کیا ہے؟

کس زباں سے ہو آپ کی تعریف

آپ کے سامنے گدھا کیا ہے؟

متفرقات

خاک چھائی عمر کو زبان میں پالتے - دارِ ناکامی کہ ابیر بھی مسلمان رہ گیا
نکل کر بات جوش و تھا عالم شباب - یارِش بھر آج اک رفاہ ہو گیا

گلے میں بانہیں دلا چن کے کونا جواں میں - کہان ممکن ہو رہا غور پہ دیکھو نہ غافل میں
غصہ میں جان اول کو چھوٹے ٹھکڑے بندو - کہے سے بھر ملا آرام دور آسمانی میں
تھرپ جانتے ہیں عشق کا جہنم آج - اسی کے کس بچھو پاگل کیا ہو نہ جواں میں

بوسہ مانگتے مانگتے دو آنے کھسیانے نہ ہو - منہ پر حاو دو برس عورت چادر نہ ہو
لفظ دل بچلے تو بچلے چر کر کد مان کا - دیکھ کر تجھ کو جواں کیا تو جواں ہو گا

سوال - کیا کوئی بات دور کی کو بھی؟ - منہ سے پاس آگے گھورتا کیا ہی؟

جواب - رند بولا اسی ارشاد رنگیز - چمکے نہ ڈالو تو پھر مزہ کیا ہی؟

جواب - پہلے ہی جگر مال کاٹ لیا - ابتدا پہ تو انتہا کیا ہی؟

کہ زبان سے ہو آجکی توفیق - آپکے سامنے گدھا کیا ہی؟

(غزل پختانیہ)

صلح دشمن کے اور دوستانے جنگ!

صلح کی صلح اور جنگ کی جنگ!

رات بھر عام اور داغیر جنگ!

دل بیدار اور درد میں جنگ!

کون راتے شباب و صوم کی جنگ!

صلح و صوم کی کتنی جنگ!

جیسے ہو وہاں ہم میں کون جنگ!

کوئی کیا جانے بانہیں لے یہ دھڑک

کہ نہیں جنگ نہ بگری ہی سی

کیا نہ تھا آسید شمن تھے؟

دیکھ کیا ہو قن گنہ ہر عجب

کون یہ نظام کون اور

فلکات انہی سے ہے مجبور

حسد اور شوق کی لڑائی

”مجنون“ قلمی، خطِ یگانہ کا آخری صفحہ (عکس)

میرزا غلام حسین

۱۹۵۱ء

میرزا غلام حسین

۱۹۵۱ء

میرزا غلام حسین

۱۹۵۱ء

میرزا غلام حسین

غیر مدوّن کلام

۱۹۱۳ء تا ۱۹۳۲ء

رباعیات

(۱)

دل ہے بنیادِ عالمِ کون و فساد
دل ہی نہ رہا تو زندگانی برباد
تھے دشمن و دوست سب اُسی کے دم تک
دونوں پہلوئے زندگی تھے آباد

(۲)

ادراکِ وجودِ حق میں عاجز ہے بشر
چکر میں ہے عقل جیسے دریا میں بھنور
اس بحر میں ہاتھ پاؤں مارے کیا کیا
ساحل کا پتا ملا نہ کچھ تہ کی خبر
(۱۹۱۵ء)

(۳)

شاید کوئی اعجاز تھی حسرت کی نظر
دشمن بھی کھڑے روتے رہے بالیں پر
اپنی تو زباں تک نہ کھلی یاسِ مگر
اس معنی بے لفظ میں کیسا تھا اثر
(۱۹۱۵ء)

(۳)

دریائے محبت کے بھنور میں پڑ کر
دیکھیں تو اُبھرتے ہیں شناور کیوں کر
ساحل کی ہوا تک نہ رہے گی سر میں
جب ڈوبنے والوں کو ہوئی تہ کی خبر
(۱۹۱۵ء)

(۵)

آوازے کسی پہ کسے والا تُو کون؟
ہاں پیتے ہیں مے، ترسے والا تُو کون؟
المست مچاتے ہیں اُدھم شام و سحر
ہم زندہ دلوں پہ بنسنے والا تُو کون؟
(۱۹۲۹ء)

(۶)

حاسد جلتے ہیں آتشِ حسرت میں
عاشق جلتے ہیں آتشِ فرقت میں
حاسد جانیں گے سیدھے دونخ کی طرف
عاشق جانیں گے بے دھڑک جنت میں
(۱۹۱۵ء)

(۷)

رکھتے ہیں جو سودائے محبت سر میں
آتے نہیں خوفِ مرگ سے چکر میں
واعظ کو لحد کا ڈر ہے، جیسے بچے
جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اندھیرے گھر میں
(۱۹۱۵ء)

(۸)

سوتا ہوں ترے ساتھ • ارے واہ رے میں!
روتا ہے رتن ناتھ • ارے واہ رے میں!
دیکھا جو مجھے مہری کے رستے بھاگا
پالا ہے مرے ہاتھ • ارے واہ رے میں!

(۹)

افسانہ دیو و جن سے ڈر جاتے ہیں
بچپن ہی سے کان جن کے بھر جاتے ہیں
وہ نامِ اجل سے یاس پھر کیوں نہ ڈریں
موت آنے سے پیشتر ہی مر جاتے ہیں
(۰ ۱۹۱۵)

(۱۰)

حاسد جتنے ہیں بے اجل مرتے ہیں
مر مر کے زندگی کے دن بھرتے ہیں
مردوں کے مقابلے میں کیوں کر آئیں
کچھ کر نہیں سکتے تو حسد کرتے ہیں
(۰ ۱۹۱۵)

(۱۱)

حاسد مکار و پُر دغا ہوتے ہیں
ظالم • بے درد • بے وفا ہوتے ہیں
خود ٹٹتے ہیں غیروں کے • ٹانے سے لیے
آپ اپنی آگ میں فنا ہوتے ہیں
(۰ ۱۹۱۵)

(۱۲)

ہاتھ آئے گا کیا سہل نیا مال کہیں
ہر ایک سے چل سکتے ہو یہ چال کہیں
معلوم ہے تم ایک ہی بے ہودہ ہو
پہلے چُتے کتر نہ لو گال کہیں

(۱۳)

محفل تری بے رنگ نہ ہو جائے کہیں
اس رنگ میں پھر بھنگ نہ ہو جائے کہیں
ثابت ہے ترا جلوہ بے رنگ مگر
اندھوں میں کوئی جنگ نہ ہو جائے کہیں
(۰۱۹۲۷)

(۱۴)

حاسد کو غم و رنج سے چارا ہی نہیں
غیروں کی خوشی کبھی گوارا ہی نہیں
مٹ جائے کوئی تو دل کو خوش کر لینا
جینے کا کوئی اور سہارا ہی نہیں
(۰۱۹۱۵)

(۱۵)

ایامِ جوانی کو کیوں یاد کرو
دل کو یاسِ اس غم سے آزاد کرو
پیری کا عللِ خود فراموشی ہے
مے پی کے خدا کو اپنے یاد کرو
(۰۱۹۱۵)

(۱۶)

دنیا کے فریب سے جو بچنا چاہو
خود اپنی حفاظت کرو ، غفلت نہ کرو
شیطان کی شرارتوں کا شکوہ ہے عبث
دشمن کی نظر سے اپنے دل کو دیکھو
(۱۹۱۵ء)

(۱۷)

روکے گا کوئی کیا دل آگاہ کی راہ
دیوانے کی یا چور کی یا شاہ کی راہ
منزل ہے وہی سب کی مگر کیا کھجے
کھوٹی ہوئی کیوں بندہ درگاہ کی راہ
(۱۹۲۸ء)

(۱۸)

جی چاہے تو دل لگائیے بسم اللہ
آشوب کوئی اٹھائیے بسم اللہ
دل کی دنیا میں ہو کا عالم کیوں ہے
سوتے فتنے جگائیے بسم اللہ
(۱۹۲۹ء)

(۱۹)

نامحرم اسرار نہ سُن لے کوئی
دیکھو پس دیوار نہ سُن لے کوئی
شوریدہ مزاج سر پٹکنے نہ لگیں
زنجیر کی جھنکار نہ سُن لے کوئی

(۲۰)

نافموں کو کیوں راہ بتائے کوئی
دیوانوں کو کیوں ہوش میں لائے کوئی
زاہد کی ہدایت کو عصا کافی ہے
اندھوں کو چراغ کیوں دکھائے کوئی
(۱۹۱۵ء)

(۲۱)

پھر درد خدا چاہے تو کروٹ بدلے
پیدا ہو تڑپ مُردہ دلی کے بدلے
مٹنے کے نہیں زندہ دلی کے آثار
یارانِ قفس سے شرط کوئی بدلے
(۱۹۲۸ء)

(۲۲)

یہاں ایک غیر متعلق رباعی سوا درج ہو گئی تھی جو حذف کی گئی۔ (مرتب)

(۲۳)

مرنا جینا تو داخلِ فطرت ہے
دونوں کا وجود قابلِ عبرت ہے
مرنا برحق ہے جس پہ لازم ہے شکر
باطل ہے زیست، زیست پر لعنت ہے
(۱۹۱۵ء)

متفرقات

(۲۳)

جو دل کو توڑ کے فرمائے فکرِ دل جوئی
وہ کیا شکستہ دلوں کا مزاج داں ہوتا
غم اپنے حق میں ہے گویا غذائے روحانی
یہ دردِ دل جو نہ ہوتا تو میں کہاں ہوتا
خود اپنے دل کو دکھاتا ہوں، اے معاذ اللہ
بغل میں کاشکے اک دردِ جاوداں ہوتا
ثبوتِ زندگیِ عشق کچھ تو دینا تھا
نشانِ دل نہ سی، دردِ بے نشان ہوتا
کہاں کی بوئے حقیقت، کہاں کا رنگِ مجاز
جو اب سے دور یہ پردہ نہ درمیاں ہوتا

(۲۵)

مبارک ہو نویدِ وصل پر مدہوش ہو جانا
بھنور میں ڈوب کر گم گشتہ آغوش ہو جانا
نذاقِ عشق سے نا آشنا ہے کامِ جاں جب تک
سمجھ میں آئے کیوں کر نیشِ غم کا نوش ہو جانا

(۲۶)

قطرہ

دل بہت آج دھڑکتا ہے ، خدا خیر کرے
اپنے سائے سے بھڑکتا ہے ، خدا خیر کرے
ایک اک سانس پہ گھبرا کے تڑپ اٹھتا ہے
آپ ہی آپ پھڑکتا ہے ، خدا خیر کرے

(۲۷)

جنابِ یاس ہیں اور انتظامِ باغِ سخن
ہوائے سُند کے جھونکے ہیں اور چراغِ سخن
(۱۹۱۳ء)

(۲۸)

محبتِ رقیبوں سے عداوت ہے یاس سے
کسی پر عنایتیں کسی پر یہ شدتیں*
(۱۹۱۳ء)

(۲۹)

دل اُشنائے معنی بیگانہ ہو گیا
جادو نہ چل سکا کوئی حُسنِ مجاز کا
خود نفس بے حیا نے کی زندگی حرام
پھر کیا ضرور شکوہ عمرِ دراز کا*
(۱۹۱۳ء)

☆ ان اشعار کے وزن کے سلسلے میں دیکھیے: حواشی ۲۸ و ۲۹، غیر مدون کلام۔ (مرتب)

(۳۰)

آج وہ کیوں زیرِ خاک سوتے ہیں آرام سے
کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو
اُڑے ہیں ہوش ایسے اب گردشِ ایام سے
جلوہ معنی کجا • دیدہ حیراں کجا
باز آؤ یاسِ اس آرزوئے خام سے
(۱۹۱۵ء)

(۳۱)

کلامِ یاسِ پہ ٹھہری نہ جوہری کی نظر
تو کیا اُمید کرے کوئی بادشاہوں سے
(۱۹۲۱ء)

(۳۲)

آئینہٴ اسلاف ہوں • یہ کیا کم ہے
وصاف نہیں صاف ہوں • یہ کیا کم ہے
گاندھی نہیں • اجل نہیں • آزاد نہیں
میں بندہٴ الطافؑ ہوں • یہ کیا کم ہے
(۱۹۲۳-۲۵ء)

۱۔ ان تینوں شعروں کے وزن کے سلسلے میں دیکھیے: حاشیہ ۳۰، غیر مدون کلام - (مرتب)
۲۔ مولوی سید الطاف حسین، ہیڈ ماسٹر، اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ - (مرتب)

(۳۳)

امِ صغریٰ (بیٹی) کی وفات پر

دیکھو صغریٰ یہ حال میرا کیوں ہے
مُنہ میری طرف سے تم نے پھیرا کیوں ہے
چاروں جانب تمہیں چار شمعیں روشن
آج ایک طرف گھر میں اندھیرا کیوں ہے؟
(۱۹۲۹ء)

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

رباعیات

(۳۳)

وہ حُسن ہی کیا جس میں نہ ہو خوئے وفا
دل ڈھونڈتا ہے دل میں پہلوئے وفا
اربابِ ہوس کی دل لگی کیا؟ وہی رنگ
مستوں کی غذائے روح کیا؟ بومے وفا
(۱۹۳۳ء)

(۳۵)

کچھ معنی و مطلب سے نہ آگاہ ہوا
حق چھوڑ کے باطل کا ہوا خواہ ہوا
اُستاد سے مُنہ موڑ کے کیا بھل پایا
پڑھ پڑھ کے کتاب اور گمراہ ہوا

(۳۶)

پروا کوئی رکھتا نہ طلب رکھتا ہوں
ہاں ایک کھٹک سی روز و شب رکھتا ہوں
جس کی کوئی دوا نہیں تیرے سوا
دل میں وہ دردِ منتخَب رکھتا ہوں
(۱۹۳۳ء)

(۳۷)

ایسا نہ سمجھو کوئی خیلا ہوں میں
دُھن کا پکا ہوں گو اکیلا ہوں میں
دم کیوں نہ بھروں پھر میں علی کا ہر دم
معلوم ہے کس گرو کا چیلہ ہوں میں

(۳۸)

سکھویں میں، سہیلیوں میں ہنس لینے دو
پھولوں میں دو گھڑی تو بس لینے دو
بادل ہے گہرا ہوا، برس لینے دو
ہاں دل کو ذرا اور ترس لینے دو

(۳۹)

کون ایسا ہے دنیا کی جسے چاہ نہ ہو
سب سے ہو الگ کسی کے ہمراہ نہ ہو
دیکھا تو یگانہ کے ہیں انداز کچھ اور
درویش کے بھیس میں شہنشاہ نہ ہو

(۴۰)

چنگیز کا پوتا ہوں، علی کا بندہ
بندے کو تو آتا نہیں لندا پھندا
منت ہے پڑی یار الکشن میں چلے
جاتے نہیں چھوڑ دیتے چلتا دھندا

(۳۱)

اندھوں کو مبارک ہو یہ دیوانہ روی
کیا جانیں یگانہ کی وہ بیگانہ روی
دریا ہوں میں صحرا کا بگولا تو نہیں
دیوانہ روی بھلی کہ مستانہ روی
(۱۹۳۳ء)

(۳۲)

بھونچال دیوی کے کرشمے

آئے گی قدم با قدم آتے آتے
ظالم تجھے کیا دیر قیامت ڈھاتے
نیرنگِ جمال پر چڑھا رنگِ جلال
دنیا ہی بدل گئی پلک جھپکاتے
(۱۹۳۵ء)

(۳۳)

کیوں مرد مدافعانہ رفتار چلے
چلنا ہے تو چنگیزی تلوار چلے
جولاں گرہ ہستی کا یہی ہے دستور
میدان اُس کا ہے جو پہلے مار چلے
(۱۹۳۳ء)

غزل

خُدا کہاں ہے، کسے درمیان دے کوئی
 بُتوں کے نام پہ شاید امان دے کوئی
 مزہ ستانے کا جب ہے کہ دل ٹھکانے ہو
 حواس گم ہوں تو کیا امتحان دے کوئی
 نگاہِ حُسن کا حُسنِ طلب ہے جانِ اُمید
 اُمید ایسی تو پھر کیوں نہ جان دے کوئی
 کدھر سے آتی ہے مستانہ بوئے پیراہن
 کہاں ہے، کون ہے، کس کا نشان دے کوئی
 ارے وہ ناچ نچاؤں کہ روح وجد کرے
 شکستہ ساز پہ میرے جو دھیان دے کوئی

خودی کا نَفہ نہ چڑھ جائے، مت پلٹ جائے

خدا نکرہہ یگانہ کو جان دے کوئی
 (۱۹۳۳ء)

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

رباعیات

(۳۵)

قیمت میں ہیں بدگھر ، حلالی سے سوا
تکلیوں کے ہیں بول ، فکرِ عالی سے سوا
جی جانتا ہے طنرِ یگانہ کے مزے
گالی تو نہیں مگر ہے گالی سے سوا

(۳۶)

کچھ قدر ہمز ہے نہ کوئی قیمتِ فن
بن پڑنے کی بات ہے ، کہاں کی جتن ؟
دُفلی بھی عجب ناچ نچا دیتی ہے
منڈھتی ہے تو خوب بجتی ہے ”ٹھنک ٹھن“

(۳۷)

بُنتے ہی رہیں ہم تو عدو کیوں نہ جلے
ایسی زندہ دلی کہاں تک نہ کھلے
گریہ وہ جسے تُو ہی سُنے یا نہ سُنے
خندہ ایسا کہ سات گھر ٹھیکا لے

(۳۸)

نقاد چُغَد ہے کہ گدھا ہے، کیا ہے؟
اندھا ہے کہ نیت کی خطا ہے، کیا ہے
”آیات“ و ”ترانہ“ دیکھ کر بھی نہ کھلا
آئینہ ہے یا اُلٹا تو ہے، کیا ہے؟

(۳۹)

اتنی طاقت کہاں سے کوئی لائے
سو مرتبہ اندر آئے باہر جائے
اُس پر یہ ستم جب آئے ٹھوکر کھائے
ایسی بے ہودہ نوکری؟ باز آئے!

متفرقات

(۵۰)

چھٹ بھنیوں میں ڈھونڈتے کیا ہو میرے بانکے شعر کی بات
شیر کا پنہ، کتے کا دھکا، مینڈھے کی چوٹ، گدھے کی لات

(۵۱)

کچور بنا ڈالوں چاہے کچالو
چچا کا چچا ہوں میں خالو کا خالو

(۵۲)

مجھ کو یگانہ سنگِ ملامت کا خوف کیا
میں تو وہ پاک شہدا ہوں ستیاں کہیں جے

(۵۳)

مزه ایسا چکھاؤں زندگی بھر یاد رہ جائے
دبے پھر کیا کسی سے وہ جو میری چوٹیں سہ جائے

☆ ستیاں، لکھنؤ کا مشہور شہدا مگر صاحبِ ایمان۔ (یگانہ)

(۵۳)

اپنے ہندستان میں گورے بھی ہیں، کالے بھی ہیں
میرزا والے بھی ہیں ”دو میرزا“ والے بھی ہیں

غلجی

(۵۵)

غلجی بھونکتا پھرتا ہے جیسے کوئی بورا
ابابا . ابابا . ابابا . ابابا

(۵۶)

یگانہ نے کیا آن چھلی ٹھونک دی
غلجی پکارے، چٹھری بھونک دی

اصغر گونڈوی

(۵۷)

چھٹ بھٹیوں کا اندازِ فلاطونی کیا؟
میرے آگے فریبِ موزونی کیا؟
منگل اتوار والے کالے کتے
تُو کیا، وہ ”کموڈیا“ بدایونی کیا؟

(۵۸)

چنڈال نہیں ہے ”دیو بھگتا“ ہے کلوٹ
جو جیسا ہو ویسا اُسے لگتا ہے کلوٹ
آپ اُس سے خفا ہیں تو رہیں ٹھینگے سے
بھنگن تو خوش ہے، ایسا بگتا ہے کلوٹ

(۵۹)

کالا بھوت

شعر کہنے لگا ہے کالا بھوت
رنگ لایا ہے کیا نرالا بھوت
گھی کے جلنے لگے خبیثوں میں
کس اندھیرے کا ہے اُجالا بھوت
انہیں لاتوں کی ہے یہ بلہاری
پھاند سکتا تھا کیا ہمالا بھوت
صورت و سیرت ایک سی واللہ
کس نے سانچے میں ایسا ڈھالا بھوت

(۶۰)

مہاراجہ سرکشن پرشاد

غیروں کو ستایا نہ عزیزوں سے لڑے
زور اتنا مگر کسی پہ بھاری نہ پڑے
کہتے ہیں مہاراجؒ بڑے آدمی ہیں
ہم ایسے سرپھروں سے کیا ہوں گے بڑے؟

☆ مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر، صدر اعظم، ریاست حیدرآباد۔ (یگانہ)

(۶۱)

قطعه تاریخ

اے زہے حُسنِ فیضِ ملکِ دکن
دُور پہنچا ہے جس کا آوازہ
سرپرستوں سے ہے یہیں کے بندھا
آج علم و ہنر کا شیرازہ
تم بھی تسکینِ ذوق کیوں نہ کرو
وا ہے شعر و سخن کا دروازہ
اک اضافہ ہے دید کے قابل
۱۔ ہے معینِ سخن گلِ تازہ☆

۱۳۵۸
۱-
\$1۳۵۶

(۱۳ دسمبر ۱۹۳۸ء)

☆ نواب محمد معین الدین خاں (معین الدولہ) کا دیوان "معینِ سخن" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہ قطعہ تاریخ اس کے آخر میں شامل ہے۔ رک حاشیہ ۱۰ غیر مدون کلام۔ (مرتب)

رباعیات

(۶۲)

سارے جھگڑوں سے پا گیا چھٹکارا
دل ہے خالی تو کیا کرے بے چارا
فریاد کا دردِ سر اٹھاتا کیوں کر
گھسیارے کا بنا رہا گھسیارا

(۶۳)

نیت ہے بخیر ، بول اپنا بالا
سادہ سی بات جس کا مطلب سیدھا
چُوٹھا ملا کا چاہے آوندھا ہو جائے
رندوں کا پیالہ تو نہ ہو گا آوندھا

(۶۴)

ہم بندے ہیں بندوں سے ہے مطلب اپنا
ہے ایک خدا کو چھوڑ کر سب اپنا
انسان بنیں یہی ہے کرتب اپنا
سیرت اپنی ہے عین مذہب اپنا

(۱۹۵۳ء)

(۶۵)

کافر کوئی اپنا ہے نہ دیں داز اپنا
اچھا نہ سہی کوئی خریدار اپنا
ٹیکا ہے نہ گھٹا ہے یہاں ماتھے پر
سیرت اپنی ہے اور کردار اپنا
(۰۱۹۵۳)

(۶۶)

مرزا کا قدم غلط نہ پڑتے دیکھا
ناحق کبھی یاروں سے نہ لڑتے دیکھا
سیدھے سے آدمی تھے بالکل سیدھے
جھکتے کبھی دیکھا نہ اکڑتے دیکھا
(۰۱۹۵۳)

۷(۶۷)

ناکامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست
بدنام سہی ، حال میں اپنے ہیں مست
لکھی تھی میرزا یگانہ کے لیے
باطن کی فتح اور ظاہر کی شکست
(۰۱۹۵۳)

(۶۸)

تخریب جسے کہتے ہیں اہل غفلت
عارف کی نظر میں ہے سراسر حکمت
کیوں آگ نہ برے ، کیوں نہ بھونچال آئے
نیت جیسی ہو جس کی ویسی برکت

(۶۹)

ہوگا کوئی شریفِ عالی گوہر
میں تو نہ شریف ہوں نہ اعلیٰ افسر
عزت جو مٹائے سے کسی کے مٹ جائے
ایسی عزت پہ مارتا ہوں ٹھوکر

(۱۹۵۳ء)

(۷۰)

یہاں ایک غیر متعلق رباعی سوا درج ہو گئی تھی جو حذف کی گئی۔ (مرتب)

(۷۱)

کچھ دن تو رہا فتح کا سودا سر میں
بل چل سی مچ گئی زمانے بھر میں
لُٹا تو سہی، لُٹ کے لے جائیں کہاں
دلی کیوں کر سمائے اُن کے گھر میں؟

(۱۹۵۳ء)

(۷۲)

تصویرِ عمل بہ چشمِ بنیا ہم ہیں
ظاہر ہے کہ لاشریک، تنہا ہم ہیں
کام اپنا ہے، شوق اپنا ہے، ڈھب اپنا ہے
اپنی ڈیوٹی کے کارفرما ہم ہیں

(۱۹۵۳ء)

(۷۳)

دُنیا میں وہ مزہ رہا بھی تو نہیں
اس باغ میں اب بوئے وفا بھی تو نہیں
پھولوں سے پھولوں سے چھک گیا ہوں ایسا
چکھنا معلوم، سو نگھتا بھی تو نہیں

(۷۴)

زندہ ہے ادب تو قوم مرنے کی نہیں
روشن ہے آفتاب سے روئے زمیں
مرزا کا ذکرِ خیر کرنے والو!
آخر یہ ٹریجڈی ہے یا فتحِ مُبیں؟
(۱۹۵۳ء)

(۷۵)

کیا جانے کوئی کدھر کدھر جانا ہو
جانے وہی جس نے حق کو پہچانا ہو
منزل اپنی ہے اور جادہ اپنا
رہبر دیکھے تو کتنا کھسیانا ہو

(۷۶)

ایسے میں سویرا ہے بھگا لے جاؤ
اُردو ہو کہ فارسی بچا لے جاؤ
اُلو بولا سدھارنے والوں کا
تشریف کا ٹوکرا اٹھا لے جاؤ

(۷۷)

دیوانہ عشق کو نصیحت توبہ!
وہ عقل کی باتیں، وہ حماقت توبہ!
جذبہ کسی جذبے ہی سے مٹ سکتا ہے
نفرت سے بدل گئی محبت توبہ!

(۷۸)

بے کار ہے اے دوست مسلمان سے گلہ
دیتے ہیں بہادر ہی بہادر کو صلہ
حاصل ہے کے عزت و ذلت کا شرف
جو لکھنؤ کے ہاتھوں یگانہ کو بلا
(۰۱۹۵۳)

(۷۹)

یہ تیزی طبع، اُف یہ کج رفتاری
دس بیس پہ جانتے ہو خود کو بھاری
کیا زور ہے کیا زعم ہے ماشاء اللہ
آپ اپنے پاؤں پر کُکھڑی ماری؟
(۰۱۹۵۳)

(۸۰)

مٹی میں نہ مل جائے عداوت ساری
برباد نہ ہو جائے یہ آتش باری
صدمہ پہنچا کے دیکھ لو، میں کیا ہوں
پتھر میں کیا بھرا ہے، اک چنگاری
(۰۱۹۵۳)

(۸۱)

سُنتے ہو یار پھبتیاں یاروں کی
چلتی رہتی ہیں چٹکیاں یاروں کی
دیوانہ بن کے میں بھی اک کام کروں
کہیے تو اڑا دوں دھجیاں یاروں کی

(۸۲)

بھکھو نے کہا ، کہاں میسر ہے دہی؟
سیروں پی جائیے دہی ہو کہ کڑھی
بل جائے جو رام پور کا پس خوردہ
دو لقمے میں چھٹ جائے پھپھوندی منہ کی!
(۱۹۵۳ء)

(۸۳)

کیا ہو گئی وہ حُسن کی رنگت ، نہ رہی
بس رنگ ہی رنگ ہے ، طراوت نہ رہی
رُوکھے پھیکے سے پیٹ بھر لیتا کیا
کیا لذتِ عیش جب طبیعت نہ رہی

(۸۴)

سرکار کی وہ قدر ، وہ قیمت نہ رہی
ایمان پلٹ گیا ، ارادت نہ رہی
سچ بول کے ناصح نے چھڑایا تم سے
وہ پاک محبت ، وہ عقیدت نہ رہی

(۸۵)

سینہ کافر کا چاک کر ڈالیں گے
قصد دم بھر میں پاک کر ڈالیں گے
سچ کے بل پر اکڑتا ہے چنگیزی
ہم سچ کو کچل کے خاک کر ڈالیں گے

(۸۶)

لڑتے ہی نگاہ دل دھڑکنے نہ لگے
نیت معصوم کی بھٹکنے نہ لگے
دل کے اندر دبی ہوئی چنگاری
دنیا کی ہوا کھا کے بھڑکنے نہ لگے

(۸۷)

اتنا سادہ تو کوئی انسان بنے
محفل میں قدم رکھتے ہی نادان بنے
گھرے اتنے کہ تھاہ دیتے ہی نہیں
بیٹھے ہیں جو کھوئے ہوئے انجان بنے
(۱۹۵۲ء)

(۸۸)

واعظ کو مناسب نہیں رندوں سے تئے
منبر پہ لتاڑ دیں اگر دل میں ٹھننے
اچھے ہیں یگانہ یا بُرے ، جیسے ہیں
یاروں نے بنا دیا کہ خود ایسے بنے

(۸۹)

انسان کی صحبت آدمی چاہتا ہے
زندہ رہتا ہے، زندگی چاہتا ہے
دل ہو چنگا تو پھر گنواروں سے بھی
منسنے کو بولنے کو جی چاہتا ہے
(۰۱۹۵۳)

(۹۰)

ظالم کو بھی دیوانہ بنسا دیتا ہے
اندازِ ستم گری بھلا دیتا ہے
چھوٹا ہے نہ چھوڑتا ہے، حیرت تو یہ ہے
پتھر بھی ہو دل تو گدگدا دیتا ہے

ء(۹۱)

کھنے کو تو کعبہ بھی خدا کا گھر ہے
دکھا تو وہی اینٹ ہے یا پتھر ہے
حق کا مرکز ہے حق شناسوں کے لیے
یہ سینہ بے کینہ عجب مندر ہے
(۰۱۹۵۳)

(۹۲)

اللہ اللہ حضور کی سوجھتی ہے
نخاس سے رام پور کی سوجھتی ہے
ٹیلے پر چڑھ کے طور کی سوجھتی ہے
دیوانے کو کتنی دور کی سوجھتی ہے
(۰۱۹۵۳)

(۹۳)

ایسا نہ ہو حق کا سامنا ہو جائے
سارا یہ طلسمات ہوا ہو جائے
کیا کرتا ہے، سچ پہ جان دینے والے!
یاروں کا مزہ نہ کرکرا ہو جائے
(۱۹۵۵ء)

(۹۳)

ایسا نہ ہو یہ حُسن مصیبت ہو جائے
یہ گرمی بازارِ اک آفت ہو جائے
اچھا ہے، ڈھل چلی جوانی اُن کی
سورج نہ ڈھلے تو پھر قیامت ہو جائے

(۹۵)

تھے اور بھی جانور رفاقت کے لیے
تا کا مگر آپ ہی کو خدمت کے لیے
انساں سے جدا رہ نہیں سکتا کتا
انسان بنا کتنے کی صحبت کے لیے؟
(۱۹۵۳ء)

(۹۶)

پیدا ہوئے فاختہ اُڑانے کے لیے
دولت ہاتھ آئی ہے لُٹانے کے لیے
آزاد تو آزاد انھیں کیا پروا
کھانے کے لیے ہیں، بلبلانے کے لیے!
(۱۹۵۳ء)

متفرقات

(۹۷)

وہ جانِ ادب ، خاصہ خاصانِ ادب
ساتھ اپنے یگانہ لے گئے شانِ ادب
(۱۹۵۳ء)

(۹۸)

باشمِ اسمعیل

بمبئی والے باشمِ اسمعیل
ہوں تو ایسے ہوں دوست ، ایسے خلیل
حیدرآباد میں مجھے یہ لے
جیسے نعمتِ خدا کی قدرت سے
ایسے مخلص کہاں سے پاؤں گا
کون ہے اک دوار کا کہے سوا
مردِ جوہر شناس ، شایستہ
خدمتِ دوست پر کمر بستہ
وہ ہیں بمبئی میں ، لکھنؤ میں ہم
پھر بھی اُن کی نظر میں ہیں ہر دم

☆ دوار کا داس شعلہ - (مرتب)

میرے دکھ درد کا اُنھیں احساس
اپنے اخلاق، اپنے فرض کا پاس
ہے یہ معیار اُن کے ایماں کا
مرتبہ جانتے ہیں انساں کا
گرگڑوں کو یگانہ دیکھ چکے
خوب رنگِ زمانہ دیکھ چکے

آخری غزل

بندھی ہے کلنکی، آپس میں گفتگو نہ سی
 زبانِ حال سی، صرفِ آرزو نہ سی
 بھرا ہے بادۂ بے رنگ سے یہ شیشہٴ دل
 دماغِ تازہ ہے اپنا، شگفتہٴ رُو نہ سی
 کہاں وہ جلوۂ عریاں، کہاں یہ حُسنِ حجاب
 یہی تو دید کے قابل ہے رُوِ رُو نہ سی
 جو تیری یاد میں کھویا گیا تو کیا پروا
 جدھر بھی ہو دلِ گم گشتہ، قبلہٴ رُو نہ سی
 پیامِ حق تو اُدھر ہی سے آئے گا اک دن
 کھڑے ہیں منتظرِ وقت، جستجو نہ سی
 خدا کے سامنے پاکیزگی جتاننا کیا
 نگاہِ پاک ہو، دل صاف ہو، وضو نہ سی
 بھری بہار میں نیت نہ ہوگی ڈانواں ڈول؟
 خیالِ خام سی، تیری آرزو نہ سی

ٹٹول لینے سے بے چارہ کیوں رہے محروم
 ہوس نصیب کو احساسِ رنگ و بو نہ سہی
 کسے خبر کہ یہ صورت ہے کس مرض کی دوا
 نظر میں جھپتی نہیں، ایسی رنگ و بو نہ سہی
 مزاج کیوں نہ بہکتا زمانہ سازوں کا
 زمانہ اُن کے موافق ہے، ایک تو نہ سہی

یگانہ آم وہی ہیں وہی ہیں خربوزے

یہ لکھنؤ ہے وہی، گو وہ لکھنؤ نہ سہی

(۱۹۵۳ء)

(۱۰۰)

آخری مصرع

مرزا صاحب رہ گئے تنہا اک اک ساتھ چھوٹ گیا

(۱۹۵۶ء)

غزلیات

(۱)

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہ نہ گیا — خدا بنے تو لگانے مگر بنا نہ گیا
 پہلے زیر لب اب تک کچھ سنا نہ گیا — اشارہ پاتے ہی انگڑائی لی رہ نہ گیا
 مہنسے میں وعدہ فرما کوٹالنے والو — لو دیکھ لو وہی کل — آج بن نہ آئے کیا؟
 گناہ زندہ ولی کہہ ریا دل آزاری — کسی پہنسن لڑائی کا پھر مہنسہ نہ گیا!
 پکارتا کہ کس کو ڈوبنے والا — خدا تھے اتنے مگر کوئی آکر نہ گیا؟
 سمجھتے کیا تھے مگر سننے تھے ترانہ درد — سمجھ میں آئے گا جب تو پھر سنا نہ گیا!
 کروں تو کس کروں دردِ نارسا کا ٹکڑا؟ — کہ مجھ کو لے لے دل دھمت میں کسا نہ گیا!
 بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کی پہچانا — خدا لے لے کھو تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

کمرِ شبنم کا ہون بھاری علی کا بندہ ہوں
 لگانے شانِ خدا دیکھ کر رہ نہ گیا

”مجمیعہ“ قلمی حصہ غزلیات کا پہلا صفحہ

باقیات

(۱)

مقدر کے کرشمے ہیں، خطا کیسی، سزا کیسی
مجھے اپنے کیے پر یاسِ شرمانا نہیں آتا
(۱۹۲۳ء)

(۲)

اجل کے واسطے خالی نہیں مکاں اپنا
بے ایک دشمنِ جاں آج میسماں اپنا
(۱۹۱۶ء)

(۳)

کیا خوب اُلٹے پاؤں جوانی پھر آ گئی
دیکھو نہ، میرا شعرِ جوانوں سے لڑ گیا
دامِ فرد سے چھوٹ کے پہنچا مُراد کو
دیوانہ بن کے قیس بنا، یا بگڑ گیا
شیطان کا مقابلہ کیا عشقِ پاک سے
لڑنے کو لڑ پڑا مگر آخر پچھڑ گیا
(۱۹۲۱ء)

(۴)

کمالِ عشق ہے دونوں جہاں سے بے خبر ہونا
حواسِ ظاہری و باطنی کا منتشر ہونا
جُتوں کے دل کو شاید خانہ کعبہ سمجھتے ہو
بہت مشکل ہے اس گھر میں غریبوں کا گزر ہونا
بلائے جاں ہے مستوں کے لیے اندیشہ فردا
آلِ کار کی تصویر کا پیشِ نظر ہونا
(۱۹۱۵ء)

(۵)

حق بجانب ہے جو صیاد گلا گھونٹ دے اب
سوئے فتنوں کو اسیروں نے جگانا چاہا
(۱۹۱۸ء)

(۶)

بے ہودہ سر پٹکنے کا حاصل نہیں کوئی
نقشِ قدم تک اب سرِ منزل نہیں رہا
(۱۹۱۶ء)

(۷)

سر سلامت پھر بہارِ سنگِ طفلان دیکھنا
دل سلامت لذتِ صد درد و درماں دیکھنا
جنگِ حُسن و عشق کا کیا دل شکن نظارہ ہے
شعلہ و پروانہ کو دست و گریباں دیکھنا

آنکھ بھر کر جاگتے میں کوئی دیکھے، کیا مجال
 خواب میں ممکن ہو شاید روئے جاناں دیکھنا
 جلوۂ موہوم کیا اک دُرد کا پیمانہ تھا
 ہو گیا آپے سے باہر ظرفِ انساں دیکھنا
 (۱۹۳۳ء)

(۸)

چوٹ کھاتے کھاتے دل سنگ آزما ہو جائے گا
 درد بڑھتے بڑھتے آپ اپنی دوا ہو جائے گا
 (۱۹۳۲ء)

(۹)

تلاطم نے اُچھالا تھا بھنور نے گھیر کر مارا
 خیالِ خام تھا بحرِ فنا سے پار ہو جانا
 (۱۹۳۰ء)

(۱۰)

کوئی محرم نہیں اس دل کے نہاں خانے کا
 داغِ پنہاں نہیں یہ گنج ہے ویرانے کا
 چارہ سازوں نے سُنی ایک نہ دیوانوں کی
 راستہ روک لیا بیچ سے ویرانے کا
 صبحِ پیری نے کیا دل کے کنول کو ٹھنڈا
 آئندہ خانے پہ عالم ہے سیہ خانے کا

کیا اسی پردے میں ہو جائے گا دیدارِ خدا
شوق بے حد ہے ان آنکھوں کو صنم خانے کا
(۱۹۱۵ء)

(۱۱)

رہوں گا صورتِ تصویرِ پابندِ رضا ہو کر
لے گی چپ کی داد افسانہ بعدِ فنا ہو کر
(۱۹۱۸ء)

(۱۲)

نگاہِ بے زباں نے کیا اثر ڈالا برہمن پر
مٹا ہے پیکرِ بے دست و پا کے رنگ و روغن پر
رہا تا حشر احسانِ ندامتِ اپنی گردن پر
بجائے مے ٹپکتا ہے زلالِ اشکِ دامن پر
شرفِ بخشادلِ سوزاں نے مجھ کو دوستِ دشمن پر
وہ دل جس کا ہر اک ذرہ ہے بھاری موم و آہن پر
نہ جانے پہلی منزلِ برقِ سوزاں کی کہاں ہوگی
ستمِ آباد کے خطے میں یا اُجڑے نشیمن پر
عجب کیا ہے حرکتِ آنکھوں ہی آنکھوں میں پنی جانیں
قیامتِ ڈھانیں گے بد ہیں جمالِ شمعِ روشن پر
زہے الزامِ آزادی کہ حسرتِ رہ گئی دل میں
نشیمن سے نکل کر بیٹھتے شاخِ نشیمن پر

نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن وہ اپنا کام کرتے ہیں
 دل بے مدعا ہنستا ہے کیا شیخ و برہمن پر
 بجائے نفسِ امارہ دلِ مجبور کو مارا
 گوارا کر لیا کیوں خونِ انصاف اپنی گردن پر
 عدو کیوں حضرتِ یاسِ آپ کا صبر آزما ہوتا
 ارے یہ تہمتِ بے جا بجائے دوست و دشمن پر
 (۱۹۱۹ء)

(۱۳)

صیاد، آہ کیا کریں فصلِ بہار میں
 دل اختیار میں نہ اجل اختیار میں
 دل تنگ ہوں کشاکشِ اُمید و بیم سے
 دن گن رہا ہوں حسرتِ روزِ شمار میں
 وہ دن گئے کہ زور نہ چلتا تھا چرخ کا
 مست اینڈتے تھے سایہ ابرِ بہار میں
 (۱۹۱۶ء)

(۱۴)

باتھ اٹھاتے ہی چمک جاتی ہے بجلی دُور تک
 بائے اب وہ جس کماں اس دستِ بے شمشیر میں
 (۱۹۱۷ء)

(۱۵)

دامنِ مطلبِ نایاب کی اللہ سے ہوس
دستِ شل حوصلہ بے سرو پا کرتے ہیں
(۱۹۲۱ء)

(۱۶)

شہیدانِ وفا سوتے ہیں جلتی دھوپ میں غافل
غضب کی نیند آتی ہے ہوائے تیغِ قاتل سے
(۱۹۱۳ء)

(۱۷)

وہی امام ہے اس شاہِ راہِ فطرت کا
جو دل کے ساتھ ہے اور دل کے اختیار میں ہے
طلسمِ خاک کو دیوارِ آہنیں نہ سمجھ
سوادِ منزل اسی پردہٴ غبار میں ہے
اسی کو کہتے ہیں شاید طلسمِ بیم و رجا
یہ کیفیت جو نگاہِ گناہ گار میں ہے
(۱۹۱۷ء)

(۱۸)

تمیزِ عشق و ہوس و خشیوں سے ناممکن
کھڑے ہیں بیچِ دورا ہے یہ حق و باطل کے
(۱۹۱۷ء)

(۱۹)

انگڑائیوں کا زور ہے دھکتا ہے بند بند
ہنگامِ صبح بس نہیں چلتا خمار سے
لاشہ کسی غریب کا پھلکا دیا تو کیا
لپٹے گی روح سایہ دیوارِ یار سے
دل نے جہادِ نفس کیا بھی تو کیا ہوا
آخر شہید ہو کے پھرا کارزار سے
(۱۹۱۶ء)

(۲۰)

باز آ ریشہ دوانی جفا سے ظالم!
بڑھتے بڑھتے کہیں ایسا نہ ہو افسانہ بنے
(۱۹۱۷ء)

(۲۱)

خونِ ناحق پہ پسینا بھی نہ آیا ظالم!
توبہ خشک عجب کیا ہے جو باطل ہو جائے
(۱۹۲۳ء)

(۲۲)

ذرے ہی پارس تھے اپنی خاکِ پُر تاثیر کے
آشنا تھا کون پہلے نام سے اکسیر کے
دوب کر لائے تہ دریائے فطرت کی خبر
فکر سے جوہر کھلے آئینہ تدبیر کے

خانہ زنداں تو کیا تھا، شش جہت بھی کانپ اٹھے
 زلزلے آئے جو نالوں سے مری زنجیر کے
 پھٹ پڑے دیوار و در، پردہ نہ اپنا کھل سکا
 رنگ بے ڈھب ہو چلے تھے آسمانِ پیر کے
 دیکھیے انجام کیا ہو ہستیِ موہوم کا
 منتظر ہیں کب سے ہم اس خواب کی تعبیر کے
 لذتِ دردِ نہاں اک معنیِ بے لفظ ہے
 اضطرابِ بے سبب قابل نہیں تحریر کے
 (۱۹۱۷ء)

(۲۳)

سرِ برہمن ابھی ٹھوکرؤں سے ہو پامال
 بتوں کے دل میں اگر ڈال دے خدا نیکی
 (۱۹۱۸ء)

(۲۳)

قفس پر بادل آئے، آشیانے پر گری بجلی
 چمن میں آگ بر سے خانہ دل تک دھواں آئے
 دعائیں ہوں تو ایسی ہوں، سفارش ہو تو ایسی ہو
 فلک آئیں کچھ، دل سے صدائے الاماں آئے
 (۱۹۲۳ء)

(۲۵)

ارتقا سے جو فرشتہ کوئی شیطان ہو جائے
کیا یہ ممکن ہے کہ بڑھ کر کبھی انساں ہو جائے
دُشویو، اپنی اسیری کو مبارک سمجھو
تو سی بابِ سعادت درِ زنداں ہو جائے
(۱۹۲۳ء)

(۲۶)

دعائے خیر کا وہ کیا اُمیدوار رہے
جو اپنی آگ میں جل کر گناہ گار رہے
(۱۹۲۵ء)

(۲۷)

یہ رنگ، یہ بُو ایک ہی جھونکے کی ہے مہماں
قائم نہ ہوا پر کوئی بنیاد رہے گی
منزل کی طلب ہے تو پس و پیش کہاں تک
خالی کبھی راہِ عدم آباد رہے گی؟
(۱۹۲۵ء)

(۲۸)

رنگ و بُو لائی نویدِ دردِ سر میرے لیے
کر چکے پیشین گوئیِ بال و پر میرے لیے
(۱۹۲۶ء)

(۲۹)

تختِ رواں سے ہمتِ مردانہ کم نہیں
منزل کی دُھن میں خوف کے سنگِ راہ کا
(۱۹۱۷ء)

(۳۰)

کچھ عجب خاک کے پتلے میں کرامت دیکھی
غم غلط ہو گیا جب چاند سی صورت دیکھی
سر تو اُٹھتا نہیں اب ناز اُٹھانا کیسا
ناتوانوں کی مگر آپ نے ہمت دیکھی
(۱۹۱۳ء)

(۳۱)

مثلث کا بند

بے زبان آپس میں آج ہی سے لڑتے ہیں
شوق میں ربانی کے مُنہ سے پھول جھڑتے ہیں
دن پھرے اسیروں کے مژدہ بہار آیا
(۱۹۱۷ء)

(۳۲)

غضب ہے جرمِ شور انگیز پر مجبور ہو جانا
پتے کی بات کہہ کر بے دھڑک منصور ہو جانا
خدائی بھر میں بلچل ہے یہ کیا قانونِ قدرت ہے
ارے بندہ تو کیا، اللہ کا مجبور ہو جانا

طلسمِ پیش و پس میں گھر کے رہ جانا قیامت ہے
 غنیمت ہے لگی میں اپنی حد سے دُور ہو جانا
 کمالِ عشق کن آنکھوں سے دیکھے گا جمالِ اپنا
 لپٹ کر شمع سے آخر سرِ اُپا نور ہو جانا
 شعر ۳۹ و ۴۰: ۱۹۲۶ء

شعر ۲: ۱۹۳۱ء

(۳۳)

ہر کے افگندہ خود را در پناہِ ناکساں
 بندگانِ ناخدا را با خدا کارے نمائند

(۳۴)

جاگتی جوت کی تھی سب لیلیا
 آنکھ مُندتے ہی تھا اندھیرا پاک
 (۱۹۳۳ء)

(۳۵)

باتھ پھیلا کے گڑگڑانا کیا؟
 مانگنا ہے دُعا تو دل میں مانگ
 (۱۹۳۳ء)

(۳۶)

جامہ اتوا ایسا تولواں پھینک دیا اُتار کر
 آپ نے کھٹلوں کا کیا اچھا یہ: خوں بہا دیا

ہائے وہ ماجرائے شب، ہائے وہ صبحِ اولیں
 مچھک کے سلام کیوں کیا، آئندہ کیوں دکھا دیا
 (۱۹۳۹)

(۳۷)

کاٹ دی رات ایک کروٹ سے
 ننید تیری حرام کیا کرتا

(۳۸)

فریب ہستی برباد، اے معاذ اللہ
 ہوا سے بوٹڈلے چکر میں آئے ہیں کیا کیا

(۳۹)

کون کہتا ہے روح کو آزاد؟
 چاہے تو کھینچ لئے آدم زاد
 کوئی جلتا ہے رشک سے تو جلے
 ارے جیسا چراغ ویسی مراد

(۴۰)

ایک لیلیٰ کے اتنے دیوانے!
 سچ تو ہے ایک انار سو بیمار
 آگنی چھینک، رُک گیا پیشاب
 پھر بھی انساں ہے فاعلِ مختار

کس مزے میں ہیں بیویوں والے
 عیش کرتے ہیں روزمرہ اُدھار
 نہ تجھی میں رہا نہ مجھ میں کچھ
 میرے آگے اب اتنا مُنہ نہ پسار
 کیوں نہ منہگے جلس کے سَمَتوں سے
 کس کے دَم سے ہے گرمی بازار
 (۱۹۳۲ء)

(۳۱)

وہیں پہ عرش اُتر آئے کیا تماشا ہے
 کسی کے دھیان میں متوالے جس جگہ بیٹھے
 اُتر کے تخت سے پہنچے ہیں عرش پر گویا
 نجف میں جھومتے ہیں کتنے کج کُہ بیٹھے

(۳۲)

مری طرف سے بھی اک باتھ اے ترے صدقے
 دھگڑ کا تاؤ خصم پر اُتارنے والے!

(۳۳)

عجب نہیں جو کبھی چُپ کی داد مل جائے
 کے خبر کوئی کس بھیس میں کدھر گزرے

نہ لینے دوں تمہیں کروٹ، نہ میں ہی کروٹ لوں
جو میرے ساتھ کوئی شام یا سحر گزرے
(۱۹۳۸ء)

(۳۳)

یہ کیسی عید آئی، یہ کیا قیامت آئی
یہ کس سے آنکھ اُلجھی، کس پر طبیعت آئی
گرمی دکھا رہا ہے عہدِ شباب کیا کیا
کیا خوب، پھل جب آئے پھولوں کی شامت آئی
بیچھے نہ پھر کے دیکھے، دیتے رہو دُہائی
یہ کس سے آنکھ اُلجھی، کس پر طبیعت آئی
دو چار گالیاں ہی دے لیتے وہ تو کیا تھا
رونے کی جا تو یہ ہے دل میں کدورت آئی
چشمِ کرم کے صدقے، دامن پسارتا کیا
جب مُنہ سے مانگتے بھی بندے کو غیرت آئی
یہ سادگی تو دیکھو دل مجھ سے پوچھتا ہے
یہ کس سے آنکھ اُلجھی، کس پر طبیعت آئی
(۱۹۳۷-۵۰ء)

(۳۵)

تڑپا رہی ہے مقصدِ موبہوم کی خلش
کیا روگ لگ گیا دلِ اُمیدوار کو
(۱۹۲۲ء)

(۳۶)

ڈھونڈ لے گی خود اجل مجھ کو کوئی پروا نہیں
بے نیازی کارسازِ مدعا ہو جائے گی
(۱۹۱۷ء)

(۳۷)

مردوں سے شرط باندھ کے سوئی ہے اپنی موت
مردے کو کیا سمجھ کے جگایا کرے کوئی
(۱۹۳۲ء)

(۳۸)

درد مندوں کو تڑپنے تلملانے کے سوا
کیا خبر اپنا دل ہمدرد کس مشکل میں ہے؟
(۱۹۳۱ء)

یگانہ آرزو

(۱)

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا - قالب میں روح کو بھرنے نہ دیا
کیا آگ تھی سینے میں جسے فطرت نے؟ - روشن تو کیا مگر بھرنے نہ دیا!

(۲)

کوئی تجھ کو یگاڑنا جانا ہی - کوئی ہمت ہی نہ رہنا جانا ہی
کوئی تہ کو بید ہارنا جانا ہی - دریا ہی کہ موجیں مارنا جانا ہی!

(۳)

دیکھو کب تک ملوں گی پریشانی - فطرت کا گلہ کروں تو ہی بے ادبی
پیاسی تو ہیں جان بلب، مگر ابیرک ہم - دریا پہ بہرستان ہی نہ رہی بوالعجبی!

(۴)

ہر موج ہو ہی درپے دل شکنی - ہر سانس پہ نثری و قضا خندہ زنی
کھانا کب تک حباب دنیا کی ہوا - وہ ٹھیس لگی کہ دل تو کیا دہی پنی!

(۵)

چار دہنیں کوئی، جلتے رہتے نہ سوا - سانچے میں فنا کے ڈھلتے نہتے نہ سوا
ای غمغ نثری حبابِ فانی کیا ہے؟ - جھونکا کالاز نہ جھلتے نہتے نہ سوا؟

”مثنوی“ قلمی حصہ رباعیات کا پہلا صفحہ

ضمائم

ضمیمہ : ۱

غیر مدون کلام

(۱)

جو بلند خاکِ دل سے کبھی کچھ غبار ہوتا
مرے جذبِ بے کسی کا وہ اک اشتہار ہوتا
(۱۹۱۳ء)

(۲)

ہے کوئی ایسا محبت کے گنہ گاروں میں
سجدہ شکر بجا لئے جو تلواروں میں
دل سی دولت ہے اگر پاس تو پھر کیا پروا
نام لکھوائے یوسف کے خریداروں میں
روح نے عالمِ بالا کا ارادہ باندھا
چھڑ گیا ذکرِ وطن جب وطن آواروں میں
(۱۹۱۳ء - ۱۶)

(۳)

سخن ہی کیا ہے جو محسود لکھنؤ بند ہوا
وہ گل ہی کیا جو نہ کھٹکے نگاہِ دشمن میں
(۱۹۲۰ء)

(۴)

کنجِ قفس میں یاس کیا دل کا کواڑ کھولے
سُنتا ہے کون آپ کی، بولے یا نہ بولے
رات بے کی دیر تھی، اُف رے فریبِ رنگِ بو
پھولوں کو اب تو سونگھیے، اب تو نظر میں تولے
بجلی کڑک رہی ہے یاس، گو نہجتا ہے قفس تمام
نغمہ دردِ تابکے، دیکھیے آنکھ کھولے
(۱۹۲۳ء)

(۵)

رباعی

آخر نگہِ شوق نے گرما ہی دیا
مجبور نے مختار کو شرما ہی دیا
کچھ بس نہ چلا اپنے گنہ گاروں سے
سرکار نے حکمِ عشق فرما ہی دیا
(۱۹۲۶ء)

(۶)

حُسنِ مطلق کی قسم، شاہدِ یکتا کی قسم
آج دُنکا ہے یگانہ تری یکتائی کا
(۱۹۳۱ء)

(۷)

پنّی شاعری

کہاں کا چرخہ کہاں کا ٹکڑہ
کہاں کا چوک اور کہاں کا چکڑہ
خدا خدا کر، خدا خدا کر
کہاں کا گنا کہاں کا پونڈا
کہاں کی لونڈی کہاں کا لونڈا
خدا خدا کر، خدا خدا کر
کہاں کی دولت کہاں کی دُنیا
کہاں کا مومن کہاں کا دُھنیا
خدا خدا کر، خدا خدا کر
(۱۹۳۵ء)

(۸)

ادبِ جدید - تھو!

سترے رس بھرے کراڑے گول
نینتیں کیوں نہ ہوں گی ڈانواں ڈول

حُسن و عصمت کی اب وہ قدز کہاں
 کیوں نہ بک جائے کورٹیوں کے مول
 چل رہی ہے ہوائے آزادی
 تو بھی گھونگھٹ اُلٹ دے، ٹانگیں کھول
 (۱۹۴۳ء)

(۹)

پھر لیا نامِ یگانہ بے وضو
 یاد رکھنا میں ہوں میں اور تُو ہے تُو
 (۱۹۴۳ء)

(۱۰)

یہ نغمہ درد کونہ گا سکتا ہے
 یہ سوز و گداز کون پا سکتا ہے
 (۱۹۴۴ء)

(۱۱)

رباعی

فطرت سے سو کا نہیں اندیشہ
 زہار، تغافل نہیں اس کا پیشہ
 پتا پتا اُسی سے پاتا ہے غذا
 جس کی خاک کا پروردہ ہے ریشہ ریشہ
 (۱۹۵۰ء)

ضمیمہ : ۲

باقیات

(۱)

یہ سب کشتِ ہوس مٹی ہے سر سبزی سے کیا حاصل
گری برقِ فنا جس دم لگی بس آگِ خرمین میں
فرشتوں کے بھی تیور جلتے ہیں یاں شعلہٴ دل سے
حرارتِ آفتابِ حشر کی ہے داغِ روشن میں
(۱۹۱۳ء)

(۲)

غیر بے موت مرے داغ رہا یاروں کو
زیرِ دیوارِ صنم جب مری تربت دیکھی
(۱۹۱۳ء)

اُٹھنے ہی کو ہے بیچ سے پردہ مجاز کا
 قصہ بس اب تمام ہے عمرِ دراز کا
 آنکھوں میں رات کٹتی ہے بیمارِ بھر کی
 سودا بُرا ہے یار کی زلفِ دراز کا
 اک لو لگی تھی وعدہٴ فردا سے، ناگہاں
 دھیان آگیا کرشمہٴ نیرنگ ساز کا
 اربابِ حال کہتے ہیں دل کو خدا کا گھر
 شاید کوئی ظلم ہے راز و نیاز کا
 دیر و حرم سب ایک ہیں سالک کے واسطے
 منزل کی دُھن میں ہوش کہاں امتیاز کا
 آغاز کی خبر ہے نہ انجام کی خبر
 دیوانگی میں ہوش کیے امتیاز کا
 میری خبر نہیں اُنھیں غیروں کی کیا خبر
 کیا دم بھرے گا کوئی کسی بے نیاز کا
 دونوں جہاں میں دم سے اُسی کے ہے روشنی
 دل آئے ہے خلوتِ راز و نیاز کا
 راہِ رضا میں ہے کوئی ایسا جو ساتھ دے
 کھٹکا لگا ہے دل کو نشیب و فراز کا

بادِ صبا کو دخل نہیں بزمِ یار میں
 نامحرموں سے خوف ہے افشائے راز کا
 دستِ جنوں کو تارِ گریباں سے باندھیے
 دل توڑنا ضرور نہیں چارہ ساز کا
 دانتوں سے ہاتھ کاٹتے ہیں یاسِ بار بار
 دامن جو چھٹ گیا ہے کسی پاک باز کا
 (۱۹۱۳ء)

(۴)

کاش اپنی روح خانہٴ تن سے نکل سکے
 زندانِ آب و گل کوئی راحت کا گھر نہیں
 صیاد کیا سنائیں تجھے ماجرائے دل
 نالوں میں اب وہ درد نہیں، وہ اثر نہیں
 ٹوٹیں وہ ہاتھ جن کی نہ ہو التجا قبول
 کٹ جائے وہ زبان کہ جس میں اثر نہیں
 (۱۹۱۵ء)

(۵)

بنے گا نہ بازارِ عالم میں سودا
 گئے نیک و بد پر نظر کرنے والے

خزاں ہو چلی ہے بہارِ مجازی
 یہ چھینٹے نہیں اب اثر کرنے والے
 گلی میں تری ٹھوکریں کھا رہے ہیں
 کہاں تھک کے بیٹھے سفر کرنے والے
 چراغِ ہدایت ہیں یہ نقشِ عبرت
 دلِ بے اثر پر اثر کرنے والے
 بڑا شور ہے لکھنؤ میں تمہارا
 پڑھو یا س کچھ شعر اثر کرنے والے
 (۱۹۱۵ء)

(۹)

دولتِ دیدار نے آنکھوں کو روشن کر دیا
 مرتبہ عین الیقین کا آج حاصل ہو گیا
 لے اُڑی خلوت سرا سے تم کو بُوئے پیرہن
 آخرِ اک دن سب حجابِ ناز باطل ہو گیا
 پار اُترے، ڈوبنے والے محیطِ عشق کے
 حلقہ گردابِ اک آغوشِ ساحل ہو گیا
 صورتِ آبادِ جہاں خواب پریشاں تھا کوئی
 دیکھتے ہی دیکھتے سب نقشِ باطل ہو گیا

حشر کے دن یاسِ ناحق زابدوں میں جا پھنسا
ہم گنہ گاروں کی صف میں کیوں نہ شامل ہو گیا
(۱۹۱۵ء)

(۷)

ہوش مستوں کو ہے اب خُم کا نہ پیمانے کا
اثر اتنا تو ہوا یاس کے افسانے کا
حُسن سے اپنے وہ نادان ہوا ہے آگاہ
شوق بڑھتا چلا اب آئے اور شانے کا
تن بے جاں کی خرابی ہے مجھے یاد اب تک
ہول کیا دل میں سمائے کسی ویرانے کا
دشتِ غربت میں جو زندانِ وطن یاد آیا
اور گھٹنے لگا دم آپ کے دیوانے کا
(۱۹۱۵ء)

(۸)

لادے ہوئے سفر کا سر انجام دوش پر
اب مر چلے ہیں موت ترے انتظار میں
(۱۹۱۶ء)

(۹)

بعدِ فنا بھی ہے دلِ بے جاں شریکِ حال
خالی کبھی مرا قفسِ گل نہیں رہا
پار اُترے جب دو آہِ اُمید و نیم سے
پھر کچھ خیالِ دامنِ ساحل نہیں رہا
(۱۹۱۶ء)

(۱۰)

نظر آجائے اگر دل کو سوادِ منزل
گرم رفتارِ فنا صورتِ پروانہ بنے
(۱۹۱۷ء)

(۱۱)

نگاہِ یاس میں اک مُشتِ خاک ہے انساں
بلند و پستِ جہاں جس کے اختیار میں ہے
(۱۹۱۷ء)

(۱۲)

غمزے اُٹھاتے کب تک بادِ مراد کے
آخر کو ایک غوطے میں ہم پار اُتر گئے
(۱۹۱۸ء)

۱۲: اس مصرعے کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۱۲، ضمیر ۲۔

(۱۳)

نگہِ یاسِ کجا ، جلوہٗ اُمیدِ کجا
شبِ دیگجور و شبِ ماہِ بے یکساں مجھ کو
(۱۹۱۸ء)

(۱۴)

عدمِ آباد کو ویرانہٗ دل میں نہاں پایا
نظرِ پہنچی کہاں تک واردِ عبرت سرا ہو کر
خبر لائے گا کیا کوئی تہِ دریائے فطرت کی
تصور بھی بھٹکتا ہے نگاہِ نارسا ہو کر
(۱۹۱۸ء)

(۱۵)

بتوں نے داد بھی دی میرے سر جھکانے کی؟
ذرا بھی شرم کسی دشمنِ وفا نے کی؟
(۱۹۱۸ء)

(۱۶)

رہے گا روز و شبِ اک حسرتِ خاموش کا جلوہ
مجاورِ روشنی کب تک کرے گا میرے مدفن پر
(۱۹۱۹ء)

(۱۷)

دردِ بے ہنگام کا شکوہ نہ کچھ دل کا گلہ
غش سے چونکایا مجھے پھر موت کی تاخیر نے
(۱۹۱۹ء)

(۱۸)

شش جہت دکھلاتے رہتے ہیں برابر آنند
بے خبر سمجھے ہیں غافل حق و باطل سے مجھے
(۱۹۱۹ء)

(۱۹)

نہیں معلوم شبستانِ خودی میں رہ کر
سیر کیا دیدہ بیدار نما کرتے ہیں
مردہ دل دور رہیں ، سنگ دل آئیں نزدیک
دردمند آج سرِ بزم صلا کرتے ہیں
(۱۹۲۱ء)

(۲۰)

کون سا دل ہے درد سے خالی
کون سے دل میں جا کرے کوئی؟
(۱۹۳۰ء)

(۲۱)

خراب پھرتا ہے دیوانہ کیوں بگولا سا؟
زمیں میں صورت آب رواں سما نہ گیا
(۱۹۳۲ء)

(۲۲)

تُو کس خدا پر نادیدہ رہ بگھا
فکرِ رسا کی یہ روشنی کیا؟
(۱۹۳۲ء)

(۲۳)

اس سے تو غفلت اچھی، یہ کیا مصیبت آئی
چونکے تو ایسے چونکے جیسے قیامت آئی
(۱۹۳۶ء-۵۰ء)

مطالع

[illegible]

یگانہ کا عکس تحریر

فرہنگ

اس فرہنگ میں کلام بیگانہ کے تمام الفاظ و محاورات کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ صرف وہی شامل کیے گئے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں یا ان کے ایسے معنی مراد ہیں جو معروف نہیں ہیں۔ غزل کی مخصوص لفظیات اور تلمیحات کو بھی اس فرہنگ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی لفظ کثیر المعانی ہے تو فرہنگ میں تمام معنی درج نہیں کیے گئے، صرف انہیں معانی کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے جو مطلوب و مراد شاعر ہیں۔

ہر لفظ یا محاورے کے آگے قوسین میں دو نمبر درج کیے گئے ہیں۔ پہلا نمبر اُس صفحے کا ہے جس پر وہ شعر ہے جس میں متعلقہ لفظ یا محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرا نمبر شعر کا ہے۔ گویا ان نمبروں کی مدد سے متعلقہ شعر فوری طور پر تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی لفظ یا محاورے کا محال استعمال کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی اور شعر میں یہ لفظ یا محاورہ استعمال نہیں ہوا۔ فرہنگ میں عموماً اُس شعر کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں یہ لفظ یا محاورہ پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

فرہنگ کی تیاری میں مندرجہ ذیل نکتے سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱۔ مخزن الخواند از نیاز علی بیگ نکتہ دہلوی

سالِ تصنیف ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) مرتبہ ڈاکٹر محمد ذاکر حسین۔ شائع کردہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۸ء۔

۲۔ سرمایہ زبانِ اردو و تحفہ سخنوراں از جلال لکھنوی
مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶-۸۷ء)

۳۔ محاوراتِ ہند از مولوی سبحان بخش
مطبع مجتہائی دہلی، طبع دوم، ۱۹۱۳ء

۴۔ فرہنگِ آصفیہ از مولوی سید احمد دہلوی

طبع دوم ۱۹۱۸ء، کاغذ، مرتبہ خورشید احمد خاں، لاہور، سالِ طبع ندارد۔

۵۔ فرہنگِ شفق از غنشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی

طبع اول ۱۹۱۹ء، کاغذ، شائع کردہ اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

۶۔ نور اللغات از مولوی نور الحسن نیر کا کوروی

طبع اول ۲۵-۱۹۲۳ء کی نقل بنام ”جدید ایڈیشن“، کراچی ۱۹۵۷ء

۷۔ جامع اللغات از خواجہ عبدالمجید

لاہور، ۳۵-۱۹۳۳ء

۸۔ معیارِ اردو از نواب فصاحت جنگ جلیل (مانک پوری)

طبع اول صفر ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء) کاغذ، شائع کردہ مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۹۴ء

۹۔ فرہنگِ اثر از اثر لکھنوی

شائع کردہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد اول ۱۹۸۷ء، جلد دوم ۱۹۹۲ء

۱۰۔ اردو لغت، جلد اول تا ہفدہم

شائع کردہ اردو لغت بورڈ کراچی، مطبوعہ ۱۹۷۷ء تا ۲۰۰۰ء

معانی بیانی کرتے ہوئے جہاں کہیں رشید حسن خاں کا حوالہ آیا ہے، ایسے

تمام مقامات کے مطابق رشید حسن کے خطوط بنام مرتب کلیات یگانہ سے ماخوذ ہیں۔

تفصیل کے لیے رک: دیباچہ مرتب۔

آب آتشیں (۱/۳۰۵)

مجازاً شراب سرخ کو کہتے ہیں مگر ایک معنی اھک
خونیں بھی ہیں۔ یگانہ نے یہ ترکیب اسی
مناسبت سے استعمال کی ہے۔

آب دم خنجر (۱/۱۲۵)

خنجر کی دھار کی تیزی (آب = چمک دمک،
کاٹ، دھار، تیزی۔ دم = دھار)
دیکھیے: خنجر کا پانی۔

آب شمشیر (۲/۱۱۶)

تکوار کی چمک، تیزی، کاٹ۔

آب و گل (۷/۱۷۵)

جسم، سرشت، خمیر، مزاج۔

رشید حسن خان لکھتے ہیں: ”اس کی تذکیر و
تانیث میں اختلاف ہے مگر اساتذہ لکھنؤ نے
بطور عموم اسے بہ تانیث نظم کیا ہے۔“

آبلے پھوٹ بہنا (۲/۱۷۹)

آبلے کا پھوٹ کر پانی جاری ہونا، چھالے کا
نوٹ جانا۔ مجازی معنی: دل کی حسرت یا دل کا
غبار نکلنا۔

آپ سے گزرنا (۷/۳۶۳)

اپنے آپ کو بھول جانا، اپنی ہستی کو مٹا دینا،
اپنے وجود کا احساس دل سے نکل جانا۔

آپ میں آنا (۴/۱۳۵)

ہوش میں آنا، غفلت کے بعد اپنے وجود کا،
اپنی ذات کا احساس پیدا ہونا۔

آپ میں رہنا (۲/۴۱۲)

ہوش و حواس قائم رکھنا، حد سے تجاوز نہ کرنا۔

آتش افروزی (۱/۵۴۰)

آگ لگانا، فتنہ پردازی کرنا، شراغیزی کرنا۔

آتش بہ جان (۱/۳۱۵)

جس میں تڑپ اور بے چینی ہو، مضطرب،
بے قرار۔

آج مرے کل دوسرا دن (۲/۳۲۷)

زندگی کی بے ثباتی ظاہر کرنے کے لیے کہتے
ہیں۔ عمر کا کیا بھروسا۔

آڑے آنا (۴/۱۷۵)

مشکل کے وقت کام آنا، درمیان میں آنا،
مدد کرنا، پناہ لینا۔

آزاری (۶/۱۴۱)

روگی، مریض، بیمار۔

آفریدہ (۹/۵۰۱)

جسے پیدا کیا گیا ہو، مخلوق۔

آگ بگولا (۸/۳۰۶)

غضب ناک، غصے میں بھرا ہوا، برا فروخت۔

آگ باندھنا (۱/۳۸۱)

سامنے آکر روکنا، سد راہ ہونا۔

آنکھ جھکنا (۳/۲۵۳)

شرمندہ ہونا، شرماتا، شرم سے آنکھ نیچی کرنا، ان
معنی میں ”آنکھیں جھکنا“ بھی آتا ہے۔

آنکھ سے سُوجھنا (۴/۱۴۱)

یہ یگانہ کا تصرف ہے۔ محاورہ ”آنکھوں سے سُوجھنا“ ہے۔ دکھائی دینا، نظر آنا۔

آنکھ کے آگے ناک، سُوجھے کیا خاک (۷/۴۲۶)

(کہاوت) کسی کو سامنے کی چیز بھی دکھائی نہ دے تو طنزاً کہا جاتا ہے۔ بے وقوف اور بے عقل کے لیے بھی مستعمل ہے۔ ”آنکھوں کے آگے...“ بھی مراد ہے۔

آنکھ مُندی اندھیرا پاک (۴/۶۰۷)

(کہاوت) جب مر گئے دنیا اندھیر ہو گئی۔ مرنے کے بعد کچھ نظر نہیں آتا۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ دنیا میں کیا ہے اور کیا نہیں۔ دیکھیے: اندھیرا پاک

آنکھوں میں اندھیرا آنا (۲/۱۱۲)

غش آنا، دنیا کا نظروں میں تاریک ہو جانا، چکرانا، کچھ نہ سُوجھنا۔

آنکھوں آنکھوں میں تولنا (۴/۳۴۱)

جانچنا، اندازہ کرنا۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں پینا (۷/۶۰۰)

گھورتا، خواہش کی نظر سے دیر تک دیکھنا، بے روک ٹوک دیر تک محبوب کا نظارہ کرنا، نرمی نظر سے گھورتا۔

آنکھیں بنوائے (۵/۱۳۱)

دیکھنے کی قابلیت پیدا کرو۔ (طنزاً) پرکھ یا لیاقت پیدا کرو۔ مینائی کی کمی کی طرف اشارہ کہ اس کا علاج کراؤ۔ ”آنکھ بنوائے“ بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں جھک آنا (آنکھیں جھکنا) (۷/۱۵۳)

نشے (یا نیند) کے غلبے میں آنکھیں بند ہونا۔

آنکھیں دکھانا (۲/۱۴۱)

ڈرانے دھمکانے کے لیے گھورتا، تنبیہ کرنا، غصہ کرنا، آنکھ کے اشارے سے بات سمجھانا۔ ”آنکھ دکھانا“ بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں سینکنا (۳/۵۰۰)

نظارہ کرنا، دیکھ کر خوش ہونا، نظربازی کرنا، گھورتا۔ ”آنکھ سینکنا“ بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں ملنا (۹/۱۴۰)

نیند کا خمار دُور کرنے یا دُھندلا پن محسوس ہونے پر آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملنا۔

آوازہ (۱/۵۸۰)

شہرت، چرچا، دُھوم، ناموری۔

آہِ سرد (۵/۳۱۱)

ٹھنڈی سانس، وہ گہری سانس جو غم کی شدت یا صدمے کو زائل کرنے کے لیے کھینچتے ہیں۔

آہٹ لینا (۳/۳۸۱)

نوہ لگانا، خبردار ہونا، سُن گُن لینا۔

آئی پر چوکنا

”ترانہ“ کی رباعی : ۱۸۱ کا (ص ۳۹۵) کا عنوان: ”آئی پر چوکنا کیا“۔ محاورہ ”آئی پر نہ چوکنا“ ہے: موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ موقع پر کچھ کہنے سے باز نہ رہنا۔ یگانہ نے مذکورہ رباعی پر یہ حاشیہ لکھا ہے: ”آئی پر گئی کیوں کرتا، یعنی آئی پر کیوں چوکنا“۔

آئی پر گئی کرنا (حاشیہ ص ۳۹۵)

دیکھیے: آئی پر چوکنا

آئی کوٹالنا (۳/۴۹۲)

آئی ہوئی آفت یا مصیبت دُور کرنا۔

آئینہ دکھانا (۱/۶۰۸)

حقیقتِ حال ظاہر کر دینا۔

اَب سے آئے گھر سے آئے (۴/۳۸۷)

(کہاوت) جو ہوا سو ہوا، آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

اَب سے دُور (۵/۵۶۷)

کسی گزشتہ سانحے کا ذکر کرتے ہوئے، اُس کے دوبارہ وقوع پذیر نہ ہونے کے خیال سے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اَب خدا اس بات سے محفوظ رکھے۔ عموماً عورتوں کی زبان میں مستعمل، کبھی کبھی مرد بھی بولتے ہیں۔

اپنا سامنہ لے کر رہ جانا (۲/۵۵۲)

شرمندہ ہونا، نادم ہونا، شرم ہو جانا۔

اپنی اپنی گانا (۳/۱۸۳)

اپنے اپنے مطلب کی باتیں کہنا، اپنی بات کے آگے کسی کی نہ سننا۔

اپنی بات پر آنا (۴/۱۷۵)

جو کہا اُس پر قائم رہنا، اپنے کہے کی چک کرنا، ضد کرنا۔

اپنی ذفلی اپنا راگ (۲/۴۷۴)

(کہاوت) ہر شخص کا قول و فعل جدا ہے، سب کی باتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ جب کسی گروہ میں اتحادِ عمل نہ ہو اور افتراق کا عالم ہو تو بولتے ہیں۔ یہ کہاوت اس طرح بھی مستعمل ہے: اپنی اپنی ذفلی، اپنا اپنا راگ۔

اپنی سی کر گزرنا (۸/۳۰۰)

جہاں تک امکان ہو کوشش کرنا، مقدور بھر اپنی

حد تک کر گزرنا، اپنی مرضی کے مطابق اپنے مطلب کے لیے کر گزرنا (اپنی سی کرنا، اپنی سی کر دیکھنا، بھی مستعمل ہے۔)

اپنے پیرہن میں مست ہونا (۳/۲۶۳)

محاورہ ”اپنی کُملی میں مست ہونا“ یا ”اپنی کھال میں مست ہونا“ ہے۔ پیرہن میں مست ہونا یگانہ کا تصرف ہے۔ جیسا بھی حال ہو، اُس میں خوش رہنا۔

اپنے سائے سے بھڑکنا (۲/۳۵۱)

اعتدال سے زیادہ چوکنا ہونا، خوف زدہ ہونا۔

اُتارن (۷/۵۳۴)

اُترنا، دوسرے کا اُتارا ہوا یا استعمال شدہ لباس۔ بقول اثر لکھنوی: لکھنؤ میں ”اُترن“ مستعمل ہے۔ ”اُتارن“ کوئی نہیں بولتا۔ (فرہنگ اثر، دوم، ۱۳۲)

اُٹکھیلی (۱/۴۸۷)

شوخی، شرارت، تاز و انداز۔

اُٹکھیلیاں کرنا (۷/۱۶۶)

اٹھلانا، شوخیاں کرنا، چھیڑ کرنا۔

اُجیرن (۶/۳۸۵)

دُشوار، دُوبھر، ناگوار، بارِ خاطر، تکلیف دہ۔

اُحول (۱/۲۶۱)

بھینکا پن، ایک کی جگہ دو نظر آنے کا عمل۔

اُدب گاہ (۷/۳۱۹)

وہ جگہ جہاں رہنے والے پر خاص ضابطوں کی پابندی۔ زم ہو یا وہ جگہ جہاں کسی کو سزا کے حور پر رکھا جائے۔

ادوائن کا توتا (۴/۴۰۰)

حاشیہ از یگانہ: ”سُست رفتار شخص پر ادوائن کے توتے کی پھمتی کہی جاتی ہے۔ جس طرح توتا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے، وہی حال تقلید پیشہ قشاعرین کا ہوتا ہے۔“ (کنایہ) ٹانگیں گھسیٹ گھسیٹ کر آہستہ آہستہ چلنے والا شخص، سُست رفتار شخص (جو اس طرح آڑا آڑا چلے جیسے توتا ادوائن کی رسی پر ایک پنچے سے دوسرا پنجا جوڑ کر چلتا ہے۔)

اُڑ چلنا (۷/۴۲۷)

سبقت لے جانا، آگے نکل جانا، مقابلے پر آنا۔

اُستادِ ازل (۲/۴۰۱)

(کنایہ) خداوند تعالیٰ، خالق کائنات۔

استخارہ کرنا (۶/۲۴۸)

کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کلام اللہ یا دوسرے مقرر طریقوں سے استعواب یا مشورہ یا غیبی اشارہ معلوم کرنا۔

اِسْمَعُوا (۱/۲۷۶)

سو (کلہ مخاطب)

اُفتاد پڑنا (۵/۳۴۵)

ناگہانی آفت آنا، اتفاقیہ مصیبت ٹوٹنا، اچانک کوئی حادثہ پیش آنا۔

اِفْهَمُوا (۱/۲۷۶)

سمجھو (کلہ مخاطب)

اکڑ کے چلنا (۲/۵۴۹)

غرور و تکبر کا اظہار کرنا

اُکڑوں بیٹھنا (۲/۵۳۹)

نکموں پر بیٹھنے کا وہ طریقہ جس میں زانو پیٹ سے، گھٹنے سینے سے اور ایڑیاں پنڈلیاں رانوں سے ملی رہیں۔ مگر یگانہ نے، بقول رشید حسن خان، طنزاً جماع کرنے کے مفہوم میں لکھا ہے۔

اُلا پنا (۵/۴۶۴)

ویسے تو اس لفظ کے معروف معنی سُر ملانے اور تانیں لگانے کے ہیں، لیکن ایک معنی تکلیف سے کراہنے اور چیخنے چلانے کے بھی ہیں۔ یگانہ کے یہاں یہی مفہوم ملتا ہے۔

اُلٹا سبق پڑھانا (۶/۳۱۳)

نامناسب صلاح دینا، خلاف مصلحت یا خلاف اصول کوئی بات سکھانا، بہکانا، درغلانا، اپنی مرضی کے مطابق دوسرے کو آمادہ کرنے کی کوشش کرنا۔

اُلْهُوَانِی (اُلْتُ وَاِی سِ) (۵/۴۸۸)

سیدمی بات کو پلٹ دینا، اُلٹا کام، اُلٹی بات۔

اُلٹی کہنا (۴/۴۸۸)

اُلٹی بات کہنا، بے ذہنگی بات کہنا، خلاف اصول بات کہنا۔

اُلٹی گنگا بہانا (۴/۵۴۰)

رسم و رواج اور دستور کے خلاف کوئی بات یا کام کرنا۔

اُلٹی مَت (۲/۲۳۱)

اُلٹی سمجھ، اوندھی عقل

اُلٹی ہوا چلنا (۶/۲۶۶)

خلاف قاعدہ امور کا واقع ہونا، رسم و رواج یا معمول کے خلاف باتوں یا کاموں کا چلن ہونا۔

المست (۴/۵۶۲)

بدست، سرشار، نشے میں چور (مجازاً) لا اُبالی، بے خبر۔

اللہ غنی (۳/۵۱۳)

لفظی معنی: اللہ بے نیاز ہے۔ عموماً حیرت و استعجاب کے موقع پر بولتے ہیں۔

الکھرد (۶/۴۸۰)

نادان، کم سن، بھولا بھالا، اناڑی، نا تجربے کار۔

ام جانا (۵/۱۵۱)

کسی عضو کا ڈکھ جانا، بھاری، سن، ماؤف یا شل ہو جانا۔

امانت لے چل (۴/۳۵۹)

جوں کا توں، بہت احتیاط کے ساتھ، کسی کمی بیشی کے بغیر لے چل۔

ان چھلی ٹھونک دینا (۳/۵۷۸)

(لفظاً) کھردری، ناہموار لکڑی یا سلاخ وغیرہ کاڑنا (مراداً) سخت جسمانی اذیت دینا۔

انا الحق (۴/۳۷۳)

(لفظاً) میں حق (خدا) ہوں۔ (مراداً) ایک کلمہ جس کو منصور حلاج محویت اور استغراق کے عالم میں کہہ اُٹھتے تھے اور اس بنا پر انھیں موت کی سزا دی گئی۔

اندھا آئینہ (۶/۵۰۹)

وہ آئینہ جس میں کچھ دکھائی نہ دے، میلا، غیر شفاف۔

اندھوں کے آگے بیٹھ کے رونا (۶/۲۸۷)

کہاوت جو یوں ہے: اندھے کے آگے رونا، اپنی آنکھیں (دیدے یا نین) کھونا۔ یگانہ نے

اس میں تعریف کیا ہے۔ مراد یہ کہ نا اہل کو نصیحت کرنا، مفت کا دردِ سرمول لینا ہے۔ بے حس انسان سے اپنا ڈکھ درد بیان کرنا بے سود ہے۔

اندھی روشنی (۶/۴۹۴)

یگانہ نے یہ ترکیب ”اندھا آئینہ“ (دُھندلا آئینہ) اور ”اندھا چراغ“ (جو دُھندلا یا دھیمما جلتا ہے) کے قیاس پر بنائی ہے۔ مراد ہے بجھی بجھی سی روشنی، ایسی دُھندلی روشنی جس میں کوئی چیز واضح طور پر نظر نہ آئے۔

اندھی نگری (۶/۲۸۱)

وہ بستی جہاں مُرے بھلے اور کھوئے کھرے میں تمیز نہ ہو، جالوں یا بے وقوفوں کا نگر، ظالموں اور نامنصفوں کا راج۔

اندھیاری (۱/۴۳۲)

تاریکی، سیاہی۔

اندھیرا پاک (۴/۶۰۷)

یہ دراصل ”اندھیرا پاکھ“ ہے۔ ”پاکھ“ کے لفظی معنی ہیں آدھا مہینہ یا پندرہ روزا۔ ہر قمری مہینے میں دو پاکھ ہوتے ہیں۔ پہلے پندرہ دن ”اُجالا پاکھ“ کہلاتے ہیں جب چاند بڑھتا ہے اور چاندنی بھی بڑھتی ہے۔ دوسرے پندرہ دن ”اندھیرا پاکھ“ کہلاتے ہیں جب چاند گھٹتا ہے اور اسی نسبت سے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے۔

اندھیرے اُجالے (۸/۲۹۴)

وقت بے وقت، موقع بے موقع، کبھی نہ کبھی، کبھی نہ کبھی۔

اندھیرے کا اُجالا (۴/۲۸۱)

اندھیرے میں اُجالے کا شائبہ، اندھیرے میں

ہلکی سی روشنی جو اندھیرے میں کمی نہ کر سکے۔

دیکھیے: ”اندھیرے گھر کا اُجالا“ جس میں
تصرف کر کے یگانہ نے یہ ترکیب (اندھیرے کا
اُجالا) وضع کی ہے۔

اندھیرے گھر کا اُجالا (۳/۴۲۹)

جس سے گھر کی رونق ہو، نہایت محبوب، پیارا۔

اوپری دل سے (۱۰/۴۱۹)

ظاہر داری سے، بناوٹ سے۔

اُکھی (۴/۵۳۱)

اردو لغات میں اس لفظ کے معنی بے جا،
بے موقع، بری یا چھٹی ہوئی بات بتائے گئے
ہیں۔ لیکن یگانہ نے یہ لفظ پنجاب کے حوالے
سے استعمال کیا ہے۔ پنجابی میں اس کے معنی
ہیں: مشکل، نرالی یا عجیب و غریب (بات)

اُوندھا چولھا (۲/۵۸۱)

ٹھنڈا چولھا۔

اُبلے گیلے پھرنا (۲/۳۹۴)

حاشیہ از یگانہ: ”اُبلے گیلے پھرتے ہیں یعنی
اینڈے اینڈے پھرتے ہیں“۔ مراد: خراماں
خراماں، جھومتے جھومتے، اتراتے ہوئے پھرنا۔

ایسے ویسے (۳/۵۴۶)

ادنی درجے کے، کم حیثیت، نامعتبر لوگ۔

ایک گھاٹ اُترنا (۱/۲۶۷)

کیساں برتاؤ کا مستحق ہونا۔

اینڈنا (۶/۶۰۱)

غرور یا تکبر سے اُترنا، غرور یا تاز کرتا (نشے،
نیند یا مستی میں) بدن کو تاننا، اُتھرائیاں لینا،
جھومنا۔

باگ اُٹھانا (۸/۴۶۲)

چل پڑنا، روانہ ہونا، گھوڑا دوڑانا۔

باگ کسنا (۸/۴۶۲)

باگ (لگام) کھینچنا، گھوڑے کو پوری طرح قابو
میں رکھنا اور زیادہ تیز دوڑنے نہ دینا۔

بال باندھے بردے (۶/۳۸۴)

حاشیہ از یگانہ: ”بال باندھے غلام لٹکے ہیں یعنی
معلق ہیں۔ ان کے مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں
ہو چکتا۔“

بال باندھا: مجبور، تابع، مطیع۔

بردہ: غلام

بال باندھے بردے: ایسے غلام جو ہر حال میں
تابع فرمان ہوں۔ مجبور، بے بس۔

بال ٹیڑھا کرنا (۵/۴۷۴)

ذرا سا نقصان پہنچانا، کسی کا کچھ بگاڑنا۔

بالا روی (۶/۴۹۰)

دوسروں سے الگ اور بلند ہو کر چلنا۔ کنایہ ہے
تیز رفتاری اور بلند پروازی سے۔

بالیں (۷/۲۹۵)

سرہانا، پابنتی کی ضد، ٹکیہ۔

بانس پر چڑھانا (۱/۴۰۲)

بے جا تعریف کرنا، شہرت دینا، بہت بڑھا دینا۔

بانک پن (۲/۳۸۰-۷/۲۴۹)

(۱) البیلا پن، چھیلا پن، خُسن، تاز و انداز،

شغفی۔ (۲) سپاہیانہ آن بان، دلیری، خودداری،

ج دمج۔

باؤ کے گھوڑے پہ اُڑنا (۲/۳۶۶)

محاورہ ”باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا“ ہے۔ یگانہ

نے اس میں تعزف کیا ہے: غرور کرنا، اترانا،
جلد بازی کرنا۔

یو مارنا (۳/۴۵۴)

لغائی کرنا، فضول باتیں کرنا، بڑھ چڑھ کر باتیں
کرنا۔

پتا سہنا (۵/۵۲۷)

تکلیف یا دکھ اٹھانا۔

بغل میں پالنا (۹/۲۸۲)

اپنی حمایت میں پرورش کرنا، اپنی نگرانی میں پال
پوس کر بڑا کرنا۔

بُست بے پیر (۱/۱۶۱)

(لفظاً) جس کا کوئی مرشد یا رہنما نہ ہو (مراداً)

ظالم، بدذات، بے ایمان، بداعتقاد۔ لیکن
محبوب کے لیے صرف ظالم کے معنی میں
استعمال ہوتا ہے۔

پکسنا (۱/۳۷۵)

مُر جھانا، گھلانا، پڑمردہ ہونا۔

بکھانا (۲/۴۵۴)

بیان کرنا، تشریح کرنا، تفصیل سے کہنا۔

بجلی چمک جانا (۷/۶۰۱)

یہ کسی لغت میں نہیں ملا۔ یگانہ نے بے طاقتی
کے اظہار کے لیے یہ پیرایہ اختیار کیا ہے کہ
ہاتھ اٹھاتا بھی صدمہ اٹھانے (بجلی گرنے) کی
طرح ہے۔

بکھیڑا پاک ہونا (۵/۴۲۶)

قضیہ، جنجال یا جھمیل ختم ہونا۔ مشکل حل ہونا۔
مسئلہ طے ہونا۔

بلبلانا (۶/۳۹۷)

(اؤنٹ کا) مستی پر آنا۔ جوش مارنا، بکواس کرنا،
مہمل باتیں کرنا۔

بجلی دوڑنا (۵/۴۶۶)

بجلی جیسی تیزی اور حرکت پیدا ہو جانا۔

بندگی بے چارگی (۷/۴۶۱)

یہ مقولہ ہے بے معنی: تابع داری اور فرماں برداری
میں کچھ اختیار نہیں رہتا۔ مراد: ملازمت،
پابندی، مجبوری۔

بچا (۳/۴۰۲)

بچے، بچے۔ تحقیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بچارنا (۵/۳۸۳)

غور کرنا، اندازہ لگانا، سمجھنا۔

یو راہا (۲/۵۷۸)

باؤلا، پاگل۔

بدگہر (۳/۵۱۹)

بد اصل، بری نسل کا، کمینہ، پاجبی، بدذات۔

بوسہ بے پیغام (۴/۴۳۱)

کسی دوسرے کی وساطت سے حصول مقصد۔
نمائشی رابطہ ضبط۔

بدا (۱/۳۴۹)

قسمت کا لکھا، مقسوم۔ (بدنا: مقرر کرنا، قسمت
میں لکھنا، قسمت ہونا، مقدر ہونا)

یو کھل (۱/۵۳۰)

گھبرایا ہوا، بدحواس، احمق، بے وقوف، دیوانہ۔

برش | بُرَش | (۸/۱۷۱)

کاٹ، دھار کی تیزی۔

”ٹوکھلانا“ اور ”ٹوکھلاہٹ“ اسی سے بنے ہیں۔

بے گرا (۱/۴۰۱)

بے وصف، بے تدبیر، نکتہ ناشناس۔

بولتی تصویر (۴/۲۴۴)

جیتی جاگتی یا چلتی پھرتی تصویر، ہو بہو اصل کے مطابق جس سے پورا حال معلوم ہو جائے۔

مراد: انسان۔

بوند کا چوکا گھرے ڈھلکائے (۸/۵۱۹)

جب موقع ہاتھ سے نکل جائے تو پھر بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے سے بھی کام نہیں چلتا۔ یہ کہاوت کئی طرح بولی جاتی ہے:

بوند کا چوکا گھرے لنڈھائے تو کیا ہوتا ہے۔

بوند کا گیا حوض سے نہیں آتا۔

بوند کا چوکا گھڑا ڈھلکائے۔

بینش (۶/۲۷۷)

بینائی، بصارت۔

بے ہودہ نگار (۱/۳۹۹)

فضول نویس، لغویات لکھنے والا۔

بوندلا (۴/۴۷۷)

گرد باد، بگولا۔

بھاری ہونا (دل، منزل) (۲،۱/۳۴۶)

(دل کے ساتھ) اداس، غمگین، افسردہ ہونا۔

(منزل کے ساتھ) کٹھن، دُشوار، مشکل اور

دُور دراز ہونا۔

بوزگا (۱/۵۳۰)

بے وقوف، نادان، ٹیڑھا، بے ڈھب، ناموزوں، بے محل۔

بھاڑ میں تپنا (۱/۳۸۰)

بھاڑ میں جلنا بھٹنا۔ مراد: حسد کی آگ میں جلنا۔

بے اٹکل (۴/۴۲۷)

بلا سوچے سمجھے، کسی قرینے، اندازے یا قیاس کے بغیر۔

بھاویں (۸/۵۵۰)

پسندِ خاطر، لائقِ توجہ۔

بیشک (۱/۵۳۹)

بیشک کا انداز، آسن (یکانہ نے جماع کے آسن کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے)۔

بھد (۲/۵۴۹)

بے عزتی، رُسوائی، خواری۔

بھکو (۳/۵۸۶)

بھیک مانگنے والا ("بھیک" سے بنا ہے)

بھوکا ("بھوک" سے بنا ہے)

بیدھا (۳/۵۳۷)

حاشیہ از یکانہ: "بیدھا وہ جس کی مت اوندھی ہوگئی ہو۔ جو سقراط وار سقراط کے مقابلے پر غازی میاں کو نچاتا پھرے"۔ مسکور، جس پر جادو کیا گیا ہو۔ (مجازاً) غافل، بے خبر، احمق۔

بھلے کو (۹/۴۷۹)

اچھا ہوا کہ، خیریت مزری کہ، خوش بختی سے۔

بھنبھوڑنا (۶/۳۹۳)

دانتوں سے کاٹنا، نوچنا کھسوٹنا۔

بھنگ چڑھ جانا (۱۰/۴۶۶)

بھنگ کے نشے میں بے حواس ہو جانا۔

بھنگ ہونا (۳/۳۹۳)

تباہ ہونا، برباد ہوا، شکستہ ہونا، بے حال ہونا۔

بھور کرنا یا کر دینا (۳/۱۲۷)

تمام کر دینا، خاتمہ کر دینا ("بھور" صبح کو بھی

کہتے ہیں۔ یگانہ نے متعلقہ شعر میں اس

رعایت کو ملحوظ رکھا ہے)

بھوک پیاس جاتی رہنا (۶/۵۱۸)

خواہشات کا ختم ہو جانا، کسی کا ایسا گردیدہ ہونا

کہ سوا اس کے کسی اور چیز کی خواہش نہ رہنا۔

پاشا (۳/۴۸۰)

(گڑھے یا نشیب کو) مٹی یا کوئی چیز ڈال کر

بھرتا یا ہموار کرتا۔

پارس (۶/۶۰۳)

ایک پتھر جس کی نسبت مشہور ہے کہ لوہے کو

بھٹو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔

پالا ہاتھ ہونا (۲/۵۶۳)

بازی جیتنا، فتح یاب ہونا۔

پالے پڑنا (۴/۲۹۳)

واسطہ ہونا، ذمے ہو جانا، پلے بندھ جانا۔

پانچھی (۴/۵۱۲)

ندی کا وہ حصہ جہاں پانی کم ہو۔ گھٹنوں تک یا

اس سے بھی کم پانی۔ یگانہ نے اپنی بیاض

(ش: ۴) میں اس لفظ کے معنی "پایاب"

لکھے ہیں۔

پانی پھیرنا (۵/۴۹۳)

لمیامیٹ کر دینا، مٹا دینا، ضائع کر دینا۔

پانی نہ مانگنا (۶/۳۵۷)

فوراً دم نکل جانا (کہ پانی تک مانگنے کا موقع نہ

ملے)۔ جھٹ پٹ مر جانا۔

پاؤ رتی باون تولے (۴/۳۸۰)

ٹھیک ٹھیک، اندازے یا بیان کے مطابق

درست، پورم پور۔

پاؤں پکڑنا (۵/۱۵۹)

روکنا، جگہ سے حرکت نہ کرنے دینا، جانے نہ

دینا۔

پاؤں توڑ کے بیٹھ رہنا (۱/۲۲۳)

خدا پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہنا، گوشہ نشین ہو جانا،

قناعت کر کے بیٹھ رہنا۔

پاؤں کی خاک کا سر پر آنا (۳/۲۵۸)

ذلیل و حقیر کا شریف پر غلبہ پانا۔

پٹانا (۴/۵۲۶)

شرمندہ ہونا، حواس باختہ ہونا، گھبراتا، مضطرب

ہونا۔

پتھر پانی ہونا (۲/۳۷۲)

کسی کی حالت زار سے متاثر ہونا، سنگ دل

آدمی کو رحم آ جانا۔

پٹم ہونا (۸/۴۵۹)

(آنکھ کا) بے نور ہونا۔ کوسنا: "آنکھیں پٹم

ہو جائیں"۔ اندھا ہو جانے اور دیدے پھوٹ

جانے کے معنوں میں آتا ہے۔

پُٹنی (۵/۴۷۸)

گئے ہوں۔ (مجازاً) مجبور، بے بس، بے چارہ۔

پر نکالنا (۱/۲۵۹)

حد سے بڑھ جانا، اترنا۔ اُڑنے کے قابل ہو جانا۔

پُر دغا (۷/۵۶۳)

دغا باز، دھوکے باز، فریبی۔

پُر فن (۱/۱۸۴)

چالاک، مکار، عیار۔

پرچہ لگنا (۳/۴۹۳)

منجری کرنا، خفیہ امر کی اطلاع دینا۔

پرچھانواں ڈالنا (۴/۱۲۹)

سایہ ڈالنا، اپنے جیسا کرنا، اپنے رنگ میں رنگنا۔

پردہ کھل جانا (۳/۳۲۱)

بھید ظاہر ہونا، کسی چیز کی اصلیت یا حقیقت ظاہر ہونا، عیب کا ظاہر ہونا۔

پریم بھگت (۱۲/۴۶۹)

محبت کی مشق یا ریاضت میں منہمک رہنے والا۔

پریم پاپی (۶/۴۳۲)

گناہ گار محبت۔

پڑا رہنا (۳/۱۳۵)

بے حرکت ایک ہی حالت میں (بیماری یا غم کی وجہ سے) لیئے رہنا۔

پس خوردہ (۴/۵۸۶)

آگے کا بچا ہوا کھانا، ٹھوٹا کھانا، اُلش۔

پسارنا (۷/۴۹۱-۷/۴۹۰-۲/۴۷۸)

(ہاتھ، پاؤں، دامن کے ساتھ) پھیلانا، دراز کرنا۔ (منہ کے ساتھ) طمع کرنا، حرص کرنا،

پلنگ یا تخت وغیرہ کا بازو جو سرہانے اور پائنتی کے پائے کی چول میں بٹھایا جاتا ہے۔ ”پٹی سے لگ کر روتا“ محاورہ ہے جس کے معنی ہیں پلنگ کے پاس بیٹھ کر روتا۔ عورتیں اسے قال بد سمجھتی ہیں کیوں کہ اس طرح روتا اُس میت کے لیے ہوتا ہے جو پلنگ پر رکھی ہو۔ یگانہ نے متعلقہ شعر میں ”کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہے“ کہا ہے۔ یہ یگانہ کا تصرف ہے۔

پُٹیت (۸/۵۳۱)

یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی دشمن، حریف اور مد مقابل کے بھی ہیں اور حمایتی اور طرف دار کے بھی۔ یگانہ نے یہ لفظ حمایتی اور طرف دار کے معنوں میں استعمال کیا ہے (لفظی معنی: پٹے بازی کے فن کا ماہر۔ پٹا: لاشی، ڈنڈا۔)

پُٹیتی (۴/۴۷۴)

پٹے بازی کی مہارت، مقابلہ، لڑائی۔

پُٹھے پہ ہاتھ رکھنا (۴/۳۵۷)

قریب آنا، چکارنا، اپنانے کی کوشش کرنا۔

پچھاڑیں کھانا (۲/۱۲۶)

(انتہائے غم میں) زمین پر لوٹنا، پٹنیاں کھانا، غش کھانا۔

پکھڑنا (۱/۲۳۲)

ہار جانا، شکست کھا جانا۔

پکھواڑا (۸/۵۲۷)

گھر کا پچھلا حصہ، مکان کا عقب، پڑوس۔

پُر کٹا (۳/۵۳۶)

اُڑنے سے معذور پرندہ جس کے پر کاٹ دیے

لاچ کرنا، کھولنا، پھاڑنا، حیران رہ جانا۔

پیدا (۲/۵۲۶)

ظاہر، آشکارا، نمایاں۔

پسلی پھڑکنا (۲/۳۶۳)

(کسی بات کی) خود بخود خبر ہو جانا (کسی شخص کا حال یا کسی امر کی اصلیت) بغیر کسی کے بتائے معلوم ہو جانا۔

پیرنا (۶/۲۸۲)

تیرنا، عبور کرنا۔

پیش گاہ (۳/۲۶۳)

دربار میں بیٹھنے کی جگہ، بارگاہ، حضوری، نشست گاہ۔

پگڑی اتارنا (۹/۴۹۱)

آبرو لینا، عزت بگاڑنا، رسوا کرنا۔

پن (۳/۴۳۳)

نیک عمل، نیکی، کارِ خیر، ثواب کا کام۔

پینگ بڑھالینا (۵/۵۱۳)

میل ملاقات بڑھالینا، تعلقاتِ محبت میں اضافہ کر لینا، ارتباط پیدا کرنا۔

پونڈا (۳/۶۱۷)

موٹا گنا جو دو طرح کا ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہ۔ اس میں بہت رس ہوتا ہے، کھانڈ کے ذرات کم ہوتے ہیں، اس لیے زیادہ تر رس پینے کے کام آتا ہے۔

پھاڑے کھانا (۷/۱۵۲)

تکلیف دہ ہونا، ناگوار گزرتا، ناپسند ہونا۔

پھپھنس (۳/۵۳۰)

بہت موٹا اور غیر متوازن جسم۔ پولا، اندر سے خالی (پھل یا گنا وغیرہ) پھیکا، بدمزہ۔

پھاڑ کاٹنا (۱/۲۹۳)

مصیبت جھیلنا، سخت دُشوار اور مشکل کام کرنا۔

پھٹ پڑنا (۷/۲۳۸)

ٹوٹنا، بوجھ سے گر پڑنا، تباہ و برباد ہونا۔

پہلو دباننا (۶/۲۳۲)

زیر کرنا، غالب آ جانا۔

پھلانگ (۷/۴۲۷)

جست، کود، چھلانگ۔

پہلے ہی چٹے گال کاٹنا (۳/۵۵۷)

پہلی ہی ملاقات میں رنج دینا۔

پھندیت (۱/۵۳۷)

سدھا ہوا جانور (جیسے ہاتھی یا شیر) جو ہم جنسوں کو فریب دے کر جال میں پھنسوئے۔ (مجازاً) دوسروں کو پھانس کر لانے والا شخص، جال بچھانے والا۔ یہ لفظ ”پھند“ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مکر، فریب، ترکیب۔

پیٹ کا بندہ (۶/۵۳۳)

خود غرض، لاپٹی۔

پیٹ کا ہلکا (۴/۳۷۳)

جو راز فاش کر دے، جسے کوئی بات نہ چچے اوچھا، تنگ ظرف۔

پھوٹی آنکھ (۵/۵۰۹)

وہ آنکھ جس میں کوئی خلل آ گیا ہو، آنکھ کے

پیٹھ لگنا (۷/۱۴۰)

آرام پانا، قرار پانا، چھین ملنا۔

ناہتا ہونے کی کیفیت۔

پھول وہی جو مہیسر چڑھے (۶/۳۶۳)

یگانہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے: ”اک
مثل ہے، اک پھول کی معراج بھی ہے کہ
دیوتا پر چڑھایا جائے۔ جو دیوتاؤں پر نہ چڑھایا
گیا، وہ پھول کس کام کا“۔ لغت نگاروں نے
یہ معنی بھی بتائے ہیں: چیز وہی اچھی جسے لوگ
پسند کریں۔ اس محل پر بولتے ہیں کہ کوئی چیز
پسندیدہ عمائد ہو۔ تحفہ وہی بہتر جو قابل قبول
ہو۔ مہیسر کی جگہ مہیش بھی بولتے ہیں۔
مہیسر = مہیشور = مہا ایشور = مہیش = ہندوؤں
کے عقیدے کے مطابق سب سے بڑا خدا۔

پھیر پڑنا (۴/۳۶۹)

چکر پڑنا، مشکل پڑنا، فرق پڑنا۔

پھیر کھانا (۷/۴۶۳)

طویل طویل راستہ طے کرنا، گھوم کر جانا، چکر
کھانا۔

تان دینا، تانا (۶/۵۷۴-۷/۴۵۴)

اکسا دینا، اشتعال دلانا، طعنہ دینا۔

تاؤ (۶/۶۰۹)

غیظ و غضب، غصہ۔

تاؤ بھاؤ (۲/۳۶۸)

اونچ نیچ، نرم گرم، نشیب و فراز۔

تخت رواں (۱/۴۵۹)

حضرت سلیمان کا اڑنے والا تخت جس کے
ذریعے طویل ترین فاصلے لمحوں میں طے ہوتے
تھے۔

تر نوالہ (۵/۳۹۸)

عمدہ غذائیں، لذیذ کھانے۔

تڑکا ہو جانا (۵/۴۶۰)

غرور یا گھمنڈ دور ہو جانا، حقیقت معلوم ہو جانا۔

تڑنا (۳/۳۶۹-۴/۲۳۲)

(۱) خوب پرکھ لیا جانا، پہچان لیا جانا، تڑا جانا،
تاز لیا جانا۔ (۲) تولا جانا، ٹکنا۔ یگانہ نے یہ
حاشیہ لکھا ہے: تڑا بمعنی ٹکنا۔

تشریف (۴/۱۶۵)

لباس، خلعت، وہ پوشاک جو اعزاز و اکرام
کے طور پر ملتی ہے۔ اسم مونث لیکن لکھنؤ میں
مذکر بھی۔

تشریف کا ٹوکرا اٹھالے جانا (۸/۵۸۴)

طنز یا تحقیر کسی کو کسی جگہ سے چلے جانے کے
لیے کہتے ہیں۔

تھکنا (۲/۶۱۷)

چرنے کی آہنی سلاخ جس پر کاتے وقت گکڑی
بنتی جاتی ہے۔ (گکڑی: کچے سوت کی لکھی)

ٹکنا (۱/۵۷۵)

ٹک بند، فضول گو، غیر شاعر۔

ٹکوار تولنا (۱/۴۹۰)

ٹکوار کو جانچ کر ہاتھ میں پکڑنا تاکہ دار خالی
نہ جائے، ٹکوار سنبھالنا، شمشیر زنی کے لیے
تیار ہونا۔

ٹکوریا (۵/۴۷۴)

ٹکوار چلانے والا، ٹکوار کا دھنی۔

ٹنکے چٹنا (۵/۳۷۵)

دیوانوں کے سے کام کرنا، مخبوط الحواس ہو جانا،
بجنوں ہو جانا، عاشق ہو جانا، آوارہ پھرنا

نگ دل (۴/۲۳۸)

ملول، افسردہ، رنجیدہ، غمگین۔

تنتنا (۷/۵۴۱)

(غور و فخر سے) اکڑنا، (غصے یا خفگی سے)

کھنچنا، دُور رہنا، اکڑنکو دکھانا۔

توأم (۳/۲۵۳)

بُجواں (مجازاً) ساتھ ساتھ، لازم و ملزوم۔

توڑ (۱/۱۱۹)

تیر کے اثر کرنے یا گھاؤ ڈالنے کی قوت،

ضرب، مار۔

تولواں (۶/۶۰۷)

یہ لفظ زیادہ تر ”ٹکواں“ ہی مستعمل ہے۔ یہ معنی:

بھاری، وزنی (مراد) قیمتی (لباس)

توٹنا (۸/۲۵۳)

گرمی کی شدت سے مضطرب ہونا، پیاس کے

مارے بے چین ہونا، گرمی کی شدت سے

مُرجھانا، رنگ بدل جانا۔

تہ بیٹھنا (۴/۴۹۰)

(عموماً گرد وغیرہ کا) کسی سطح پر جم جانا، پرت

جم جانا۔

تیور بجھنا (۲/۲۵۰)

نظر یا انداز سے دل کی افسردگی ظاہر ہونا،

افسردہ ہونا۔

تیور جلنا (۲/۶۱۹)

پکا چوند ہونا، روشنی برداشت نہ کر سکتا، کسی بہت

روشن اور چمکتی ہوئی چیز کی تاب نہ لانا۔

تیورانا (۲/۱۱۲)

آنکھوں کے تلے اندھیرا آ جانا، سر چکراتا۔

تھاگ (۸/۴۲۷)

چوروں کی کمین گاہ، چوروں میں آپس میں

مشورے کا مقام، چوروں کا اڈا۔ مگر یگانہ نے

یہ لفظ ٹولی اور گروہ کے معنی میں استعمال

کیا ہے۔

تھاہ لینا (۷/۵۵۴)

گہرائی معلوم کرنا، مقصد یا منشا معلوم کرنا، بھید کو

پہنچنا، حقیقت معلوم کرنا۔

ٹاپنا (۳/۵۱۰)

کسی چیز کی تلاش میں حیران و پریشان ہونا،

مارے مارے پھرنا۔

ٹانگ سے ٹانگ باندھنا (۱/۴۲۸)

ساتھ دینا، ایک کھیل جس میں ٹانگ سے

ٹانگ باندھ کر بھاگتے ہیں، جو تھک جائے وہ

ہار جاتا ہے۔

ٹہیا (۲/۵۴۲)

ٹوہ سے۔ مخبر، کھوجی، سراغ لگانے والا۔ یگانہ

نے ایک خط میں اس کے یہ معنی لکھے ہیں:

”مشاعروں کی ٹوہ میں جو رہتے ہیں، مصرع

طرح سنتے ہی...“ [حاشیہ: ۲۶۶، گنجینہ ق (ر)]

عام طور پر مستعمل: ٹوہیا۔

ٹٹیاں (۴/۵۳۲)

ایک قسم کا چھوٹا توتا۔

ٹھنڈا پسینا آنا (۵/۴۵۳)

خوف و ہراس یا عالم نزع میں پسینا آنا (جو

ٹھنڈا ہوتا ہے)

ٹھنڈی مٹی کا بنا ہونا (۶/۳۶۶)

وہ شخص جس پر کسی بات کا اثر نہ ہو، بے جوش و

دلولہ، بے حس۔ یگانہ نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے: ”دل لبھانے یا رجھانے والی باتوں پر بھی جس شخص میں جوش یا کھلا پیدا نہ ہو، اُسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا ہے۔“

ٹھنڈے ٹھنڈے سدھارنا (۸/۱۳۵)

اپنا راستہ لینا، خیر سے سدھارنا (طنز) سلامتی کے ساتھ چلے جانا۔ عموماً ”ٹھنڈے ٹھنڈے جانا“ مستعمل ہے۔

ٹھیکا لینا (۶/۵۷۵)

(۱) رُکھنا، ٹھہرنا، دم لینا، تھوڑا چل کے ٹھہر جانا۔ ان معنوں میں ”ٹھیکی لینا“ بھی مستعمل ہے۔ ٹیکا اور ٹیکی بھی بولتے ہیں۔ (۲) رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”اس کے ایک معنی، طلبے کی آواز کا دُور تک پہنچنا، بھی ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ [متعلقہ شعر کے] پہلے مصرعے کی مناسبت اسی مفہوم کی متقاضی ہے کہ رونا آہستہ آہستہ کہ کوئی اور نہ سنے اور ہنسنا ایسا کہ سات گھر یعنی دُور تک آواز جائے، سب سنیں۔“

جاگتی جوت (۲/۵۰۹)

جاگنا: روشن ہونا۔

جوت: چمک، نور، ضیا، روشنی، بینائی، سورج کی کرن، چراغ کی روشنی۔
مراد: زندگی، عشق، محبت، زندگی کے ہنگامے۔

جاں کاہ (۶/۲۲۰)

(لفظاً) جاں گھٹانے یا کمزور کرنے والا (مراداً) انتہائی تکلیف دہ، ضرر رساں۔

جریدہ (۱/۵۰۲)

اکیلا، تنہا (سب سے) الگ تھلگ۔

جس (۷/۶۰۱)

طاقت، مہارت، وصف، لیاقت۔

جن سوار ہونا (۷/۳۹۴)

کسی چیز یا کام کی ذمہ داری ہونا، خط ہونا۔

جکاور (۶/۵۴۵)

جانور کا عوامی تلفظ۔

جنگل میں منگل (۵/۳۹۷)

ویرانے میں رونق، چہل پہل۔

جتم لندورا (۲/۳۹۶)

پیدائشی معذور (لندورا اُس پرندے کو کہتے ہیں جس کی دُم کٹی ہوئی ہو)

جولاں گاہ (۶/۵۷۳)

میدانِ عمل، بھاگ دوڑ کی جگہ۔

جو ہر (۳/۲۲۳)

شے کی اصل، خاصیت، ہنر، کمال۔ تلوار، فولاد یا آئینے پر نظر آنے والے نقش یا لہریں جو چمک کی وجہ سے نظر آتی ہیں۔

جو ہر کھلنا (۶/۳۷۸)

کمال یا ہنر کا ظاہر ہونا، اصلیت یا استعداد کا ظاہر ہونا، قابلیت معلوم ہونا۔

جہادِ نفس (۸/۲۴۰)

نفس کشی، اپنے نفس پر قابو پانا۔

جہلِ مرکب (۲/۲۷۵)

کوئی کچھ نہ جانے اور یہ سمجھے کہ وہ جانتا ہے، ایسے شخص میں دو جہالتیں یک جا ہوتی ہیں۔ ان دو جہالتوں کا اجتماع جہلِ مرکب کہلاتا ہے۔ ذہری نادانی۔ دو جہالتوں میں جلا ہونے کی حالت و کیفیت۔

جی چھڑانا (۳/۳۸۶)

حوصلہ پست کر دینا، ہمت توڑ دینا۔

جی سن سے ہو جانا (۳/۲۵۱)

سکتے میں آ جانا، گھبرا جانا۔

جیسا چراغ ویسی مراد (۵/۶۰۸)

جیسی نیت ویسی مراد، جیسی نیت ہو ویسا ہی اس

کا پھل ملتا ہے۔

جھنڈے پہ چڑھانا (۴/۴۰۱)

شہرت دینا، بدنام کرنا، زسوا کرنا، خوب تعریف

کرنا، مغرور بنا دینا۔

جھنڈے گاڑنا (۵/۵۲۴)

سلسلہ بٹھانا، تسلط یا قبضہ جمانا، کسی جگہ یا مقام کو

مسخر کرنا، رنگ جمانا۔

جھونکا کھانا (۲/۳۶۶)

ڈمگانا، لڑکھڑانا، ہوا سے شمع کی لو کا لہرانا۔

چادر سے باہر پاؤں پھیلانا (۷/۲۲۲)

اپنی حد یا بساط سے باہر قدم رکھنا۔

چاندنی کا کھیت کرنا (۶/۱۶۶)

چاندنی چھٹکنا، چاندنی کا خوب پھیل جانا۔

چپ کی داد پانا (۶/۴۹۱)

خاموش دعا کا اثر ہونا، ظلم کا انتقام نہ لینے یا نہ

لے سکنے کی صورت میں ظالم کو سزا اور مظلوم کو

صبر کا اجر ملنا۔

چیز میں آنا (۵/۵۳۴)

(چیزنا سے مشتق۔ نرم یا چکنا بنانا) خوشامد سے

متاثر ہونا، باتوں میں آ جانا۔

چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی (۱۰/۴۵۴)

ہر معاملے میں اپنے مطلب کو ملحوظ رکھنا یا ہر

طرح سے اپنا ہی فائدہ چاہنا۔ (اس طرح بھی

بولتے ہیں: چت بھی میری پٹ بھی میری)

چتون (۵/۵۳۹)

تیوری، نظر، نگاہ، دیکھنے کا عمل۔

چتون بدلنا (۷/۱۱۸)

برتاؤ میں فرق لانا، مختلف انداز اور ڈھنگ

اختیار کرنا، تیوری پر بل ڈالنا۔

چٹکیوں میں اڑانا (۳/۴۵۵)

خاطر میں نہ لانا، حقیر سمجھنا، نظر انداز کرنا، مذاق

اڑانا۔

چرخہ نانڈھنا (۵/۳۶۸)

حاشیہ از یگانہ: ”نانڈھنا بہ معنی شروع کر دینا،

چلانا۔ مگر محاورے میں چرخہ نانڈھنا بہ معنی

ڈکھڑے رونا، گلے شکوے کرنا۔“

چرسا اُدھڑنا (۷/۲۳۱)

کھال (چرسا) اُدھڑنا۔ مراد: سخت تکلیف

اٹھانا، بے حد اذیت میں مبتلا ہونا۔ اس مفہوم

میں زیادہ تر یہ محاورے مروج ہیں: چڑی

اُدھڑنا، تسمے اڑنا، کھال اُدھڑنا۔

چمکار (۳/۵۳۷)

پیار پچکار، چمکارنے کا عمل (چمکارنا: ہاتھ پھیر کر

تھپک کر یا گلے لگا کر یا یوں ہی منہ سے

پچکارنے کی آواز نکال کر پیار کرنا۔)

چنڈال (۱/۵۷۹)

رذیل، کمینہ، مکار، بدکار، منحوس، کنجوس۔

چنگا (۲/۵۸۸)

تندرست، خوب صورت، توانا، صحت مند۔

چور ہونا (۹/۴۸۳)

بدگمانی ہونا، دل میں کسی کے بارے میں برا

خیال ہونا، خطرہ ہونا۔

چوٹ (۵/۳۶۶)

رغبت، میلان، شوق، لگاؤ، خواہش۔

حاشیہ از یگانہ: ولولہ، اُمنگ۔

چھلکنا (۵/۳۸۲)

سیر ہونا، اس حد تک کھانا یا پینا کہ مزید کی

گنجائش نہ رہے۔

چھیڑنا (۵/۱۲۶)

پھوڑے پر نشتر لگانا۔

چھینٹنا (۱/۶۲۲)

فریب، مکر، دھوکا، جھوٹی تسلی۔

حاشیے چڑھانا (۸/۲۴۸)

اصل کی زیبائش کے لیے اُس میں کچھ اضافہ

کرنا، اپنی طرف سے کسی بات میں نمک مرچ

لگانا، مبالغہ آمیزی کرنا۔

خجلہ (۶/۳۹۵)

پردے دار مسمری، چھپر کھٹ (عربی میں جیم پر

زبر، اردو میں جیم ساکن)

خارہ لانا (۳/۴۶۰)

برافروختہ ہونا، برہم ہونا، ناراض ہونا، تیزی

دکھانا۔

خر بہ چلانا (۶/۵۴۷)

(خر بہ: ہتھیار، نیزہ، برچھی، بھالا وغیرہ)

ہتھیار چلانا۔

حلوے مانڈے سے غرض (۸/۵۳۵)

صحیح: حلوے مانڈے سے کام۔ مراد یہ کہ کوئی

جیسے یا مرے اپنے فائدے کو دیکھنا۔

(مانڈا: ایک قسم کی پتلی روٹی جو میدے میں گھی

ملا کر پکائی جاتی ہے اور حلوے کے ساتھ کھائی جاتی ہے)۔

حیرت کا پتلا (۵/۲۵۳)

سخت متحیر، مجسم حیرانی، ہکا بکا۔

خاک سے پاک کرنا یا ہونا (۲/۳۱۷)

ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچا دینا۔

خاک سے یکساں کرنا یا ہونا (۴/۲۹۹)

خاک میں مل کر خاک ہونا یا خاک کے

برابر ہونا۔

خالی دینا (۳/۴۷۴)

حریف کی ضرب یا وار بچا جانا۔

خالی کا مہینہ (۷/۵۴۸)

قمری سال کا گیارہواں مہینہ ذیقعدہ جس کے

معنی صاحب قیام کے ہیں۔ عرب اس مہینے

میں جنگ و جدل موقوف رکھتے تھے۔ اس کا

نام خالی اس لیے رکھا گیا کہ اس سے پہلے کے

مہینے شوال میں عید الفطر ہوتی ہے اور بعد کے

مہینے ذی الحجہ میں عید الاضحیٰ۔

خام جوش (۳/۵۳۰)

جس میں جوش و خروش کم ہو یا جونا پختہ ہو۔

خدا کی سنوار (۱۱/۴۶۶)

خدا کی مار، لعنت، پھنکار۔ اس کو سننے کی درشتی

کم کرنے کے لیے ”خدا کی سنوار“ کہتے ہیں۔

عموما عورتوں کی زبان پر ہے۔

خدا کی مار (۲/۴۹۳)

لعنت بھیجنے اور پھنکارنے کے موقع پر بولتے

ہیں۔

خدا لگتی (۲/۴۵۷)

جی بات، انصاف کی بات، ایمان کی بات،
سچ سچ۔

خنجر کا پانی (۴/۱۴۳)

خنجر کی دھار یا آب۔ دیکھیے: آب دم خنجر

خون گرفتہ (۲/۴۸۶)

واجب القتل، اجل رسیدہ، مصیبت زدہ،
پریشاں حال، ستایا ہوا۔

خون ہلکا ہونا (۴/۲۴۳)

نظر بد کا بہت جلد اثر ہونا۔

خیلا (۱/۵۷۲)

(۱) احمق، نادان (۲) بدتمیز، جھگڑالو، پھوہڑ،
بے ذمگی عورت۔

دل میں نمک (۲/۵۱۰)

بہت کم، ذرا سا۔ ان معنوں میں ”آئے میں
نمک“ مستعمل ہے۔

دامن زیں (۱/۱۵۶)

کانٹوں کے نیچے کا چمڑے کا حصہ جو گھوڑے کی
پسلیوں پر دونوں طرف لٹکا رہتا ہے۔

دامن شمشیر (۶/۱۷۲)

تکوار کے دونوں کناروں کا درمیانی حصہ۔ مراد
تکوار۔

دانگ (۳/۴۲۸)

سمت، طرف۔

داؤ پر چڑھالینا (۶/۵۱۳)

قابو میں کر لینا، رام کر لینا، ہموار کر لینا۔

درگورنا (۲/۴۹۳)

چھوڑ دینا، ترک کر دینا۔ متعلقہ شعر میں یہ مراد
ہے کہ کبھی اس کا خیال بھی نہ کیا کہ سر چلا
جائے گا۔

درمیان دینا (۱/۵۷۴)

گواہ بنانا، سچ میں ڈالنا، درمیان میں لانا۔

ڈڑیڑا (۳/۴۹۰)

بہت زور کی بارش اور اُس کے پانی کا بہاؤ۔
اس کا تلفظ ڈریرا اور ڈریڑا بھی کیا جاتا ہے۔

دسا (۴/۴۶۲)

حالت، کیفیت۔ لیکن یگانہ نے ایک حاشیے میں
اس کے معنی ”ڈرگت“ بتائے ہیں۔

دست و پا گم کر دینا (۵/۲۹۹)

حواس گم ہو جانا، ہوش نہ رہنا، سکتے میں آ جانا۔

دفتر کھلنا (۶/۱۲۲)

بیان کیا جاتا، طول دے کر بیان کرنا۔ (دفتر:
طومار، تفصیل، اعمال نامہ، فردِ عصیاں)

دل تنگ (۱۵/۴۶۹)

غمگین، ناخوش، اداس، بیزار، گھبرایا ہوا۔

دل میں چور ہونا (۴/۳۹۴)

بدگمانی ہونا، بدظنی ہونا، کسی بات یا خیال کو دل
میں چھپائے رکھنا اور ظاہر نہ کرنا، اندیشہ ہونا۔

دل پٹا (۴/۵۳۶)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”دل کے ایک معنی پتا
بھی ہیں۔ اس نسبت سے دل چٹا اُس کیڑے
کو کہہ سکتے ہیں جو پتوں کو چاٹ کر سوراخ دار
بنا دیتا ہے۔ مگر میرے ذہن میں یہ پہلو بھی

اُبھرتا ہے کہ دل کو دال کا مخفف مان لوں (اور اس میں کسی طرح کی خرابی نہیں) اس صورت میں دل چٹا کے معنی ہوں گے: دال چاٹنے والا، یعنی طفیلی، خیرات خور۔ مراد: خوشامدی۔ یہی پہلو مجھے نسبتاً بہتر معلوم ہوتا ہے۔ غالب کے دل چٹے: غالب کے خوشامدی، اُن کو بے وجہ بڑھانے والے۔“

دلِ زبھاگنا (۵/۳۷۴)

اس لفظ کا تلفظ دلِ زبھی ہے (افلاس دور ہوتا، نحوست ختم ہوتا۔

دلیل (۷/۱۲۱)

راستہ دکھانے والا، راہ نما۔

دم سوکھنا (۲/۵۵۴)

ڈر جانا، خوف طاری ہونا، سہم جانا۔

دن بھرنا (۵/۵۶۳)

تنگی ترشی یا غم و اندوہ میں زندگی کے دن گزارنا۔

دُند مچانا (۹/۴۱۶)

شور و غل مچانا، ہنگامہ آرائی کرنا۔ (دُند: ڈھول، بڑا نقارہ، شور، غل غپاڑا)

دنیا کی ہوا کھانا (۹/۴۱۶)

دنیا کی خواہش کرنا، دنیا کی طمع کرنا، زندگی بسر کرنے کے لیے جو سامان ضروری ہے، اُس کی طلب کرنا۔

دو تَبھنسی (۱/۴۷۲)

دو زنی، مبہم، دو معنی۔

دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا (۳/۴۸۹)

جب دو آدمیوں کے درمیان اجنبی شخص کی آمد ناگوار گزرے تو یہ کہات بولتے ہیں۔

دو ہاتھ ہارنا (۲/۴۹۱)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”یہ محاورہ (اگر ہے) تو نظر سے نہیں گزرا... میرا خیال ہے کہ یہاں مراد جوار یوں کے اُس طریقے سے ہے جس میں نئے کھلاڑی کو رجھانے اور پھسانے کے لیے پہلے دو تین ہاتھ خود ہار جاتے ہیں اور پھر بڑا داؤں لگوا کر سب کچھ جیت لیتے ہیں۔ (متعلقہ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ) یہ لوگ بڑے زمانہ ساز ہیں کہ دھوکا دینے میں ماہر ہیں، پہلے رجھائیں گے اور پھر کاٹ کریں گے۔ یہ محض قیاس ہے قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

دونوں پلے بھرنا (۶/۳۴۸)

مراد بر آنا، تمنا پوری ہونا، خواہش کی تکمیل ہونا۔

دہ بیٹھنا (۲/۴۹۰)

مبر کرنا۔

دُہائی کھینچنا (۴/۲۶۱)

مظلوموں کا فریاد کرنا، پناہ مانگنا، داد خواہی کرنا۔

دید نہ شنید (۱/۳۴۲)

دیکھا نہ سنا، عجیب، انوکھا۔

دیو بھگتا (۱/۵۷۹)

دیوتاؤں کی خدمت کرنے والا، نیک، پارسا۔

دیوار درمیاں (۲/۲۲۷)

ہمسایہ (دیوار درمیاں اُس مکان کے لیے کہتے ہیں جس کے اور دوسرے مکان کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہو، دیوار بچ)

دیوانی ہنسی (۴/۳۹۹)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”لغت میں تو یہ نہیں ملا، مگر واضح طور پر اس سے مراد ہے ناواقف

محبت اور نا آشنائے درد لوگوں کی ایسی ہنسی جو
محض تمسخر کے اظہار کے لیے ہو۔ دیوانی ہانڈی
میں جو نسبت ہے اُن مل، بے جوڑ چیزوں کی،
وہی ہی نسبت ہے یہاں۔ بے دردوں کی
ہنسی، بے مطلب کی بے تکی ہنسی، تحقیر و تمسخر کو
ظاہر کرنے والی ہنسی۔“

دھجیاں اڑانا (۲/۵۸۶)

ذلیل کرنا، شرمندہ کرنا، بُری طرح خبر لینا۔

دھجیاں لینا (۱/۲۳۵)

پھاڑ ڈالنا، ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، پُڑے پُڑے
کر دینا۔

دھرانا (۲/۳۵۸)

ڈرانا، دھمکانا، خوف زدہ کرنا۔

دھگڑو (۶/۶۰۹)

فاحشہ عورت کا یار، آشنا (دھگڑو بالمشدد اور دھگڑا
بھی مستعمل ہے)

دھوکے کی ٹٹی (۵/۱۱۹)

بے حقیقت، بے اصل، ناپائدار، عارضی، فریب
دینے والا، مغالطے میں ڈالنے والی چیز۔

ڈانڈا ملنا (۳/۲۸۷)

لمح ہونا، سرحدوں کا ملنا، قریبی نسبت ہونا،
مماثلت ہونا (ڈانڈا: ملک کی سرحد، حد بندی کی
لکیر)

ڈانڈگا (۴/۵۲۲)

آغا جان ابن یگانہ ایک جگہ (بیاض یگانہ: ۳۔
ورق ۵۶، الف) لکھتے ہیں: ”ڈانڈگا دکنی لفظ
ہے جس کے معنی ہیں لہذا تڑنگا، موٹا تازہ۔“

ڈگن (۶/۳۳۶)

ہنسی۔ بانس کی لمبی اور پتلی چھڑ، ڈور اور لوہے

کے کانٹے وغیرہ پر مشتمل، مچھلی کا شکار کھینے کا
آلہ۔ اس پر مفصل بحث کے لیے دیکھیے:
حاشیہ ۳۵، ترانہ۔

ڈوب کر (۲/۳۰۸)

گہرائی سے، محو ہو کر، دل جمعی کے ساتھ۔

ڈہکانا (۱/۵۵۴)

کسی شخص کو کوئی چیز دینے کے لیے دکھانا اور
جب وہ لینے کے لیے آگے بڑھے تو اُس کو نہ
دینا، ترسانا، دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

ڈھمی دینا (۲/۲۹۳)

ایک جگہ جم کر بیٹھ رہنا، جانے کا نام نہ لینا، کسی
کے گھر بہت دنوں تک ٹھہرے رہنا، پڑ رہنا۔
(زیادہ تر ڈھمی بجائے ڈھمی مستعمل ہے)

ڈھینڈس (۴/۵۳۰)

لفظاً: ٹنڈا (سبزی) مجازاً: خسیہ، خایہ، بے حقیقت،
بے معنی، مغلوب۔

ذات (۱/۴۶۵)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”یہ ذو معنی لفظ ہے
ایک معنی وجود کے ہیں اور دوسرے ’جات‘ کی
بدلی ہوئی شکل ’ذات‘۔ اگرچہ یگانہ نے اسے
'وجود کے معنوں میں استعمال کیا ہے، لیکن کوئی
چاہے تو دوسرے معنی بھی مراد لے سکتا ہے۔
گویا یگانہ بدقوئے تھے۔“

رات بسنا (۴/۳۵۴)

رات گزرتا، رات بسر ہوتا۔

رات بھینگنا (۸/۱۲۷)

رات ڈھلنا، آدھی رات سے زیادہ ہوتا۔

راندا جانا (۳/۴۷۳)

ذلیل کیا جانا، مردود ہونا۔

راہ کھوٹی کرنا / ہونا (۴/۲۳۳)
کام بگاڑنا، خلل انداز ہونا۔

رَبِّ عَلا (۲/۱۱۱)

بلند پایہ پروردگار۔

رُت بدلنا (۴/۱۳۴)

حاشیہ از یگانہ: ”وحشیوں کی رُت بدل جانا، مجازاً

کہا گیا ہے اور میرا تصرف ہے۔“

موسم یا فصل تبدیل ہونا، حسبِ دل خواہ حالت پیدا کرنا یا ہونا، قسمت کا راستی پر آنا یا لانا۔

رُت پھرنا (۵/۲۵۱)

حالت بدلنا، بہتر ہونا۔

رَچَنا (۵/۵۴۸)

سا جانا، گھل مل جانا۔

رُخِست (۸/۱۳۳)

اجازت، منظوری۔

رَسان رَسان

حاشیہ از یگانہ: ”تو تا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے۔“ (ترانہ، رباعی: ۱۹۷، ص ۴۰۰) دیرے دیرے، آہستہ آہستہ، چپکے چپکے۔

رَمیدہ (۷/۵۰۰)

الگ، جدا، دور۔

رُندھنا (۱/۲۸۸ - ۳/۲۳۶)

(۱) امنڈنا، گھرا ہونا (بادل کا)

(۲) افسردہ رہنا، غمگین رہنا (دل کا)

رنگ بے ڈھب ہونا (۲/۶۰۴)

انداز ناروا ہو جانا، روش تکلیف دہ ہو جانا۔

رنگ پکڑنا (۲/۳۰۰)

رنگت اختیار کرنا، بارونق ہونا، پُر بہار ہونا۔

رنگ کھلنا (۷/۱۱۲)

زیب دینا، نکھرنا۔

روش (۳/۲۷۳)

اسلوب، طرز، طریق، طور۔

رویا (۷/۱۴۲)

خواب۔

ریز (۱/۳۹۷)

اظہار کرنا، ہونٹوں کا جنبش کرنا۔

زبان میں کانٹے پڑنا (۲/۱۵۷)

زبان اس حد تک خشک اور کھردری ہو جانا کہ

بولنے کی سکت نہ رہے۔

زحمتِ نظری (۱/۵۰۸)

وہ تکلیف جو تلاش میں نظر نے اٹھائی۔

زُلال (۷/۳۲۶)

لفظاً: صاف، خوش گوار اور نغرا ہوا پانی۔ متعلقہ شعر میں مراد: دُرود (تلحّص) کے مقابلے پر صاف شراب جو ظرف کے اوپر کے حصے میں ہوتی ہے۔

زمین پر پاؤں نہ پڑنا (۸/۳۱۰)

کنایہ ہے نہایت تیز چلنے سے۔

زمین پر قدم نہ رکھنا (۲/۲۹۸)

اترا کر چلنا، کسی سرور انگیز کیفیت کے باعث

تازہ انداز سے چلنا۔

زندہ داری شب (۵/۴۵۷)

رات بھر جاگنا۔

سات پردوں سے عیاں ہونا (۱/۱۳۲)
باوجود انتہائی رازداری اور چھپانے کے
ظاہر ہونا۔

سادھنا (نثر: ۳۳۸)

سنبالنا، قابو میں رکھنا، توازن قائم رکھنا۔

ساز و آواز (۵/۱۵۴)

سازگار، مبارک، زیب دہ۔

سان پر چڑھنا (۵/۵۰۰)

”سان پر چڑھنا“ کا لازم۔ دھار تیز کرنا۔
مجازاً: کسی چیز میں تیزی، حرکت اور جولانی
پیدا کرنا۔

سانگ لانا (۲/۱۳۸)

روپ دھارنا، بھیس بدلنا، بہروپ بھرتا۔

سانا (۸/۴۵۴)

شریک جرم کرنا، عیب لگانا، ملوث کرنا۔

سائے سے بھڑکنا (۶/۴۶۶)

ذرا ذرا سی بات سے ڈر جانا، وحشت زدہ ہونا۔

سبحان الذی اسریٰ (۹/۱۴۵)

یہ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت
کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ (لفظی معنی: پاک ہے
جو لے گیا ایک رات) جن سے پوری آیت
کے اس مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ خدا خود
حضرت محمد صلعم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک
لے گیا (اور وہاں سے آں حضرت معراج کے
لیے روانہ ہوئے۔)

سبز باغ (۴/۵۱۱)

بے حقیقت شے، وہ موہوم امر یا شے جو بہت
دل خوش کن ہو، جھوٹا وعدہ، بہلاوا، مغالطہ۔

سبک مغز (۸/۵۲۸)

کم عقل، بے وقوف، سکی، خبطی۔

سجھاؤ (۱/۳۶۸)

رنگ ڈھنگ، دستور، طور طریق۔

ست جگ (۴/۵۴۰)

نہایت سچا زمانہ، دیوتاؤں کا زمانہ۔ ہندوؤں
کے عقیدے کے مطابق دنیا کے چار مقررہ
قرونوں میں سے پہلا قرن جس میں حق اور
سچائی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ کل جگ چوتھا اور
آخری قرن ہے جس میں برائی کے سوا کچھ
نہیں۔

سر اٹھا کے ٹکنا (۹/۲۲۷)

صحیح محاورہ ”سر اٹھا کے چلنا“ ہے۔ یگانہ نے
اس میں تصرف کیا ہے۔ غرور کرنا، اترانا۔

سر انجام (۶/۶۲۳)

اختتام، تکمیل، نتیجہ، حاصل۔

سر انجام کرنا (۸/۲۲۳)

سامان کرنا، انتظام کرنا، بندوبست کرنا۔

سر پر جن سوار ہونا (۲/۴۹۳)

جنوں ہونا، بلانا نازل ہونا، آپے سے باہر ہونا۔

سر دے مارنا (۸/۴۶۶)

کوئی چیز کسی کو غصے یا حقارت سے لوٹا دینا۔

سر سے گزر جانا (۲/۱۱۶)

قامت سے اونچا ہو جانا، بہت بلند ہو جانا، کسی
معاملے کا انتہا پر پہنچ جانا۔ اس کے ایک معنی
جان کی بازی لگا دینے کے بھی ہیں۔ متعلقہ شعر
میں یگانہ نے ان معنی کی رعایت بھی ملحوظ رکھی
ہے۔

سر کی بلا ٹلنا (۲/۲۸۷)

مصیبت سے بچنا، متوقع تکلیف سے بچ جانا۔

سر کے بھل (ٹل) (۸/۱۵۶)

ذوق و شوق سے، ادب و تعظیم سے، تابع داری اور مجبوری سے۔

سر میں ہوا بھرنا (۹/۳۱۲)

سودا سمانا، دھن سوار ہونا، شوق کا حد سے بڑھ جانا۔

سعید الدارین (۳/۵۴۳)

دونوں جہانوں (دارین) کا نیک بخت اور خوش کردار (سعید)

سمجھ کا پھیر (۴/۴۸۸)

نا سمجھی، کم عقلی، نادانی۔

سنے (۴/۴۲۶)

وقت، زمانہ۔

سنے کی بلہاری (۲/۴۳۲)

نیرنگی زمانہ (سے : زمانہ۔ بلہاری : نچھاور، تصدق، قربان، نذر) رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ”منہبوم اس کا واضح ہے جسے اردو میں کہیں گے، وقت پڑے کی بات ہے، وقت ہی ایسا آگیا ہے کہ یہی ہوتا تھا۔ یگانہ نے خاص طور پر اسی منہبوم میں لقمہ کیا ہے۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ کیسا عمدہ ٹکڑا ہے جو لغت سے غیر حاضر رہا ہے۔“

سنائے میں آنا (۲/۱۵۹)

حیرت زدہ ہو جانا، ہلکا بگا رہ جانا، ڈر جانا، سہم جانا۔

سنائی (۲/۳۶۴)

سوت کی خبر (عموماً ”سنائی“ کہتے ہیں)

سنگوانا (۵/۳۹۵)

(”سنگوانا“ کا قافیہ) حاصل کرنا۔

سننا (۷/۵۴۵)

آلودہ ہونا، ملوث ہونا، مورد الزام ٹھہرایا جانا۔

سواد (۶/۳۸۵)

ذائقہ، مزہ، لذت، لطافت۔

سوادِ منزل (۴/۲۲۴)

منزل کی حدود، منزل کا نشان، منزل کے آثار۔ (سواد: سیاهی۔ شہر یا منزل کے آثار ذرا فاصلے سے اس طرح نظر آتے ہیں جیسے فضا میں سیاهی سی ہو۔)

سواری بولنا (۴/۳۱۵)

سواری کی آمد کا اعلان کرنا۔ پرانے زمانے میں دستور تھا کہ جب سواری اپنی منزل پر پہنچتی تو کہار آواز لگاتے سواری اُتر والو۔ سواری بولنا سے یہی اعلان مراد ہے۔

سوتا سنسار (۲/۳۳۵)

خاموشی اور اُجاڑ پن، بالخصوص رات کے سنان ہونے کی کیفیت۔

سوکھا جواب (۶/۵۳۴)

صاف انکار، واضح انکار، مایوس کن جواب۔

سیاں (۳/۵۷۷)

حاشیہ از یگانہ: لکھنؤ کا مشہور شہدا مگر صاحب ایمان۔

سیر دیکھنا (۶/۱۳۹)

لطف اُٹھانا، نظارہ کرنا، محفوظ ہونا۔

شادی مرگ (۷/۲۲۷)

وہ موت جو کسی غیر متوقع اور غیر معمولی خوشی کے سبب واقع ہو۔

شامِ غریباں (۵/۱۳۸)

مصیبت و بے کسی کی شام، وہ شام جو وطن سے دور عالمِ بے کسی میں آئے۔

شب چراغ (۴/۳۰۲)

رات کو چراغ کی طرح چمکنے والا قیمتی لعل یا موتی۔

خُدی (۴/۳۵۶)

ہونے والا امر، ہونے والی بات۔

شیرازی (۱/۲۸۱)

ایک قسم کا گول مٹول کبوتر جس کا قد اور سر بڑا، سینہ چوڑا اور آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ پیٹ سفید اور باقی جسم عنابی یا لاکھی ہوتا ہے۔

صاحبی (۷/۴۹۵)

حکومت، سرداری، شان و شوکت۔

صاد (۷/۴۱۴)

انتخاب، پسندیدگی، منظوری، پسند کیے جانے کا نشان۔ حاشیہ از یگانہ: ”ایک پہ بھی صاد نہیں، ایک بھی قابلِ انتخاب نہیں۔“

صلوات بھیجنا (۸/۲۸۹)

ترک کرنا، نظر انداز کرنا۔

صواب (۶/۲۴۷)

درست، صحیح۔

صورت پکڑنا (۵/۲۳۶)

شکل اختیار کرنا، وقوع میں آنا۔

صورتِ حرام (۸/۴۵۸)

وہ چیز جو دیکھنے میں اچھی ہو مگر باطن میں خراب۔

صورتِ گر (۵/۲۹۰)

تصویر بنانے یا کھینچنے والا، مصور، نقاش۔

طبیعتِ ہری رہنا (۲/۵۰۸)

دل خوش ہونا۔

طلسمِ بندی (۲/۱۴۱)

جادوگری، کسی کو جادو کے اثر میں لانا۔

عالی گوہر (۱/۵۸۳)

عالی خاندان، اعلیٰ نسب والا۔

عبد (۶/۵۳۴)

بندہ، غلام، تابع دار، خدمت گزار۔

عربدہ جو (۵/۳۰۳)

جھگڑالو، جنگ جو، بد خصلت۔

عرصہ (۲/۱۵۴)

میدان۔

عرصہ تنگ ہونا (۶/۴۶۹)

مصیبت میں مبتلا ہونا، عاجز ہونا، ناچار ہونا، پریشان ہونا، جان ضیق میں پڑنا۔

عقرب (۸/۴۵۷)

بچھو۔ (کنایہ) جھگڑالو۔

عقل کا اندھا (۲/۳۸۴)

اجمق، بے وقوف، نادان۔

علمِ مذہب (۳/۳۴۴)

ایسا علم جو یقین نہ بخش سکے، شک پیدا کرے۔

عید پیچھے ٹر (۴/۳۴۹)

کسی کام کو بے محل یا وقت نکل جانے کے بعد

کرنے کو کہتے ہیں۔

قاضی کی گدھی بھگانا (۴/۳۷۶)

قاضی شرعی فیصلے کرنے والا جج ہوتا ہے جو مجرموں کو سزا کو دیتا ہے۔ اُس کے ہاں چوری کرنے کے لیے انتہائی دلیری اور بے باکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مراد: بے باکی سے جرم کرتا۔ ”قاضی کی گدھی پڑنا“ بھی ملتا ہے۔

عین الیقین (۵/۶۲۲)

کسی امر کی کیفیت اور ماہیت جان لینے کے بعد اُس کیفیت و ماہیت کا مشاہدہ۔ علم الیقین کے بعد کا درجہ۔

عُبارِ خاطر (۲/۳۳۹)

دل کی کدورت، رنج، ملال۔

قالبِ خاکی (۵/۱۳۰)

آدمی کا جسم، جسمِ انسانی۔

غلبہ جی (۴/۵۳۷)

غالب کے مقلدوں اور طرف داروں کے لیے یگانہ نے تحقیراً یہ اصطلاح وضع کی ہے۔

قدم جھوٹا پڑنا (۴/۴۶۱)

”ہاتھ جھوٹا پڑنا“ کے قیاس پر یگانہ نے یہ محاورہ بنایا ہے۔ مراد: قدم غلط پڑنا، ابتداء میں غلط راستے پر چل لگنا۔

غول (۵/۳۲۶)

چھلاوہ، بھوت، دیو۔ (کنایتاً) گمراہ کرنے والا۔

قدم پھومنا (۹/۴۶۴)

فضیلت یا عظمت کا اعتراف کرنا۔

فاختہ اُڑانا (۷/۵۸۹)

عیش کرنا، مزے کرنا، فضول کام کرنا۔

قدم مارنا (۶/۲۸۲)

قدم رکھنا، کسی کام میں پڑنا۔

فائوس (۶/۱۵۸)

بلور یا شیشے کا بنا ہوا شمع پوش جس میں پرانے زمانے میں شمع روشن کرتے تھے۔ اُسے باریک کپڑے اور کاغذ سے بھی منڈھا جاتا تھا اور یہ پنجرے کی شکل کا ہوتا تھا۔ تبدیل۔

قفسِ گل (۱/۶۲۴)

قفسِ عنبری، قالبِ خاکی، جسمِ انسانی۔

قلم لگنا (۶/۵۵۴)

پیوند کاری۔ کسی پودے میں دوسرے پودے کی ٹہنی لگانا۔

فرد (۳/۳۱۱)

وہ کاغذ جس پر حساب کتاب درج کیا جاتا ہے۔ گوشوارہ۔ (مراداً) فردِ عمل، گناہوں کی فہرست۔

کالا (۸/۴۵۷)

سیاہ رنگ کا سانپ، کوبرا۔

فیہ (۸/۲۶۲)

عیب، نقص، برائی (ان معنی میں ”فی“ زیادہ مروج ہے جو فیہ کی مختصر صورت ہے۔)

کالے کوس روشن ہونا (۳/۲۴۱)

دُور و دراز کا فاصلہ طے ہونا۔

کان بجنا (۸/۲۴۱)

ایسی آواز یا بات سنائی دینا جس کی کوئی اصل نہ

ہو، بغیر کسی کے پکارے یا بلا کسی آہٹ کے
کانوں میں خواہ مخواہ سنائی دینا۔

کان کھلنا (۳/۴۷۲)

متنبہ ہونا، عبرت پکڑنا۔

کانوں پر ہاتھ رکھنا (۱/۵۶۹)

کسی کے شر سے پناہ مانگنا، بیزاری کا اظہار
کرتا۔

کجلی بن (۳/۵۲۶)

وہ جنگل جہاں بہت سے ہاتھی ہوں یا ہاتھیوں
کے رہنے کا جنگل۔ (اصل میں ”کجلی بن“۔
”گج“ ہندی میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔)

کچ رس (۳/۵۳۰)

جو کچا یا خام رہ گیا، ناپختہ۔

کد و پھوڑنا (۵/۵۴۱)

سر پھوڑنا، حاشیہ از یگانہ: ”اہل زبان محاورے
میں سر کو مزاح کی راہ سے کدو بھی کہتے ہیں۔“

کر کر کری (۵/۴۶۷)

بے مزہ، بے لطف۔

کرنی (۱۰/۴۵۹)

فعل، کام، کر توت، ناشائستہ حرکت۔

کرنی کسی کی بھرنی کسی کی (۳/۴۸۷)

اُس موقع پر بولتے ہیں جب قصور کسی اور کا ہو
اور اُس کی سزا کسی اور کو ملے یا کسی کا بُرا عمل
کسی اور سے منسوب کیا جائے۔

کروٹ نہ لینا (۲/۲۵۴)

خبر نہ لینا، توجہ نہ کرنا، دھیان نہ دینا۔

کڑھنا کھپنا (۱/۵۱۴)

جی جلانا، دل سوزی کرنا، رنج و غم میں تحلیل ہونا۔

کس بل (۲/۴۶۳)

زور، طاقت، قوت۔ (کس اور بل، دونوں کے
الگ الگ معنی بھی یہی ہیں)

کل پہ ہونا (۶/۱۷۹)

ذہب، طور، طرح پر ہونا۔

کل جگ (۴/۵۴۰)

دیکھیے: ست جگ۔

کلاہ ٹیڑھی ہونا (۳/۳۹۸)

کج کلاہی، بانک پن اور بے نیازی کا اظہار
ہونا۔

کلوٹ (۱/۵۷۹)

کلوٹا، بہت کالے رنگ کا، سیاہ قام (کلوٹا میں
واؤ معروف ہے کلوٹ میں واؤ مجھول)

کلیاں پھوٹنا (۲/۳۹۶)

پرندوں کے چوزوں کی کھال پر چھوٹے چھوٹے
پر نمایاں ہونا۔

کنول ٹھنڈا ہونا (۷/۵۹۹)

کنول کا بجھنا، کنول میں روشن ہونے والی شمع
کا بجھنا (کنول شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع
روشن کرتے ہیں۔ فانوس کی ایک قسم، کنول یا
کھلے ہوئے پھول سے مشابہ ایک فانوس جس
میں موم جی روشن کی جاتی ہے۔)

کنویں میں گرانہ (۸/۳۱۱)

مصیبت میں ڈالنا۔

کنے ٹھس (۸/۵۳۲)

وہ کٹکوا جس کے کٹوں (اوپر نیچے کے حصوں)
میں توازن نہ ہو۔

کواکان لے گیا (۸/۵۳۱)

جھوٹی بات کو بے تحقیق مان لینے کے موقع پر بولتے ہیں۔ کواکان لے گیا، سن کر کان کو نہیں دیکھتے، کوئے کے پیچھے دوڑتے ہیں۔

کوچے کٹوانا (۲/۱۲۳)

”کوچے کاٹنے“ کا لازم۔ دونوں پیر ایڑی کے اوپر سے کاٹنا، مراد: جہاں بیٹھے وہیں بیٹھے رہنا۔ کسی جگہ جم کر بیٹھ جانا اور اٹھنے کا نام نہ لینا۔ یہ لفظ کئی طرح سے مستعمل ہے: کوچے، کوچیں، کوچیں۔

سکھیل (۷/۵۲۱)

بھوسا ملی ہوئی مٹی جو بارش سے محفوظ رکھنے کے لیے دیوار اور چھت پر لگائی جاتی ہے۔ (کاہ = گھاس۔ گل = مٹی)

کھانڈا (۷/۵۳۵)

تکوار کی ایک قسم جو سیدھی اور دو زخی ہوتی ہے، اس کی نوک مثلث نما ہوتی ہے۔ قصائی کا بغداد۔

کھینا (۵/۴۶۳-۲/۳۸۰)

(۱) زیب دینا، موزوں ہونا، چننا (ان معنوں میں عام طور پر ”کھینا“ مستعمل ہے مگر یگانہ نے ”کھینا“ لکھا ہے۔)

(۲) گھلنا، بُرا حال ہونا، رنج و غم میں تحلیل ہونا، شرماتا، پشیمان ہونا۔

کھسیانی ہنسی ہنسا (۶/۳۹۸)

زبردستی ہنسا، دکھاوے کے لیے ہنسا، خفت منانے کے لیے ہنسا۔

کھلے خزانے (۱/۴۲۷)

ملی الا ملان، کھلم کھلا، علانیہ، برملا۔

کھیتی ہری ہونا (۵/۳۷۰)

(مجازاً) خوش ہونا، آسودہ ہونا۔

کھیل بگڑنا (۷/۵۴۱)

کام خراب ہونا، رنگ میں بھگ پڑنا۔

گڑکھائیں گلگلوں سے پرہیز (۲/۳۹۷)

بڑی برائی میں ملوث ہونا اور چھوٹی برائی سے بچنا۔

گلے کا ہار (۵/۱۵۵)

جو ہر وقت ساتھ رہے، جو ہر وقت دل و دماغ پر حاوی رہے۔ ایسی مسلسل وابستگی جو بالآخر ناگوار گزرے۔

گنگا نہا لینا (۱۲/۴۵۹)

گناہوں سے پاک ہونا، معصیت سے نجات پانا، پاک صاف ہونا، کارِ ثواب انجام دینا [ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق دریائے گنگا کے پانی میں نہا لینے سے تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور آدمی پاک ہو جاتا ہے]

گہرے ہونا (۳/۴۹۰)

بہت فائدہ ہونا، وارے نیارے ہونا۔

گہنا (۱/۴۹۰)

کسی چیز کو پکڑنا (اصلاً گرہن جس کے معنی گرفت کے ہیں) حاشیہ یگانہ: گہہ بیٹھے۔ ٹھیکہ ہندی کا محاورہ ہے یعنی ایسی گرفت کہ چھڑائے نہ چھوئے۔ ہندی کا شاعر کہتا ہے: ”شیام رے موری بہیاں گہوتا۔“

گھر بولنا (۵/۳۷۴)

بارونق ہونا۔ حاشیہ از یگانہ: ”گھر بولتا ہے یعنی گھر کی رت ایسی بدل گئی ہے، ایسی رونق آگئی

ہے کہ گویا منہ سے بول رہا ہے۔“

گھروندا بگڑنا (۱/۲۳۱)

گھرباہ ہونا، یگانہ نے ”گھربگڑنا“ کے قیاس پر گھروندا بگڑنا بتایا ہے۔

گھسن (۳/۳۵۵)

گھنا بادل، بادلوں کا جھوم۔

گھی کے جلنا (۲/۳۸۶)

گھی کے چراغ جلنا بہ معنی مراد پوری ہونا، مطلب حاصل ہونا (جب کوئی مراد پوری ہوتی ہے یا کسی مقصد میں کامیابی ہوتی ہے تو اس کی خوشی میں بزرگان دین کے مزاروں پر تیل کی جگہ گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں۔)

لا د لینا (۴/۵۳۸)

زبردستی یا مجبوراً بوجھ اٹھانا۔

لاگ (۸/۵۳۶-۱/۱۶۵)

(۱) ربط، تعلق، وابستگی، لگن، عشق، محبت، چسکا، شوق۔

(۲) عداوت، دشمنی۔

لٹکنا (۶/۳۸۴)

معلق رہنا، انتظار میں رہنا۔

لد جانا (۷/۴۹۲)

چلے جانا، گزر جانا، بیت جانا، ختم ہو جانا۔

لگالے جانا (۴/۴۹۷)

درغلا کر یا بہلا بھسلا کر ساتھ لے جانا، اپنا گرویدہ بنا کر اپنے ساتھ لے جانا۔

لگاوٹ (۵/۴۷۱)

محبوبوں کی دل بھانے والی حرکات، محبت آمیز باتوں سے اپنی طرف مائل کرنے کا انداز،

نمایشی محبت، دکھاوے کا پیار۔

لگن لگنا (۵/۳۴۶)

خیال بندھنا، شوق پیدا ہونا، ذہن لگنا، دل لگنا۔

لگور (۳/۳۹۴)

وہ جو لاگو ہو یعنی کسی کے پیچھے پڑ جائے، وہ جسے انسانی خون کی چاٹ لگی ہو۔ آشنا، یار۔

لہبا پڑنا (۸/۴۶۱)

جل دینا، بھاگ جانا، موقع پر ساتھ چھوڑ جانا۔

لندا پھندا (۷/۵۷۲)

مکروفریب (”لندا پھندا“ اور ”لندا پھندے“ بھی مستعمل ہے)

لوہا ماننا (۱/۵۲۹)

کسی کی استادی، ہنر یا دلیری کا قائل ہونا، رعب ماننا، کسی کو زبردست تسلیم کرنا، برتری تسلیم کرنا۔

لوہے لگنا (۲/۴۹۷)

تکلیفیں پیش آنا، مشکلیں پڑنا۔

لہر (۹/۳۱۵)

اُمتگ، شوق، دلولہ، جوش، من کی موج، سرور۔

لہر چڑھنا (۸/۵۱۴)

زہر کا اثر ہونا۔

لہرانا (۵/۴۱۶-۴/۳۱۳)

(۱) دل میں کسی چیز کا شوق پیدا ہونا، اُمتگ پیدا ہونا (۲) ہلنا، جنبش کرنا۔

لہو پانی کرنا (۷/۱۶۵)

سخت تکلیف اٹھانا، غم و غصہ میں مبتلا ہونا۔

لپٹا (۴/۶۰۷)

روشن، خوب صورتی، حسن، کھیل تماشا، کرشمہ۔

لے اُڑنا (۵/۱۶۵)

مدھوش کر دینا، متوالا کر دینا، بے خود کر دینا۔

لینڈی آسمان پر چڑھنا (۶/۵۳۸)

مغرور و متکبر ہونا، تھوڑی سی بات پر بھول جانا۔

مالی مجلس (۷/۱۲۹)

مرثیہ خوانی یا واقعات کر بلا بیان کرنے کے بعد

گریہ کرنے کو مال مجلس کہتے ہیں۔

ماتھا ٹھنکنا (۱/۴۹۷)

کسی بات یا کام کا برا انجام آنا سے معلوم

ہو جانا۔ گمان، شبہ یا اندیشہ ہونا۔ کسی آفت

سے پہلے اُس کے پیش آنے کا اندازہ ہو جانا۔

مان کا ہونا (۳/۴۱۵)

قابو کا ہونا، اختیار کا ہونا۔

مانجھا ڈھیلا ہونا (۱/۵۳۹)

قوت مردی کم ہونا۔

مبتدائے بے خبر (۶/۲۵۵)

جملہ اسمیہ کا پہلا جزو ”مبتدا“ کہلاتا ہے اور

آخری ”خبر“۔ مبتدا کسی شخص یا شے کو کہتے

ہیں، خبر یہ کہ جو کچھ اُس شخص یا شے کے بارے

میں کہا جائے۔ مبتدائے بے خبر سے مراد ہے

کوئی بھی عمل جو نامکمل رہ جائے۔

مچا (۶/۵۳۸)

گوشت کا بڑا سا ٹکڑا۔

محمل سوار (۳/۱۷۶)

مراد: لیلیٰ۔

مُحِیط (۷/۶۲۲)

لفظی معنی : احاطہ، گھیرا، احاطہ کرنے والا،

گھیرنے والا۔ مراد: بڑا دریا، سمندر۔

مُحِیطِ چرخ (۶/۳۰۴)

وہ جگہ جسے آسمان نے گھیر رکھا ہے۔ مراد: دنیا،

عالم

مُرتے پچھڑتے (۳/۳۴۷)

مُرتے پڑتے، بہ حالِ خستہ و تباہ۔

مُردک (۱/۵۳۹)

مرد کی تصغیر حقارت کے ساتھ، حقیر آدمی، ادنیٰ

شخص، نامکمل مرد جس کی مردانگی مشتبہ ہو۔

مُردمار (۳/۵۴۱)

ایسی عورت جو مردوں کے کان کاٹے، مرد جس

سے پناہ مانگیں، ڈھیٹ، دلیر۔ (عورتیں لفظ

”مرد“ کو ”نظر“ کے وزن پر بولتی ہیں۔)

مُردوا (۳/۴۶۹)

مرد کی تصغیر حقارت کے ساتھ (عورتوں کی زبان

میں) بیگانہ شخص، غیر مرد، شوہر) اس لفظ کے

ایک معنی بہادر اور دلیر شخص کے بھی ہیں۔ لیکن

نے انھیں معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

مُردوں سے شرط باندھ کے سونا (۵/۲۲۳)

نہایت غفلت کی نیند سونا، بہت بے خبر ہو کر

سونا، نہایت گہری نیند سونا۔

مُردہ بھاری ہونا (۲/۴۰۳)

(۱) باوجود کمزوری اور بے استطاعتی کے حریف

پر غالب ہونا۔ (۲) میت بھاری ہونا۔ کہا جاتا

ہے گناہ گار کی لاش بھاری ہو جاتی ہے۔

مزاج بگڑنا (۶/۱۱۸)

مزاج برہم ہونا، طبیعت ناساز ہونا۔

مزاج پانا (۴/۲۵۱)

مزاج کے مطابق ہونا، مزاج کو سمجھنا۔

مزہ کرکرا ہونا (۲/۵۸۹)

لطف کھودینا، بے لطفی ہونا، عیش میں خلل پڑنا۔

مستِ الست (۷/۵۲۵)

وہ جو قدرتی طور پر مست ہو، مجذوب کامل، ہمیشہ مست۔

مُسو سنا (۴/۵۱۸)

دل میں غم کھانا اور شکوہ زبان پر نہ لانا۔ کسی جوش، جذبے یا دلولے کو دبانا۔ جبر سے صبرگوارا کرنا۔

ملکجی پوشاک (۷/۱۵۲)

مٹی کے رنگ کا لباس۔ مراد: جسم (کیوں کہ جسم روح کا لباس ہے)

مُمْتَنِع (۴/۲۴۷)

روکنے والا، باز رکھنے والا۔

مَنڈھنا (۴/۵۷۵)

طبلے، ڈھولک اور ڈفلی وغیرہ پر کھال چڑھنا۔

منگل گانا (۳/۳۶۲)

خوشی کے گیت گانا، خوشی منانا، رنگ رلیاں کرنا۔

مُنْھ بولتی تصویر (۴/۳۴۳)

نہایت عمدہ تصویر جس پر جان دار کا گمان گزرے اور محسوس ہو جیسے ابھی بولے گی۔ انسان، آدمی۔

مُنْھ پَسارنا (۲/۶۰۹)

دیکھے: پَسارنا

مُنْھ چاہیے (۲/۳۷۵)

ہمت چاہیے، حوصلہ چاہیے، دل گردہ چاہیے۔

مُنْھ سی دینا (۳/۳۰۷)

خاموش کر دینا، بات کرنے سے روک دینا۔

مُنْھ سے بولو، سر سے کھیلو (۴/۴۶۳)

یہ مثل اس طرح بولتے ہیں: ”مُنْھ سے بولے نہ سر سے کھیلے“۔ اس میں خاموش رہنے اور اشارے کنائے سے بھی کام نہ لینے کا مفہوم ہے۔ یگانہ نے اس میں تصرف کیا ہے اور مثل کے دونوں اجزا کو الگ الگ استعمال کیا ہے کہ اگر مُنْھ سے نہیں بولتے تو اشاروں کنایوں ہی سے کچھ کہو۔

مُنْھ سے پھوٹنا (۶/۳۵۱)

کنایہ ہے بات کرنے سے۔ یہ محاورہ عموماً عورتوں کی زبان پر ہے۔

مُنْھ کیل دینا (۵۴۹/حاشیہ)

خاموش کر دینا، چپ کر دینا (کیل دینا، جادو کی اصطلاح ہے۔ جادو کے زور سے کسی بدگو پر ایسا عمل کرنا کہ وہ خاموش رہے۔)

مُنْھ کے کھل (کُل) گرنا (۲/۳۶۶)

اوندھے مَنْھ گرنا، ذلت اٹھانا، ذلیل ہونا۔

مُنْھ مار دینا (۳/۵۴۹)

خاموش کر دینا، لاجواب کر دینا، مَنْھ بند کر دینا۔

موم کی مریم (۵/۴۲۵)

بہت نازک اور اچھوتی عورت، حضرت مریم کی طرح جسے کسی مرد نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور جو نگاہ کی گرمی سے بھی پھل جائے یعنی کسی کے دیکھنے کی بھی تاب نہ لاسکے۔

مہری (۲/۵۶۳)

موری (تالی) کا ایک تلفظ۔

میدان کا چور (۱/۵۴۲)

میدان چھوڑ کر بھاگنے والا، سامنے آکر غلط کام کرنے سے گریز کرنے والا۔

میدان مارنا (۸/۵۴۱)

لڑائی جیتنا، فتح یاب ہونا۔

میرزائی (۶/۴۶۱)

نازک مزاجی، عالی نسب، فخر و ناز کا رویہ۔

ناچ نچانا (۵/۵۷۴)

حیرت میں ڈالنا، پریشان کرنا، تنگ کرنا۔

نادیدنی (۳/۲۵۳)

جو دیکھنے کے قابل نہ ہو۔

ناکردنی (۵/۴۶۳)

وہ کام جو کرنے کے لائق نہ ہو، بُرا کام۔

ناک پونچھنا (۲/۵۳۷)

سخت رُسوا کرنا، بدنام کرنا۔

نام باجنا (۳/۴۲۸)

مشہور ہونا۔

نام دھرنا (۱۲/۵۴۴)

میب لگانا، الزام لگانا، برا کہنا، بدنام کرنا۔

نظر پر چڑھنا (۵/۳۶۳)

دل کو بھانا، کسی کی نگاہ میں با وقعت ہونا، پسند آنا، منظور نظر ہونا ("نظروں پر چڑھنا" بھی مستعمل ہے۔)

نظری (۷/۴۱۴)

ناپسندیدہ، نامنطور، نظر سے گرایا ہوا، بیکار، ناقص۔ (اس کی ضد کے لیے دیکھیے: صاد)

نفسِ امارہ (۲/۶۰۱)

انسان کی وہ خواہش جو اُسے بُرے کاموں کی طرف لے جائے۔ حیوانی یا شیطانی خواہش۔

نقش بہ دیوار ہونا (۴/۲۵۰)

(مجازاً) حیران، ساکت، خاموش، ہکا بکا ہونا۔

نقش بند (۱/۳۰۰)

نقاش، مصور۔

نکلتے پٹھتے دن (۳/۱۳۳)

حاشیہ از یگانہ: "لکھنؤ کے روزمرہ میں نکلتے پٹھتے دن اُس زمانے کو کہتے ہیں کہ ایک فصل جاری ہو اور دوسری آ رہی ہو۔ اس کو دو رسا دن بھی کہتے ہیں۔ یعنی نکلتے پٹھتے دن، مداخل فصلیں کا مترادف ہے۔"

نکلتے (جاتے ہوئے) پٹھتے (آتے ہوئے) دن۔ جب ایک موسم کی جگہ دوسرا موسم لے رہا ہو۔ (پٹھنا: داخل ہونا، اندر آنا)

نگاہِ واپس (۲/۳۰۴)

وہ نگاہ جو مرتے وقت کسی پر پڑے۔ جیتے جی آخری نگاہ۔

نگاہوں پہ چڑھانا (۳/۳۱۳)

دیکھ کر جانچنا، پرہیز، با وقعت ہونا، دل کو بھانا۔

نیل بگڑنا (۲/۱۸۸)

کام بگڑنا، خرابی واقع ہونا، کم بختی آنا، شامت آنا۔ (لفظی معنی: نیل کے حوض کا خراب ہونا)

نیم فر (۱/۵۳۷)

ناقص العلم، معمولی جاننے والا، نا تجربہ کار، جس کی تعلیم بہت معمولی ہو، محض حرف شناس۔

وَدِیْعَت (۱/۲۸۱)

امانت، وہ چیز جو تحویل میں رکھی جائے۔

وصاف (۵/۵۶۹)

بہت تعریف کرنے والا، صفت و ثنا کرنے والا۔

ہاتھ تھوٹا پڑنا (۱/۵۵۴)

دار خالی جانا، نشانے پر نہ لگنا۔

ہاتھ سچا پڑنا (۱/۴۹۸)

دار اپنے نشانے پر لگنا۔ (سچا ہاتھ = دیانت داری، ایمان داری، ساکھ۔)

ہارے تو چلے ناپارے (۲/۴۰۰)

حاشیہ از یگانہ: ”اودھ میں ایک ریاست ہے ناپارہ۔ جب کوئی شخص ہار کر شرمندہ اور کھسیانا ہو جاتا ہے تو اس پر یہ مثل کہی جاتی ہے: ہارے تو چلے ناپارے۔“

یہ ضرب المثل مقامی نوعیت کی ہے۔ کسی لغت میں نظر نہیں آئی۔ حاشیہ میں یگانہ نے ”چلے“ لکھا ہے اور متعلقہ شعر میں ”سدھارے“۔

ہتھے سے اکھڑ جانا (۵/۲۳۱)

شروع ہی میں قابو سے باہر ہو جانا، معاملہ بنتے بنتے بگڑ جانا، کسی کا جھٹکا کر خفا ہو جانا۔

ہلہلا

”... جس شخص میں جوش یا ہلہلا پیدا نہ ہو، اسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا۔“ (حاشیہ رباعی ۹۵، ترانہ ص ۳۶۶) شوق، اُمک۔

ہو حق (۲/۲۶۸)

نعرۂ مستانہ، شور و غوغا۔

ہوا بگڑنا (۳/۱۳۲)

زمانے کا ناموافق ہو جانا یا بکھر جانا، ساکھ جاتی رہنا، اعتبار اٹھ جانا۔

ہوا پلٹنا (۵/۳۵۴)

ہوا بدلنا، زمانے کا رخ بدلنا، انقلاب ہونا، موسم بدل جانا۔

ہوا بکھرنا (۸/۲۲۵)

حالت بدلنا، بھلے دن آنا، زمانے کا رنگ بدلنا۔

ہوا چلنا (۳/۱۴۹)

کسی خاص امر کی طرف اشارہ کرنا، کسی امر کا رواج پانا۔

ہوا خراب ہونا (۲/۲۸۹)

حالات ناموافق ہونا۔

ہوا سر میں ہونا / بھرنا (۶/۳۷۰ - ۴/۳۱۹)

دھن سانا، سودا ہونا۔

ہونستا (۴/۵۲۵)

لاچ کرنا، طمع کرنا۔

ہنسی (۳/۳۳۷)

حاشیہ از یگانہ: ”بہی مخفف ہے ’ہے ہی‘ کا۔ فصحا کے روزمرہ میں بہی مستعمل ہے اور ’ہے ہی‘ غیر فصیح و متروک ہے۔ اسی طرح ’ہم ہی‘ کی جگہ ’ہمیں‘ بولتے ہیں اور یہی فصیح ہے۔“

ہیا پھوٹنا (۶/۵۱۴)

کور باطن ہونا، عاقبت نااندیش ہونا۔ لغات میں ان معنوں میں ”ہیے کی پھوٹنا“ ملتا ہے۔ (بیاد دل، جگر، حوصلہ، دلیری، ہوش، حواس)

حواشی

حواشی میں جن کتابوں کے حوالے کثرت سے دیے گئے ہیں، ان کے لیے مندرجہ ذیل مخففات استعمال کیے گئے ہیں۔

نشر	=	نشر یاس
آیات اول	=	آیات وجدانی، طبع اول
آیات دوم	=	آیات وجدانی، طبع دوم
آیات سوم	=	آیات وجدانی (جدید)، طبع سوم
ترانہ م	=	ترانہ، نسخہ مطبوعہ
ترانہ ق	=	ترانہ، نسخہ قلمی
کنجینہ م	=	کنجینہ، نسخہ مطبوعہ
کنجینہ ق	=	کنجینہ، نسخہ قلمی
کنجینہ، نسخہ رضوی	=	کنجینہ، مطبوعہ جس پر خط یگانہ تصحیحات ہیں۔ یہ نسخہ یگانہ نے باقر حسین رضوی کو دیا تھا۔
خود نوشت ق	=	خود نوشت یاس، قلمی
کجول	=	بیاض یاس، قلمی بنام "کجول"
غالب شمن، اول	=	غالب شمن، طبع اول
غالب شمن، دوم	=	غالب شمن، طبع دوم

ان تمام کتابوں کے بارے میں تفصیلات "ماخذ" کے عنوان کے تحت قلیات کے شرع میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حواشی میں مندرجہ ذیل مخففات بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

ش	=	نمبر شمار
ص	=	صفحہ نمبر

غ = غزل

ر = رباعی

س ک = سہو کتابت

قلمی بیاضوں کے حوالے اوراق کے مطابق ہیں۔ ورق کے دونوں رخوں کے لیے الف اور ب استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً ۳، الف سے مراد ہے تیسرے ورق کا سامنے کا رخ (طاق) اور ۳ ب سے مراد ہے تیسرے ورق کی پشت کا رخ (جفت)۔

گنجینہ قلمی و مطبوعہ میں غزلوں اور رباعیوں کے الگ الگ حصے ہیں، اس لیے ان کے نمبر شمار بھی الگ الگ ہیں۔ (ایسا خود یگانہ نے کیا تھا)۔ مثلاً ۵ غ سے مراد ہے حصہ غزلیات کی پانچویں غزل۔ ۵ ر سے مراد ہے حصہ رباعیات کی پانچویں رباعی۔

حواشی میں جہاں کہیں مآخذ کی فہرست درج کرنے کے بعد کچھ نہیں لکھا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مآخذ میں متعلقہ تخلیق کا متن یکساں ہے۔

بعض اقتباسات کے درمیان قلابین میں اگر کوئی لفظ یا کچھ الفاظ ہوں تو انہیں حواشی نگار کا اضافہ سمجھا جائے۔ بعض عبارتوں کی توضیح یا تصحیح کے لیے یہ اضافے کیے گئے ہیں۔

یگانہ کے مجموعہ ہائے کلام کے حوالوں میں صفحہ نمبر درج کرنے کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ متعلقہ تخلیق کا کسی مجموعے میں نمبر شمار کیا ہے۔ لیکن بیاضوں کا حوالہ دیتے ہوئے صرف اوراق نمبر درج کیے گئے ہیں۔ تخلیقات کے نمبر شمار اس لیے درج نہیں کیے گئے کہ بعض بیاضوں میں کلام کے علاوہ دیگر مندرجات بھی ہیں۔

حواشی میں جہاں کہیں یہ لکھا گیا ہے کہ کسی مجموعے کی کوئی غزل کسی دوسرے مجموعے کی اسی غزل کے مطابق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں غزلوں کا متن ایک جیسا ہے اور تعداد اشعار بھی یکساں ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو صراحت کی گئی ہے کہ ایک مجموعے کی کوئی غزل بعد کے کسی مجموعے میں یکساں نہیں ہے تو کیوں؟ اشعار زیادہ ہوں تو زاید اشعار کی اور کم ہوں تو موجود نہ ہونے والے اشعار کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس کی بیشی کی صراحت کے لیے اشعار کے نمبر شمار درج کیے ہیں اور ایسے تمام نمبر شمار زیر نظر کلیات کے متن کے مطابق ہیں۔

س ک یعنی سہو کتابت کے عنوان کے تحت صرف اہم غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یگانہ کے مطبوعہ مجموعوں میں بعض معمولی نوعیت کی غلطیاں کتابت بھی ملتی ہیں۔ جیسے "نکڑے" کی جگہ "نکڑے" یا "نکڑے" کی جگہ "نکڑے"۔ ایسی غلطیاں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

حواشی کے سلسلے میں بعض توضیحات کلیات کے دیباچے میں بھی ہیں۔ بہتر ہے کہ انہیں بھی

میں لایا جائے۔

نشر یاس

۱: ص ۲-۱

- ☆ آیات اول: ص ۱۱۰-۱۰۹، ش: ۱۱
- ☆ آیات سوم: ص ۱۰۶، ش: ۲۵
- ☆ گنجینہ ق: ص ۹۳، ش: ۲۶ (غ)
- ☆ بیاض ۴: ورق ۹ ب
- ☆ آیات دوم: ص ۲۳-۲۱، ش: ۹
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۶، ش: ۲۷ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۱۸، الف
- ☆ خودنوشت (قلمی): ص ۵-۴

نشر میں یہ غزل ۱۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اول و دوم، گنجینہ م ورق اور بیاض ۳ و ۴ میں یہ ۸ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۵، ۱۶۔ آیات سوم میں سوائے ایک (ش: ۳) کے باقی ساتوں شعر ہیں۔ خودنوشت میں ۱۵ شعر ہیں۔ شعر، ش: ۱۳، اس میں نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

- نشر، شعر ۱۲، مصرع ۱: اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے اک طرفہ بہار
- باقی تمام متون میں ”کیا“ بجائے ”اک“۔ کلیات میں یہ مصرع اس ترمیم کے مطابق ہے۔
- نشر، شعر ۱۶، مصرع ۱: ہاتھ الجھا اب گریباں میں تو گھبراؤ نہ یا آس
- باقی تمام متون میں ”ہے“ بجائے ”اب“۔ کلیات میں یہ مصرع اس ترمیم کے مطابق ہے۔

اصلاح استاد:

- شعر ۱۵، مصرع ۱، کی ابتدائی صورت یہ تھی: صحبتِ واعظ میں بس انگڑائیاں آنے لگیں
- پیارے صاحب رشید نے ”بس“ کو ”بھی“ سے تبدیل کر دیا۔ (مشاطہ سخن، حصہ اول، مرتبہ صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۷) نشر میں اصلاح شدہ مصرع ہے۔

زمانہ تصنیف:

یہ غزل حکیم مٹے آغا ابر لکھنوی کے مکان پر منعقدہ مشاعرے کی طرح میں لکھی گئی ہے۔ اس مشاعرے کی

غزلیں رسالہ ”معیار“ لکھنؤ کے مارچ ۱۹۱۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں یاس کی غزل بھی ہے۔ اس بنا پر اس کا سال تصنیف ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

یاس نے خود نوشت (قلمی) میں نشر کی غزل: ۲۶ کا ذکر کیا ہے جو پنڈت برج نراین چکبست کے مشاعرے منعقدہ ۶ مئی ۱۹۱۲ء کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کے فوراً بعد یاس لکھتے ہیں:

”اس کے بعد حکیم مٹے آغا صاحب (جو معیار پارٹی کے ایک رکن ہیں) کے مکان میں بنے صاحب طاہر کی طرف سے غالب کی زمین میں (منظر کھلا، دفتر کھلا) ایک مشاعرہ ہوا۔ اس مشاعرے میں بھی حکیم مٹے آغا صاحب اور بعض اراکین معیار نے وہی سلوک کیا جیسے آگے ذکر کیا گیا۔ [یعنی مسخکہ اڑایا گیا۔ رک: حاشیہ غزل ۳۶، نشر] مجھے بھی مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ مجھے نہ کسی کی داد سے غرض ہے نہ بے داد کا شکوہ۔ کلام

دل پذیر کسی کی داد و بے داد کی پروا نہیں رکھتا۔“ (ص ۴)

یاس کا یہ لکھنا کہ چکبست کا مشاعرہ پہلے ہوا اور حکیم مٹے آغا کے مکان پر بعد میں، درست نہیں۔ جس مشاعرے کی غزلیں رسالہ ”معیار“ لکھنؤ، مارچ ۱۹۱۲ء کے شمارے میں چھپ چکی ہوں، وہ ۶ مئی ۱۹۱۲ء (مشاعرہ چکبست کے انعقاد کی تاریخ) کے بعد منعقد نہیں ہو سکتا۔

۲: ص ۲

☆ گنجینہ ق: ۱۶۶، ش ۱/۱۲۸ (غ) ☆ بیاض ۳: ورق ۵، الف

۱۰ شعروں کی یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ مذکورہ بالا دونوں مجموعوں میں بھی اس کا صرف مقطع ہے۔

س ک: شعر ۵، مصرع ۱ میں: ”ٹھکلی ہیں“ کی بجائے ”ٹھلیس ہیں“ چھپا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

اصلاح استاد:

اس غزل پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی تھی۔

شعر ۱، مصرع ۲: اک تڑپنے کا جو ارماں تھا وہ ارماں رہ گیا

اصلاح: اک تڑپنے کا تھا ارماں وہ بھی ارماں رہ گیا

شعر ۱، مصرع ۱: مزے دم بک تو نہ شرمندہ ہوئے احباب سے

اصلاح: زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم

(مشاطہ سخن، حصہ اول، از صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۹)

نشر میں یہ مصرعے اصلاح کے مطابق ہیں۔

زمانہ تصنیف:

یاس، پٹنہ میں شاد سے اصلاح لیتے تھے۔ اس بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف یاس کی آمد لکھنؤ (۱۹۰۶ء) سے ایک دو سال قبل (۱۹۰۴-۵ء) متعین کیا جاسکتا ہے۔

۰ یہ حوالہ ڈاکٹر سید معین الرحمن کی عنایت سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ رسالہ پنجاب یونیورسٹی لاہوری میں ان کی نظر سے گزرا تھا۔ اب وہاں نہیں ہے۔

۳: ۲-۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرہی غزل ہے کیوں کہ اس طرح میں صغی (دیوان، ص ۳۰) ثاقب (دیوان، ص ۲۰) اور عزیز (گل کدہ، ص ۲۹-۳۰) نے بھی غزلیں کہی ہیں۔ صغی کی غزل کے ساتھ صرف سنہ لکھا ہے (۱۹۱۱ء) جب کہ عزیز و ثاقب کی غزلوں کے ساتھ تاریخ (۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء) بھی ہے۔ گمان غالب ہے کہ یاس کی غزل بھی اسی سال کہی گئی ہوگی۔

۴: ۳-۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

اصلاح استاد :

اس غزل پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی ہے۔
 شعرا، مصرع ۲ : مشکوں میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا
 اصلاح : کش مکش میں بھی
 شعر ۱۴ : صبح دم رویا ہوں مینا سے گلے مل مل کر
 چلتے چلتے بھی خم و جام کو اک جوش رہا
 اصلاح : اٹھتے اٹھتے بھی وہی بزم کی مستانہ روش
 چلتے چلتے بھی خم ے کو وہی جوش رہا

(مشاطہ سخن، حصہ اول، : صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۸)

نثر میں یہ تینوں مصرعے اصلاح کے مطابق ہیں۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۰۳ء۔ مطابق حاشیہ ۲، مذکورہ بالا۔

۵: ۴

☆ آیات اول: ص ۱۳۷، ش ۲۶ ☆ آیات دوم: ص ۶۱-۶۰، ش ۲۶

بارہ شعروں کی اس غزل کے یہ چار شعر آیات اول و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۴، ۵، ۷، ۱۰۔

۶: ۵-۴

☆ آیات اول: ص ۳۰۰، ش ۹۲/۸ ☆ آیات دوم: ص ۲۸۶، ش ۱۲۹/۱۰

دس شعروں کی اس غزل کے یہ دو شعر آیات اول میں ہیں۔ ش: ۱، ۵۔ آیات دوم میں ان کے علاوہ ایک شعر اور بھی ہے۔ ش: ۷۔

۷: ص ۵-۶

☆ آیات اول: ص ۲۹۹، ش ۹۲/۱ ☆ آیات دوم: ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۶
دس شعروں کی اس غزل کے یہ تین شعر آیات اول و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۱۰۔

س ک :

شعر ۱، مصرع ۱ : مشکل نہیں رکھتا کوئی جو دل نہیں رکھتا
نشر میں ”کوئی جو“ کی جگہ ”جو کوئی“ چھپا ہے۔ اس غلطی کی نشان دہی نشر کے غلط نامے میں کی گئی ہے۔
کلیات میں تصحیح کی گئی۔
شعر ۹، مصرع ۱: ”دیکھے گا“ کی جگہ ”دیکھے کا“ لکھا گیا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۸: ص ۶

☆ آیات اول: ص ۳۰۰، ش ۹۲/۹ ☆ آیات دوم: ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۱
آیات اول و دوم میں ۶ شعروں کی اس غزل کا صرف مطلع اول شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ دیوانِ ثاقب میں اس طرح میں ۴ جون ۱۹۱۳ء کی نوشتہ غزل ہے (ص ۲) یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی یہی ہو سکتا ہے۔

۹: ص ۷-۶

☆ آیات اول: ص ۸۸-۸۷، ش ۵ ☆ آیات دوم: ص ۹-۸، ش ۴
☆ آیات سوم: ص ۹۸-۹۷، ش ۲۱ ☆ گنجینہ م: ص ۲۳، ش ۲۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۰، ش ۲۱ (غ) ☆ بیاض ۳: ورق ۱۴، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۷ ب

۹ شعروں کی اس غزل کے یہ ۶ شعر آیات سوم میں ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۸، ۱۰۔ باقی سب میں ان کے علاوہ ایک شعر (ش: ۵) اور بھی ہے۔

اصلاح استاد :

پیارے صاحب رشید نے مطلع کے مصرع اول: چلے چلو جہاں لے جائے دلولہ دل کا
کو یوں تبدیل کر دیا تھا: چلیں گے لے چلے جس ست دلولہ دل کا
(مشاطہ سخن، حصہ اول، از مندر میرزا پوری، ص ۱۳۸)

مگر یاس نے اس اصلاح کو قبول نہیں کیا اور نشر میں مصرعے کو اسی طرح رہنے دیا جس طرح لکھا تھا۔

۶۷۲

زمانہ تصنیف :

یاس جب لکھنؤ آئے تو یہاں انھیں ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی استاد کو کلام دکھایا جائے۔ پیارے صاحب رشید سے مشورہ سخن کیا (خودنوشت، قلمی، ص ۳) مگر یہ مشورہ چند غزلوں تک محدود رہا (ایضاً، ص ۳۹) اس کا مطلب یہ ہے کہ شاگردی کا زمانہ مختصر رہا ہوگا۔ نشتر کی غزلیں، ش: ۴۲۱ پیارے صاحب رشید کی اصلاح کردہ ہیں اور ۱۹۱۲ء کی نوشتہ ہیں۔ گمان غالب ہے کہ رشید کی شاگردی ۱۹۱۲ء میں مختصر مدت کے لیے اختیار کی ہوگی۔ اس بنا پر زیر نظر غزل کا زمانہ تصنیف بھی یہی متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰: ص ۸-۷

☆ آیات اول: ص ۳۰۰، ش ۹۲/۵ ☆ آیات دوم: ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۳

۱۶ شعروں کی اس غزل کا صرف مقطع آیات اول و دوم میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے جو معیار پارٹی کے مشاعرے کے لیے غالب کی زمین (غلطی کی کہ جو کافر و مسلمان سمجھا) میں لکھی گئی ہے۔ اس مشاعرے کی غزلیں رسالہ ”معیار“ لکھنؤ بابت اکتوبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھیں۔ ان میں یاس کی غزل بھی شامل ہے۔ اس بنا پر اس غزل کو ۱۹۱۲ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ (رسالہ ”معیار“ کا حوالہ ڈاکٹر سید معین الرحمن کی عنایت سے ملا ہے۔ یہ رسالہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں ان کی نظر سے گزرا تھا۔ اب یہ وہاں دستیاب نہیں ہے)۔

۱۱: ص ۹-۸

☆ آیات اول: ص ۱۳۵، ش ۲۳
☆ آیات سوم: ص ۱۱۳-۱۱۴، ش ۳۲
☆ گنجینہ ق: ص ۸۷، ش ۱۷ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۱۳ ب
☆ آیات دوم: ص ۵۰-۴۹، ش ۲۱
☆ گنجینہ م: ص ۲۱-۲۰، ش ۱۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۳، الف و ب

۱۷ شعروں کی اس غزل کے یہ سات شعر آیات اول، دوم، سوم اور بیاض ۳، ۴ میں ملتے ہیں۔ ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔ گنجینہ م وق میں ان میں سے ۶ شعر ہیں، ایک (ش: ۲) شامل نہیں کیا گیا۔

۱۲: ص ۱۰-۹

☆ آیات اول: ص ۱۳۸-۱۳۷، ش ۲۷
☆ آیات دوم: ص ۲۸۳، ش ۱۲۹/۳
۱۴ شعروں کی اس غزل کے تین شعر (ش: ۱۳، ۱۱، ۱۰) آیات اول و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : دل بے تاب کو کب وصل کا یارا ہوتا
نشتر میں ”دلِ ناکام“ ہے اور آیات دوم میں ”دلِ بے تاب“۔ کلیات میں آیات دوم کے مطابق ترمیم کی گئی۔

زمانہ تصنیف :

یہ غزل طرچی ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی جس کی تاریخ تصنیف ۱۸ مئی ۱۹۱۳ء ہے (گل کدہ، ص ۳۸)۔ یاس کی غزل بھی ۱۹۱۳ء کی ہوگی۔

۱۳: ص ۱۱-۱۰

- ☆ آیات اول: ص ۱۱۳-۱۱۲، ش ۱۳
- ☆ آیات سوم: ص ۱۰۸، ش ۲۷
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۶، ش ۱۲۸/۲ (غ)
- ☆ بیاض ۴: ورق ۱۰، الف
- ☆ آیات دوم: ص ۲۸-۲۶، ش ۱۱
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۷، ش ۲۸ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۱۹، الف و ب

۱۳ شعروں کی اس غزل کے ۹ شعر (ش: ۱ تا ۳، ۵، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴) آیات اول و دوم میں، ۶ شعر (ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۳) آیات سوم و بیاض ۴ میں، ۵ شعر (ش: ۱، ۵، ۱۰، ۱۲ تا ۱۴) گنجینہ م میں اور ۷ شعر (ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴) بیاض ۳ میں ملتے ہیں۔ گنجینہ ق میں صرف ایک شعر ہے (ش: ۱۱)۔ بیاض ۴ میں شعر ۲ کا مصرع اول قلم زد کیا گیا ہے۔ اسے تبدیل کرنے کا خیال ہوگا جو عمل میں نہیں آیا۔

زمانہ تصنیف :

مرقع ادب (حصہ اول، مرتبہ صفدر میرزا پوری، لکھنؤ ۱۹۲۰ء) میں شوق قدوائی کے خط موڑخہ ۵ مئی ۱۹۱۳ء بنام صفدر میرزا پوری میں مشاعرہ سندیلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے: ”اب کی یہ طرح آئی ہے: روشن چراغ کعبہ سے بت خانہ ہو گیا“۔ (ص ۸۶)۔ دیوان ثاقب میں اس زمین میں دو غزلیں موجود ہیں جو بالترتیب ۲۱ جون ۱۹۱۳ء (ص ۱۳) اور ۲۶ جون ۱۹۱۳ء (ص ۱۶) کی نوشتہ ہیں۔ یاس کی غزل بھی طرچی ہے اور اسی زمانے کی تصنیف ہے۔

۱۴: ص ۱۱

- ☆ آیات اول: ص ۱۳۷-۱۳۶، ش ۲۵

نشر کی یہ واحد غزل ہے جو بعد کے کسی مجموعے میں مکمل درج کی گئی ہے۔

س ک :

آیات اول میں شعرا، مصرع ۱، کا پہلا لفظ ”پیش“ کی بجائے ”بیش“ لکھا ہے۔

۱۵: ص ۱۲-۱۱

- ☆ آیات اول: ص ۳۰۳-۳۰۲، ش ۹۲/۲۵

۱۶ شعروں کی غزل کے یہ تین شعر آیات اول میں درج کیے گئے ہیں۔ ش: ۱۱، ۱۲، ۱۵۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرچی غزل ہے۔ اس زمین میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی جس کی تاریخ تصنیف ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء

ہے۔ (گل کدہ، ص ۳۹) اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶: ص ۱۳-۱۲

☆ آیات اول: ص ۳۰۳، ش ۹۲/۲۶ ☆ آیات دوم: ص ۲۸۷، ش ۱۲۹/۱۲

۹ شعروں کی اس غزل کے صرف دو شعر (ش: ۱، ۲) آیات اول و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ اس غزل کے مطلع میں محاورہ ”نکلتے پیٹھتے دن“ استعمال کیا گیا ہے۔ یگانہ نے اس کے بارے میں یہ صراحت کی ہے: ”بعض احمقوں نے اعتراض جز دیا کہ نکلتے پیٹھتے دن کون سا محاورہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ خاص لکھنؤ کا محاورہ ہے۔ شرفا و امرا میں علی العموم مستعمل ہے۔ سوال کیا گیا کہ کسی نے نظم کیا تو دکھائیے۔ میں نے کہا کہ غالباً یہ محاورہ اب تک کسی نے نظم نہیں کیا، میں پہلا شخص ہوں جس نے اس محاورے کا محل صرف بتایا ہے۔.....“

..... نکلتے پیٹھتے دن، تداخل فصلین کے زمانے کو کہتے ہیں۔ ایک فصل جاتی ہے، دوسری فصل آتی ہے۔“ (چراغِ سخن، طبع دوم، لکھنؤ ۱۹۲۱ء، ص ۵-۴)

یہ مطلع ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، بابت اپریل ۱۹۱۸ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ یاس نے اس پر یہ حاشیہ لکھا تھا: ”لکھنؤ کے روزمرہ میں نکلتے پیٹھتے دن اُس زمانے کو کہتے ہیں کہ ایک فصل جا رہی ہو اور دوسری فصل آ رہی ہو۔ اس کو دو رسا دن بھی کہتے ہیں یعنی نکلتے پیٹھتے دن، تداخل فصلین کا مترادف ہے۔“ (ص ۲۹)

۱۷: ص ۱۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۱۸: ص ۱۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۱۹: ص ۱۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

پیارے صاحب رشید کی سوانح عمری ”حضرت رشید“ میں سید آغا اشہر لکھنوی لکھتے ہیں: ”... معیار (پارٹی) کا ایک سالانہ بہار یہ مشاعرہ ایک وسیع پیمانے پر ہوا کرتا تھا، اور مصرع طرح کی ردیف لفظ ”بہار“ ہوتی تھی۔ موسم بہار ۲ جولائی ۱۹۱۲ء میں بہار یہ مشاعرہ جناب شہنشاہ حسین وکیل کے باغ میں ہوا جو گوشتی پار واقع ہے۔ مصرع طرح یہ تھا:

لوح معیار نظر آتی تھی تصویر بہار
اچھی اچھی غزلیں پڑھی گئیں۔ مشاعرہ کامیاب رہا... قریب قریب لکھنؤ میں جتنے

کہنے والے تھے، سب نے اس طرح پر طبع آزمائی کی، عام اس سے کہ شریک مشاعرہ ہوئے یا نہیں۔“ (ص ۸۱)

اس زمین میں صفی، ثاقب اور عزیز کی غزلیں ان کے دیوانوں میں موجود ہیں، اور ان تینوں کا سال تصنیف ۱۹۱۳ء بتایا گیا ہے۔ صفی کی غزل کے ساتھ صرف سنہ درج ہے (دیوان، ص ۵۵)۔ ثاقب اور عزیز کی غزلوں کے ساتھ سنہ مع تاریخ و ماہ درج ہے جو ۲۱ جنوری (دیوان ثاقب، ص ۸۱) اور ۲۷ جولائی (گل کدہ، ص ۵۱) ہیں۔ ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ مذکورہ مشاعرہ ۱۹۱۳ء میں ۲۷ جولائی کے بعد منعقد ہوا ہوگا۔ گمان غالب ہے کہ آغا اشہر سے مشاعرے کی تاریخ اور سنہ لکھنے میں سہو ہوا ہے۔ یاس کی غزل بھی ۱۹۱۳ء کی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۱۲ء کے بہار یہ مشاعرے کی طرح میں یاس نے نشتر کی غزل، ش: ۲۰ لکھی تھی۔

۲۰: ص ۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف :

یاس کی غزل طرحی ہے۔ اس طرح میں صفی (دیوان، ص ۵۴) اور عزیز (گل کدہ، ص ۴۹) کی غزلیں بھی ہیں جو ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہیں۔ یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی یہی ہے۔

۲۱: ص ۱۵-۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک :

شعر ۱: مصرع ۱ : دیتی ہے وحشت دل فصل بہاراں کی خبر
نشتر میں ”فصل گلستاں“ ہے۔ نشتر کے غلط نامے کے مطابق یہاں ”فصل بہاراں“ چاہیے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۲۲: ص ۱۵

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک :

شعر ۱: مصرع ۱ : وحشت دل بڑھ چلی فصل بہاراں دیکھ کر
نشتر میں ”فصل گلستاں“ ہے۔ نشتر کے غلط نامے کے مطابق یہاں ”فصل بہاراں“ چاہیے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف :

یاس کی غزل طرحی ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے جو ۲۶ اگست ۱۹۱۰ء کی تصنیف ہے۔ (گل کدہ، ص ۴۷) یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی یہی ہوتا ہے۔

- ☆ آیات اول: ص ۱۵۷-۱۵۲، ش ۳۱
 ☆ آیات سوم: ص ۱۴۲-۱۴۱، ش ۴۴
 ☆ گنجینہ: ص ۱۰۳، ش ۴۰ (غ)
 ☆ بیاض ۴: ورق ۷، ب
- ☆ آیات دوم: ص ۶۸-۶۵، ش ۲۹
 ☆ گنجینہ: ص ۳۶، ش ۴۲ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۲۶، الف و ب

۷ اشعروں کی اس غزل کے بعض اشعار بہ تفصیل ذیل مذکورہ مجموعوں اور بیاضوں میں شامل نہیں ہیں۔

آیات اول و دوم میں یہ ۳ شعر۔ ش: ۷، ۱۰، ۱۷۔

آیات سوم و بیاض ۴ میں یہ ۵ شعر۔ ش: ۷، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۷۔

گنجینہ ورق میں یہ ۶ شعر۔ ش: ۲، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۷۔

بیاض ۳ میں یہ ۳ شعر۔ ش: ۷، ۱۰، ۱۷۔

اختلاف نسخ:

بعد کے تمام مجموعوں میں نثر کے مندرجہ ذیل مصرعوں میں ترمیمات ملتی ہیں:

شعر ۴، مصرع ۱: خندہ گل کے ساتھ اسیر ہو گئے باہر آب سے

ترمیم: عالم شوق میں اسیر

شعر ۵، مصرع ۱: مستوں کی قبر کو فلک فیض کرم سے رکھ معاف

ترمیم: مستوں کی خاک کو فلک

شعر ۱۵، مصرع ۲: تاب نہ لائے گر پڑے آخر کار دیکھ کر

ترمیم: تاب نہ لائے غش ہوئے آخر کار

شعر ۱۶، مصرع ۲: سو جہا پھر آنکھ سے نہ کچھ کوچہ یار دیکھ کر

ترمیم: کچھ منزل یار دیکھ کر

آیات سوم و بیاض ۴ میں مندرجہ ذیل ترمیم بھی ملتی ہے:

شعر ۱۳، مصرع ۲: نظروں سے آج گر گئے روئے نگار دیکھ کر

ترمیم: آنکھوں سے

رسالہ ”محزن“ لاہور بابت اپریل ۱۹۱۸ء میں یاس نے اپنے کلام کا انتخاب بعنوان ”نالہ یاس دل خراش،

نغمہ یاس دل نشیں“ چھپوایا تھا (ص ۳۱-۲۸)۔ اُس میں شعر ۳ کے مصرع ۲ میں ترمیم کی گئی ہے:

اصل: پچکیں گے سرقص پہ ہم پھولوں کا ہار دیکھ کر

ترمیم: پھولوں کے ہار

کلیات میں مذکورہ بالا تمام مصرعے ترمیمات کے مطابق شامل کیے گئے ہیں۔

شعر ۴، مصرع ۱ میں ترمیم کا پس منظر یہ ہے کہ رسالہ ”خیال“ میرٹھ بابت جولائی، اگست ۱۹۱۷ء میں

”خاک پائے آتش“ کے عنوان سے اور ”شاعر گر“ کے فرضی نام سے نثر کے بارے میں ایک مضمون شائع

ہوا تھا جس میں نثر کے صفحات کی تعداد کی رعایت سے چالیس اعتراضات کیے گئے تھے۔ ان میں شعر ۴ پر بھی ایک

اعتراض تھا جسے یاس نے تسلیم کیا۔ مدیر ”خیال“ کے نام خط مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۸ء میں یاس لکھتے ہیں:

ایک اعتراض کو میں تسلیم کرتا ہوں، وہ یہ ہے:
 خندہ گل کے ساتھ اسیر ہو گئے باہر آپ سے
 چل بے آمد آمد فصل بہار دیکھ کر
 معترض کہتا ہے کہ خندہ گل عین بہار ہے۔ پھر بہار کی آمد آمد کیسی؟ اس میں کوئی
 شک نہیں کہ معترض نے نہایت باریک بات نکالی۔ مگر یہ میرا ہی نفس ہے کہ میں اس کا
 اعتراف کرتا ہوں۔ کاش اہل معیار بھی اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتے جو میں آج سے
 بہت دن قبل دکھا چکا ہوں۔ لیجئے میں اپنی غلطی کی اصلاح بھی کیے لیتا ہوں:
 عالم شوق میں اسیر ہو گئے باہر آپ سے
 چل بے آمد آمد فصل بہار دیکھ کر
 (ماہنامہ ”خیال“ میرٹھ، اپریل ۱۹۱۸ء، ص ۱ سے پہلے کا الگ صفحہ)

س ک :
 یاس نے میرزا رضی شیرازی کے فرضی نام سے ۲۲-۱۹۲۱ء میں ایک مضمون ”اساطین لکھنؤ“ لکھا۔ اس کی
 روایت اول ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور بابت ستمبر تا اکتوبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ اس میں شعر ۵ کا مصرع ۱، اس
 صورت میں چھپا ہے:

مستوں کی قبر کو فلک فیض کرم سے کر معاف
 جب کہ اصل میں ”کر معاف“ کی جگہ ”رکھ معاف“ ہے۔ ممکن ہے ”شباب اردو“ میں مطبوعہ مصرعے کو مصنف کی
 ترمیم سمجھا جائے، اس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ ترمیم مدیر ”شباب اردو“ نے کی تھی نہ کہ مصنف نے۔ راقم
 کے پیش نظر اس مضمون کا اصل مسودہ بھی ہے جو ”شباب اردو“ کو اشاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس میں زیر بحث
 مصرع لکھتے وقت لفظ ”رکھ“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔ مدیر ”شباب اردو“ نے مصرعے کو ناموزوں دیکھ کر لفظ ”کر“
 اضافہ کر دیا، اور یہ نہ سوچا کہ اس طرح مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

آیات سوم میں یہ اشارہ ملتا ہے: ”یہ غزل کوئی ۳۵ سال قبل کی ہے“۔ (ص ۱۳۲)
 آیات سوم پر سال طباعت ۱۹۳۵ء درج ہے۔ اگر اس کا مسودہ برائے طباعت سال بھر پہلے تیار ہوا ہو تو
 غزل کا سال تصنیف ۱۹۰۹ء قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲۳: ص ۱۷-۱۶

☆ آیات اول: ص ۲۰۵، ش ۳۶
 ☆ آیات سوم: ص ۱۸۵-۱۸۳، ش ۶۳
 ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۳، ش ۵۳ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۲۵، الف
 ☆ آیات دوم: ص ۱۱۲-۱۱۱، ش ۳۳
 ☆ گنجینہ م: ص ۳۶، ش ۵۶ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۸۹، الف

۱۳ شعروں کی اس غزل کے ۵ شعر (ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲) مذکورہ بالا تمام مجموعوں اور بیاضوں میں شامل

ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م وق میں ایک نیا مطلع (... حیات جاوداں پیاری نہیں) اضافہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ مطلع بہت بعد کی تصنیف ہے، اس لیے کلیات میں نشر میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ آیات سوم میں شامل ہے کیوں کہ پہلی مرتبہ اسی میں چھپا تھا۔

اختلاف نسخ :

ذیل کی ترمیم نشر کے بعد کے تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ملتی ہے۔
 شعر ۸، مصرع ۱ : لوگ کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ مٹ جائے گا داغ
 ترمیم : صبر کہتا ہے کہ
 کلیات میں یہ مصرع ترمیم کے مطابق شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۱۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ۶۴) کی غزلیں بھی ہیں جو بالترتیب ۲۱ ستمبر ۱۹۱۱ء اور ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۱ء کی تصنیف ہیں۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۵: ص ۱۸-۱۷

☆ آیات اول: ص ۲۱۰، ش ۵۱
 ☆ گنجینہ م: ص ۴۸، ش ۵۹ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۳۸، الف
 ☆ آیات دوم: ص ۱۱۷-۱۱۶، ش ۳۸
 ☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۶، ش ۱۲۸/۳ (غ)
 ☆ بیاض ۴: ورق ۲۷ ب

گیارہ شعروں کی اس غزل کے دو شعر (ش: ۹، ۱۱) آیات اول میں ہیں۔ آیات دوم اور گنجینہ م وق میں ان کے علاوہ مطلع بھی ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں ان تین شعروں کے ساتھ ایک اور شعر (ش: ۶) بھی ہے۔

اختلاف نسخ :

آیات دوم، گنجینہ م وق اور بیاض ۳ و ۴ میں مندرجہ ذیل ترمیم ملتی ہے:
 شعر ۱، مصرع ۲ : نہیں ممکن پھر ایسا خواب دیکھوں زندگانی میں
 ترمیم : کہاں ممکن
 کلیات میں یہ مصرع ترمیم کے مطابق شامل کیا گیا ہے۔

۲۶: ص ۱۹-۱۸

☆ آیات اول: ص ۲۱۳-۲۱۲، ش ۵۳
 ☆ آیات سوم: ص ۱۸۸، ش ۶۸
 ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۷، ش ۵۹ (غ)
 ☆ بیاض ۴: ورق ۲۶ ب
 ☆ آیات دوم: ص ۱۲۱-۱۲۰، ش ۵۰
 ☆ گنجینہ م: ص ۴۹، ش ۶۲ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۵۰، الف
 ☆ خودنوشت (قلمی): ص ۳-۲
 ☆ ماہنامہ "ادیب" الہ آباد: مئی ۱۹۱۲ء، ص ۲۷۱

نشر میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ خودنوشت (قلمی) میں یہ تمام اشعار موجود ہیں۔ آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں یہ ۶ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ آیات سوم اور گنجینہ موق میں ان شعروں میں سے ایک (ش: ۱۲) نہیں ہے، باقی ۵ ہیں۔ بیاض ۴ میں دو شعر (ش: ۷، ۸) نہیں ہیں، باقی ۴ ہیں۔ رسالہ ”ادیب“ محولہ بالا میں ۱۶ شعر ہیں۔ ۱۳ تو وہی جو نشر میں ہیں، اور باقی ۳ کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش: ۱۔

اختلاف نسخ:

مندرجہ ذیل ترمیمات تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ملتی ہیں:

شعر ۱، مصرع ۱: نہیں معلوم کیسا سحر تھا، اُس بت کی چتون میں
ترمیم: خدا معلوم
شعر ۱، مصرع ۲: چلی جاتی ہیں اب تک چشمکیں شیخ و برہمن میں
ترمیم: چلے جاتی ہیں
شعر ۷، مصرع ۲: اُتاریں بیڑیاں اور پہنے دو دو طوق گردن میں
ترمیم: پہنے دُہرے طوق گردن میں
کلیات میں یہ مصرعے تراجم کے مطابق شامل کیے گئے ہیں۔

س ک:

خودنوشت (قلمی) میں شعر ۶، مصرع ۲ میں لفظ ”کیا“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

اس غزل کے بارے میں یاس نے خودنوشت (قلمی) میں لکھا ہے:

”پنڈت برج نرائن چکبست نے ایک مشاعرہ خواجہ آتش علیہ الرحمۃ کی زمین (گریباں پھاڑ کر چل بیٹھے صحرا کے دامن میں) میں کیا۔ میں بھی اُس مشاعرے میں مدعو تھا۔ حضرت عارف مرحوم اور حضرت افضل بھی شریک تھے اور بہت سے دکلا اور بیرسٹر بھی تھے۔ اور.... معیار پارٹی کے سب لوگ جمع تھے۔ میری غزل پر ان حضرات نے اور ان کے ہوا خواہوں نے وہ وہ فرمائشیں قہقہے لگائے کہ میں ہمیشہ ممنون احسان رہوں گا۔“

(ص ۳)

چکبست کی طرف سے یہ مشاعرہ ۶ مئی ۱۹۱۲ء کو پنڈت سورج نرائن کے مکان واقع کشمیری محلہ لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا۔ (”چکبست اور باقیات چکبست“ از کالی داس گپتا رضا، بمبئی، ۱۹۷۹ء، ص ۴۹)۔ اس مشاعرے کی طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۱۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ۶۵) کی غزلیں بھی موجود ہیں اور ان پر سال تصنیف ۱۹۱۲ء درج ہے۔ ظاہر ہے یاس کی غزل بھی اسی سال کی تصنیف ہے جس کی تصدیق رسالہ ”ادیب“ محولہ بالا سے ہوتی ہے جس میں یہ غزل پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔

۲۷: ص ۱۹

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں شامل نہیں ہے۔

۲۸: ص ۲۰-۱۹

- ☆ آیات اول: ص ۲۱۲-۲۱۱، ش ۵۲، ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۲
- ☆ آیات دوم: ص ۱۱۶-۱۱۳، ش ۴۷، ص ۲۶۶، ش ۱۰۹
- ☆ آیات سوم: ص ۱۸۸-۱۸۷، ش ۶۷
- ☆ گنجینہ م: ص ۳۹-۳۸، ش ۶۱ (غ)
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۶، ش ۵۸ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۲۹ ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۳۷ ب

۱۶ شعروں کی اس غزل کے ۹ شعر (ش: ۳ تا ۱۱، ۱۶ تا ۱۱) آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں شامل ہیں۔
ان ۹ شعروں میں سے ایک (ش: ۳) کے سوا باقی آٹھ آیات سوم میں ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۲) کے سوا باقی آٹھ
بیاض ۳ میں بھی ہیں۔ مذکورہ ۹ شعروں میں سے ۷ گنجینہ م وق میں ہیں۔ دو شعر (ش: ۳ و ۱۲) ان میں شامل نہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۶، مصرع ۲: کام اپنا کرلو یاں بہانے بہانے میں
آیات دوم: کام اپنا کرلو یار بہانے
اس ترمیم کو بعد کے مجموعوں میں نظر انداز کر دیا گیا ہے، اس لیے یہ مصرع کلیات میں اصل صورت میں شامل ہے۔

س ک: نشر میں مقطوع کے مصرع ۲ میں ردیف ”میں“ کی بجائے ”سے“ ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے (گل کدہ، ص ۶۶) جس کی تاریخ تصنیف
یکم جون ۱۹۱۲ء ہے۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۹: ص ۲۱-۲۰

☆ آیات اول: ص ۲۹۹، ش ۹۲/۲

۱۸ شعروں کی اس غزل کا صرف ایک شعر (ش: ۱۷) آیات اول میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے۔ (گل کدہ، ص ۶۸) جس کا سال تصنیف
۱۹۱۲ء ہے۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰: ص ۲۲-۲۱

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۱: ص ۲۲

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے (گل کدہ، ص ۷۰) جس کا سال تصنیف ۱۹۱۳ء ہے۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: ص ۲۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک :
مقطع، مصرع ۱ : اس آئے گی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا
تصحیح مطابق غلط نامہ نشتر : اس آئی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا
کلیات میں غلط نامے کے مطابق تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۹۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ۷۰) کی غزلیں بھی ہیں جو ۱۹۱۳ء کی تصنیف ہیں۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۳: ص ۲۲-۲۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۴: ص ۲۴

☆ آیات اول و دوم: ص ۲۸، ش ۱۲۹/۱۳

☆ آیات اول: ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۲

☆ کجکول: ص ۴۷

۷ شعروں کی اس غزل کے صرف ۲ شعر (ش: ۶۰۳) آیات اول و دوم اور کجکول میں شامل کیے گئے ہیں۔

اصلاح استاد :

اس غزل پر پیارے صاحب رشید سے اصلاح لی گئی تھی۔

شعر ۵، مصرع ۱ : اللہ رے اضطراب دل تا صبور کا

اصلاح : منہ اُن کے منہ کے پاس ہے دل کو سوا ہے شوق

(مشاطہ سخن، مرتبہ صفدر میرزا پوری، حصہ اول، ص ۱۳۷)

نشر میں یہ مصرع اصلاح شدہ صورت میں شامل ہے۔

زمانہ تصنیف :

نشر کی غزل ۹ کا زمانہ تصنیف، پیارے صاحب رشید کی شاگردی کے زمانے کے حوالے سے ۱۹۱۲ء-۱۹۱۱ء متعین کیا گیا ہے۔ زیر نظر غزل کا زمانہ تصنیف بھی یہی ہو سکتا ہے۔

- ☆ آیات اول: ص ۲۴۰-۲۳۹، ش ۶۳
☆ گنجینہ: ص ۷۳، ش ۹۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۵۶ ب
☆ آیات دوم: ص ۱۴۵-۱۴۳، ش ۶۱
☆ گنجینہ: ص ۱۴۰، ش ۹۱ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۳۸، الف

نشر میں یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں ۱۸ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۷) کے اضافے کی وجہ سطور ذیل سے معلوم ہوگی۔

آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۹ شعروں پر مشتمل ہے۔ ۸ شعر نشر کی زیر بحث غزل سے لیے گئے ہیں (ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱ تا ۱۶، ۱۷) نواں شعر یہ ہے:

جام لب ریز ہوا ہے کسی مجبور کا آج

بوئے خوں آتی ہے ساقی ترے پیانے سے

یہ دراصل نشر کی غزل ۳۶ کا شعر ۱۰ ہے جو قافیے کی تبدیلی ("پیانوں" کی جگہ "پیانے") سے آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں شامل کیا گیا ہے۔ اسے نشر کی زیر نظر غزل میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ شعر کے دونوں متن سامنے رہیں۔*

گنجینہ م ورق اور بیاض ۴ میں اس غزل کے یہ ۷ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۶، ۱۷۔

س ک :

شعر ۳، مصرع ۲ : گیسوے یار سنور کے نہیں شانے سے

کلیات میں غلط نامہ نشر کے مطابق تصحیح کی گئی۔ "سنور کے" کی جگہ "سنور نے کے" لکھا گیا۔

- ☆ آیات اول: ص ۲۳۹-۲۳۸، ش ۶۲ و ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۳
☆ آیات دوم: ص ۱۴۳-۱۴۱، ش ۶۰
☆ گنجینہ: ص ۷۳-۷۲، ش ۹۳ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۵۵ ب و ۵۶، الف
☆ آیات سوم: ص ۳۸۵، ش ۱۰۹
☆ گنجینہ: ص ۱۴۰، ش ۹۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۳۸، الف

☆ ماہنامہ "ادیب" الہ آباد۔ مئی ۱۹۱۳ء، ص ۲۷

نشر میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اول میں ابتداء اس کے ۹ شعر (ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴) شامل کیے گئے تھے۔ بعد میں متفرقات کے تحت ایک شعر (ش: ۶) درج کیا گیا۔ بیاض ۴ کے سوا باقی تمام مجموعوں میں مذکورہ ۹ شعر ہی درج ہیں۔ بیاض ۴ میں آٹھ شعر ہیں۔ شعر ۴، اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ شعر ۱۰ کے لیے رک: حاشیہ ۳۵، مذکورہ بالا۔

* نشر کی غزل: ۵۰ میں بھی اس مضمون کا ایک شعر ہے:

دیکھیے لب ریز ہو کس مست کا بچہ آج

بوئے خوں آتی ہے ساقی ے کدے کی خاک سے

اختلاف نسخ :

نشر میں اس غزل کے مقطع کا مصرع ۲ یوں ہے :
درد دل یاس جو رونے لگے بیگانوں سے
باقی تمام متون میں یہ مصرع اس طرح ہے :
درد دل رونے لگے یاس جو بیگانوں سے
کلیات میں یہ مصرع ترمیم شدہ صورت میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ادیب“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۷: ص ۲۷-۲۶

☆ آیات اول: ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۲

۱۳ شعروں کی اس غزل کے صرف ۲ شعر (ش: ۱۰ و ۱۲) آیات اول میں شامل کیے گئے ہیں۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی (گل کدہ، ص ۱۲۱) جس کا سال تصنیف ۱۹۱۲ء ہے۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۸: ص ۲۸-۲۷

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۹: ص ۲۸

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۴۰: ص ۲۹-۲۸

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی (گل کدہ، ص ۸۸) جس کا سال تصنیف ۱۹۰۶ء ہے۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی یہی متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۱: ص ۳۰-۲۹

☆ آیات اول: ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۱

۱۹ شعروں کی اس غزل کے دو شعر (ش: ۹ و ۱۷) آیات اول میں شامل کیے گئے ہیں۔

۳۲: ص ۳۱-۳۰

☆ آیات اول: ص ۲۸۲-۲۸۱، ش ۸۳ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۶

☆ آیات دوم: ص ۲۰۵-۲۰۷، ش ۸۳

☆ گنجینہ م: ص ۸۰-۷۹، ش ۱۰۵ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۷۵ ب و ۷۶، الف

☆ آیات سوم: ص ۳۵۳، ش ۹۰

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸-۱۳۷، ش ۱۰۲ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴۵، الف

نشر کی ۲۲ شعروں کی اس غزل کے یہ ۱۳ شعر آیات اول و سوم میں ہیں۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۲۔ آیات اول میں شعر: ۲۲ غزل کے متن میں نہیں ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ آیات دوم، گنجینہ م اور بیاض ۳ و ۴ میں مذکورہ ۱۳ شعروں میں سے ایک (ش: ۲۲) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ بیاض ۴ میں شعر: ۵ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔ گنجینہ ق میں ۱۱ شعر ہیں، دو شعر (ش: ۲۲ و ۶) نہیں ہیں۔ گنجینہ م میں سہو کتابت سے شعر: ۵ کا دوسرا مصرع اور شعر: ۶ کا پہلا مصرع لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اس طرح دو شعروں کا ایک شعر بن گیا ہے جو اس صورت میں ہے:

اللہ ری بے تابی دل وصل کی شب کو
کچھ نیند بھی آنکھوں میں ہے کچھ مے کا اثر بھی

اصلاح استاد:

شعر ۱۰، مصرع ۱، پہلے اس صورت میں تھا:

لو دل کو سنبھالو بس اب اتنا نہ کراہو
پیارے صاحب رشید کی اصلاح کے بعد یہ صورت ہوئی:

اب چپ رہو جو دل پہ گزرتی ہے گزر جائے

(مشاطہ سخن، حصہ اول، مرتبہ صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۷)

لیکن یاس نے نشر کی اشاعت کے وقت مصرعے کو یوں کر دیا:

اب چپ رہو جو دل پہ گزرتی تھی وہ گزری

س ک:

شعر ۲۰، مصرع ۱: گنجینہ م میں ”مرے دیوانے“ کے بجائے ”ترے دیوانے“۔ (گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے)۔

زمانہ تصنیف:

دیباچہ نشر (بعنوان ”مرزا واجد حسین یاس“) از حامد علی خاں بیرسٹریٹ لا میں بتایا گیا ہے کہ ”قریب دو برس ہوئے“ یاس نے یہ غزل مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کے مشاعرے میں پڑھی تھی (ص دال)۔ یہ دیباچہ ۱۹۱۳ء کا نوشتہ ہے۔ اس حساب سے یہ غزل ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہو سکتی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ ثاقب و عزیز نے بھی اس طرح میں غزلیں لکھی تھیں۔ ثاقب کے دیوان میں دو غزلیں ہیں۔ (ص ۱۳۶ و ۱۳۸) عزیز کے دیوان میں ایک غزل ہے (گل کدہ، ص ۱۱۹) یہ تینوں غزلیں ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہیں۔

۳۳: ص ۳۲-۳۱

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف :
یہ طرہ غزل ہے۔ اس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۳۶) اور عزیز (گل کدہ، ص ۱۱۸) نے بھی غزلیں
کہی تھیں جو ۱۹۱۱ء کی تصنیف ہیں۔ اس بنا پر یاس کی غزل کا سال تصنیف بھی ۱۹۱۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: ص ۳۲

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۳: ص ۳۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

اصلاح استاد :

اس غزل کے دو شعروں پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی تھی۔
شعر ۶، مصرع ۱ : مطلب ہے یہ ساقی کہ رہوں حشر میں بدست
یاس نے ”..... حشر میں بے فکر“ لکھا تھا جسے شاد نے ”..... حشر میں بدست“ سے بدل دیا۔
مقطع، مصرع ۲ : یاروں کی نصیحت کہیں تاثیر نہ کر جائے
یاس نے ”ناصح کی نصیحت“ لکھا تھا جسے شاد نے ”یاروں کی نصیحت“ سے بدل دیا۔
(مشاطہ سخن، مؤلفہ صفدر میرزا پوری، حصہ اول، لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص ۳۹-۱۳۸)
یاس نے یہ اشعار (اصلاحوں کے ساتھ) خود صفدر میرزا پوری کو فراہم کیے تھے۔
”مشاطہ سخن“ میں شعر ۶ کا پہلا مصرع اس صوحت میں ہے :
مطلب یہ ہے ساقی.....

نیز مقطوع کے مصرع اول :
اس مدرسہ غم سے نکلنا نہ کبھی یاس
میں سہو کتابت سے ”نکلنا“ کی جگہ ”نکلتا“ لکھا ہے۔

۳۴: ص ۳۳-۳۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک :
شعر ۶، مصرع ۱ : مگر زمرہ پر یہ مشت پر آجائے
غلط نامے کے مطابق ”زمرہ“ کی جگہ ”زمرہ سخی“ ہونا چاہیے۔ کلیات میں صحیح کی گئی۔

۳۵: ص ۳۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۶: ص ۳۴-۳۵

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۹: ص ۳۵

☆ آیات اول: ص ۳۰۳، ش ۹۲/۳۲

۱۱ شعروں کی اس غزل کا صرف ایک شعر (ش: ۱۰) آیات اول میں شامل ہے۔

۵۰: ص ۳۶-۳۵

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۵۱: ص ۳۶

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۵۲: ص ۳۶-۳۷

☆ آیات اول: ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۸

۶ شعروں کی اس غزل کے ۴ شعر آیات اول میں شامل کیے گئے ہیں۔ دو شعر (ش: ۶ و ۲) شامل نہیں کیے گئے۔

۵۳: ص ۳۷، متفرقات

- (۱) یہ تین شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔
- (۲) یہ دو شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔
- (۳) یہ ایک شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔
- (۴) یہ دو شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔

۵۴: ص ۴۰-۳۸، رباعیات

کل ۱۲ رباعیاں ہیں۔ ان میں سے پہلی ۱۱ کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ آخری یعنی بارہویں رباعی کجکول (قلمی۔ ص ۷۶) اور یاس کے ایک مضمون ”کشکول یاس“ (ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، جنوری ۱۹۱۸ء: ص ۱۱) میں شامل ہے۔

اختلاف نسخ:

رباعی ۱۲، مصرع ۳: آئے بھی اگر اجل تو کیا خوف اے یاس
”کجکول“ اور ”کشکول یاس“ میں: خوف ہے یاس

س ک:

رباعی ۱۱، مصرع ۱: جب کھو گئے پھر ہوش آؤ گے کیا
اس مصرعے میں ”ہوش“ کے بعد ”میں“ لکھنے سے رہ گیا تھا۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۵۵: ص ۴۰

یہ سہرا کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ سہرا کس کے لیے لکھا گیا تھا۔

☆☆☆

آیاتِ وجدانی

(طبعِ اوّل)

الف: جلوہ فرما حق ہوا باطل گیا

یہ مصرع آیاتِ اوّل کے اندرونی سرورق کی پیشانی پر درج ہے۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی یگانہ نے یہ مصرع کسی دوسری جگہ نہیں لکھا۔ یہ مصرع ۱۹۲۷ء کی تصنیف ہے جو آیاتِ اوّل کا سالِ طباعت ہے۔ یگانہ نے یہ مصرع دورانِ طباعت کتاب کے سرورق پر درج کیا تھا۔ راقم کے پاس آیاتِ اوّل کے وہ پروف ہیں جو مطبع کریمی لاہور نے یگانہ کو پڑھنے کے لیے دیے تھے۔ کتاب کے سرورق پر پہلے آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۹ کا یہ شعر لکھا تھا:

اضطرابِ بال و پر پروانہ وارم دادہ اند
جاے دل یک شعلہ بے اختیارم دادہ اند

یگانہ نے اس شعر کو قلم زد کر کے مذکورہ مصرع لکھا اور ساتھ ہی اہلِ مطبع کو یہ ہدایت بھی دی کہ یہ مصرع جلی قلم سے لکھا جائے۔

ب: اندرونی سرورق اور یگانہ کی تصویر کے بعد کے صفحے پر عنوان ”مطلعِ نظر“ کے تحت یہ شعر (... حق پرستی کیجیے) صرف بیاض ۱ (ورق ۸ ب) میں ملتا ہے۔ بعد میں یہ شعر آیاتِ دوم کے سرورق پر درج کیا گیا۔

۱: ص ۶۳-۳۳، فارسی غزل

- ☆ آیاتِ سوم: ص ۱۲۳-۱۱۵، ش ۳۵
- ☆ گنجینہ: ص ۹۶-۹۵، ش ۳۰ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۹۱ ب و ورق ۹۲، الف
- ☆ آیاتِ دوم: ص ۲۳۳-۲۳۱، ش ۹۳
- ☆ گنجینہ: ص ۲۹-۲۸، ش ۳۲ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۳۸ ب
- ☆ ”علی گڑھ میگزین“ علی گڑھ، اکتوبر، نومبر ۱۹۲۳ء، ص ۹۰
- ☆ گنجینہ: نسخہ باقر حسین رضوی: ص ۲۹

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اس غزل کے شعروں کی تعداد یکساں (گیارہ عدد) ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۳، مصرع ۲۔ آیات اول و سوم، بیاض ۳، اور علی گڑھ میگزین میں اس مصرعے کی ابتدائی صورت یہ ہے :

ہست شاہد عادل بوئے پیرہن تنہا

باقی مجموعوں میں یہ اس صورت میں ہے :

شاہد یست غمازے بوئے پیرہن تنہا

کلیات میں مصرعے کو اسی صورت میں شامل کیا گیا ہے کیوں کہ یہی صورت گنجینہ ق میں ہے جو بقلم یگانہ اس غزل کا آخری متن ہے۔

شعر ۹، مصرع ۲ : کار من بدریا در دست و پا زدن تنہا

”گنجینہ م : کار من بدریائے دست و پا زدن تنہا

گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں اس ترمیم کو رد کیا گیا ہے۔ یگانہ نے بقلم خود ”ئے“ کو قلم زد کر کے ”در“ لکھا ہے۔

شعر ۱۱، مصرع ۱ : نکتہ دان خود سازم میرزا یگانہ را

”علی گڑھ میگزین“ : تازہ تحفہ دارم یاس بہر سر سپرو

اس ترمیم کی وجہ ذیل میں ”وضاحت“ کے عنوان کے تحت بیان کی گئی ہے۔

س ک :

شعر ۷، مصرع ۱ : چارہ پشیمانی، خوش دلی و خوش کامی

بیاض ۱ میں ”خوش کامی“ کی جگہ ”خود کامی“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

فراق گورکھ پوری نے اس غزل کی زمین میں فارسی و اردو میں دو غزلیں کہی تھیں جو ماہنامہ ”آج کل“ دہلی بابت جون ۱۹۶۸ء میں یگانہ کی غزل کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔ ان غزلوں کی تمہید میں فراق لکھتے ہیں :

”آج سے کوئی پینتالیس (۳۵) برس پہلے کی بات ہے... الہ آباد کے ایک مشاعرے

میں میرزا یگانہ نے اپنی تازہ ترین فارسی غزل سنائی جس کی شہرت اب تک اردو دنیا

کے خاص خاص حلقوں میں ہے۔ اس زمین یا اسی بحر میں قافیہ بدل کر صرف ”تنہا“

کی ردیف کے ساتھ ہندوستان و پاکستان میں کئی اردو غزلیں کہی گئیں مگر انھیں میرزا

یگانہ کی غزل کی مقبولیت نصیب نہیں ہوئی۔ میرا دل بھی اس زمین میں غزل کہنے کو

برسوں سے چاہ رہا تھا، آج پینتالیس برس بعد یہ تمنا پوری ہوئی۔“ (ص ۳)

فراق کے بیان کے مطابق اس غزل کا زمانہ تصنیف (۱۹۶۸-۳۵) ۱۹۲۳ء قرار پاتا ہے۔ فراق کا اندازہ

قریب قریب درست ہے کیوں کہ یہ غزل پہلی مرتبہ علی گڑھ میگزین محولہ بالا میں ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس

سلسلے میں حرف آخر یہ ہے کہ یگانہ نے الہ آباد کے جس مشاعرے میں یہ غزل پڑھی تھی، وہ ۱۹۲۳ء میں سر تیج بہادر

سپرو کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس مشاعرے میں یگانہ نے طرحی و غیر طرحی دونوں طرح کا کلام سنایا تھا۔

(تفصیل کے لیے رک : حاشیہ، غزل : ۳۴، آیات اول) گمان غالب ہے کہ یہ غزل ۱۹۲۳ء کی تصنیف ہے۔

وضاحت:

”علی گڑھ میگزین“ میں اس غزل کا مقطع یہ ہے:

تازہ تحفہ دارم یاس بہر سر سپرو
دل نمی توان برداشت لذتِ سخن تنہا

جو مذکورہ بالا مشاعرے میں سر سپرو کی موجودگی میں پڑھا گیا۔ لیکن جب یہ غزل آیاتِ اول میں شامل کی گئی تو پہلا مصرع تبدیل کر دیا گیا جیسا کہ اوپر اختلافِ نسخ میں بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آیاتِ اول شائع ہوئی، اُس وقت یگانہ سر سپرو سے کچھ خوش نہیں تھے۔ اس کی تفصیل بھی آیاتِ اول ہی میں ملتی ہے۔ زیرِ نظر غزل کی شرح میں یگانہ اپنی ناقدی کا ذکر کرتے ہوئے میرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان میں لکھتے ہیں:

”افسوس کہ ہندوستان کی وہ ہستی جو سرزمینِ ایران کے لیے بھی مایہ ناز کہی جاتی تو بے جا نہ تھا، ہندوستان کی مجرمانہ اور بے دردانہ غفلتوں سے یوں تباہی و ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔ نہ جانے ہندوستان کی غیرت و حمیت کو کیا ہوا۔ ملک کے ایک نامور فرزند سر تیج بہادر سپرو کو ایک بار بس اتنا خیال پیدا ہوا تھا کہ وہ مرزا صاحب کا کلام پروفیسر براؤن کی خدمت میں خود اپنی معرفت بھیج دیں تاکہ پروفیسر صاحب... کے سلسلہ تالیفات میں شامل ہو کر یورپ میں روشناس ہو سکے۔ مگر بڑے آدمیوں کی بڑی بات۔ سر تیج بہادر کو پھر اُس کا خیال بھی نہ آیا، بھول بھال گئے اور اب تو پروفیسر براؤن بھی چل بے“۔ (ص ۶۳)

۲: ص ۷۶-۶۳

- ☆ آیات دوم: ص ۶۳-۶۱، ش ۲۷
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۱، ش ۱۹ (غ)
- ☆ آیات سوم: ص ۹۰-۸۷، ش ۱۸
- ☆ گنجینہ ق: ص ۸۸، ش ۱۸ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۱۲ ب
- ☆ بیاض ۲: ورق ۵، الف
- ☆ ماہنامہ ”کبکشاں“ لاہور، جنوری ۱۹۴۰ء، ص ۴۸

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اشعار کی تعداد یکساں (۱۲ عدد) ہے۔ شعر: ۶ کا حاشیہ صرف آیاتِ اول میں ہے۔

اختلافِ نسخ:

- شعر ۲، مصرع ۱: مری بہار و خزاں جس کے اختیار میں ہے
- آیاتِ اول، بیاض ۱، رسالہ کبکشاں: میں تھی
- شعر ۳، مصرع ۲: قفس میں نالہ جاں کاہ کا مرہ نہ ملا
- رسالہ کبکشاں: خزاں میں
- شعر ۵، مصرع ۱: ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس
- رسالہ کبکشاں: ہوا کے گھوڑے پہ

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ نکھنؤ، باغِ قاضی ۱۹۱۹ء“ (بیاض ۱)

۳: ص ۸۲-۷۷

- ☆ آیات دوم: ص ۵-۳، ش ۲
 - ☆ گنجینہ م: ص ۲۳-۲۲، ش ۲۱ (غ)
 - ☆ بیاض ۱: ورق ۳۸، الف
 - ☆ بیاض ۳: ورق ۷، الف
 - ☆ آیات سوم: ص ۹۳-۹۰، ش ۱۹
 - ☆ گنجینہ ق: ص ۹۰-۸۹، ش ۲۰ (غ)
 - ☆ بیاض ۳: ورق ۱۲، ب
 - ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۳ء: ص ۱۹
- بیاض ۱، اور رسالہ ”شباب اردو“ میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ اس کے لیے رک:
- باقیات، ۱۔ باقی سب مآخذ میں ۸ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ انٹر کالج اٹاوہ، ۸ ستمبر ۱۹۲۳ء“ (بیاض ۱)

۴: ص ۸۷-۸۳

- ☆ آیات دوم: ص ۸-۵، ش ۳
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۳-۲۲، ش ۲۳ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۲۵، الف
- ☆ بیاض ۴: ورق ۵۵، الف
- ☆ آیات سوم: ص ۹۶-۹۳، ش ۲۰
- ☆ گنجینہ ق: ص ۹۱-۹۰، ش ۲۲ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۱۳، الف و ب
- ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۲ء: ص ۱۹
- ☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، مارچ ۱۹۲۲ء: ص ۵۹-۶۰

آیات اول، دوم اور سوم میں اس غزل کے ۱۲ شعر ہیں اور یہی کلیات میں ہیں۔ گنجینہ م ورق اور بیاض ۳ و ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۳، ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں بھی ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۵، اس میں نہیں ہے۔ ”شباب اردو“ اور ”ہمایوں“ میں یہ غزل آیات اول کے مطابق ہے۔ شعر: ۵ کا مصرع اول ایک اور غزل میں بھی شامل ہے۔ رک: باقیات ۴۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ کان پور، ۲۸ اگست ۱۹۲۶ء“ (بیاض ۱) ۱۹۲۶ء سہو قلم ہے۔ یہ غزل ”شباب اردو“ اور ”ہمایوں“ کے محولہ بالا شماروں میں بیک وقت شائع ہوئی ہے، اس لیے ۱۹۲۱ء کی تصنیف ہو سکتی ہے۔

۵: ص ۸۸-۸۷

نشر کی غزل: ۹ کے ۷ شعر
رک: حاشیہ ۹، نشر

۶: ص ۹۳-۸۹

- ☆ آیات دوم: ص ۱۳-۱۰، ش ۵
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۵-۲۴، ش ۲۴ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۱۵، الف
- ☆ بیاض ۴: ورق ۵۵، ب
- ☆ آیات سوم: ص ۱۰۱-۹۸، ش ۲۲
- ☆ گنجینہ ق: ص ۹۲-۹۱، ش ۲۳ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۱۲، ب و ورق ۱۵، الف
- ☆ گنجول: ص ۱۰۱
- ☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، نومبر ۱۹۱۸ء: ص ۵۲ (بعنوان ”جذباتِ یاس“)

آیات اول، دوم، سوم، بیاض ۱، کجکول اور مخزن میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے اور یہ سب شعر کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ مرقع میں ۱۲ شعر ہیں۔ شعر: ۷ و ۱۰، ان میں نہیں۔ بیاض ۴ میں بھی ۱۲ شعر ہیں۔ شعر: ۱۰ و ۱۲ اس میں نہیں۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس میں نہیں۔

شعر ۱۰ : ہوا پھری افسردہ دلوں کی رُت بدلی

اُبل پڑا ہے پھر رنگِ نقشِ باطل کا

کے وزن کے بارے میں ”مخزن“ میں یہ حاشیہ ملتا ہے:

”ممکن ہے بعض حضرات کے نزدیک یہ شعر غور طلب ہو۔ (یاس)“

آیات اول میں یہ لکھا ہے:

”جو لوگ فن عروض سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، وہ اس شعر کو صحیح طور پر پڑھ نہیں

سکتے۔ یہ غزل بحرِ محبتِ مخبونِ مقصور [میں] ہے جس کا وزن (مفاعِلن فَعْلَاتن مفاعِلن

فَعْلن) ہے۔ مگر اس شعر کے دوسرے رکن فَعْلَاتن پر تسکینِ اوسط کا زحاف واقع ہوا

ہے، اس وجہ سے فَعْلَاتن، مفعولن سے بدل گیا اور اس شعر کی تقطیع مفاعِلن مفعولن

مفاعِلن فَعْلن سے کی جائے گی۔ جو لوگ اس عروضی نکتے سے واقفیت اور موسیقیت

سے لگاؤ نہیں رکھتے، وہ اس شعر کو عجیب نہیں کہ ناموزوں سمجھیں۔“ (ص ۹۲-۹۱)

عروض کی یہی بحث آیات اول کے حواشی: ۸ و ۶۹ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

اختلاف نسخ:

مقطع کا مصرعِ اول : حضور دوست یگانہ کچھ ایسے غائب تھے

آیات اول و دوم، بیاض ۱ و ۴، اور کجکول میں : جنابِ یاس تھے تعبیرِ بد سے خود آگاہ

”مخزن“ میں ”تھے“ کی جگہ ”ہے“ ہے۔

بیاض ۴ میں پہلے مذکورہ مصرعے کی ابتدائی صورت لکھی تھی (آیات اول وغیرہ کے مطابق) اُسے قلم زد کر کے ترمیم شدہ صورت لکھی گئی۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرۂ فرنگی محل، لکھنؤ ۱۹۱۷ء“ (بیاض ۱)

۷ : ص ۹۸-۹۴

☆ آیات سوم: ص ۱۰۳-۱۰۲، ش ۲۳

☆ گنجینہ ق: ص ۹۲، ش ۲۳ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۱۵ ب و ورق ۱۶، الف

☆ کجکول: ص ۵۴

☆ آیات دوم: ص ۱۷-۱۳، ش ۶

☆ گنجینہ م: ص ۲۵، ش ۲۵ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۶، الف و ورق ۷، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۸ ب

☆ ماہنامہ ”تمدن“ دہلی، دسمبر ۱۹۱۵ء، ص ۵۶-۵۵ : ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، ستمبر ۱۹۱۷ء، ص ۳۰-۲۹

☆ گنجینہ م: نسخہ باقر حسین رضوی، ص ۲۵

۷ اشعاروں کی یہ غزل مکمل صورت میں آیات اول، بیاض ۱، اور کجکول میں شامل ہے۔ آیات دوم میں ۱۵

شعر ہیں۔ شعر: ۸ و ۱۱، اس میں شامل نہیں۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہ چار شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۶، ۳، ۸، ۱۱۔ آیات سوم، گنجینہ م ورق اور بیاض ۴ میں ۱۲، ۱۳ شعر ہیں۔ آیات سوم میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۶، ۳، ۸، ۱۰، ۱۱۔ گنجینہ م ورق، اور بیاض ۴ میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۶، ۳، ۸، ۱۱، ۱۳۔

”مخزن“ میں مقطع پر یہ حاشیہ ہے:

”مجھے اردو میں خواجہ آتش اور میر تقی میر کے اندازِ تغزل سے زیادہ اور کسی کا تغزل پسند نہیں آتا۔ اسی وجہ سے لوگ مجھے آتش پرست کہتے ہیں، اور یہ سچ ہے۔ یاس۔“

(ص ۳۰)

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱ : نہاں تھا خانہ دل ہی میں شاہد مقصود
 بکجول : شاہد معنی
 شعر ۱۶، مصرع ۱ : اب اپنی روح ہے اور سیرِ عالم بالا
 آیات دوم و گنجینہ م : سیرِ باغِ عالم ہے
 بعد میں یگانہ نے اس ترمیم کو رد کر دیا تھا۔ گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں بقلم یگانہ ”سیرِ باغِ عالم ہے“
 کے الفاظ قلم زد کر کے ”سیرِ عالم بالا“ لکھا ہے۔

س ک :

شعر ۷، مصرع ۱ : نہاں تھا خانہ دل ہی میں شاہد مقصود
 رسالہ ”مخزن“ : بنا تھا

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”تمدن“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸ : ص ۱۰۳-۹۸ و ص ۳۰۰، ش ۴/۹۲ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۲۰-۱۷، ش ۷
 ☆ گنجینہ م: ص ۲۶-۲۵، ش ۲۶ (غ)
 ☆ بیاض ۱: ورق ۷ ب
 ☆ بیاض ۴: ورق ۹، الف
 ☆ شہرت کا ذبہ: ص ۱۳
 ☆ آیات سوم: ص ۱۰۶-۱۰۳، ش ۲۳
 ☆ گنجینہ ق: ص ۹۳، ش ۲۵ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۱۶ ب و ورق ۷، الف
 ☆ بکجول: ص ۴۷
 ☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۳۵۷

آیات اول میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ۱۱ شعر غزل کے متن میں ہیں اور ایک ”متفرقات“ کے تحت۔ یہ زائد شعر کلیات میں مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ تمام شعر آیات دوم، بیاض ۱ و ۳، اور ”شہرت کا ذبہ“ میں بھی ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۱۱، اس میں نہیں ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۰، ۱۱ شعر ہیں۔ آیات سوم میں شعر: ۲ و ۶، اور گنجینہ م میں شعر: ۱۱ و ۱۲ نہیں ہیں۔ گنجینہ ق میں ۹ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ۱۱ و ۱۲، اس میں نہیں ہیں۔ بکجول میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ ایک مطلع زائد ہے جو مذکورہ بالا کسی ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۲۔ رسالہ ”نظارہ“ میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہ جو آیات اول میں ہیں اور ایک وہ جو باقیات میں شامل کیا گیا۔

عروضی نکتہ:
اس غزل کا مقطع ہے:

ہمارا رنگِ سخن یاس کوئی کیا جانے
سوائے آتش ہے کون ہم زباں اپنا
اس کے دوسرے مصرعے کا وزن، غزل کے باقی مصرعوں کے وزن سے مختلف ہے۔ یہ غزل بحر مجتث میں
ہے۔ ”چراغِ سخن“ طبع دوم میں یگانہ نے بحر مجتث مخبون محذوف اور مجتث مشحف محذوف کے اجتماع کی مثال
میں جو شعر پیش کیا ہے، وہ وہ زیرِ نظر غزل کا مقطع ہی ہے۔ دونوں مصرعوں کے اوزان یہ ہیں:
مصرع ۱ : مفاعِلن فَعَلاتِن مفاعِلن فَعَلن
مصرع ۲ : مفاعِلن مفعولن مفاعِلن فَعَلن
(ص ۱۲۸-۱۲۶)

یہی بحث آیاتِ اول کے حواشی: ۶ و ۶۹ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

اختلافِ نسخ:

شعر ۱۰، مصرع ۱ : خدا کسی کو بھی یہ خوابِ بد نہ دکھلائے
آیات دوم اور بیاض ۳ میں ”خوابِ بد“ کے نیچے لکیر کھینچ کر اس کا متبادل ”روزِ بد“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نظارہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ آیات
سوم میں اس غزل کے بارے میں لکھا ہے:
”یہ وہ غزل ہے جو فروری ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ کے مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔“
(ص ۱۰۳)

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ غزل اس مشاعرے کے لیے لکھی گئی ہوگی، اس لیے اس کا سال تصنیف ۱۹۱۷ء
ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ”شہرت کا ذبہ“ میں اس مشاعرے کی جو تفصیل ملتی ہے (ص ۱۵-۱۰)، اُس سے
معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کے ۱۹۱۷ء کے مشاعرے کے لیے جو غزل لکھی گئی تھی، وہ طرچی تھی۔ مصرعِ طرح غالب کا
یہ مصرع تھا:

• دیتے ہیں بادہ ظرف قدحِ خوار دیکھ کر

یہ طرچی غزل آیاتِ اول میں شامل ہے۔ (شمارہ: ۳۰) مشاعرے کی غیر طرچی نشست میں یگانہ نے دو غیر طرچی
غزلیں پڑھی تھیں۔ اُن میں سے ایک زیرِ بحث غزل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مشاعرے سے پہلے کی تصنیف ہوگی۔

۹: ص ۷-۱۰۳ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۲۳۵-۲۳۳، ش ۹۳
☆ گنجینہ م: ص ۲۸، ش ۳۱ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۰، الف
☆ آیات سوم: ص ۱۱۵، ش ۳۳
☆ گنجینہ ق: ص ۹۵، ش ۲۹ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۲، الف و ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اس غزل کے اشعار کی تعداد (۹ عدد) یکساں ہے۔

س ک :

گنجینہ م میں شعر ۳، مصرع ۲ کی ترکیب ”نشہ پندار“ کو ”تشہ پندار“ لکھا ہے اور شعر ۸، مصرع ۲ کے لفظ ”بر“ کو ”پر“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ کپور تھلہ۔ ۶ جون ۱۹۲۶ء“ (بیاض ۱)

یہ مشاعرہ ”خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب وزیر تعلیم پنجاب کی صدارت میں ہوا تھا۔“ (آیات اول، ص ۱۰۵)

۱۰: ص ۹-۱۰۸

☆ آیات دوم: ص ۲۱-۲۰، ش ۸

☆ آیات سوم: ص ۸۱-۸۰، ش ۱۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۵، ش ۹ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۸۱، ش ۹ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۳۲ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۱۷ اب (متن اول) ورق ۱۰۳، الف (متن دوم)

☆ بیاض ۴: ورق ۶، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مئی ۱۹۳۰ء: ص ۱۹ (بمعنوان: فکر ناتمام) یہ غزل اسی رسالے میں جون ۱۹۳۱ء میں دوبارہ شائع ہوئی تھی۔ (ص ۳۶)

کلیات میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ شعر آیات اول، دوم، سوم، گنجینہ م، اور گنجینہ ق سے ماخوذ ہیں اور ان سب میں شعروں کی تعداد مختلف ہے۔ غزل کا بنیادی متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۹ شعر ہیں۔ باقی تین شعر دوسرے مجموعوں سے لیے گئے ہیں یہ تفصیل ذیل:

آیات اول میں یہ ۶ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۳، ۹ تا ۱۱

آیات دوم میں یہ ۵ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۳، ۹، ۱۱

آیات سوم اور گنجینہ م میں یہ ۸ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۷، ۱۲

گنجینہ ق میں یہ ۹ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۲ (شعر ۸ کسی مطبوعہ مجموعے میں نہیں)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ صرف ابتدائی تین شعر پانچوں مجموعوں میں مشترک ہیں۔ غزل کے شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے، وہ تین شعر جو گنجینہ ق میں نہیں ہیں، مقطع سے پہلے شامل کر دیے گئے ہیں۔ بیاض ۱ میں وہی ۶ شعر ہیں جو آیات اول میں ہیں۔ یہی ۶ شعر ”شباب اردو“ میں بھی ہیں۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ متن اول میں پانچ شعر ہیں (کلیات میں شامل غزل کے یہ اشعار۔ ش: ۱ تا ۳، ۱۰، ۱۲) یہ پانچوں شعر قلم زد کر کے غزل کا دوسرا متن لکھا گیا ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں سے یہ ۸ کلیات میں شامل ہیں۔ ش: ۱ تا ۳، ۸، ۱۲۔ ۳ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ رک: باقیات ۳۔ بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں سے یہ ۹ کلیات میں شامل ہیں۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۲۔ اور ایک وہ ہے جو باقیات میں پہلا شعر ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۴، مصرع ۱ : بوئے وفا کہاں چمن روزگار میں
 بیاض ۳، متن دوم : کیا رہ گیا ہے اب چمن روزگار میں
 شعر ۸، مصرع ۱ : دونوں کے دل سے پوچھیے انجام کار عشق
 بیاض ۳، متن اول : سنگیں دلوں سے
 شعر ۹، مصرع ۱ : وہ مرد ہے جو زیر کرے دیو نفس کو
 آیات دوم و بیاض ۳، متن اول : انساں وہ ہے جو

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا سال تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ صرف ان ۶ شعروں کی حد تک ہے جو اس رسالے میں چھپے ہیں۔ اُس وقت تک غزل ناتمام تھی، اسی لیے غزل کا عنوان ”فکر ناتمام“ ہے۔ باقی اشعار ۱۹۲۷ء (سال اشاعت آیات اول) اور ۱۹۳۸ء (بیاض ۳ کا زمانہ تحریر) کے درمیانی زمانے کے ہیں۔ چوں کہ یگانہ نے غزل کے آخری متن (گنجینہ ق) میں بیشتر اشعار کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے، اس لیے زمانہ تصنیف کے اعتبار سے اشعار کو منقسم نہیں کیا گیا۔

۱۱: ص ۱۰-۱۰۹

نشر کی غزل: ۱ کے یہ آٹھ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

رک: حاشیہ ۱، نشر

۱۲: ص ۱۱۲-۱۱۰ و ص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۴ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۲۶-۲۳، ش ۱۰
 ☆ گنجینہ م: ص ۲۸-۲۷، ش ۳۰ (غ)
 ☆ بیاض ۱: ورق ۲۶، الف و ب
 ☆ آیات سوم: ص ۱۰۷، ش ۲۶
 ☆ گنجینہ ق: ص ۹۴، ش ۲۸ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۱۸، ب و ورق ۱۹، الف
 ☆ بیاض ۴: ورق ۱۱، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۱۲ (بعنوان: ”موجِ تخیل“)

کلیات میں ۱۲ شعر ہیں جو آیات اول کے مطابق ہیں۔ تین حرید شعر ”متفرقات“ کے تحت ہیں۔ یہ قطعہ بند ہیں، اس لیے انھیں غزل میں شامل نہیں کیا اور ”متفرقات“ ہی میں رہنے دیا ہے۔ (رک: ۹۲/۳۴)۔

آیات دوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۵، اس میں نہیں ہے۔

آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۶، ۵، ۳۔

گنجینہ م وق میں ۸-۸ شعر ہیں۔ یہ چار شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش: ۱۰، ۶، ۵، ۳۔

بیاض ۱ میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۲ شعر آیات اول کی غزل کے اور ۳ ”متفرقات“ کے۔ حرید ۳ کسی دوسرے

مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۴۔

بیاض ۳ میں ۸ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱۲، ۱۰، ۷، ۴، ۲، ۱۔

بیاض ۴ میں ۷ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱۲، ۹، ۷، ۴، ۲، ۱۔

”شباب اردو“ میں وہ تمام شعر ہیں جو بیاض ۱ میں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قطعہ دو شعروں پر مشتمل ہے، تیسرا شعر غزل میں شامل ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۲ : زہے قسمت مرے بالیں پہ تیرا جلوہ گر ہوتا
شباب اردو : پہ اُن کا جلوہ گر ہوتا
شعر ۱۱، مصرع ۲ : مگر لازم نہیں ہر ایک پر یکساں اثر ہوتا
آیات دوم : ہر ذات پر

س ک :

آیات دوم اور گنجینہ م میں شعر ۲، مصرع ۲، مذکورہ بالا میں ”مری بالیں“ بجائے ”مرے بالیں“۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ سندیلہ ۱۹۱۵ء“ (بیاض ۱، ورق ۲۶ ب)

۱۳ : ص ۱۱۳-۱۱۲

نشر کی غزل ۱۳ کے یہ نو شعر۔ ش : ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳۔
رک : حاشیہ ۱۳، نشر۔

۱۴ : ص ۱۱۴-۱۱۳

☆ آیات دوم : ص ۲۹-۲۸، ش ۱۲
☆ بیاض ۱ : ص ۳۷ ب

تینوں مآخذ میں ۶ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

۱۵ : ص ۱۱۶-۱۱۵

☆ آیات سوم : ص ۱۰۹-۱۰۸، ش ۲۸

☆ گنجینہ ق : ص ۹۴، ش ۲۷ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۲۰، الف

☆ ماہنامہ ”انتخاب“ لاہور، جنوری ۱۹۲۶ء : ص ۵۱

☆ آیات دوم : ص ۳۱-۳۰، ش ۱۳

☆ گنجینہ م : ص ۲۷، ش ۲۹ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۶۷ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۱۰ ب

آیات اول و دوم اور بیاض ۱ و ۳، اور رسالہ ”انتخاب“ میں ۷۷ شعر ہیں جو کلیات میں ہیں۔ باقی سب میں ۵-۵ شعر ہیں۔ یہ دو شعر نہیں۔ ش : ۳، ۶۔ بیاض ۱ میں غزل کے آخر میں ”نا تمام“ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزید شعر کہنے کا ارادہ تھا۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۲ : اے وائے دردِ دل نہ ہوا دردِ سر ہوا
رسالہ ”انتخاب“ : کیا خوب دردِ دل
س ک :

منجینہ م میں شعر: ۷ کے مصرعِ اول میں ”فزا“ بجائے ”فردا“۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ دہلی ۱۹۲۵ء“ (بیاض ۱)

۱۶: ص ۱۱۸-۱۱۶ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۶ (متفرقات)

☆ بیاض ۳: ورق ۸۶ ب

☆ آیات دوم: ص ۳۳-۳۱، ش ۱۴

☆ بیاض ۴: ورق ۱۴، الف

☆ مسودہ غزل بخطِ دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مئی ۱۹۲۳ء: ص ۱۳

کلیات میں یہ غزل ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اول میں ۷ شعر تو غزل کے متن میں ہیں، اور ایک ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں ۶ شعر ہیں۔ غزل کے آخری دو شعر ان میں نہیں ہیں۔ مسودہ بخطِ شعلہ میں ۸ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس میں نہیں ہے۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی مجموعے اور بیاض میں نہیں ہے۔ ”شباب اردو“ میں ۹ شعر ہیں۔ یعنی وہ سب شعر جو مذکورہ بالا آخذ میں ملتے ہیں۔ زائد شعر کے لیے رگ: باقیات ۵۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱ : دلِ بیدار نے گھبرا کے مجھے چونکا دیا

مسودہ بخطِ شعلہ و ”شباب اردو“ : دلِ آگاہ نے
زمانہ تصنیف:

”لکھنؤ ۱۹۱۸ء“ (مسودہ بخطِ شعلہ)

۱۷: ص ۱۲۰-۱۱۹

☆ بیاض ۱: ورق ۲۸ ب

☆ آیات دوم: ص ۳۵-۳۳، ش ۱۵

☆ بیاض ۴: ورق ۱۵ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۸۷، الف

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۱۴

آیات اول و دوم میں ۸ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ بیاض ۱ میں یہ سب شعر ہیں اور ایک زائد ہے۔ رک: باقیات ۶۔ بیاض ۳ و ۴ میں شعر: ۲ نہیں ہے۔ رسالہ ”صلائے عام“ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۸ غزل کے

متن کے، ایک باقیات کا اور دو تمام مآخذ سے زائد ہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۹۔ باقیات اور حمیمے کے اشعار کو ایک ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر ”صلائے عام“ کا متعلقہ شمارہ اُس وقت ملا جب کلیات کمپوز ہو چکی تھی۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ کاکوری۔ ۱۹۱۶ء“ (بیاض ۱)

۱۸: ص ۱۲۱-۱۲۰ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۷ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۳۶-۳۵، ش ۱۶

☆ بیاض ۱: ورق ۶۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۷ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۱۳، الف

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۳ء: ص ۲۲۶

آیات اول میں ۶ شعر غزل کے متن میں ہیں اور ایک ”متفرقات“ کے تحت۔ کلیات میں اس شعر کو بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے۔ یہی ۷ شعر آیات دوم میں ہیں۔ بیاض ۱ میں مذکورہ سب اشعار کے علاوہ چار ایسے شعر بھی ہیں جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۷۔ زائد چار شعروں میں جو مطلع ہے، وہ بیاض ۱ میں قلم زد کیا گیا ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں دو شعر (۴ و ۷) نہیں ہیں۔ رسالہ ”ہمایوں“ میں بیاض ۱ کے مطابق ۱۱ شعر ہیں۔

زمانہ تصنیف:

فروری ۱۹۲۳ء (بیاض ۱)

۱۹: ص ۱۲۶-۱۲۱

☆ آیات سوم: ص ۵۷-۵۵، ش ۴

☆ گنجینہ م: ص ۲۲، ش ۲۰ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۰ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۸، الف

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۲۲۸

☆ رسالہ ”پیانہ“ اکبر آباد، اگست ۱۹۲۳ء: ص ۱۷-۱۶

۱۳ شعروں کی اس غزل کا متن آیات اول و دوم میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں ۵ شعر (ش: ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۱۳) حذف کر کے باقی ۸ شعروں کے ساتھ نیا مطلع اور نیا مقطع اضافہ کیا گیا ہے۔ مقطع ایک مصرعے کی حد تک نیا ہے۔ شعر ۴:

یہ دل بے مدعا بیگانه امید و بیم

غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا

کے مصرع اول کی جگہ یہ مصرع لکھا گیا ہے:

کیا سمجھتے تھے یگانہ محرم راز فنا

آیات سوم کے دونوں نئے شعر چوں کہ بعد کی تصنیف ہیں، اس لیے انہیں آیات اول کی غزل کے متن

میں شامل نہیں کیا گیا۔ انھیں آیات سوم ہی میں رہنے دیا گیا ہے۔ گنجینہ م وق میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے۔

بیاض ۱ میں وہ تمام شعر ہیں جو آیات اول و دوم میں ہیں۔ ایک شعرا یا بھی ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک : باقیات ۸۔

بیاض ۳ میں ابتداء وہی ۱۳ شعر تھے جو آیات اول و دوم میں ملتے ہیں۔ بعد میں ان اشعار میں شامل مطلع قلم زد کر کے حاشیے پر وہ مطلع لکھ دیا گیا ہے جو آیات سوم میں ملتا ہے۔

بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں سے ۸ آیات اول میں شامل ہیں (ش: ۳، ۵، ۷، ۱۲ تا ۱۷)۔ باقی دو شعر وہ ہیں جو آیات سوم میں ہیں۔

رسالہ ”ہمایوں“ میں یہ غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ اس میں وہ زائد شعر بھی ہے جو اس بیاض میں ملتا ہے۔ رسالہ ”پیانہ“ میں غزل کا انتخاب ہے جو پانچ شعروں (ش: ۱، ۲، ۷، ۸، ۱۲) پر مشتمل ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۱ : کیا خبر تھی دل سا شاہنشاہ آخر ایک دن
رسالہ ”ہمایوں“ : شاہنشاہ عالم ایک دن
شعر ۵، مصرع ۲ : عشق کے ہاتھوں گداؤں کا گدا ہو جائے گا
بیاض ۱۴ : اپنے ہی ہاتھوں
دونوں بیاضوں میں حاشیے پر متبادل الفاظ (”عشق کے“ بجائے ”اپنے ہی“) بھی لکھے ہیں۔
شعر ۱۰، مصرع ۲ : اک اشارے میں ہوا کے دم مٹا ہو جائے گا
رسالہ ”ہمایوں“ : ایک جھونکے میں ہوا کے
شعر ۱۲، مصرع ۱ : بڑھتے بڑھتے اپنی حد سے بڑھ چلا دست ہوس
رسالہ ”پیانہ“ : بڑھ گیا دست ہوس

زمانہ تصنیف:

آیات اول میں لکھا ہے:

”یہ وہ معرکہ آرا غزل ہے جو مرزا صاحب نے ۳۰ دسمبر ۱۹۲۲ء کو پنڈت امر ناتھ ساحر

دہلوی کے مشاعرے میں پڑھی تھی۔“ (ص ۱۲۲-۱۲۱)

لیکن بیاض ۱ میں مشاعرے کے انعقاد کا مہینہ اور سنہ تو یہی ہے تاریخ مختلف ہے: ”مشاعرہ دہلی۔ ۳۱

دسمبر ۱۹۲۲ء۔“ (ورق ۲۰ ب)

۲۰: ص ۱۲۹-۱۲۶

☆ آیات سوم: ص ۱۱۱-۱۰۹، ش ۲۹

☆ گنجینہ ق: ص ۸۶، ش ۱۵ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۲۱ ب و ورق ۲۲، الف

☆ ماہنامہ ”کبکشاں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۷

☆ آیات دوم: ص ۴۳-۴۰، ش ۱۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۹، ش ۱۵ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۳۳، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۱۱ ب و ورق ۱۲، الف

۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن آیات اول، دوم و سوم میں یکساں ہے۔ گنجینہ موق، اور بیاض ۳ و ۴ میں مطلع ثانی حذف کر دیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں کلیات میں شامل غزل کے تمام اشعار موجود ہیں۔ ایک شعر زائد ہے۔ رک: باقیات ۹۔ رسالہ ”کبکشاں“ میں وہ تمام اشعار ہیں جو بیاض ۱ میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۳، مصرع ۱، آیات اول و رسالہ ”کبکشاں“ : دوا کا اور دعا کا امتحان منظور تھا دل کو بعد کے تمام مجموعوں میں : منظور تھا ورنہ کلیات میں یہ مصرع بعد کے مجموعوں کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مرزا صاحب نے یہ غزل ۷ مارچ ۱۹۲۰ء کو کیتنگ کالج لکھنؤ کے سالانہ مشاعرے میں پڑھی تھی۔“ (آیات اول، ص ۱۲۶)

۲۱: ص ۱۳۲-۱۲۹ و ص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۵ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۴۶-۴۳، ش ۱۹
☆ گنجینہ م: ص ۲۰-۱۹، ش ۱۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۷، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۱۳، الف
☆ آیات سوم: ص ۱۱۳-۱۱۱، ش ۳۰
☆ گنجینہ ق: ص ۸۷، ش ۱۶ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۲ ب و ۲۳، الف
☆ کجکول: ص ۵۳

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، نومبر ۱۹۱۵ء، ص ۱۵-۱۴

کلیات میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ سب آیات اول میں ہیں۔ ۱۳ شعر غزل کے متن میں اور ایک ”متفرقات“ کے تحت۔ اس ایک شعر کو مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، باقی ۴ شعر کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں۔ رک: باقیات ۱۰۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ۱۳-۱۲ شعر ہیں۔ شعر ۱۳، ان میں نہیں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۳ میں ۱۱-۱۱ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۸، ۹، ۱۳) ان میں نہیں ہیں۔ گنجینہ موق میں ۹-۹ شعر ہیں۔ ۵ شعر (ش: ۴، ۸، ۱۰، ۱۳) ان میں نہیں ہیں۔ کجکول میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۹ شعر کلیات کے (ش: ۳، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳) اور ۴ باقیات کے۔ رسالہ ”خیال“ میں ۲۱ شعر ہیں۔ کلیات کا مطلع اس میں نہیں ہے، مذکورہ بالا مجموعوں کے باقی تمام شعر اس میں ہیں۔ چار شعر ایسے ہیں جو کسی مجموعے میں جگہ نہیں ملتے۔ ان زائد اشعار کے لیے رک: ضمیرہ ۲، ش ۷۔

اختلاف نسخ:

کلیات میں شعر ۳ پر جو حاشیہ ہے، وہ صرف آیات سوم میں ہے۔ شعر ۱۴، مصرع ۲ : سلسلہ چھڑ گیا جب آپ کے افسانے کا آیات اول، دوم، سوم، بیاض ۳ و ۴، کجکول اور رسالہ ”خیال“ میں ”آپ“ کی بجائے ”یاس“ ہے۔ کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق ”آپ“ لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :
”مشاعرہ منصور نگر، ۱۹۱۵ء“ (بیاض ۱)

۲۲: ص ۱۳۳-۱۳۴

☆ آیات سوم: ص ۱۱۳، ش ۳۱
☆ بیاض ۳: ورق ۲۳ ب و ورق ۲۴، الف
☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، اگست ۱۹۱۵ء: ص ۴۱-۴۰

☆ آیات دوم: ص ۴۹-۴۶، ش ۲۰
☆ بیاض ۱: ورق ۲۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۲ ب

کلیات میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں یہ سب شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۵ تا ۷) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں کلیات میں شامل تمام اشعار کے علاوہ بھی ایک شعر ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۶۔ بیاض ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۵ و ۶) اس میں نہیں۔ رسالہ ”خیال“ میں یہ غزل ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک شعر (ش: ۶) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ ۵ شعر کلیات سے زائد ہیں۔ ایک تو وہی ہے جو بیاض ۱ میں زائد ہے۔ باقی ۴ کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱: جلوۂ موہوم آخر خضر منزل ہو گیا
رسالہ ”خیال“: شکر ہے پیک تصور خضر منزل ہو گیا
شعر ۳، مصرع ۲: سیکڑوں آزاد پابند سلاسل ہو گیا
اس پر آیات سوم میں یہ حاشیہ ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا:
”سیکڑوں آزاد پابند ہو گیا۔ عین روز مرہ ہے۔ اہل زبان بعض اوقات واحد بول کر جمع

مراد لیتے ہیں“۔ (ص ۱۱۳)

شعر ۱۱، مصرع ۱: یاس اب تنگ آ گئے اس ملکبھی پوشاک سے
بیاض اور رسالہ ”خیال“: تنگ آیا ہوں بہت اس
بیاض ۱ میں اس مصرعے کو قلم زد کر کے کلیات کے مطابق مصرع لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ ہاپوڑ۔ ۱۹۱۵ء“ (بیاض ۱)

ہاپوڑ میں سالانہ مشاعرے کا اہتمام وہاں کے دو رئیس چودھری بھٹی نراین اور سید ابن حسن کرتے تھے۔ انتظامی امور حکیم شاہ ابوالحسن شفیق حیدر آبادی مدیر ماہنامہ ”خیال“ سے متعلق تھے۔ ۱۹۱۵ء کا مشاعرہ ۲ جولائی کو منعقد ہوا تھا اور اس کا مصرع طرح یہ تھا:

تو نے آدمی بات کی میں نیم بسمل ہو گیا
(اشتہار در ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جون ۱۹۱۵ء، عقبی سرورق)

۲۳: ص ۱۳۵

نشر کی غزل: ۱۱ کے ۷ شعر (ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶)۔ رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۲۴: ص ۱۳۶

- ☆ آیات دوم: ص ۵۱-۵۲، ش ۲۲
- ☆ بیاض ۱: ورق ۲۶ ب
- ☆ بیاض ۲: ورق ۱۳ ب
- ☆ گنجینہ م: ص ۲۰، ش ۱۷ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۲۳ ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں پانچ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔
س ک :

آیات اول میں شعر ۲، مصرع ۲ میں ”جاتا“ کی جگہ ”جاتا“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

۲۵: ص ۱۳۶-۱۳۷

نشر کی غزل: ۱۴، مکمل۔ رک: حاشیہ ۱۴، نشر

۲۶: ص ۱۳۷

نشر کی غزل: ۵ کے ۴ شعر (ش: ۴، ۵، ۷، ۱۰) رک: حاشیہ ۵، نشر۔

۲۷: ص ۱۳۸-۱۳۷

نشر کی غزل: ۱۲ کے تین شعر (ش: ۱، ۱۱، ۱۳)۔ رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۲۸: ص ۱۳۸ (مثلث)

- ☆ آیات دوم: ص ۶۰-۵۷، ش ۲۵
- ☆ گنجینہ م: ص ۹۲، ش ۱۴۱ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۴۰، الف و ب
- ☆ آیات سوم: ص ۱۱۳، ش ۳۳
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۰، ش ۱۲۰ (غ)
- ☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، جون ۱۹۲۵ء: ص ۳۴۹

۶ بندوں کے اس مثلث کا متن آیات اول و دوم میں یکساں ہے اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م وق میں ایک بند (ش: ۳) نہیں ہے۔ ”ہمایوں“ میں بھی ایک بند (ش: ۵) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ :

بند ۲، مصرع ۲ : اُمند رہا ہے ابر غم نہ جانے کب برس پڑے

ہمایوں : گھرا ہوا ہے ابر غم

بند ۳، مصرع ۱ : نہ مبتدا کی کچھ خبر نہ کچھ خبر کا مبتدا

لفظ ”مبتدا“ مذکور و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیات اول و دوم اور بیاض ۱ میں مؤنث ہے اور باقی سب میں مذکر۔

بند ۵، مصرع ۳ : فریب مجھ سے پوچھے کرشمہ سراب کا
 بیاض ۱ : فریب چل نہ جائے کیوں کرشمہ سراب کا
 بند ۶، مصرع ۳ : جواب باصواب یا جواب بے صواب کا
 ہمایوں : جواب ناصواب کا

س ک :

بند ۲، مصرع ۳ : گنجینہ م میں ”رندھا“ کی بجائے ”اندھا“ لکھا ہے۔
 بند ۵، مصرع ۳ : گنجینہ م میں ”کرشمہ سراب“ کی بجائے ”کرشمہ و سراب“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ اسلامیہ کالج اٹاوہ، ۱۱ | یکم | مارچ ۱۹۲۵ء“۔ (بیاض ۱)

۲۹ : ص ۱۳۶-۱۳۹

☆ آیات دوم : ص ۹۵-۹۱، ش ۳۷
 ☆ گنجینہ م : ص ۳۹-۴۰، ش ۴۶ (غ)
 ☆ بیاض ۱ : ورق ۳۹، الف و ب
 ☆ بیاض ۲ : ورق ۲۰ ب
 ☆ آیات سوم : ص ۱۳۸-۱۳۵، ش ۴۲
 ☆ گنجینہ ق : ص ۱۰۷-۱۰۶، ش ۴۳
 ☆ بیاض ۳ : ورق ۳۲ ب تا ورق ۳۳ ب
 ☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، مارچ ۱۹۲۵ء : ص ۱۵۵

۱۶ شعروں کی یہ غزل تمام مآخذ میں یکساں ہے۔ کلیات میں ترتیب اشعار گنجینہ م وق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۶، مصرع ۱ : اپنا ہاتھ اپنا گریباں اپنا سودا اپنا سر
 بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا : اپنا ہاتھ اپنا گریباں اپنا دکھ اپنی دوا
 اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔ ”ہمایوں“ میں قلم زد مصرع شائع ہوا ہے۔
 شعر ۸، مصرع ۱ : حاشیے کیا کیا چڑھاتے ہیں نفس میں زندہ دل
 بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا : رت بدلتے دفتر معنی وجدانی کھلا
 اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

س ک :

شعر ۵، مصرع ۱ : چاندنی کی سیر کرتے ہم سے آنکھیں ماہمک کر
 گنجینہ م میں ”کرتے“ کی جگہ ”کرے“ لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود صحیح
 کی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ کاظمی ضلع بلند شہر، موزیہ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۳ء“۔ (بیاض ۱)

۳۰: ص ۱۵۲-۱۴۷

- ☆ آیات دوم: ص ۷۳-۶۹، ش ۳۰
- ☆ گنجینہ م: ص ۳۶-۳۷، ش ۳۳ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۸، الف و ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۱۸، الف و ب
- ☆ آیات سوم: ص ۱۴۱-۱۳۸، ش ۳۳
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۳-۱۰۴، ش ۴۱ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۲۷، الف تا ۲۸، الف
- ☆ شہرت کاذبہ: ص ۱۲-۱۱
- ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، جون ۱۹۳۲ء: ص ۲۷-۲۶ (بعضاً: کارنامہ یاس)

۲۰ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم اور بیاض او ۳ میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں یہ ۴ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۷ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۳، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۷۔ ذیل کا شعر زائد ہے جو شعر: ۱۰ کے مصرع اول اور شعر: ۱۱ کے مصرع ثانی پر مشتمل ہے:

چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے

جی سن سے ہو گیا رخ بیمار دیکھ کر

بیاض ۴، شہرت کاذبہ اور رسالہ ”شباب اردو“ میں شعر ۳ نہیں ہے۔

س ک :

شعر ۳، مصرع ۱: آیات سوم میں ”عبرت سرائے دہر“ کی بجائے ”عبرت سرادہر“ لکھا ہے۔

شعر ۸، مصرع ۱: گنجینہ ق میں مصرع کا آخری لفظ ”ہم“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

شعر ۴، مصرع ۱: ”شباب اردو“ میں ”گل“ بجائے ”گل“۔

زمانہ تصنیف :

یہ غزل فروری ۱۹۱۷ء میں طلبہ علی گڑھ کالج کے مشاعرے کے لیے لکھی گئی تھی۔ مصرع طرح یہ تھا:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر (غالب)

(شہرت کاذبہ، ص ۱۱-۱۰، آیات سوم، ص ۲۱۳)

۳۱: ص ۱۵۷-۱۵۲

نشر کی غزل ۲۳ کے یہ ۱۴ شعر۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر۔

۳۲: ص ۱۵۹-۱۵۸

☆ آیات دوم: ص ۸۵-۸۴، ش ۳۴

☆ بیاض ۳: ورق ۸۶، الف

☆ ”مگدستہ سخن سنج“ لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۲۵

☆ ”مشتی مراسلہ یاس“ (مطبوعہ) بسلسلہ اجرا رسالہ ”کار امروز“ موزخہ ۴، نومبر ۱۹۳۰ء

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء: ص ۵۰ (بعضاً: موجِ تخیل)

آیات اول و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ اور یہی شعر شامل کلیات غزل کے متن

میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۶ شعر ہیں۔ اس میں مطلع ثانی زائد ہے جو باقیات میں شامل کیا گیا ہے۔ رک: باقیات ۱۱۔
 بیاض ۲ میں ۴ شعر ہیں۔ شعر: ۴، اس میں نہیں ہے۔ یہ غزل پہلی مرتبہ ”گلدستہ سخن سنخ“ میں شائع ہوئی تھی اور اس
 میں ۷ شعر تھے۔ ان میں سے ۴ کلیات کے متن میں شامل ہیں۔ (ش: ۲ تا ۵) کلیات کا مطلع اس میں نہیں ہے،
 اس کی جگہ بیاض ۱ کا مطلع ثانی ہے۔ ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ ان کے لیے رک:
 ضمیر ۲، ش: ۱۳۔ ”شباب اردو“ میں پہلی اور آخری مرتبہ کھل غزل ملتی ہے۔ اس میں وہ آٹھوں شعر ہیں جو کلیات میں
 غزل کے متن، باقیات اور ضمیمے میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱: وطن کو چھوڑ کر جس سرزمین کو میں نے عزت دی
 بیاض ۳ و ۴: سرزمین سے دل لگایا تھا
 گلدستہ سخن سنخ: سرزمین کو میں نے رونق دی

س ک:

اوپر اختلاف سنخ کے تحت جو مصرع درج ہے، بیاض ۱، میں اس میں لفظ ”کر“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔
 شعر ۴، مصرع ۱: کھلا آخر فریب سے چلا جب دُرد کا ساغر
 ”گلدستہ سخن سنخ“ میں ”دُرد“ کی جگہ ”دور“ چھپا ہے۔

زمانہ تصنیف:

”گلدستہ سخن سنخ“ میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ کلیات میں
 شامل مطلع پہلی مرتبہ کشی مراسلہ پاس میں شامل کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ مطلع اس مراسلے کی تحریر کے زمانے
 میں یعنی ۱۹۲۰ء میں اضافہ کیا گیا ہوگا۔

۳۳: ص ۱۶۳-۱۶۰

☆ آیات دوم: ص ۸۸-۸۵، ش ۳۵
 ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۸-۱۰۷، ش ۳۵ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۸۵، الف و ب
 ☆ گنجینہ م: ص ۴۰، ش ۴۷ (غ)
 ☆ بیاض ۱: ورق ۳۳، الف و ب
 ☆ بیاض ۲: ورق ۲۱، الف
 ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مئی ۱۹۳۱ء: ص ۱۸ (بعض: موجِ تخیل)

گنجینہ م وق کے سوا باقی سب مآخذ میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ اول الذکر دونوں مجموعوں میں
 ایک شعر (مطلع ثانی) کم ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب آیات اول کے مطابق ہے اور متن گنجینہ ق کی ترتیب
 کے مطابق۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱: آنکھ جھک جاتی ہے خار و گل کو باہم دیکھ کر
 آیات اول، بیاض ۳ و ”شباب اردو“: دل مرا دکھتا ہے خار و گل
 شعر ۶، مصرع ۱: رنگ لائی گرم بازاری ہوائے دہر کی

باقی سب مآخذ میں : ہوئے گرم کی
 شعر ۱۳، مصرع ۱ : انتقام قدرت خاموش آڑے آ گیا
 آیات اول و دوم، بیاض ۲۱ : انتظام قدرت
 شعر ۱۴، مصرع ۲ : چھیڑنا تھا قصہ غم گوش محرم دیکھ کر
 بیاض ۱ میں پہلے ”شکوہ غم“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”قصہ غم“ لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ عظیم آباد، ۱۲/۱۲/۱۹۳۰ء“ (بیاض ۱)

۳۴ : ص ۱۷۰-۱۶۳

☆ آیات دوم: ص ۷۷-۷۴، ش ۳۱
 ☆ گنجینہ: ص ۳۸-۳۷، ش ۴۴ (غ)
 ☆ بیاض ۱: ورق ۶۹، الف و ب
 ☆ بیاض ۳: ورق ۱۹ ب

☆ آیات سوم: ص ۱۴۷-۱۴۴، ش ۴۵
 ☆ گنجینہ: ص ۱۰۵-۱۰۴، ش ۴۲ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۲۸ ب و ورق ۲۹، الف

۱۵ شعروں کی یہ غزل تمام مآخذ میں یکساں ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸، مصرع ۲ : لہو کا گھونٹ اتر جاتا ہے جب شیر و شکر ہو کر
 گنجینہ : جاتا ہو جب

س ک :

شعر ۳، مصرع ۱: گنجینہ میں ”آشیاں“ بجائے ”آشنا“۔
 شعر ۶، مصرع ۲: گنجینہ میں ”بتلائے بے خبر“ بجائے ”مبتدائے بے خبر“ (یگانہ نے نسخہ باقر حسین رضوی میں بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے)۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ الہ آباد۔ ۱۷/فروری ۱۹۳۳ء“۔ (بیاض ۱)

یہ مشاعرہ دیوان رادھے ناتھ گلشن کی قائم کردہ ”بزم گلشن“ کے تحت ہوا تھا اور اس کی صدارت سرتاج بہادر پرو نے کی تھی۔ اس مشاعرے کا انتخاب یاس نے مرتب کر کے رسالہ ”زمانہ“ کانپور، جولائی ۱۹۳۳ء میں (بعنوان: ”بزم سخن“) شائع کیا تھا۔ (ص ۵۲-۵۳) اس میں دوسرے شاعروں کے ایک ایک دو شعر ہیں، یاس نے اپنی غزل کے ۹ شعر درج کیے ہیں۔

۳۵ : ص ۱۷۳-۱۷۱ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۳۳۸-۳۳۶، ش ۹۵
 ☆ گنجینہ: ص ۳۱، ش ۳۵ (غ)
 ☆ بیاض ۱: ورق ۲ ب و ورق ۳، الف

☆ آیات سوم: ص ۱۵۵، ش ۴۸
 ☆ گنجینہ: ص ۹۸-۹۷، ش ۳۳ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۹۳، الف و ب

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۰ء: ص ۴۹ (بعضاً: قد پارسی)

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۹

آیات اول، دوم، سوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے جو کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م د ق میں ۹ شعر ہیں۔ مطلع ثانی ان دونوں میں نہیں ہے۔ یہی نو شعر رسالہ ”صلائے عام“ میں ہیں۔ رسالہ ”شباب اردو“ میں ۵ شعر ہیں (ش: ۲ تا ۱۰، ۹، ۱۰) بیاض ۱ میں مذکورہ ۱۰ شعروں کے علاوہ بھی ایک شعر ہے۔ اس کے دوسرے مصرعے کے کچھ الفاظ ناخوانا ہیں۔ شعر یہ ہے:

خاطرِ افسردہ ماخواست سامانے دگر
انقلاب تازہ . . . و طوفانے دگر

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شباب اردو“ میں یہ غزل نامکمل شائع ہوئی تھی اور رسالہ ”صلائے عام“ میں مکمل۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ غزل جو ۱۹۲۰ء میں نامکمل تھی، ۱۹۲۲ء میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۹۲۳ء کے آغاز میں مکمل شائع ہوئی۔

۳۶: ص ۱۷۴ (رباعی)

☆ ترانہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۶۸ ☆ ترانہ ق: ص ۱۶۷

آیات اول میں یہ رباعی بلاعنوان ہے۔ کلیات میں عنوان ترانہ م وق کے مطابق درج کیا گیا ہے۔

س ک:

مصرع ۳: ترانہ م میں ”خاموش نشینے“ بجائے ”خاموش نشینے“۔

۳۷: ص ۱۷۹-۱۷۴

☆ آیات دوم: ص ۸۱-۷۷، ش ۳۲ ☆ آیات سوم: ص ۱۵۲-۱۴۷، ش ۴۶
☆ گنجینہ م: ص ۳۹-۳۸، ش ۴۵ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۶-۱۰۵، ش ۴۳ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۳، الف و ب ☆ بیاض ۲: ورق ۴۰، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۲۹ ب و ورق ۳۰، الف

۱۵ شعروں پر مشتمل یہ غزل آیات دوم و سوم میں مکمل ملتی ہے۔ اس لیے کلیات میں یہ انہیں کے مطابق ہے۔ ترتیب اشعار آیات دوم کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں بھی ۱۵ شعر ہیں لیکن چوتھا شعر قلم زد کر دیا گیا ہے۔ آیات اول میں ۱۴ شعر ہیں۔ شعر ۴، اس میں نہیں۔ گنجینہ م وق اور بیاض ۳ و ۴ میں بھی ۱۴، ۱۳ شعر ہیں۔ ان میں چوتھا شعر نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۴، مصرع ۱: بہارِ لکھنؤ کو خونِ دل سے کس نے سینچا ہے

آیات سوم: گلستانِ ادب کو

حاشیے میں ”گلستانِ ادب“ کا متبادل ”بہارِ لکھنؤ“ بھی لکھا ہے۔

”یہ غزل نومبر ۱۹۲۵ء میں دورانِ قیام علی گڑھ میں کاسٹھ پاٹ شالا کالج الہ آباد

کے مشاعرے کے لیے لکھی تھی۔“ (آیاتِ اول، ص ۱۷۴)

”مشاعرۃ الہ آباد۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۵ء“ (بیاض ۱)

۳۸: ص ۱۸۴-۱۷۹

☆ آیاتِ دوم: ص ۹۱-۸۸، ش ۳۶ ☆ آیاتِ سوم: ص ۱۵۵-۱۵۲، ش ۴۷

☆ گنجینہ م: ص ۴۱، ش ۴۸ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۸، ش ۴۶ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۱ ب و ورق ۱۲، الف (متنِ اول) ورق ۴۷، الف۔ ورق ۴۹، الف (متنِ دوم)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۱ ب و ورق ۳۲، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۲۲ ب

☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، مارچ ۱۹۲۰ء: ص ۴۷-۴۶

☆ ماہنامہ ”شبابِ اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۵۰-۴۹ (بعض: کلام یاس)

☆ ماہنامہ ”بہارستان“ لاہور، جولائی ۱۹۲۶ء: ص ۳۴ (بعض: کلام یگانہ)

آیاتِ اول و سوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں بھی غزل کے متن میں یہی شعر ہیں۔ بیاض ۱ کے سوا باقی تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۱۱-۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ متنِ اول قلم زد کر دیا گیا ہے۔ اس میں ۱۵ شعر ہیں۔ اس میں کلیات میں شامل غزل کے ۶ شعر موجود ہیں۔ (ش: ۲، ۴، ۶ تا ۹) باقی ۹ شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۱۲۔ باقیات میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع وہی ہے جو زیرِ نظر غزل کے پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ بیاض ۱ کے متنِ دوم میں ۱۲ شعر ہیں جو آیاتِ اول و سوم کے مطابق ہیں۔

رسالہ ”کھکشاں“ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ان میں سے ۶ کلیات میں شامل غزل کے متن میں موجود ہیں۔ (ش: ۲، ۴، ۶ تا ۸) شعر باقیات میں شامل ہیں (ش: ۲ تا ۹) ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ رک: ضمیرہ ۲، ش ۱۶۔

رسالہ ”شبابِ اردو“ میں یہ غزل ۱۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ۱۵ شعر تو وہی ہیں جو بیاض ۱ (متنِ اول) میں ہیں۔ ایک شعروہ ہے جو رسالہ ”کھکشاں“ میں زائد ہے اور ضمیرہ ۲، ش ۱۶ میں شامل ہے۔ رسالہ ”بہارستان“ میں اس غزل کا متن آیاتِ اول کے مطابق ہے (صرف مقطع کے دوسرے مصرعے میں لفظی اختلاف ہے۔ رک: اختلافِ نسخ)۔ اس رسالے میں ذیلی عنوان کے طور پر یہ لکھا ہے: ”مشاعرۃ فیروز پور کی بہترین غزل“۔ اس کے ساتھ رسالے کے مدیر اختر شیرانی کا یہ نوٹ ہے:

”حضرت مرزا صاحب کی شاعری، حکیمانہ محسوسات اور فلسفیانہ نکات سے لبریز ہوتی

ہے۔ اور یہ اندازِ خاص جس پر ہمیں بے اختیار صائب یاد آ جاتا ہے، اردو شعر میں آپ

ہی کا حصہ ہے۔ چنانچہ یہ غزل بھی اس اختصاصِ شعری سے خالی نہیں۔ بالخصوص ۱، ۳،

۵، ۶، ۹ ویں شعر کی داد نہیں دی جاسکتی۔“ (ص ۳۴)

اختلاف نسخ:

ذیل میں بیاض ۱ کے جو حوالے ہیں وہ متنِ اول کے ہیں

شعر ۲: نہ ترک اختیار آساں نہ ضبطِ خطرار آساں
یہی دستِ دعا جہلا کے اٹھ جاتا تھا دشمن پر

بیاض ۱، کھکشاں، شبابِ اردو: ضبطِ انتقام آساں
ترس کھاتے ہیں ایذا دوست پھر کس دل سے دشمن پر

شعر ۶، مصرع ۲: بھٹکتا کوئی کب تک جادہ شیخ و برہمن پر
بیاض ۱، کھکشاں، شبابِ اردو: مسافر پابگل تھے نقشِ پائے خضر و رہزن پر
شعر ۸، مصرع ۲: ڈھبے پڑتے ہیں آپ کیوں گل چیں کے دامن پر
بیاض ۱، کھکشاں، شبابِ اردو: آپ کیا گل چیں.....
شعر ۱۲، مصرع ۲: بجا ہے رشک تم جیسوں کو ایسے صاحبِ فن پر
آیات دوم، بیاض ۳ و ۴، بہارستان: بجا ہے لکھنؤ کو رشک ایسے

زمانہ تصنیف:

”یہ غزل... لاہور میں فیروز پور کے مشاعرے کے لیے کہی تھی جو ماہ مئی ۱۹۲۶ء میں

منعقد ہوا تھا۔“ (آیات اول، ص ۱۸۰)

لیکن، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اس غزل کے ۸ شعر مارچ ۱۹۲۰ء میں رسالہ ”کھکشاں“ میں شائع ہو چکے تھے۔ اس بنا پر گمانِ غالب ہے کہ بیاض ۱ (متن اول) کے ”کھکشاں“ اور ”شبابِ اردو“ میں شامل تمام اشعار ۱۹۱۹ء کی تصنیف ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں فیروز پور میں مشاعرہ ہوا تو یگانہ نے کچھ نئے شعر بھی کہے۔ ”نئے شعر“ وہ ہیں جو بیاض ۱ کے متن اول میں نہیں ہیں اور متن دوم میں ہیں۔ کلیات میں شامل غزل میں ۶ شعر ”پرانے“ ہیں (ش: ۲، ۴، ۶، ۹ تا ۱۲) اور ۶ شعر ”نئے“ (ش: ۱، ۳، ۵، ۱۰، ۱۲ تا ۱۴) ہیں۔ باقیات اور ضمیمے میں شامل تمام شعر ۱۹۱۹ء کی تصنیف ہیں۔

۳۹: ص ۱۸۵ (رباعی)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۲

☆ ترانہ م: ص ۱۹۹، ش ۱۹۴

☆ بیاض ۱: ورق ۱، ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۶، ش ۱۷۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، مئی جون ۱۹۲۰ء: ص ۴۸

ترانہ م وق کے سوا کسی ماخذ میں رباعی کا عنوان نہیں ہے۔ یہ عنوان آیات اول میں شامل کیا گیا ہے۔
مصرع ۲ میں حضرت ابراہیمؑ کے والد (یا چچا) کا نام آیا ہے جسے تمام ماخذ میں ”آذر“ لکھا گیا ہے۔ (بقلم یگانہ ماخذ
میں بھی یہی املا ہے) کلیات میں اس کا صحیح املا ”آزر“ لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”کھکشاں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اہل لکھنؤ سے یگانہ کی معرکہ آرائی اپنے عروج پر تھی۔ یہ رباعی دراصل عزیز لکھنوی کے خلاف ہے۔

۴۰: ص ۱۹۴-۱۸۵

- ☆ آیات دوم: ص ۹۸-۹۵، ش ۳۸
- ☆ گنجینہ م: ص ۴۵، ش ۵۴ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۲۲، الف و ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۲۵ ب
- ☆ آیات سوم: ص ۱۷۸-۱۷۵، ش ۵۹
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۳، ش ۵۲ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۳۳، الف و ب

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، جون ۱۹۲۳ء: ص ۳۱۶-۳۱۵ (بعض: جذبات عالیہ)

۱۴ شعروں کی یہ غزل آیات اول، دوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۴ میں دو شعر (ش: ۶، ۳) نہیں ہیں۔ گنجینہ م وق میں ۴ شعر (ش: ۷، ۶، ۵، ۳) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے کے بیشتر الفاظ پر سیاہی اس طرح پھیری گئی ہے کہ وہ پڑھے نہیں جاتے۔ شعر یہ ہے:

قبلہ من جناب یاس آپ ہیں کس قطار میں
بے نماز میں.....

شعر ۱۴، مصرع ۲: شادی مرگ ہو گئے عید کے دن نماز میں

بیاض ۱ میں اس مصرعے پر یہ حاشیہ ہے: ”یعنی یاس خوشی کے مارے شادی مرگ ہو گئے۔“

مذکورہ مصرعے کے وزن کے متعلق آیات اول میں جو صراحت کی گئی ہے، وہ کلیات میں حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔ آیات سوم میں اس سلسلے میں یہ اضافہ ملتا ہے:

”اس مصرعے کے رکن اول کی تقطیع مقطعن پر نہیں، مفعولن پر ہوگی کیوں کہ یہاں تسکین اوسط کا زحاف واقع ہوا ہے اور یہ فن عروض کا مسلم مسئلہ ہے جس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔“ (ص ۱۷۹)

اس عروضی نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جب یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں شائع ہوئی تو اس میں ”شادی مرگ“ (بہ اضافت) لکھا گیا تھا۔ (”ہمایوں“ میں بھی آیات اول کے مطابق ۱۴ شعر ہیں)

س ک :

شعر ۱۰، مصرع ۱: ہوتا ہے بند ایک در نکھلتے ہیں صد ہزار در

آیات سوم میں ”ایک“ کی جگہ ”اک“ لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

”یہ غزل ... ۱۹۲۳ء میں بمقام لکھنؤ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوا کے سالانہ

مشاعرے کے لیے کہی گئی تھی۔“ (آیات اول، ص ۱۸۵)

”مشاعرہ اٹاوا۔ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء۔“ (بیاض ۱)

یگانہ اس مشاعرے میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ غزل ڈاک سے بھیج دی تھی (”قانی بدایونی۔ حیات،

شخصیت اور شاعری“ از ڈاکٹر مفتی تبسم، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۹ء، ص ۵۰)

۴۱: ص ۱۹۸-۱۹۵ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۱۱

☆ آیات سوم: ص ۱۸۲-۱۷۹، ش ۶۰

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۵، ش ۵۶ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵، الف

☆ آیات دوم: ص ۱۰۳، ۱۰۱، ش ۴۰

☆ گنجینہ م: ص ۴۷، ش ۵۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۲ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۸ ب

آیات اول میں غزل کے متن میں ۸ شعر ہیں اور ۹ واں ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی

مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ (ش: ۸)۔ آیات سوم کے علاوہ باقی تمام مآخذ میں یہی ۹ شعر ہیں۔

آیات سوم میں شعر: ۸ نہیں ہے۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ مین پوری۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۳ء۔“ (بیاض ۱)

۴۲: ص ۲۰۰-۱۹۸

☆ بیاض ۱: ورق ۳۲، الف

☆ آیات دوم: ص ۲۳۵-۲۳۳، ش ۹۸

☆ بیاض ۳: ورق ۹۵، الف

☆ ماہنامہ ”بہارستان“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۶ء، ص ۴۴۔ (بعضواں: ڈبر یگانہ)

بیاض ۳ کے سوا باقی سب مآخذ میں غزل کا متن یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں دو شعر (ش: ۷، ۸) نہیں ہیں۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”بہارستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۳: ص ۲۰۳-۲۰۰، ص ۳۰۰، ش ۹۲/۱۰ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۱۸۳-۱۸۲، ش ۶۱

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۶، ش ۵۷ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵ ب و ورق ۳۶، الف

☆ کجکول: ص ۴۷

☆ آیات دوم: ص ۱۰۶-۱۰۳، ش ۴۱

☆ گنجینہ م: ص ۴۸، ش ۶۰ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۹، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۸، الف

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء: ص ۴۰

☆ ماہنامہ ”کار امروز“ لکھنؤ، فروری مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۶۴

آیات اول میں غزل کے متن میں ۱۳ شعر ہیں اور ایک مطلع ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ اس مطلع کو بطور مطلع ثانی غزل میں شامل کیا گیا ہے اور یہی ۱۳ شعر کلیات میں ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ مطلع ثانی ان میں نہیں ہے۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ یہ ۶ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۶ تا ۸۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۵ شعر اس میں نہیں: ش: ۲، ۴، ۶، ۸، ۱۱۔ گنجینہ ق میں ۸ شعر ہیں۔ ۶ شعر جو اس میں نہیں ہیں، اُن میں سے ۵ تو وہی ہیں جو گنجینہ م میں کم ہیں، مزید ایک غزل کا پانچواں شعر ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ کلیات کا ایک شعر (ش: ۶) اس میں نہیں ہے، باقی ۱۳ موجود ہیں۔ دو شعرا یسے ہیں جو مذکورہ بالا دونوں رساں کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۱۳ (ش: ۲۱)۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۸، ۱۱۔ بکول میں یہ ۵ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۱۲ تا ۱۳۔

رسالہ ”خیال“ میں ۱۵ شعر ہیں۔ کلیات کا ایک شعر (ش: ۵) اس میں نہیں ہے۔ باقی ۱۳ موجود ہیں۔ اس میں دو شعر کلیات سے زائد ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو باقیات کا دوسرا شعر ہے۔ اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: ضمیمہ ۲، ش: ۸۔

رسالہ ”کار امروز“ میں ۱۵ شعر ہیں۔ آیات اول کا ایک شعر (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ باقی ۱۳ ہیں۔ اس میں کلیات سے دو شعر زائد ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو باقیات کا پہلا شعر (مطلع) ہے۔ اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۱۳، شعر ۳۔

اختلاف نسخ:

شعر ۹، مصرع ۲: کیا جانیں کیا طلسم ہے مُشتِ غبار میں
آیات سوم، گنجینہ م، کار امروز: کیا جانے کیا

زمانہ تصنیف:

یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”خیال“ محولہ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ اس بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: ص ۲۰۳

☆ آیات دوم: ص ۱۰۹-۱۰۷، ش ۴۲
☆ بیاض ۱: ورق ۳۷، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۹، الف
☆ آیات سوم: ص ۱۸۳، ش ۶۲
☆ بیاض ۳: ورق ۳۶، ب

۸ شعروں کی اس غزل کا متن تمام مجموعوں اور بیاضوں میں یکساں ہے۔ سوائے اس کے کہ غزل کے آخر میں غالب کا شعر صرف آیات اول میں ہے۔ یگانہ نے غالب کے شعر کے مصرع اول میں ”بک رہا ہوں“ کی جگہ ”بک گیا ہوں“ لکھا ہے۔ بیاض ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء یگانہ نے زیر نظر غزل اور آیات اول کی غزل ۴۹ کے اشعار پر مشتمل ایک ہی غزل لکھی تھی۔ بعد میں اشعار کو دو غزلوں میں تقسیم کر دیا۔

شعر ۸، مصرع ۲: یاس کیا کیجیے جب ہاتھ میں تلواریں نہیں
بیاض ۱: ہائے کیا کیجیے
بیاض ۴: آہ کیا کیجیے

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ الہ آباد۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔“ (بیاض ۱)

۲۵: ۲۰۴-۲۰۵

☆ آیات دوم: ص ۱۱۱-۱۰۹، ش ۴۳

☆ آیات سوم: ص ۱۸۴-۱۸۳، ش ۶۳

☆ گنجینہ م: ص ۴۷، ش ۵۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۵، ش ۵۵ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۹ ب (متن اول) ورق ۳۱ ب (متن دوم)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۷ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۷، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، نومبر ۱۹۴۱ء: ص ۱۲ (بعض: موج تخیل)

۸ شعروں کی یہ غزل آیات اول، دوم، سوم، بیاض ۱ (دونوں متون) اور ”شباب اردو“ میں یکساں ہے۔

گنجینہ م وق میں ۷ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک شعر تمام مآخذ سے زائد

ہے۔ رک: باقیات ۱۲۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱: دستِ شل کو دخل ناممکن خطر تقدیر میں

شباب اردو: دخل کیا ہے خامہ تقدیر میں

س ک:

شعر ۶، مصرع ۱: شوخیاں کیا کیا دکھائیں حسنِ مشتِ خاک نے

آیات اول میں ”میں“ بجائے ”نے“۔

شعر ۸، مصرع ۱: اصل کے آگے فریبِ نقل چل سکتا نہیں

گنجینہ م میں ”زل“ بجائے ”چل“۔ (گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح

کی ہے)۔

زمانہ تصنیف:

فروری ۱۹۱۷ء۔ (بیاض ۱)

۲۶: ۲۰۵

نثر کی غزل: ۲۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱۲، ۹، ۸، ۶، ۵۔

رک: حاشیہ ۲۳، نثر

۲۷: ۲۰۵-۲۰۶

☆ آیات سوم: ص ۱۸۶-۱۸۵، ش ۶۵

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۳-۱۱۲، ش ۵۳ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۹، الف و ب

☆ کجکول: ص ۶۸

☆ آیات دوم: ص ۱۲۰-۱۱۷، ش ۴۹

☆ گنجینہ م: ص ۴۶-۴۵، ش ۵۵ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۸، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۷، الف

آیات اول، دوم، سوم اور بیاض ۳ و ۴ میں ۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ گنجینہ موق میں ۱۰ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۱۱، ۱۰) نہیں ہیں۔ بیاض ۱، اور کجکول میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہی جو کلیات میں ہیں اور ایک شعر ایسا ہے جو بوجہ شائع نہیں کیا جاسکتا۔ خود یگانہ نے بھی اسے اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیا۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱: بجھائے کون اب دل کی لگی شوقِ شہادت میں
بیاض ۴ میں ”اس“ بجائے ”اب“۔

س ک:

کجکول میں مطلع کے مصرع ثانی میں لفظ ”ہی“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۵ء (آیات سوم، ص ۲۱۹)

”مشاعرہ ہر دوئی... ۱۹ء“ (بیاض ۱) اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی جگہ خالی رہ گئی ہے۔

۲۸: ص ۲۰۷ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۴ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۱۰۱-۹۹، ش ۳۹ و ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۲ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۱۸۷-۱۸۶، ش ۶۶ ☆ گنجینہ م: ص ۵۰، ش ۶۳ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۸-۱۱۷، ش ۶۱ (غ) ☆ بیاض ۱: ورق ۳۵، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۸، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۳۰ ب

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۵۱-۵۰ (بعنوان: موجِ تخیل)

آیات اول و دوم میں اس غزل کے دس شعر متن میں ہیں اور ایک مطلع ”متفرقات“ کے تحت۔ کلیات میں یہی ۱۱ شعر ہیں، متفرقات کا مطلع غزل میں بطور مطلع اول شامل کر دیا گیا ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ اس میں مطلع اول اور شعر: ۷ نہیں ہے۔ گنجینہ موق اور بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں شعر: ۷ نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۱۵۔ بیاض ۳ میں کلیات میں غزل کے متن میں شامل تمام اشعار موجود ہیں۔

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہی ہیں جو مجموعی طور پر تمام مآخذ میں ملتے ہیں، دو شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے مآخذ میں نہیں ہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۹۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۲: اب جو چونکے ہیں تو آپ اپنا گلہ کرتے ہیں

شباب اردو: تو خود اپنا

شعر ۸، مصرع ۲: جانِ نظارہ اول پہ فدا کرتے ہیں

شباب اردو: اول میں فدا

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ شاہ جہان پور۔ ۱۳ فروری ۱۹۲۱ء“۔ (بیاض ۱)

☆ گنجینہ م: ص ۴۹، ش ۶۳ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۳۷، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۸ ب

☆ آیات دوم: ص ۱۱۳-۱۱۴، ش ۴۶
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۷، ش ۶۰ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۳۸، الف

تمام مآخذ میں ۴ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ بیاض ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء یگانہ نے زیرِ نظر غزل اور آیات اول کی غزل: ۴۴ کے اشعار پر مشتمل ایک ہی غزل لکھی تھی۔ بعد میں اس کو دو غزلوں میں منقسم کر دیا۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۲: گردشِ بختِ یہ گردشِ پرکار نہیں
بیاض ۱: گردشِ بختِ زبوں گردشِ

س ک:

شعر ۴، مصرع ۱: اے زہے بخت کہ سرتیری امانت کے سوا
آیات اول میں ”زہر“ بجائے ”زہے“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ الہ آباد۔ ۴ اکتوبر ۱۹۲۳ء“ (بیاض ۱)

۵۰: ص ۲۱۰ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۳ (متفرقات)
☆ آیات دوم: ص ۱۱۳-۱۱۴، ش ۴۵

☆ بیاض ۱: ورق ۲۹، الف

آیات اول میں اس غزل کے پانچ شعر متن میں اور ایک ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ کلیات میں یہ شعر بھی غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (ش: ۶) آیات دوم میں یہ شعر نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ان تمام اشعار کے علاوہ ۳ شعر اور بھی ہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۴۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱: آجائے تیرا نام زباں پر تو کیا عجب
بیاض ۱: آجائے اُن کا نام

س ک:

شعر ۱، مصرع ۱: جادے کو کاروانِ عدم کی خبر نہیں
آیات اول: جادو کو

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ کاکوری ۱۹۱۵ء“۔ (بیاض ۱)

۵۱: ص ۲۱۰

نشر کی غزل: ۲۵ کے یہ شعر۔ ش: ۱۱، ۹۔
رک: حاشیہ ۲۵، نشر۔

۵۲: ص ۲۱۲-۲۱۱ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۲

نشر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۱، ۳ تا ۱۶۔

۵۳: ص ۱۱۳-۲۱۲

نشر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳۔

۵۴: ص ۲۱۳-۲۱۲ (فخریہ)

☆ آیات دوم: ص ۱۲۷-۱۲۵، ش ۵۲
☆ بیاض ۳: ورق ۵۱، الف و ب
☆ بیاض ۱: ورق ۳۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۹ ب
☆ چراغِ سخن، طبع دوم: سرورق ۲۔ (عنوان: اسمعوا افہوا، یاس نام آورم، فارح لکھنؤ)
☆ شہرت کا ذبہ: ص ۲۳-۲۲

دونوں مجموعوں اور تینوں بیاضوں میں ۷ شعروں کے اس قطعے کے اشعار یکساں ہیں۔ عنوان ”فخریہ“ بھی سب میں ہے۔ ”چراغِ سخن“ میں سرورق ۲ پر یہ قطعہ چھپا ہے۔ اس میں ۶ شعر ہیں۔ آخری (ساتواں) شعر اس میں نہیں ہے۔ ”شہرت کا ذبہ“ میں پورا قطعہ نقل نہیں کیا گیا۔ دو شعر (ش: ۴، ۵) اس میں نہیں ہیں۔ ابتدا میں یگانہ نے ۵ شعروں کا قطعہ لکھا تھا۔ آخری دو شعروں کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں ”شہرت کا ذبہ“ میں یہ تفصیل ملتی ہے، بزبان فصیح الدین بلخی جو دراصل خود یگانہ ہیں:

۱۹۲۰ء میں عظیم آباد کے مشاعرے میں مرزا صاحب [یگانہ] نے اک فخریہ قطعہ پڑھا تھا... پانچ شعر... لکھنؤ واپس آ کر اس قطعے میں اور اک شعر بڑھا کر ”ہمد“ میں شائع کرا دیا۔ وہ آخری شعر یہ ہے:

جان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں مجھے یاس اہل دل
آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں
... آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد کہنے پر جب اہل لکھنؤ خفا ہوئے تو مرزا صاحب نے کہا، کہاں جاتا ہے اور لیتا جا۔ داماد کا قافیہ مرزا صاحب نے نہیں کہا تھا، بس اس کی کسر تھی۔ یہ قافیہ یاد آتے ہی مرزا صاحب نے ایسے زور سے اک چٹکی لی کہ گومتی والے بلبل گئے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لکھنؤ کے فیض سے دو دو ہیں سہرے میرے سر
اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

(دیباچہ، ص ۲۳-۲۲)

مذکورہ شعر میں لفظ ”یگانہ“ بطور تخلص استعمال نہیں ہوا کیوں کہ ۱۹۲۰ء تک یاس نے یہ تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

”یاس کے ساتھ یگانہ تخلص کرنے کی بنیاد غالباً یہیں سے پڑتی ہے۔“ (آیات اول، ص ۲۱۵)

آیات اول و دوم میں اُن شعرا کے ناموں کی فہرست بھی دی گئی ہے جن کے تخلص اس قطعے میں آئے ہیں۔ یہاں یہ فہرست آیات اول سے (ص ۲۱۴) مطابق اصل نقل کی جاتی ہے۔ تین جگہ قلابین میں حاشیہ نگار کا اضافہ ہے۔ بعض ناموں کے آگے قوسین میں سال ہائے وفات درج کیے گئے ہیں۔ یہ سنیں ”مسلم شعرائے بہار“ از حکیم سید احمد اللہ ندوی (کراچی ۱۹۷۰ء) سے ماخوذ ہیں، سوائے تمنا پھلواروی کے سال وفات کے جس کا ماخذ ”تذکرہ معاصرین“ از مالک رام (جلد دوم، دہلی ۱۹۷۶ء، ص ۹۳) ہے۔

۱۔ مولوی سید علی خاں صاحب بے تاب عظیم آبادی جن کے فیض سے مرزا صاحب [یگانہ] کی دماغی نشوونما کی ابتدا ہوئی۔ (۳۰ ستمبر ۱۹۲۸ء)

۲۔ خان بہادر مولانا شاد [عظیم آبادی]، مرزا صاحب [یگانہ] کے معلم ثانی۔ (۷ جنوری ۱۹۲۷ء)

۳۔ مولوی سید مرتضیٰ صاحب شیر عظیم آبادی۔

۴۔ خان بہادر شمس العلماء مولانا سید محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی۔ (۷ جون ۱۹۲۳ء)

۵۔ مولانا سید محی الدین صاحب تمنا پھلواروی عظیم آبادی۔ (۲۷ نومبر ۱۹۷۲ء)

۶۔ ڈاکٹر سید مبارک حسین صاحب عظیم آبادی تلمیذ حضرت داغ دہلوی۔ (۱۹۵۸ء)

۷۔ سید عنایت حسین صاحب امداد عظیم آبادی۔

۸۔ حافظ فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی۔ (اگست ۱۹۴۲ء)

۹۔ نواب سید صادق حسین صاحب نہال عظیم آبادی۔

۱۰۔ سید ندیر حسین صاحب شایق عظیم آبادی۔

۱۱۔ سید علی حیدر صاحب شیدا عظیم آبادی۔

۱۲۔ سید عزیز الدین صاحب راز بلخی عظیم آبادی (۱۹۳۵ء)

قطعے کے شعر: ۴ میں پہلے باقر کا نام تھا۔ بعد میں اسے حذف کر کے رنجور کا نام شامل کیا گیا۔ باقر سے مراد سید محمد باقر، باقر عظیم آبادی ہیں۔ (وفات: ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء)

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱: شیر و رنجور و تمنا و مبارک کا غلام

بیاض او چراغ سخن: باقر و شیر و تمنا و مبارک کا غلام

س ک:

شعر ۳، مصرع ۱: ہوں ادب پروردہ بے تاب، فخر روزگار

شہرت کا ذبہ: بے تاب و فخر روزگار

زمانہ تصنیف:

”یہ قطعہ فخریہ ۱۹۲۰ء کی تصنیف ہے ... اپریل ۱۹۲۰ء میں ایک مشاعرہ درگاہ شاہ

ارزاں عظیم آباد میں ہوا تھا ... اُسی مشاعرے میں مرزا صاحب [یگانہ] نے یہ قطعہ

پڑھا تھا۔“ (آیات اول، ص ۲۱۴)

”قطعہ فخریہ، بمشاعرہ عظیم آباد، اپریل ۱۹۲۰ء۔“ (بیاض ۱)

۵۵: ص ۲۱۸-۲۱۷ (ترانہ ششقیہ)

☆ آیات دوم: ص ۲۳۹-۲۳۷، ش ۱۰۰

☆ بیاض ۱: ورق ۳، الف

☆ چراغ سخن، طبع دوم: سرورق ۲

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، نومبر ۱۹۲۰ء: ص ۳۳۔ (بعنوان: ترانہ خودی)

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، مئی ۱۹۲۱ء: ص ۴۶۰۔ (بعنوان: سرور خودی)

دونوں رسائل کے سوا، باقی مآخذ میں عنوان ”(ترانہ ششقیہ)“ اور شعروں کی تعداد (۹) مشترک ہے۔
دونوں رسائل میں صرف یہ ۳ شعر ہیں۔ ش: ۵، ۳، ۲۔

زمانہ تصنیف:

”۱۹۲۰ء میں یہ ترانہ ششقیہ تصنیف کیا۔“ (آیات اول، ص ۲۱۸)

۵۶: ص ۲۲۳-۲۱۹

☆ آیات دوم: ص ۱۲۹-۱۲۷، ش ۵۳

☆ آیات سوم: ص ۲۶۷-۲۶۵، ش ۸۳

☆ گنجینہ م: ص ۵۵، ش ۷۱ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۳، ش ۶۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۳۵ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۵۲، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۳۳ ب

آیات اول میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے اور یہی سب شعر کلیات میں شامل غزل میں ہیں۔ آیات دوم میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۷، ۸، ۱۱، ۱۲۔ آیات سوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۸، ۱۳۔ آیات سوم میں مقطع (ش: ۱۳) چوں کہ حذف کر دیا گیا ہے، اس لیے شعر: ۵ کے مصرع ثانی میں ترمیم کر کے اُسے بطور مقطع درج کیا گیا ہے۔ یہ ”نیا“ مقطع کلیات میں حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔ گنجینہ م وق میں ۱۱ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش: ۶، ۱۰، ۱۳۔ آیات سوم کی طرح گنجینہ م وق میں شعر: ۵ کو ترمیم شدہ صورت میں بطور مقطع درج کیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں یہ غزل آیات اول کے مطابق ہے۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ اس میں مقطع نہیں ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۱۰، ۱۳۔ غزل کے جو شعر گنجینہ ق میں ہیں، اُن میں سے ۲ شعروں میں یگانہ نے ترمیم کی ہیں (رک: اختلاف نسخ) کلیات میں شامل یہ شعر گنجینہ ق کے مطابق ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۲: بندہ وہ ہے جو بندہ ہو بندہ نما نہ ہو
آیات اول و دوم و بیاض ۳: جو بندہ بندہ نما نہ ہو
شعر ۱۱، مصرع ۱: اُمیدِ صلح کیا ہو کسی حق پرست سے
آیات اول و سوم: حق پسند سے

س ک:

شعر ۱، مصرع ۲: گنجینہ م میں ”گرد باد“ کی جگہ ”گرد و باد“ لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ بسوان۔ جولائی ۱۹۲۲ء۔“ (بیاض ۱)

۵۷: ص ۳۲۳-۳۲۷

☆ آیات دوم: ص ۱۳۳-۱۳۰، ش ۵۴، ص ۲۸۳، ش ۱۲۹/۵ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۲۷۰-۲۶۷، ش ۸۵

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۳، ش ۶۹ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۵۶، ش ۷۲ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵۳، الف و ب

☆ بیاض ۱: ورق ۳۶، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۳، الف

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، جنوری ۱۹۲۳ء: ص ۷۹-۷۸

☆ بزم گلشن، مرتبہ دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن لاہوری، الہ آباد ۱۹۲۳ء: ص ۱۳۶-۱۳۵

آیات اول اور بیاض ۱ میں ۸ شعر ہیں اور یہی کلیات میں شامل ہیں۔ آیات دوم میں ۱۶ شعر ہیں، ۱۵ غزل میں اور مطلع اول ”متفرقات“ کے تحت۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱۲، ۲۔ بیاض ۳ میں ۱۵ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱۲، ۱، ۱۳۔ اس بیاض میں شعر: ۱۲ قلم زد کیا گیا ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۳-۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱۲، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ گنجینہ ق میں ان چاروں شعروں کے علاوہ ایک اور شعر (ش: ۳) بھی کم ہے۔ بیاض ۲ میں یہ تین شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱۲، ۱۲، ۱۳۔ رسالہ ”ہمایوں“ اور ”بزم گلشن“ میں جو غزل شائع ہوئی ہے، اُس میں ۱۹ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۴۵۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱۳، مصرع ۱ : بے چارے بد نصیب گرفتار آشیاں

آیات اول، بیاض ۱، ۳، ۴، بزم گلشن : ہم ایسے بد نصیب

س ک :

شعر ۱، مصرع ۱: رسالہ ”ہمایوں“ میں ”آمادہ کر لیا“ کی جگہ ”آمادہ کر دیا“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

”یہ وہ غزل ہے جو دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن کے مشاعرے کے لیے

۱۹۲۲ء میں کہی گئی تھی۔“ (آیات اول، ص ۲۲۳)

”مشاعرہ الہ آباد۔ ۵ نومبر ۱۹۲۲ء۔“ (بیاض ۱)

۵۸: ص ۲۳۳-۲۳۷

☆ آیات سوم: ص ۲۵۹-۲۳۶، ش ۷۹

☆ آیات دوم: ص ۱۳۷-۱۳۴، ش ۵۶

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۵، ش ۷۰ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۵۷-۵۶، ش ۷۳ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵۴، الف و ب

☆ بیاض ۱: ورق ۴۵، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۳ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، نومبر ۱۹۲۲ء: ص ۳۴-۲۶ (مقالہ از یگانہ: ”شعراے عصر میں یگانہ کا

درجہ“۔ ص ۲۷-۹۔ یہ مقالہ آیات سوم میں بھی شامل ہے۔ ص ۲۶۴-۱۸۹)

آیات اول و دوم اور تینوں بیاضوں میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ اور یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات سوم اور گنجینہ موق میں ایک شعر (ش: ۸) کم ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۵، مصرع ۱ : اسیروں کی یہ خاموشی کسی دن رنگ لائے گی

آیات اول : کسی دن گل کھلائے گی

آیات اول کے بعد کے تمام مآخذ میں یہ مصرع ترمیم شدہ صورت میں ملتا ہے، اس لیے کلیات میں ترمیم شدہ مصرع شامل کیا گیا ہے۔

شعر ۱۴، مصرع ۲ : بغل میں پالتے کیوں یاس دل سے دشمن جاں کو

نیرنگ خیال، ص ۳۳ : کیوں آپ دل دل

س ک :

شعر ۱۴، مصرع ۲ : بیاض ۳ میں لفظ ”پالتے“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

”یہ ماسٹر پیس مصنف کے دوران قیام علی گڑھ کی یادگار ہے۔ دسمبر ۲۵ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کی جوبلی کے موقع پر ایک مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی ایک نشست میں مرزا صاحب [یگانہ] بھی شریک ہوئے تھے۔“

(آیات اول، ص ۲۲۸-۲۲۷)

”مشاعرہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء۔“ (بیاض ۱)

۵۹ : ۲۳۳-۲۳۴

☆ گنجینہ م : ص ۷۲، ش ۹۲ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۷ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۳۵، الف

☆ گل دستہ سخن سنج، لکھنؤ، جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۴۲

☆ آیات دوم : ص ۱۳۸، ش ۵۸

☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۹، ش ۸۹ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۳۸ ب

☆ جگول : ص ۱۰۲

۴ شعروں کی یہ غزل تمام مجموعوں اور بیاضوں میں یکساں ہے۔ ”جگول“ میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔ گل دستہ سخن سنج میں ۵ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک : باقیات ۴۶۔

س ک :

شعر ۲، مصرع ۲ : دل سے جب قطع امید بے وفا ہو جائے گی

آیات دوم : دل سے قطع جب امید دل

زمانہ تصنیف :

گل دستہ سخن سنج کے محولہ بالا شمارے میں مدیر گل دستہ کی طرف سے دیے گئے مصرع طرح :

کچھ نہ کچھ بیمار فرقت کی دوا ہو جائے گی

پرکھی گئی غزلیں جمع کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے جو غزل جنوری ۱۹۱۸ء کے شمارے میں چھپی ہوئی، وہ ۱۹۱۷ء میں لکھی گئی ہوگی۔

۶۰: ص ۲۳۶-۲۳۴

☆ آیات سوم: ص ۳۶۱-۳۶۰، ش ۹۸

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۳، ش ۱۱۱ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵۵، الف و ب

☆ آیات دوم: ص ۱۳۱-۱۳۹، ش ۵۹

☆ گنجینہ م: ص ۸۶، ش ۱۱۴ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۴، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۳۵ ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۱۰ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۲۳ء (بیاض ۱)

۶۱: ص ۲۳۷-۲۳۶ (فارسی غزل)

☆ بیاض ۱: ورق ۳، الف و ب

☆ آیات دوم: ص ۲۵۱-۲۴۹، ش ۱۰۱

☆ بیاض ۳: ورق ۹۵ ب

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، جنوری ۱۹۲۲ء: ص ۱۸-۱۷

۱۱ شعروں کی یہ غزل آیات دوم کے بعد کسی مجموعے میں شامل نہیں کی گئی۔ آیات اول و دوم اور بیاض ۱

میں یہ غزل یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں دو شعر (ش: ۷، ۸) شامل نہیں کیے گئے نیز ایک شعر (ش: ۳) قلم زد کیا گیا ہے۔ مقطّے کا مصرع ثانی جو واوین میں ہے، حافظ شیرازی کا ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۹: آں کہ جوید کعبہ خلوت مثال

ترک گوید سجدہ گاہ عام را

بیاض ۳: من کہ جویم کعبہ خلوت مثال

ترک گفتم سجدہ گاہ عام را

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر گمان غالب ہے کہ یہ غزل ۱۹۲۱ء کی تصنیف ہے۔

۶۲: ص ۲۳۹-۲۳۸

نشر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۵ تا ۱۱، ۱۴ تا ۱۷۔

رک: حاشیہ ۳۶، نشر۔

۶۳: ص ۲۴۰-۲۳۹

نشر کی غزل: ۳۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱، ۱۴ تا ۱۶، ۱۷۔

رک: حاشیہ ۳۵، نشر۔

☆ آیات سوم: ص ۳۸۶-۳۸۵، ش ۱۱۰

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸، ش ۸۶ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵۷، الف و ب

☆ خودنوشت، قلمی: ص ۴۸

☆ آیات دوم: ص ۱۳۸-۱۳۶، ش ۶۲

☆ گنجینہ م: ص ۷۰-۷۱، ش ۸۹ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۱، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۷، الف

☆ چراغِ سخن، طبع دوم: ص ۱۰-۹

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، اپریل و مئی ۱۹۱۶ء، ص ۱۵۸-۱۵۷

آیات سوم کے سوا تمام مجموعوں، بیاضوں اور خودنوشت میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہی سب شعر کلیات میں ہیں اور ان کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ مطلعِ اول اس میں نہیں ہے۔ یہ آیات سوم میں کی ایک دوسری غزل (ش: ۱۲۲) میں شامل ہے۔ وہاں سے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ ”چراغِ سخن“ میں ۹ شعر ہیں۔ مطلعِ ثانی اس میں نہیں ہے۔ رسالہ ”نظارہ“ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۱۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲: پٹ کر اک سلام شوق کر لیتا ہوں منزل سے

پہلے یہ مصرع اس طرح تھا: ٹھہر کر اک سلام.....

آرزو لکھنوی کے توجہ دلانے پر یگانہ نے مصرعے میں تبدیلی کی۔ (”آرزو لکھنوی، حیات اور کارنامے“ از ڈاکٹر سید مجاہد حسین حسینی، بمبئی ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۰-۱۵۹)

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۳ء (آیات سوم، ص ۲۱۹ و بیاض ۱)

۶۵: ص ۲۲۴-۲۲۳

☆ آیات سوم: ص ۳۹۳، ش ۱۲۱

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹، ش ۸۷ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵۷ ب و ورق ۵۸، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مئی ۱۹۳۰ء، ص ۹

☆ آیات دوم: ص ۱۵۰-۱۴۸، ش ۶۳

☆ گنجینہ م: ص ۷۱، ش ۹۰ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۲، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵ ب

آیات اول و دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی اشعار ہیں۔ آیات دوم میں شعر ۲ میں ترمیم کی گئی ہے۔ یہ شعر کلیات میں اس ترمیم کے مطابق ہے (رک: اختلاف نسخ) آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں یہ ۴ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔ بیاض ۳ میں صرف یہ دو شعر ہیں۔ ش: ۱، ۷۔ ”شباب اردو“ میں یہ غزل ۷ شعروں پر ہی مشتمل ہے لیکن عنوان ”فکرِ ناقص“ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا اس غزل میں مزید شعر کہنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۱ :

آیات دوم، بیاض ۱ و ۳ : زہار ترک لذت ایذا نہ کیجیے

آیات اول، شباب اردو : تا حشر ترک

شعر ۲، مصرع ۲ :

آیات دوم و بیاض ۱ : ہرگز گناہ عشق سے توبہ نہ کیجیے

آیات اول، شباب اردو : یعنی گناہ

بیاض ۳ میں پہلے ”ہرگز“ لکھا تھا اُسے قلم زد کر کے ”واللہ“ لکھا گیا۔

س ک :

شعر ۲، مصرع ۱ : آیات اول میں ”لایئے“ کی جگہ ”لائے“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۶ : ص ۲۴۶-۲۴۴ و ص ۳۰۱، ش ۱۵/۹۲ (متفرقات)

☆ آیات سوم : ص ۳۸۷-۳۸۶، ش ۱۱۱

☆ آیات دوم : ص ۱۵۴-۱۵۱، ش ۶۳

☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۷-۱۳۶، ش ۸۳ (غ)

☆ گنجینہ م : ص ۷۰-۶۹، ش ۸۷ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۵۸ ب تا ورق ۵۹، الف

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۸، الف و ب

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، جنوری ۱۹۱۷ء : ص ۲۵

☆ بیاض ۳ : ورق ۳۶، الف

آیات اول میں ۱۵ شعر غزل کے متن میں اور ایک مطلع ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ کلیات میں یہ مطلع بھی بطور مطلع اول غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہی ۱۶ شعر ہیں۔ آیات اول کا وہ مطلع جو ”متفرقات“ کے تحت ہے، ان میں بطور مطلع اول غزل میں شامل ہے۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق، بیاض ۳، اور سالہ ”نظارہ“ میں یہ مطلع نہیں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱۰، مصرع ۱ : خدا میں شک ہے تو ہو، موت میں نہیں کوئی شک

رسالہ ”نظارہ“ : خدا میں شک ہے مگر موت

شعر ۱۳، مصرع ۱ : قفس میں ذکر نشین گناہ بے لذت

رسالہ ”نظارہ“ : قفس میں وصف نشین

شعر ۱۴، مصرع ۱ : بہار عمر گزشتہ پہ بھیجیے صلوات

رسالہ ”نظارہ“ میں اس مصرعے پر یہ حاشیہ ہے :

”لعلت کی جگہ صلوات کی لفظ رکھ دی ہے کیوں کہ بعض احباب اس لفظ لعنت کو برا

جانتے ہیں۔ خیر یوں ہی آئی۔ یاس۔“

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ سندیلہ۔ ۱۹۱۶ء۔“ (بیاض ۱)

۶۷: ص ۲۳۸-۲۳۶

☆ بیاض ۱: ورق ۱۰، الف و ب

☆ آیات دوم: ص ۱۵۸-۱۵۵، ش ۶۵

☆ بیاض ۳: ورق ۳۸ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۶۰، الف و ب

☆ شہرت کاذبہ: ص ۱۳

☆ کجکول: ص ۶۷

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوز، اکتوبر ۱۹۱۶ء: ص ۳۵

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، جولائی ۱۹۱۶ء

۱۳ شعروں کی یہ غزل بیاض ۳، اور ”شہرت کاذبہ“ کے سوا باقی سب مآخذ میں یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۸) نہیں ہے۔ ”شہرت کاذبہ“ میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۹، ۱۳۔

اختلاف نسخ :

شعر ۳، مصرع ۱ : واہ کیا کہنا ہے اے کوتاہی دست ہوں
رسالہ ”صلائے عام“ : دست جنوں
شعر ۵، مصرع ۱ : رنگ لائی ہے بہار لالہ خونیں کفن
رسالہ ”خیال“ : خونیں کفن
شعر ۱۳، مصرع ۲ : کیا ٹھکانا یاس اس اندیشہ باطل کا ہے
”کجکول“ اور رسالہ ”خیال“ : کچھ ٹھکانا

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”صلائے عام“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا سال تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۸: ص ۲۵۱-۲۴۸

☆ آیات سوم: ص ۳۸۸-۳۸۷، ش ۱۱۲

☆ آیات دوم: ص ۱۶۱-۱۵۸، ش ۶۶

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸-۱۳۷، ش ۸۵ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۷۰، ش ۸۸ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۱، الف و ب، ورق ۶۲ ب

☆ بیاض ۱: ورق ۱۳، الف و ۱۴، الف

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، جنوری ۱۹۱۸ء: ص ۵۸

☆ بیاض ۳: ورق ۳۶ ب

آیات اول و دوم، تینوں بیاضوں اور رسالہ ”مخزن“ میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۳ شعر (ش: ۲، ۳، ۸) نہیں ہیں اور ایک نیا مطلع اضافہ کیا گیا ہے۔ کلیات میں غزل آیات اول کے مطابق ہے اور اس میں آیات سوم کا نیا مطلع، بطور مطلع اول شامل کر دیا گیا ہے۔ اس طرح غزل کے شعروں کی تعداد ۱۵ ہوئی ہے۔ گنجینہ م وق میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں ورق ۱۳، الف پر ۳ شعر (ش: ۲، ۵، ۸) اور شعر ۶ کا پہلا مصرع لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ بیاض ۳ میں ورق ۶۲ ب پر ۳ شعر (ش: ۹، ۱۱، ۱۲) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۱ : خدا پرست بھی بندے ہیں حسنِ فطرت کے
 بیاض ۳ : اٹھائے کوئی کہاں تک حجابِ فطرت کے
 شعر ۵، مصرع ۲ : مزاجِ داں ہیں جو ہنگامہ زارِ فطرت کے
 رسالہ ”مخزن“ : جو اس انتظامِ فطرت کے

س ک :

شعر ۵، مصرع ۲ : آیاتِ سوم اور گنجینہ م میں ”ہنگامہ زار“ کی جگہ ”ہنگامہ راز“ لکھا ہے۔
 شعر ۹، مصرع ۲ : گنجینہ م میں ”پردے اٹھائے“ کی جگہ ”پردی ٹھانے“ لکھا ہے۔
 شعر ۱۲، مصرع ۲ : گنجینہ م میں ”کفن ملے تو“ کی جگہ ”کفن نے تو“ لکھا ہے۔
 شعر ۱۳، مصرع ۲ : گنجینہ م میں ”ہوس“ کی جگہ ”ہوں“ لکھا ہے۔
 شعر ۱۴، مصرع ۱ : گنجینہ م میں ”خاک“ کی جگہ ”ناک“ لکھا ہے۔
 گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں آخری چار غلطیوں کی تصحیح یگانہ نے بقلم خود کی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ منصور نگر۔ ۱۹۱۸ء۔“ (بیاض ۱ : ورق ۱۴، الف)

لیکن اسی بیاض میں (ورق ۱۳، الف) یگانہ نے سال تصنیف ۱۹۱۴ء لکھا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔
 ۱۹۱۸ء کے منصور نگر کے مشاعرے میں یگانہ نے ایک دوسری غزل پڑھی تھی۔ (رک : غزل ۷۰، آیاتِ اول) ویسے
 بھی یہ غزل رسالہ ”مخزن“ کے جنوری ۱۹۱۸ء کے شمارے میں مثنائع ہونے کی وجہ سے ۱۹۱۸ء سے پہلے کی تصنیف
 قرار پائے گی۔

۶۹ : ص ۲۵۱-۲۵۲

☆ گنجینہ م : ص ۷۱-۷۲، ش ۹۱ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۱، الف

☆ آیات دوم : ص ۱۶۲-۱۶۳، ش ۶۷

☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۹، ش ۸۸ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۲، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء، ص ۴۳-۴۴ (عنوان : ”موجِ تخیل“)

آیاتِ اول و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل : ۸ شعروں پر مشتمل ہے اور یہی کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م و
 ق میں ۵-۵ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش : ۱، ۴، ۸۔ بیاض ۱ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۸ تو وہی جو کلیات میں ہیں،
 ۳ شعر ایسے ہیں جو کسی مجموعے اور بیاض میں نہیں ہیں۔ رک : باقیات ۷۱۔ رسالہ ”شباب اردو“ میں بھی ۱۱ شعر
 ہیں۔ باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہے، غزل اور باقیات کے باقی سب شعر اس میں ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو
 کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۱۔

عروضی نکتہ :

اس غزل کے آخری شعر :

چلے چلو دلِ دیوانہ کے اشارے پر
 محال و ممکن سب اس کے اختیار میں ہے

کے دوسرے مصرعے کا وزن عام قاری کے لیے الجھن کا باعث ہو سکتا ہے۔ ”چراغِ سخن“ (طبع دوم، ص ۱۲۷-۱۲۶) میں یگانہ نے لکھا ہے کہ بحر جحت مجنون محذوف یا مشعث محذوف (وزن : مفاعیلن فعلاتن مفاعیلن فعلاتن یا فعلن) پر مختلف زحافات کے عمل سے آٹھ اوزان پیدا ہوتے ہیں جن کا باہمی اجتماع جائز ہے۔ اجتماع اوزان کی ایک مثال میں یگانہ نے مذکورہ شعر ہی پیش کیا ہے۔ اور اس کے دونوں مصرعوں کا وزن یہ بتایا ہے:

پہلا مصرع : مفاعیلن فعلاتن مفاعیلن فعلن

دوسرا مصرع : مفاعیلن مفعولن مفاعیلن فعلن

عروض کی یہی بحث آیاتِ اول کے حواشی : ۶ و ۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ اناودہ۔ ۱۹۱۷ء۔“ (بیاض ۱)

۷۰ : ص ۲۵۳-۲۵۲

☆ آیات سوم : ص ۳۸۸، ش ۱۱۳

☆ گنجینہ م وق : ص ۱۵۶-۱۵۵، ش ۱۱۳ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۳، الف

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوز، مارچ ۱۹۱۶ء : ص ۳۴

☆ آیات دوم : ص ۱۶۷-۱۶۵، ش ۶۹

☆ گنجینہ م : ص ۸۹، ش ۱۱۷ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۲ ب

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۹ ب

آیاتِ اول و دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی ۱۲ شعر شامل ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م وق، اور بیاض ۳ میں ایک شعر (ش : ۸) نہیں ہے۔ رسالہ ”خیال“ میں ۱۵ شعر ہیں۔ غزل کا قدیم ترین متن یہی ہے۔ دو شعر اس میں نہیں ہیں۔ (ش : ۸ و مقطع)۔ ”خیال“ میں ۵ شعرا لیے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۵۔

اختلاف نسخ :

شعر ۵، مصرع ۱ : گریباں میں منھ ڈال کر خود تو دیکھیں

رسالہ ”خیال“ : خود کو دیکھیں

شعر ۸، مصرع ۱ : بہارِ دوروزہ سے دل کیا بہلتا

رسالہ ”خیال“ : سے کیا دل اکتا

شعر ۱۲، مصرع ۱ : یگانہ وہی فاتح لکھنؤ ہیں

بیاض ۱ : وہی یاس اب فاتح لکھنؤ ہیں

آخری مصرعے میں تخلص کی تبدیلی ۱۹۲۵ء تک نہیں کی گئی تھی۔ یگانہ کے رسالے ”صحیفہ“ (اناودہ : نوری

۱۹۲۵ء) میں یہ مصرع بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ (ص ۲۸) گمان غالب ہے کہ آیاتِ اول کی اشاعت کے وقت یہ تبدیلی عمل میں آئی۔

زمانہ تصنیف :

”مشعرہ منصور نگر، لکھنؤ، ۱۹۱۸ء۔“ (بیاض ۱)

ممکن ہے یہ غزل مشاعرہ منصور نگر میں پڑھی گئی ہو مگر یہ لازماً اس سے پہلے کی تصنیف ہے۔ رسالہ ”خیال“ میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۱: ص ۲۵۵-۲۵۴

- ☆ آیات دوم: ص ۱۷۸-۱۷۰، ش ۷۰
- ☆ گنجینہ م: ص ۸۹-۹۰، ش ۱۱۸ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۱۳، الف
- ☆ بیاض ۲: ورق ۴۰، الف
- ☆ آیات سوم: ص ۳۸۸-۳۸۹، ش ۱۱۳
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۶، ش ۱۱۵ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب

۱۲ شعروں کی اس غزل کا ایک شعر (ش: ۱۱) آیات سوم، گنجینہ م وق اور بیاض ۲ میں نہیں ہے، باقی سب مآخذ میں یہ غزل آیات اول کے مطابق ہے۔

۷۲: ص ۲۵۷-۲۵۶

- ☆ آیات دوم: ص ۱۷۱-۱۷۲، ش ۷۱
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۱، ش ۹۲ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۶۳، الف
- ☆ گنجینہ م: ص ۷۳، ش ۹۵ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۳۱، الف
- ☆ بیاض ۲: ورق ۳۹، الف

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۷ء: ص ۲۷۷۔

۸ شعروں کی یہ غزل آیات اول، آیات دوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ گنجینہ م وق میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۴، ۷۔ بیاض ۱ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے مآخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۱۸۔ بیاض ۲ میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۴، ۶، ۷۔ (شعر ۷ کے مصرع اول کے ابتدائی الفاظ ”مشاہدے کو اک آئینہ“ لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں)

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ منصور نگر - ۱۹۱۸ء“ (بیاض ۱)

یہ غزل رسالہ ”نظارہ“ بابت نومبر ۱۹۱۷ء میں چھپ چکی ہے۔ مشاعرے کے انعقاد سے پہلے کسی طرحی غزل کی اشاعت ممکن نہیں۔ سنہ لکھنے میں یگانہ سے سہوا ہوا ہے۔ یہ غزل ۱۹۱۷ء کی تصنیف ہو سکتی ہے۔

۷۳: ص ۲۵۷

- ☆ آیات دوم: ص ۱۶۳، ش ۶۸
- ☆ گنجینہ م: ص ۶۷-۶۸، ش ۸۵ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۲۷ ب
- ☆ بیاض ۲: ورق ۵۰ ب
- ☆ آیات سوم: ص ۳۶۹-۳۷۱، ش ۱۰۲
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۵، ش ۸۲ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب

ابتدائی صورت میں یہ غزل ۲ شعروں پر مشتمل تھی جو آیات اول، دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں شامل ہے۔ بعد میں ۸ شعروں کا اضافہ کیا گیا۔ اضافہ شدہ اشعار کے ساتھ یہ غزل پہلی مرتبہ آیات سوم میں شامل کی گئی۔ یہی ۱۲

شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ کلیات میں آیات اول میں ابتدائی ۴ شعر شامل کیے گئے ہیں، اس لیے آیات سوم میں شامل غزل میں سے یہ حذف کر دیے گئے ہیں۔ (رک: غزل و حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم)

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ اٹادہ۔ دسمبر ۱۹۲۳ء۔“ (بیاض ۱)

۷۴: ص ۲۵۹-۲۵۷

☆ آیات دوم: ص ۱۷۵-۱۷۳، ش ۷۲
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۱، ش ۹۳ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۶۴ ب
☆ گنجینہ م: ص ۷۴، ش ۹۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۰ ب
☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۵۵-۲۵۴

آیات اول میں یہ غزل ۹ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہی ۹ شعر آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں ہیں۔ گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں آخری دو شعر نہیں ہیں۔ رسالہ ”نظارہ“ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک: ضمیرہ ۲، ش ۱۷۔

اختلاف نسخ:

شعر ۳، مصرع ۲: خاک سے یکساں کیا جولاں گہر تدبیر نے
رسالہ ”نظارہ“: واہ کیا چکر دیا جولاں گہر تدبیر نے
شعر ۴، مصرع ۱: باز آئے زندگی کے خواب رنگا رنگ سے
رسالہ ”نظارہ“: باز آئے دہر کے اس خواب رنگا رنگ سے

س ک:

شعر ۷، مصرع ۱: گنجینہ م ”مانا“ کی جگہ ”مانو“ لکھا ہے۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ ہاپڑ۔ ۱۹۱۹ء۔“ (بیاض ۱)

۷۵: ص ۲۶۲-۲۵۹

☆ آیات دوم: ص ۱۷۸-۱۷۵، ش ۷۳
☆ گنجینہ م: ص ۹۰، ش ۱۱۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۶ ب
☆ آیات سوم: ص ۲۸۹، ش ۱۱۵
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۷، ش ۱۱۶ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۶۵، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۰ ب

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۳۵

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۲ء: ص ۱۸-۱۷

۱۲ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم، بیاض ۱ و ۳ اور رسالہ ”شباب اردو“ میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۴ میں ۴ شعر (ش: ۲ تا ۵) اور گنجینہ م وق میں ۳ شعر (ش: ۳ تا ۵) نہیں ہیں۔ رسالہ ”نظارہ“ میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں شامل ۲ شعر (ش: ۳، ۱۱) اس میں نہیں ہیں۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش: ۱۸۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۲، مصرع ۲: یاس کیا دل بنگی اس نقشِ باطل سے مجھے

رسالہ ”نظارہ“: ہو چکی دل بنگی.....

شعر ۲، مصرع ۱: ہمتِ عالی سلامت ہے تو اندیشہ ہو کیا

رسالہ ”نظارہ“: تو کیا اندیشہ یاس

رسالہ ”شباب اردو“: تو اندیشہ نہیں

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ میرنہ۔ ۱۹۱۹ء۔“ (بیاض ۱)

۷۶: ص ۲۶۵-۲۶۲

☆ آیات سوم: ص ۳۹۰، ش ۱۱۶

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳-۱۳۲، ش ۹۵ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۸، الف و ب

☆ چراغِ سخن، طبع دوم: ص ۱۰

☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، فروری ۱۹۲۰ء: ص ۴۷ ☆ گلِ دستہ سخن، لکھنؤ، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۲۸

☆ آیات دوم: ص ۱۸۶-۱۸۴، ش ۷۶

☆ گنجینہ م: ص ۷۵، ش ۹۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۵ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۱ ب

آیات اول و دوم، بیاض ۱ و ۳، اور ”چراغِ سخن“ میں ۱۲ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م وق میں بھی شعروں کی تعداد اتنی ہی ہے لیکن ان مجموعوں میں نیا مقطع شامل غزل کیا گیا ہے اور پہلا مقطع حذف کر دیا گیا ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۳ شعر ہیں۔ اس میں پرانا اور نیا، دونوں مقطعیے شامل ہیں۔ کلیات میں غزل کے متن میں نیا مقطع شامل نہیں کیا گیا کیوں کہ یہ بہت بعد کی تصنیف ہے۔ اسے آیات سوم میں رہنے دیا ہے جس میں یہ پہلی بار شامل کیا گیا تھا۔

اختلاف نسخ:

شعر ۸، مصرع ۱: فلک نے بھول بھلیوں میں ڈال رکھا ہے

آیات اول و دوم، بیاض ۳، رسالہ کھکشاں،

گلِ دستہ سخن: فلک نے بھول بھلیاں میں.....

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ سیتا پور۔ ۱۹۱۹ء۔“ (بیاض ۱)

- ☆ آیات دوم: ص ۱۹۱-۱۹۰، ش ۷۸
- ☆ بیاض ۱: ورق ۲۱ ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۷۰، الف
- ☆ بیاض ۴: ورق ۳۹، الف
- ☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، مارچ ۱۹۱۸ء: ص ۳۱
- ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۲ء: ص ۳۷ (بعنوان: کلام یاس)
- ☆ نقل غزل، بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم، بیاض ۳ اور نقل بخط شعلہ میں یکساں ہے اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ بیاض ۴ میں ۶ شعر ہیں۔ ایک (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۱، میں ۹ شعر ہیں۔ دو ایسے ہیں جو ”مخزن“ کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتے۔ رک: باقیات ۱۹، شعر ۲ و ۳۔ ”مخزن“ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ۳ زائد شعر باقیات (ش: ۱۹) میں ہیں۔ ”شباب اردو“ میں ۹ شعر ہیں۔ باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہے، باقی سب ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱: یاس اب ذیل ہی کو سمجھتے ہیں سب عزیز
شباب اردو: ہیں مقتدر

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ حسین گنج ۱۹۱۶ء“۔ (بیاض ۱)

نقل بخط شعلہ میں سال تصنیف ۱۹۱۲ء لکھا ہے۔ یہ سہو قلم ہے۔ اگر یہ غزل ۱۹۱۲ء کی ہوتی تو نشر میں شامل ہوتی۔ دوسرے، مقطع میں عزیز لکھنوی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۹۱۲ء میں عزیز سے تعلقات اس حد تک خراب نہیں ہوئے تھے کہ عزیز کو ”ذلیل“ کہا جاتا۔

- ☆ آیات دوم: ص ۱۹۰، ۱۸۷، ش ۷۷
- ☆ گنجینہ م: ص ۷۷، ش ۱۰۱ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۱۶، الف
- ☆ بیاض ۳: ورق ۴۳، الف
- ☆ آیات سوم: ص ۳۹۱-۳۹۰، ش ۱۱
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۵-۱۴۴، ش ۹۸ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف و ب
- ☆ شہرت کا ذبہ: ۷۳-۷۲

۱۳ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم اور تینوں بیاضوں میں یکساں ہے۔ البتہ بیاض ۴ میں یہ ۴ شعر لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں ش: ۲، ۵، ۸، ۹۔ آیات سوم میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۸۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۵، ۸۔ شہرت کا ذبہ میں ایک شعر (ش: ۴) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۴:

آیات سوم و گنجینہ موق : محبت کیا نکموں سے عداوت تک نہیں ہوتی
باقی سب مآخذ میں : محبت کیا ہم ایسوں سے
کلیات میں مصرعے کا اصلاح شدہ متن (مطابق آیات سوم وغیرہ) شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ غازی آباد، ۱۹۱۹ء“۔ (بیاض ۱)

۷۹: ص ۲۶۸-۲۶۹ (فارسی غزل)

- ☆ آیات سوم: ص ۱۲۶-۱۲۵، ش ۳۷
- ☆ آیات دوم: ص ۲۵۳-۲۵۲، ش ۱۰۲
- ☆ گنجینہ م: ص ۳۰، ش ۳۳ (غ)
- ☆ گنجینہ ق: ص ۹۶، ش ۳۱ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۴۰ ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۹۰ ب و ورق ۹۱، الف
- ☆ علی گڑھ میگزین، مارچ اپریل ۱۹۲۵ء: ص ۲۸

تمام مآخذ میں یہ غزل یکساں ہے، سوائے اس کے کہ بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۴) لکھ کر قلم زد کر دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۳، مصرع ۱ : می دہد ہر منزل نو عشق پرواز دگر
علی گڑھ میگزین : می دہد ہر مژدہ نو

زمانہ تصنیف:

علی گڑھ میگزین محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۰: ص ۲۷۰-۲۷۱

- ☆ آیات سوم: ص ۳۹۱، ش ۱۱۸
- ☆ آیات دوم: ص ۱۹۵-۱۹۴، ش ۷۹
- ☆ گنجینہ م: ص ۷۷-۷۶، ش ۱۰۰ (غ)
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۳، ش ۹۷ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۷۱، الف و ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۷۰ ب و ۷۱ ب
- ☆ بکول: ص ۱۰۲
- ☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، مارچ ۱۹۱۸ء: ص ۱۳۳
- ☆ شہرت کا ذبہ: ص ۴۲-۴۳

۱۶ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں آیات اول کا مطلع حذف کر کے ایک نیا مطلع شامل کیا گیا ہے۔ جو صرف ایک مصرعے کی حد تک نیا ہے۔ اس کا دوسرا مصرع شعر: ۱۲ کا دوسرا مصرع ہے۔ کلیات میں یہ غزل آیات اول کے مطابق درج کی گئی ہے اور آیات سوم کا ”نیا“ مطلع بطور مطلع اول غزل

میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح کلیات میں یہ غزل ۱۷ اشعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ ۷ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۹، ۱۱ تا ۱۳، ۱۶۔ گنجینہ موق میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۸ شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۵، ۹، ۱۱ تا ۱۳، ۱۵، ۱۷۔ بیاض ۱ میں ۱۷ شعر ہیں۔ مطلع ازل اس میں نہیں ہے۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۲۰۔ بیاض ۳ میں ۱۵ شعر ہیں۔ یہ دو شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۱۶۔ بیاض ۳ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۵ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۹، ۱۱، ۱۶۔ ”شہرت کا ذبہ“ میں ایک بحث کے سلسلے میں اس غزل کے ۵ شعر درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو باقیات کا زائد شعر ہے اور باقی ۳ یہ ہیں۔ ش: ۲، ۱۲، ۱۶، ۱۷۔ ”جگول“ اور رسالہ ”زمانہ“ میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۶ شعر (ش ۲ تا ۱۷) کلیات کے، ایک باقیات کا اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۰۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱: کیوں اجل ہے کوئی ایسا کہ مرا منہ سی دے
گنجینہ موق کے سوا تمام ماخذ میں ”کہ“ کی جگہ ”جو“ ہے۔
شعر ۱۳، مصرع ۱: ڈوب کر دیکھے تو انسان کہیں کا نہ رہے
آیات سوم، گنجینہ موق اور بیاض ۳ کے سوا باقی تمام ماخذ میں یہ اس صورت میں ہے:
محو فطرت ہو کوئی دل تو کہیں کا نہ رہے

مقطع: نہ چھپا پر نہ چھپا جوہر عالی ظرفی

یاس مٹنے پہ بھی خاکِ درِ عے خانہ بنے

بیاض ۱، شہرت کا ذبہ، جگول، اور رسالہ ”زمانہ“ میں پہلے مصرعے میں ”عالی ظرفی“ کی جگہ ”عالی نسبی“ ہے۔
ناطق لکھنوی نے اس شعر پر اعتراض کیا تھا۔ ”شہرت کا ذبہ“ میں اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

”معترض کہتا ہے کہ: ”اس سے شاعر کے خاندان کا پتا چلتا ہے کہ وہ خاکِ درِ عے خانہ بن گیا۔ نہ معلوم عے خانے سے کس خاندان اور کس گھرانے کا تعلق ہے۔“
اس سفیانہ حملے کے جواب میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر خوش مذاق و صاحب معرفت کو اُس عے خانے سے تعلق ہے اور وہ عے خانہ معرفت ہے۔ اساتذہ ماسبق کو اُس عے خانے سے خاص عقیدت رہی ہے اور مجھے بھی شرفِ نیاز حاصل ہے۔
... میرا مقطع یاروں کی طبع نازک پر گراں گزرا۔ آخر دعویٰ شرافت کرنا کون سا جرم ہے۔ میں اپنے عنایت فرماؤں کی خاطر سے اپنے حقوق شاعری و خدمتِ زبانِ اردو کی طرف سے ہاتھ اٹھا سکتا ہوں مگر شرافتِ نسبی ہر صحیح النسب کے لیے مایہ ناز ہے اور اس کا اظہار دوسروں کے لیے باعثِ دل شکنی نہیں ہے۔ پھر نہ معلوم جوہرِ عالی نسبی کی لفظ کیوں خار کی طرح کھٹکنے لگی اور خواہ مخواہ عے خانے سے میرے خاندان کا سلسلہ ملایا گیا۔“ (ص ۴۲)

معلوم ہوتا ہے یگانہ اپنے اس جواب سے مطمئن نہیں تھے، اس لیے انھوں نے ”عالی نسبی“ کو ”عالی ظرفی“ سے بدل دیا۔

س ک :
 شعر ۵، مصرع ۱ : زندہ در گور کیا اس دلِ وارفتہ نے
 آیات اول میں ”کیا“ کی جگہ ”گیا“ لکھا ہے۔
 شعر ۱، مصرع ۱ : نہ چھپا پر نہ چھپا جوہرِ عالی ظرفی
 بیاض ۳ میں دوسرا ”نہ“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :
 ”مشاعرہ کینگ کالج لکھنؤ - ۱۹۱۷ء“ - (بیاض ۱)

۸۱ : ص ۲۷۶-۲۷۷ و ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۰ (متفرقات)
 ☆ آیات سوم : ص ۳۹۲-۳۹۱، ش ۱۱۹
 ☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۶، ش ۱۰۰ (غ)
 ☆ بیاض ۳ : ورق ۷۲، الف و ب نیز ۷۳ ب
 ☆ آیات دوم : ص ۱۹۹-۱۹۶، ش ۸۰
 ☆ گنجینہ م : ص ۷۹-۷۸، ش ۱۰۳ (غ)
 ☆ بیاض ۱ : ورق ۱۹، الف و ب
 ☆ بیاض ۴ : ورق ۴۴، الف

آیات اول میں غزل کے متن میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر ”متفرقات“ کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی
 مقطع سے پہلے غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہی ۱۴ شعر آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ایک زائد
 شعر بھی ہے۔ رک : باقیات ۲۱۔ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں ۴ متن شعر (ش ۱۳، ۵، ۴) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م و
 ق میں ۱۲ شعر ہیں۔ دو شعر (ش ۵، ۴) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۲ میں ۱۳ شعر ہیں۔ شعر ۴، اس میں نہیں ہے۔
 بیاض ۳ میں ورق ۷۳ ب پر ۷ شعر (ش ۹ تا ۷) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ یہ سہواً دوبارہ لکھ دیے
 گئے تھے۔

زمانہ تصنیف :
 ”مشاعرہ میرٹھ - ۱۹۲۳ء“ - (بیاض ۱)

۸۲ : ص ۲۷۸-۲۷۹ و ص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۳ (متفرقات)
 ☆ آیات سوم : ص ۳۵۳-۳۵۲، ش ۸۹
 ☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۸، ش ۱۰۳ (غ)
 ☆ بیاض ۳ : ورق ۷۵، الف
 ☆ آیات دوم : ص ۲۰۳-۲۰۲، ش ۸۲
 ☆ گنجینہ م : ص ۸۰، ش ۱۰۶ (غ)
 ☆ بیاض ۱ : ورق ۲۵ ب
 ☆ بیاض ۴ : ورق ۴۵ ب

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، جولائی اگست ۱۹۱۷ء، ص ۱۶۴ و شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۸ء : ص ۷۷
 ☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، اپریل ۱۹۱۹ء : ص ۴۸-۴۷
 ☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، جون ۱۹۲۳ء : ص ۲۳

آیات اول میں اس غزل میں ۹ شعر ہیں۔ ۸ غزل کے متن میں اور ایک ”متفرقات“ کے تحت۔ کلیات
 میں یہ زائد شعر مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا (ش ۸)۔ یہ زائد شعر آیات دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں نہیں

ہے، باقی سب شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۶ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۲، ۷، ۸) نہیں ہیں۔ گنجینہ موق میں ۷ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۸، ۲) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۹ تو وہی ہیں جو آیات اول میں ہیں، ۲ زائد شعر بھی ہیں جو لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ رک: باقیات ۲۲ (ش: ۱، ۲) رسالہ ”صلائے عام“ میں بیاض ۱ کے یہی ۱۱ شعر ہیں۔ رسالہ ”نظارہ“ (شمارہ جولائی اگست ۱۹۱۷ء) میں ۱۵ شعر ہیں۔ ان میں سے ۱۱ تو وہی ہیں جو بیاض ۱ میں ہیں، چار ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۲۲، (ش: ۱، ۲) رسالہ ”نظارہ“ (ستمبر تا نومبر ۱۹۱۸ء) میں ایک انتخاب میں اس غزل کے دو شعر (ش: ۳ و ۶) شامل ہیں۔ رسالہ ”کہکشاں“ میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں باقیات کے دو شعر (ش: ۳، ۵) نہیں ہیں، باقی سب ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۱: کوئی بندہ عشق کا ہے کوئی بندہ عقل کا

آیات اول و سوم میں الفاظ ”عشق“ اور ”عقل“ ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔ کلیات میں غزل کے متن میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

شعر ۶، مصرع ۱: شوقِ منزل میں زمیں پر پاؤں تک پڑتے نہیں
 بیاض ۳: پاؤں پڑنے کے نہیں
 رسالہ ”کہکشاں“: پاؤں تک پڑتا نہیں
 رسالہ ”نظارہ“ (ستمبر تا نومبر، ۱۹۱۸ء): پاؤں تک دھرتے نہیں
 شعر ۸، مصرع ۲: وہ کبھی قائل نہ ہوں گے گردشِ تقدیر کے
 رسالہ ”نظارہ“ جولائی، اگست، ۱۹۱۷ء: وہ کبھی منکر نہ
 زمانہ تصنیف:

بیاض ۱ میں اس غزل کے ساتھ ”مشاعرہ سندیلہ ... ۱۹ء“ لکھا ہے۔ اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی جگہ خالی ہے جسے بعد میں پر کرنے کا ارادہ ہوگا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ بیاض ۱ میں ۳ غزلیں ایسی ہیں جو سندیلے کے مشاعروں میں پڑھی گئیں۔ یہ آیات اول میں شامل ہیں۔ ایک تو زیرِ نظر غزل ہے اور باقی ۳ یہ ہیں:

غزل: ۱۳ ۱۹۱۵ء

غزل: ۶۶ ۱۹۱۶ء

غزل: ۸۳ ۱۹۱۸ء

سندیلے میں مشاعرہ ہر سال ہوتا تھا، اس لیے گمان غالب ہے کہ زیرِ نظر غزل ۱۹۱۷ء کے مشاعرے کی ہے کیوں کہ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء کے درمیان ۱۹۱۷ء ہی ایک ایسا سنہ ہے جو بیاض ۱ میں لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اس کی تصدیق رسالہ ”نظارہ“ میرٹھ (شمارہ جولائی، اگست ۱۹۱۷ء) سے بھی ہوتی ہے جس میں سندیلے کے مشاعرے کی روداد بعنوان: ”سندیلہ کا عظیم الشان مشاعرہ“ شائع ہوئی ہے۔ اس روداد میں مشاعرے کے انعقاد کی تاریخ نہیں لکھی، چوں کہ شمارہ جولائی، اگست کا ہے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مشاعرہ جولائی ۱۹۱۷ء سے کچھ پہلے منعقد ہوا ہوگا۔ اس روداد میں زیرِ نظر غزل بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے اپنے ایک مضمون (”سندیلے کے سالانہ مشاعرے اور حضرت رز و لکھنوی“ دو ماہی

”اکادمی“ لکھنؤ، جولائی، اگست ۱۹۸۴ء) میں ۱۹۱۷ء کے مشاعرہ سندیلہ کے مطبوعہ گل دستے ”بہار عرس“ کے حوالے سے اُن شعرا کے ناموں کی فہرست دی ہے جنہوں نے اس مشاعرے کے لیے طرچی غزلیں لکھیں۔ اس فہرست میں یاس عظیم آبادی کا نام بھی ہے۔ اس مضمون میں مصرع طرح نہیں دیا گیا، لیکن آرزو کے دو شعر نقل کیے گئے ہیں جو اسی زمین میں ہیں جس میں یاس کی زیر بحث غزل ہے۔ لہذا اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ زیر بحث غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۷ء ہے۔

۸۳: ص ۲۸۰-۲۷۸

- ☆ آیات دوم: ص ۲۰۲-۱۹۹، ش ۸۱
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۷، ش ۱۰۱ (غ)
- ☆ بیاض ۳: ورق ۷۴، الف و ب
- ☆ گجگول: ص ۱۰۳
- ☆ گنجینہ م: ص ۷۹، ش ۱۰۳ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۳۰، الف و ب
- ☆ بیاض ۲: ورق ۴۴ ب

- ☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء: ص ۲۵۲
- ☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۱۳-۱۲

آیات اول میں یہ غزل ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں بھی یہی سب شعر ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں مقطع شامل نہیں کیا گیا، باقی تمام شعر ہیں۔ گنجینہ م وق میں یہ ۹ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔ بیاض ۱ میں ۱۶ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک: باقیات ۲۳۔ بیاض ۲ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۵، ۱۲، ۱۵۔ اس بیاض میں جو شعر لکھے ہیں، اُن میں سے یہ ۳ قلم زد کیے گئے ہیں۔ ش: ۶، ۸، ۹۔ گجگول اور رسالہ ”نظارہ“ میں ۷ شعر ہیں۔ ۱۶ تو وہ جو کلیات اور باقیات میں ہیں اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: ضمیرہ ۲، ش ۱۵۔ گجگول میں دونوں زائد شعر لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ رسالہ ”شباب اردو“ میں یہ غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۲: قدم اٹھائے جو رفتار پر زمانے کی
گجگول: روش اگر کوئی پہچان لے زمانے کی (اس مصرعے کو قلم زد کیا گیا ہے)

قدم بڑھائے جو رفتار پر زمانے کی

رسالہ ”نظارہ“: روش اگر کوئی پہچان لے زمانے کی

شعر ۸، مصرع ۲: کہ وہم کو بھی اجازت نہیں ہے آنے کی

رسالہ ”نظارہ“: ہے جانے کی

شعر ۱۲، مصرع ۲: ادھر حیا نے قسم دی قدم اٹھانے کی

گجگول: قدم بڑھانے کی

شعر ۱۵، مصرع ۲: دعائے خیر تو کرنے کو ناخدا نے کی

رسالہ ”نظارہ“: دعائے خیر تو سو بار ناخدا . . .

گجگول میں ”خیر“ اور ”ناخدا“ کے درمیان کے الفاظ قلم زد کر کے متبادل الفاظ لکھے گئے۔ پھر انہیں بھی قلم زد کر دیا گیا ہے۔ دونوں مرتبہ کے قلم زد الفاظ ناخوانا ہیں۔

سک :

شعر ۴، مصرع ۱ : ہوا کے ساتھ پھرے چار سمت آوارہ
آیات دوم : ساتھ پھری چار.....

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ سندیلہ - ۱۹۱۸ء“ - (بیاض ۱)

۸۴ : ص ۱۸۲-۱۸۱

نثر کی غزل : ۴۲ کے یہ ۱۲ شعر - ش : ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۱
رک : حاشیہ ۴۲، نثر -

۸۵ : ص ۲۸۳-۲۸۴ و ص ۳۰۳، ش ۹۲/۲ (متفرقات)

- ☆ آیات دوم : ص ۲۱۰-۲۰۸، ش ۸۴
- ☆ آیات سوم : ص ۳۵۴، ش ۹۱
- ☆ گنجینہ م : ص ۷۸-۷۷، ش ۱۰۲ (غ)
- ☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۵، ش ۹۹ (غ)
- ☆ بیاض ۱ : ورق ۳۶ ب
- ☆ بیاض ۳ : ورق ۴۳ ب
- ☆ بیاض ۳ : ورق ۷۶ ب و ورق ۷۷، الف
- ☆ علی گڑھ میگزین : جنوری و فروری ۱۹۲۵ء : ص ۱۰

آیات اول میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ایک شعر ”متفرقات“ میں ہے۔ اُسے بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے، اس طرح کلیات میں غزل کے شعروں کی تعداد ۱۳ ہوگئی ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ایک شعر (ش : ۱۲) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں دو شعر (ش : ۹، ۱۲) کم ہیں۔ بیاض ۱ میں کلیات کے سب شعر ہیں۔ بیاض ۳ میں ۱۱ شعر ہیں، ان میں سے بھی ایک (ش : ۹) قلم زد کر دیا گیا ہے۔ یہ دو شعر اس بیاض میں نہیں ہیں۔ ش : ۱۲، ۲۔ علی گڑھ میگزین میں غزل کے تمام اشعار ہیں۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب آیات اول کے مطابق ہے اور شعروں کا متن گنجینہ ق کے مطابق۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : دل عجب جلوۂ اُمید دکھاتا ہے مجھے
آیات اول و سوم، علی گڑھ میگزین : جلوۂ موہوم دکھاتا.....
آیات سوم میں حاشیہ پر ”موہوم“ کا متبادل ”اُمید“ بھی لکھا ہے۔
شعر ۲ : جلوۂ دار و رسن اپنے نصیبوں میں کہاں
کون دنیا کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے
آیات اول اور علی گڑھ میگزین میں یہ مطلع ثانی ہے اور اس صورت میں ہے :
جلوۂ دار و رسن کوئی دکھاتا ہے مجھے
کس و ناکس کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے

آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں بھی شعر کی صورت یہی ہے۔ آیات دوم میں مصرع ۱، میں ”کوئی“ کی جگہ ”تو جو“ ہے۔

شعر ۱۱، مصرع ۲ : کون سے گھاٹ یہ دھارا لیے جاتا ہے مجھے
آیات اول و دوم، بیاض ۱، ۳، ۴، اور علی گڑھ میگزین : ناخدا کون سے گھاٹ اب لیے جاتا ہے مجھے

س ک :

شعر ۱۱، مصرع ۲، مندرجہ بالا: گنجینہ م میں ”یہ“ کی جگہ ”پہ“ لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں
یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ سیتا پور۔ جولائی ۱۹۲۲ء۔“ (بیاض ۱)

۸۶ : ص ۲۸۷-۲۸۵

☆ آیات دوم: ص ۱۸۳-۱۸۱، ش ۷۵
☆ گنجینہ م: ص ۷۶-۷۵، ش ۹۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۳، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۴۲، الف
☆ آیات سوم: ص ۳۵۶-۳۵۵، ش ۹۲
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳، ش ۹۶ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۶۷، الف و ب
☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۳ء: ص ۲۵۱
☆ ماہنامہ ”پیانہ“ آگرہ، اپریل ۱۹۲۳ء: ص ۳۹-۳۸

۱۱ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م وق میں دو شعر (ش: ۵، ۳) شامل نہیں کیے گئے۔ بیاض ۴ میں یہی دو شعر قلم زد کر دیے گئے ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۳ شعر ہیں۔ دو شعر کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ملتے۔ رک : باقیات ۲۴۔ رسالہ ”ہمایوں“ میں غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ رسالہ ”پیانہ“ میں غزل کا انتخاب ہے جو ان ۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ ش: ۲، ۸، ۱۱ نیز باقیات کا پہلا شعر۔ شعر ۹ (حق اپنی دھن کا پکا...) پر آیات اول میں یہ حاشیہ لکھا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا: ”یہ شعر مصنف اور حاسدین لکھنؤ کے کیریئر کا آئینہ ہے۔“ (ص ۲۸۷)

اختلاف نسخ :

شعر ۶، مصرع ۱ : خیالِ خام ہے یا معنی موہوم کیا جانیں
بیاض ۱ میں پہلے ”معنی بے لفظ“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”معنی موہوم“ لکھا گیا۔ رسالہ ”ہمایوں“ میں ”معنی بے لفظ“ ہے۔

شعر ۹، مصرع ۱ : حق اپنی دھن کا پکا باطل اپنے زعم میں پورا
رسالہ ”پیانہ“ : زعم کا پورا

س ک :

شعر ۱۰، مصرع ۱ : سکون بے دلی میں کیا کہوں کیوں لہر پیدا ہے
گنجینہ م : یہ خون بے دلی
گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ بسوان۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔“ (بیاض ۱)

۸۷ : ص ۲۸۹-۲۸۷

- ☆ آیات دوم: ص ۱۸۱-۱۷۸، ش ۷۴
- ☆ گنجینہ م: ص ۷۵-۷۴، ش ۹۷ (غ)
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۲-۱۳۱، ش ۹۳ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۳۲، الف و ب
- ☆ بیاض ۳: ورق ۶۶، الف و ب
- ☆ بیاض ۴: ورق ۴۱، الف
- ☆ علی گڑھ میگزین: مارچ، اپریل ۱۹۲۳ء: ص ۳۰

آیات اول میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے، اور یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۴) کم ہے۔ گنجینہ م وق میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۴، ۶، ۱۱۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۲ شعر زائد ہیں۔ رک: باقیات ۲۵۔ بیاض ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۴، ۵، ۹۔ علی گڑھ میگزین میں ۱۰ شعر ہیں۔ کلیات میں شامل غزل کے ۴ شعر (ش: ۲ تا ۴ و ۱۱) اور باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہیں۔

اختلاف نسخ :

- شعر ۱، مصرع ۱ : بختِ بیدار اگر سلسلہ جنباں ہو جائے
- بیاض ۱، علی گڑھ میگزین : فکرِ انجام اگر
- بیاض ۱ میں بعد میں ”فکرِ انجام“ کو قلم زد کر کے ”بختِ بیدار“ لکھا گیا۔
- شعر ۱۰، مصرع ۱ : موت کی یاد میں نیند اور بھی اڑ جاتی ہے
- علی گڑھ میگزین : یاد سے نیند

زمانہ تصنیف :

یہ غزل پہلی مرتبہ علی گڑھ میگزین میں شائع ہوئی تھی، اس بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸ : ص ۲۹۲-۲۸۹

- ☆ آیات دوم: ص ۲۱۸-۲۱۵، ش ۷۸
- ☆ گنجینہ م: ص ۸۲، ش ۱۰۹ (غ)
- ☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۰، ش ۱۰۶ (غ)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۴۱، الف و ب
- ☆ آیات سوم: ص ۳۵۷-۳۵۶، ش ۹۳
- ☆ بیاض ۳: ورق ۹، الف و ب
- ☆ بیاض ۴: ورق ۴۶، الف

آیات اول و دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی سب شعر ہیں۔ شعروں کی ترتیب آیات اول کے مطابق اس لیے نہیں رکھی کہ یگانہ نے آیات سوم اور گنجینہ م وق میں آیات اول کا مقطع خارج کر کے اور ایک دوسرے شعر میں ترمیم کر کے اسے بطور مقطع شامل غزل کیا ہے۔ (رک: اختلاف نسخ) دونوں مقطعوں کو چوں کہ آخر میں درج کرنا تھا، اس لیے اشعار کی ترتیب میں تبدیلی ناگزیر تھی۔ کلیات میں

غزل کے ابتدائی دس شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ گنجینہ م وق میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہ شعر، ش: ۱ تا ۱۰ و ۱۳ پر ہیں۔ آیات سوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۲) اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۲۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۳، مصرع ۱: نظام دہر نے کیا کیا نہ کروٹیں بدلیں
آیات سوم: مزاج دہر نے
بیاض ۱ میں پہلے ”نظام“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”مزاج“ لکھا گیا۔
شعر ۴، مصرع ۱: ہنسی میں لغزش مستانہ اُڑ گئی واللہ
بیاض ۱: اُڑ گئی واعظ
شعر ۱۳: یگانہ حال تو دیکھو زمانہ سازوں کا
ہوا میں جیسے بگولا خراب و خوار رہے
گنجینہ ق کے سوا باقی تمام ماخذ میں یہ شعریں ہیں:
زمانہ سازوں کا مرکز نہ دائرہ کوئی
ہوا میں جیسے

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ مین پوری۔ ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء“۔ (بیاض ۱)

۸۹: ص ۲۹۲-۲۹۳

☆ آیات سوم: ص ۳۵۸-۳۵۷، ش ۹۴
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹-۱۳۸، ش ۱۰۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۸، الف و ب

☆ آیات دوم: ص ۲۱۵-۲۱۴، ش ۸۶
☆ گنجینہ م: ص ۸۱، ش ۱۰۷ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۳ ب و ورق ۴۴، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۵۳ ب

آیات اول و دوم میں اس غزل میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات سوم میں ۷ شعر ہیں۔ ۳ شعر (ش: ۸، ۹، ۱۰) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م وق میں ۸ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۸، ۹) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں بارہ شعر ہیں۔ دو زائد اشعار کے لیے رک: باقیات ۲۷۔ یہ زائد اشعار بعد میں قلم زد کیے گئے ہیں۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک (ش: ۸) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱: روح اپنی ہے بیگانہ ہر جنت و دوزخ
آیات دوم، بیاض ۳ و ۴: ہر روح ہے بیگانہ

زمانہ تصنیف:

”۱۹۲۵ء۔ علی گڑھ“۔ (آیات سوم، ص ۳۵۸)

”مشاعرہ علی گڑھ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء“۔ (بیاض ۱)

- ☆ آیات دوم: ص ۲۱۲-۲۱۱، ش ۸۵
☆ گنجینہ م: ص ۸۱-۸۲، ش ۱۰۸ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۳ ب و ورق ۴۴ ب
☆ بیاض ۲: ورق ۵۳، الف
- ☆ آیات سوم: ص ۳۵۹-۳۵۸، ش ۹۵
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹، ش ۱۰۵ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۷ ب و ورق ۷۸، الف
☆ ماہنامہ ”بہارستان“ لاہور، مئی ۱۹۲۶ء: ص ۳۱

تمام مآخذ میں (سوائے بیاض ۱ کے) ۸ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں ایک مطلع زائد ہے۔ رک: باقیات ۲۸۔ اس بیاض میں یہ زائد مطلع ورق ۴۴ ب پر دوبارہ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”بہارستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۱: ص ۲۹۹-۲۹۶ (فارسی غزل)

- ☆ آیات دوم: ص ۲۵۳-۲۵۲، ش ۱۰۳
☆ گنجینہ م: ص ۳۲، ش ۳۷ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲، الف و ب
☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۳۲
- ☆ آیات سوم: ص ۳۵۹، ش ۹۶
☆ گنجینہ ق: ص ۹۹، ش ۳۵ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۰، الف و ب

۱۳ شعروں کی یہ غزل آیات اول و دوم اور بیاض ۱ میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں یہ ۵ شعر شامل نہیں کیے گئے۔ ش: ۲، ۶، ۸، ۹، ۱۳۔ گنجینہ م وق میں ۶ شعر ہیں۔ ۷ شعر جو شامل نہیں کیے گئے، اُن میں سے ۵ تو وہی ہیں جو آیات سوم میں نہیں۔ مزید ۲ یہ ہیں۔ ش: ۳، ۷۔ بیاض ۳ میں ۷ شعر ہیں۔ ۶ تو وہی ہیں جو گنجینہ م وق میں ہیں، مزید ایک شعر، غزل کا دوسرا شعر ہے۔ ”صلائے عام“ میں ۱۲ شعر ہیں۔ مطلع ثانی اس میں نہیں ہے۔

یگانہ نے یہ غزل خاقانی کی زمین میں لکھی ہے۔ بیاض ۱ میں غزل سے پہلے خاقانی کا یہ مصرع لکھا ہے:

دست چوں ماند بہ پایاں برنتابد ہر دے

اختلاف نسخ:

شعر ۱۳، مصرع ۲: شیوہ ہائے نامسماں برنتابد ہر دے

بیاض ۱: درگروہ نامسماں

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”صلائے عام“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۲: ص ۳۰۴-۲۹۹ (متفرقات)

(۱) ص ۲۹۹

نشر کی غزل ۷ کے ۳ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۱۰۔

(۲) ص ۲۹۹

نشر کی غزل ۲۹ کا ایک شعر۔ ش: ۱۷۔

(۳) ص ۲۹۹-۳۰۰

☆ آیات دوم: ص ۲۸۵، ش ۱۲۹/۸ (متفرقات) ☆ بیاض ۱: ورق ۱۰ اب

☆ ماہنامہ ”محزن“ لاہور، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۳۱ ☆ ماہنامہ ”محزن“ لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۹

آیات اول میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات دوم میں اس میں ۳ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۵۔ بیاض
۱ میں ۶ شعر ہیں۔ ایک شعر آیات اول سے زائد ہے۔ رک: باقیات ۲۹۔ ”محزن“ (اپریل ۱۹۱۸ء) میں ایک شعر
ہے۔ ش: ۲۔ ”محزن“ (اپریل ۱۹۲۰ء) میں وہ سب شعر ہیں جو آیات اول اور باقیات میں ہیں۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”محزن“ اپریل ۱۹۱۸ء میں یاس نے اپنے کلام کا انتخاب بعنوان ”نالہ یاس دل خراش، نغمہ یاس
دل نشیں“ چھپوایا تھا۔ (ص ۳۱-۱۸)۔ اس انتخاب میں اس غزل کا دوسرا شعر شامل ہے۔ اس بنا پر غزل کا زمانہ
تصنیف ۱۹۱۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

(۴) ص ۳۰۰

ایک شعر جو آیات اول کی غزل: ۸ میں شامل کیا گیا۔ ش: ۱۱

(۵) ص ۳۰۰

نشر کی غزل: ۱۰ کا ایک شعر۔ ش: ۱۶ (مقطع)

(۶) ص ۳۰۰

آیات اول کی غزل: ۱۶ کا ایک شعر۔ ش: ۱۱

(۷) ص ۳۰۰

آیات اول کی غزل: ۱۸ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۸) ص ۳۰۰

نشر کی غزل: ۶ کے ۲ شعر۔ ش: ۱، ۵

(۹) ص ۳۰۰

نشر کی غزل: ۸ کا مطلع اول

(۱۰) ص ۳۰۰

آیات اول کی غزل: ۲۳ کا ایک شعر۔ ش: ۲ (مطلع ثانی)

(۱۱) ص ۳۰۰

آیات اول کی غزل: ۳۱ کا ایک شعر۔ ش: ۸

(۱۲) ص ۳۰۱

نشر کی غزل: ۲۸ کا ایک شعر۔ ش: ۱۶ (مقطع)

(۱۳) ص ۳۰۱

آیات اول کی غزل: ۵۰ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۱۴) ص ۳۰۱

آیات اول کی غزل: ۴۸ کا مطلع اول

(۱۵) ص ۳۰۱

آیات اول کی غزل: ۶۶ کا مطلع اول

(۱۶) ص ۳۰۱

نثر کی غزل: ۴۲ کا ایک شعر۔ ش: ۲۲

(۱۷) ص ۳۰۱

☆ بیاض: ۱ ورق ۳۰ ب ☆ کجکول: ص ۵۳

☆ نقل غزل بخط دوار کا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

آیات اول میں ۳ شعر ہیں اور بیاض ۱ میں ۵۔ ۲ زائد اشعار کے لیے رک: باقیات ۳۰۔ ان زائد اشعار میں سے دوسرا قلم زد کیا گیا ہے۔ ”کجکول“ سے استفادہ اُس وقت ممکن ہوا جب کلیات کی تدوین کا کام تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اس میں بھی یہ غزل شامل ہے اور ۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں مزید ایک شعر زائد ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش: ۲۔ نقل بخط شعلہ میں ۴ شعر ہیں۔ ۳ تو وہی ہیں جو آیات اول میں ہیں اور چوتھا باقیات کا پہلا شعر ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱: جھلملانے لگا جس وقت چراغِ سحری
نقل بخط شعلہ: جھلملانے لگے جس

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ منصور نگر۔ ۱۹۱۴ء“۔ (بیاض ۱)

(۱۸) ص ۳۰۱

نثر کی غزل: ۵۲ کے ۴ شعر۔ ش: ۵، ۴، ۳، ۱

(۱۹) ص ۳۰۲

☆ آیات دوم: ص ۲۸۴، ش: ۱۲۹/۷

آیات اول میں ۳ شعر ہیں۔ ان میں سے دوسرا آیات دوم میں ہے۔ باقی دو شعروں (ش: ۱ و ۳) کو بعد میں یگانہ نے مثلث کیا تھا۔ یہ مثلث آیات دوم میں شامل ہے۔ رک: مثلث و حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

(۲۰) ص ۳۰۲

آیات اول کی غزل: ۸۱ کا ایک شعر۔ ش: ۱۳

(۲۱) ص ۳۰۲

نثر کی غزل: ۴۱ کے دو شعر۔ ش: ۹، ۱۷

(۲۲) ص ۳۰۲

نثر کی غزل: ۳۳ کے ۲ شعر۔ ش: ۳، ۶

(۲۳) ص ۳۰۲

نثر کی غزل: ۳۶ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۲۴) ص ۳۰۲

نشر کی غزل: ۳۷ کے ۲ شعر۔ ش: ۱۰، ۱۲

(۲۵) ص ۳۰۲-۳۰۳

نشر کی غزل: ۱۵ کے ۳ شعر۔ ش: ۱۱، ۱۲، ۱۵

(۲۶) ص ۳۰۳

نشر کی غزل: ۱۶ کے ۲ شعر۔ ش: ۱، ۳

(۲۷) ص ۳۰۳

آیات اول کی غزل: ۸۵ کا ایک شعر۔ ش: ۱۲

(۲۸) ص ۳۰۳

☆ بکجول: ص ۱۰۲

☆ بیاض: ۱ ورق ۷ اب

آیات اول اور بیاض ۱ میں ۳ شعر ہیں۔ ”بکجول“ میں ۴ ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک: ضمیرہ ۲، ش ۱۲۔

زمانہ تصنیف:

یہ اشعار ”بکجول“ کے اُس حصے میں ہیں جو ۱۹۱۸ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ ان اشعار کا زمانہ تصنیف یہی ہے۔

(۲۹) ص ۳۰۳

☆ بکجول: ص ۱۰۶

☆ بیاض: ۱ ورق ۷ اب

آیات اول اور بیاض ۱ میں صرف ایک مطلع ہے۔ بکجول میں مطلع کے ساتھ مقطع بھی ہے۔ رک: ضمیرہ ۲،

ش ۱۳۔

زمانہ تصنیف:

یہ اشعار ”بکجول“ کے اُس حصے میں ہیں جو ۱۹۱۸ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ ان اشعار کا زمانہ تصنیف یہی ہے۔

(۳۰) ص ۳۰۳ (ایک شعر)

☆ بکجول: ص ۶۸

☆ بیاض: ۱ ورق ۱۸ اب

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۹

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: یاس کے بیڑے کو گردابِ بلا میں ڈال کر

بکجول اور مخزن: میں چھوڑ کر

زمانہ تصنیف:

یہ شعر بکجول کے اُس حصے میں ہے جو ۱۹۱۶ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے کی تصنیف ہے۔

(۳۱) ص ۳۰۳ (ایک شعر)

☆ بکجول: ص ۵۴

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۶ء مطابق حاشیہ : ۳۰ ، مذکورہ بالا۔

(۳۲) ص ۳۰۳

نشر کی غزل : ۴۹ کا ایک شعر۔ ش : ۱۰

(۳۳) ص ۳۰۴

آیات اول کی غزل : ۸۲ کا ایک شعر۔ ش : ۸

(۳۴) ص ۳۰۴

آیات اول کی غزل : ۱۲ کے تین قطعہ بند اشعار۔ رک : حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

(۳۵) ص ۳۰۴

آیات اول کی غزل : ۲۱ کا ایک شعر۔ ش : ۱۳

(۳۶) ص ۳۰۴

☆ بیاض ۱ : ورق ۳۷ ب

یہ ۵ شعر آیات اول کے علاوہ صرف بیاض ۱ میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر ۴، مصرع ۱ : کیا جانیں خونِ ناحق یا آبِ آتشیں تھا

بیاض ۱ : کیا جانے خونِ
.....

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

(۳۷) ص ۳۰۴

یہ ۳ شعر کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔

☆☆☆

ترانہ

۱: ص ۵

☆ گنجینہ م: ص ۹۵، ش ۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶، ش ۲۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اپریل، ۱۹۳۱ء: ص ۲۸

ترانہ م میں رباعی کے آخر میں قوسین میں جو الفاظ (اٹھوسکھی پھر سولینا) لکھے ہیں، وہ سوائے ”نیرنگ خیال“ کے کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں*۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲: ص ۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۳، ش ۱۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۲

☆ بیاض ۱: ورق ۳۸ ب و ورق ۵۳، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶، ش ۲۷ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۳۱ء: ص ۳۸

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۳، الف پر قلم زد کر دی گئی ہے۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ اپریل ۱۹۳۱ء میں یہ رباعی دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ رباعی ۱، اور بعض دوسری رباعیوں کے ساتھ (ص ۳۸)۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: دل کی آواز گوش دل سے سن کر

بیاض ۱، قلم زدہ متن: افسانہ درد گوش دل سے سن کر

* رباعیات پر عنوانات صرف ترانہ م و ق میں ہیں، یا پھر بعض رسائل میں یہ رباعیات عنوانات کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں عنوانات نہیں ہیں۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳: ص ۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۳، ش ۱۷ (ر)
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ اگست ۱۹۳۱ء: ص ۴

☆ ترانہ ق: ص ۳
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹ ب

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴: ص ۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۴، ش ۱۸ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹ ب

☆ ترانہ ق: ص ۴
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۲۰ (ر)
☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، عید نمبر، فروری ۱۹۳۲ء: ص ۷۸

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵: ص ۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۶، ش ۲۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۵
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اکتوبر ۱۹۴۷ء: ص ۵۴

ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان پہلے ”بھرم کھل جاتا“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ترانہ م کے مطابق ”معنائے ہستی“ لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶: ص ۱۰

☆ بیاض ۱: ورق ۵۵ ب و ورق ۵۷، الف

☆ ترانہ ق: ص ۶

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۴۸ء: ص ۹

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۵ ب پر ابتدائی متن لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے جو یہ ہے:

کیا پردہ غیب کھوتا ہے ناداں
گوئی کی بولی بولتا ہے ناداں
فردا کی خبر ہے نہ پس فردا کی
اندھوں کی طرح ٹٹولتا ہے ناداں

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷: ص ۱۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۵، ش ۲۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۴۱، ش ۱۵۱ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ:

رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی ماخذ میں نہیں۔

مصرع ۳: پردہ ہر دم یوں ہی بدلتا جائے

نیرنگ خیال: پردہ ہاں ہاں یونہی بدلتا جائے

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸: ص ۱۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۶، ش ۲۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹: ص ۱۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۷، ش ۲۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۹

☆ بیاض ۱: ورق ۶۲، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۲ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۹

☆ بیاض ۳: ورق ۷۸، ب

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰: ص ۱۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۸، ش ۲۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۰

☆ بیاض ۳: ورق ۷۸، ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۲۴ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۱۸۱

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : کھاتا کب تک حباب دنیا کی ہوا
رسالہ ”زمانہ“ : دریا کی ہوا

س ک :

گنجینہ م، مصرع ۱ میں ”درپے“ کی جگہ ”درپے“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱ : ص ۱۵

☆ گنجینہ م : ص ۱۰۸، ش ۲۶ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۱۱

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۸ ب

☆ گنجینہ ق : ص ۱۱، ش ۵ (ر)

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء : ص ۳۴۰

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲ : ص ۱۶

☆ گنجینہ م : ص ۱۰۹، ش ۲۸ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۱۲

☆ بیاض ۱ : ورق ۵۴ ب

☆ گنجینہ ق : ص ۱۵، ش ۲۳ (ر)

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۸ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۷ء : ص ۶۲

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں یہ رباعی ”ترانہ“ کی تین دیگر رباعیوں (ش : ۱۹، ۵۵، ۱۱۰) کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ آخر میں یگانہ کے نام کے ساتھ ”شاہ گنج لکھنؤ، ۱۶ مئی ۱۹۲۷ء“ لکھا ہے۔ اس بنا پر چاروں رباعیوں کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳ : ص ۱۷

☆ ترانہ ق : ص ۱۲ کے بعد کے زائد ورق کا ص الف ☆ گنجینہ م : ص ۱۰۷، ش ۲۵ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۵، ش ۲۳ (ر)

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۸ ب

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، خاص نمبر ۱۹۳۳ء : ص ۱۳۲

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : میں زندو جاوید ہوں، آ مجھ سے پوچھ

ترانہ ق میں پہلے یہ مصرع اس صورت میں تھا:
 مٹنے کا نہیں نقش وفا مجھ سے پوچھ
 اسے قلم زد کر کے مندرجہ بالا مصرع لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :
 رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء، متعین کیا جاسکتا ہے۔
 (یہ خاص نمبر ۱۹۳۳ء کے شروع میں شائع ہوا تھا)۔

۱۲: ص ۱۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۹، ش ۲۹ (ر)
 ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۷ء: ص ۵۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۳
 ☆ بیاض ۴: ورق ۷۸، الف

زمانہ تصنیف :
 رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵: ص ۱۹

☆ گنجینہ م: ص ۹۶، ش ۳ (ر)
 ☆ بیاض ۴: ورق ۷۸، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۳
 ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۱ (ر)
 ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء: ص ۱۵۳

س ک :

مصرع ۳: یا غنچہ سربستہ چٹکنے کے لیے
 ”نیرنگ خیال“ میں پہلے دو لفظوں کی جگہ ”باغیچہ“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :
 سال نامہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ ”نیرنگ خیال“ کا ہر سال نامہ سال گزشتہ کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۱۶: ص ۲۰

☆ بیاض ۴: ورق ۷۸، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۵
 ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء: ص ۱۵۳

زمانہ تصنیف :

۱۹۲۹ء۔ رک : حاشیہ ۱۵، مندرجہ بالا۔

۱۷: ص ۲۱

☆ گنجینہ م: ص ۹۷، ش ۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۶
 ☆ بیاض ۴: ورق ۷۸، الف

۱۸: ص ۲۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۹، ش ۴۹ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۵، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۷
☆ گنجینہ ق: ص ۴۲، ش ۱۵۶ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۸، الف

۱۹: ص ۲۳

☆ بیاض ۱: ورق ۵۸ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۸
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۳۷ء، ص ۶۲

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: پھر تحفہ درد مول لیتا ہوں میں
بیاض ۱: پھر کیا کیا درد مول ہوں میں
بیاض ۱ میں یہ مصرع قلم زد کر کے مذکورہ بالا مصرع لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۷ء - رک: حاشیہ ۱۳، مذکورہ بالا۔

۲۰: ص ۲۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۹، ش ۴۸ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۹ و ۹۳
☆ گنجینہ ق: ص ۴۲، ش ۱۵۷ (ر)

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ص ۹۳ پر قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زد رباعی پر عنوان ”عیش پرستوں کی دنیا“ ہے۔ حاشیہ کے الفاظ ”ٹھیکہ محاورہ ہے“ ترانہ ق میں یوں ہیں: ”ٹھیکہ اردو کا محاورہ ہے“۔ یہ حاشیہ ترانہ م وق کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۱: ص ۲۵

☆ گنجینہ م: ص ۹۷، ش ۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷ ب

☆ ترانہ ق: ص ۲۰
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۴ء: ص ۱۲۰

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی ”نیرنگ خیال“ کے جس سال نامے میں چھپی تھی، وہ ۱۹۳۱ء کے آخر میں شائع ہوا تھا۔ یہی اس رباعی کا زمانہ تصنیف متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲: ص ۲۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۰، ش ۳۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷ ب

☆ ترانہ ق: ص ۲۱
☆ گنجینہ ق: ص ۴۱، ش ۱۵۲

۲۳: ص ۲۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۱، ش ۳۲ (ر)
☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، سالانہ نمبر ۱۹۳۲ء، ص ۶۵

☆ ترانہ ق: ص ۲۲
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳:

ترانہ م: بیداریِ موہوم ہے قانونِ حیات
گنجینہ م و بیاض ۴: ہے آئینِ حیات
کلیات میں یہ مصرع گنجینہ م کے مطابق لکھا گیا ہے کیوں کہ یہ بعد کی تصحیح ہے۔
رسالہ ”عالم گیر“ میں رباعی کا عنوان یہ ہے: ”پیامِ یگانہ (عالمِ ہستی - نظامِ غفلت)“

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ کا محلولہ بالا سالانہ نمبر ۱۹۳۱ء کے آخر میں شائع ہوا تھا، یہی اس رباعی کا زمانہ تصنیف متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۴: ص ۲۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۱، ش ۳۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۲۳
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷ ب

۲۵: ص ۲۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۰، ش ۳۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷، الف

☆ ترانہ ق: ص ۲۴
☆ گنجینہ ق: ص ۴۱، ش ۱۵۳ (ر)

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: اعجازِ ہنر ہے یا کوئی دھوکا ہے
ترانہ ق: آنکھوں کا یہ پردہ بھی عجب پردہ ہے
ترانہ ق میں یہ مصرع قلم زد کر کے مذکورہ بالا مصرع لکھا گیا ہے۔

۲۶: ص ۳۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۲، ش ۳۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۷، الف

☆ ترانہ ق: ص ۲۵
☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۱ (ر)

۲۷: ص ۳۱

- ☆ ترانہ ق: ص ۲۶
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۱، ش ۱۳ (ر)
☆ مہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۸: ص ۳۲

- ☆ ترانہ ق: ص ۲۷
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۳ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۱، ش ۱۲ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۷، الف

س ک:

مصرع ۱: ترانہ م میں ”ایک“ کی جگہ ”اک“ ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۲۹: ص ۳۳

- ☆ ترانہ ق: ص ۲۸
☆ بیاض ۳: ورق ۷۷، الف
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۲، ش ۱۳ (ر)
☆ مہنامہ ”ساقی“ دہلی، جون ۱۹۳۲ء

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰: ص ۳۴

- ☆ ترانہ ق: ص ۲۹
☆ بیاض ۳: ورق ۷۶ ب
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۲، ش ۳۳ (ر)
☆ مہنامہ ”خیالستان“ لاہور، مارچ ۱۹۳۲ء: ص ۲۸

س ک:

مصرع ۲: گنجینہ م میں ”درد دل“ کی جگہ ”درد دل“ چھپا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”خیالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۱: ص ۳۵

- ☆ ترانہ ق: ص ۳۰
☆ بیاض ۳: ورق ۷۶ ب
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۰، ش ۱۰ (ر)
☆ مہنامہ ”چاند“ الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۰ء: ص ۷۳۲

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: ص ۳۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۰، ش ۱۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۳۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۲ (ر)

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۰ء: ص ۷۳۲

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں عنوان ”گم گشتگی“ لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے ”سرگشتگی“ لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۰ء۔ مطابق حاشیہ رباعی: ۳۱، مندرجہ بالا۔

۳۳: ص ۳۷

☆ گنجینہ م: ص ۹۹، ش ۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۳۲

☆ بیاض ۱: ورق ۶۱، الف و ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲، ش ۱۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۷ء: ص ۹

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

اختلاف نسخ:

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ پہلی مرتبہ (ورق ۶۱، الف) قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں اور تیسرا مصرع اس صورت میں ہے:

کعبے کی راہ کیا ہے، گھر سے در تک

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۴: ص ۳۸

☆ گنجینہ م: ص ۹۹، ش ۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۳۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲، ش ۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء: ص ۷۵۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۵: ص ۳۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۲، ش ۱۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۳۴

☆ بیاض ۱: ورق ۵۹، الف و ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶، ش ۲۸ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۹

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف

۷۵۴

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو جگہ لکھی ہے۔ ایک جگہ (ورق ۵۹، الف) قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن میں مصرع ۳، اس صورت میں ہے :

دریا میں قرار ہے نہ صحرا میں قرار

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

یگانہ نے اس رباعی کے حاشیے میں لفظ ”ڈگن“ کے یہ معنی لکھے ہیں :

”مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں جو کانٹا باندھا جاتا ہے، اُسے ڈگن کہتے ہیں۔“

علامہ مصنفک دہلوی (افصل حسین چشتی، شاہد احمد دہلوی کے ایک قریبی عزیز کا قلمی نام) نے یگانہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا :

”ڈگن اُس چھڑ کو کہتے ہیں جس میں ڈور باندھی جاتی ہے۔ مچھلی کا شکار جال کے علاوہ دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ ایک وہ طریقہ جس میں وزن باندھ کر کانٹا ڈور پانی میں پھینک دیتے ہیں اور وہ تہ میں بیٹھ جاتا ہے، اور اس کو اصطلاح میں شست کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ ڈگن، بنسی یا چھڑ کا ہوتا ہے۔ پھر ڈگن لگنا غلط محض ہے، ڈگن لگائی جاتی ہے اور مچھلی لگتی ہے۔ اس لیے :

تازہ کوئی ڈگن لگی ہے شاید

والا مصرع بہ اعتبار زبان غلط محض ہے۔“

(مضمون : ”الٹا بنیہ، میرزا یگانہ، عقل و خرد سے بیگانہ“۔ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، اپریل

۱۹۳۳ء، ص ۵۸-۵۹)

یگانہ نے مذکورہ مصرعے میں کسی گنجائش کلام کو تسلیم نہیں کیا لیکن ”ڈگن“ کے معنی بیان کرنے میں سہو قلم کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے :

”ڈگن کے متعلق نوٹ میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ ڈگن اُس کانٹے سے مراد ہے جو مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں باندھا جاتا ہے ... قلم یہ لکھ گیا، ڈگن اُس کانٹے کو کہتے ہیں، اس سے معترض کو زبان پکڑنے کا موقع مل گیا۔ مگر معترض کا یہ قول درست نہیں کہ ڈگن لگنا محاورہ نہیں ہے یا ڈگن لگتی نہیں لگائی جاتی ہے ... مچھلی بازو کی اصطلاح میں ... ڈگن نہ تو اُس چھڑ کو کہتے ہیں جس میں ڈور اور کانٹا باندھا ہوتا ہے اور نہ محض کانٹے کو کہتے ہیں بلکہ چھڑ اور ڈور اور کانٹے کے مجموعے کا نام ہے ڈگن اور اسی ڈگن کو بنسی بھی کہتے ہیں جس میں چھڑ اور ڈور اور کانٹا شامل ہے ... مگر شاعر ڈگن جب کہے گا کانٹے ہی سے مراد لے گا ... یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ڈگن لگنا محاورہ نہیں ہے۔ ڈگن لگے ہی کی نہیں تو مچھلی پھنسنے کی کیوں کر؟“

(”میرزا یگانہ کی دوسری کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر صاحب ساقی“۔ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی،

جون ۱۹۳۳ء، ص ۷۸-۷۹)

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۶ : ص ۴۰

☆ ترانہ ق: ص ۳۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۳، ش ۳۶ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۷۸ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ اکتوبر ۱۹۲۷ء: ص ۵۴

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۷ : ص ۴۱

☆ ترانہ ق: ص ۳۶ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۳، ش ۳۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۴۷

س ک : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں رباعی کے پہلے مصرعے میں ”پھڑتے“ کی جگہ ”پھڑتے“ لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی وجہ سے اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۸ : ص ۴۲

☆ ترانہ ق: ص ۳۷ ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : ملنے لگا پھر سازِ دلِ کم گشت
نیرنگ خیال : بنجنے لگا پھر

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۹ : ص ۴۳

☆ ترانہ ق: ص ۳۸ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۴، ش ۳۸ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۲ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء: ص ۱۰

س ک :

ترانہ میں مصرع ۳ میں ”تری“ کی جگہ ”تیری“ لکھا ہے۔ کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۰ : ص ۴۴

☆ گنجینہ م : ص ۱۱۴، ش ۳۹

☆ ترانہ ق : ص ۳۹

☆ بیاض ۳ : ورق ۷۶، الف

☆ گنجینہ ق : ص ۱۶، ش ۳۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء : ص ۱۲۰

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : آئینے میں کیا دیکھتا ہے رنگ اپنا

نیرنگ خیال : آئینے میں کیا دیکھتا ہے اپنی بہار

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۱ : ص ۴۵

☆ گنجینہ م : ص ۱۷۴، ش ۱۵۸ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۴۰

☆ بیاض ۱ : ورق ۴۶ ب

☆ گنجینہ ق : ص ۴۰، ش ۱۴۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء : ص ۴۸

☆ بیاض ۳ : ورق ۷۵ ب

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں ایک ہی صفحے پر یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ دوسرا متن قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں، اور تیسرا مصرع اس صورت میں ہے :

اللہ رے سکونِ ازلی و ابدی

رباعی کا جو متن قلم زد نہیں کیا گیا، اُس میں تیسرا مصرع یوں ہے :

اے شوقِ وصالِ ازلی و ابدی

جب کہ باقی سب مآخذ میں یہ مصرع یوں ہے :

اے شوقِ وصالِ اے تمنائے سکون

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۲: ص ۴۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۶، ش ۴۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۷ (ر)

☆ ماہنامہ ”ساقی“ جون ۱۹۳۲ء

زمانہ تصنیف:

ماہنامہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۳: ص ۴۷

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۲

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۳۲۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

اختلاف نسخ:

یہ رباعی ترانہ م کی دو اور رباعیات (ش: ۵۱، ۱۵۸) کے ساتھ رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ ان رباعیوں کا عنوان ”یگانہ کی عید“ تھا۔ یہ عنوان دوسرے کسی ماخذ میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: ص ۴۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۶، ش ۱۶۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۰، ش ۱۵۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، جنوری ۱۹۳۳ء: ص ۴۴

☆ ماہنامہ ”جہانگیر“ لاہور، جولائی (خاص نمبر) ۱۹۳۲ء: ص ۱۲۶

اختلاف نسخ:

رسالہ ”جہانگیر“ میں عنوان ”کیا کروں کیا نہ کروں“ اور رسالہ ”عالم گیر“ میں ”کھٹکش آرزو“ ہے۔

مصرع ۴: ایک اور گنہ کرلوں کہ توبہ کرلوں

گنجینہ م وق کے سوا تمام ماخذ میں ”ایک“ کی جگہ ”اک“ ہے۔ گنجینہ ق کے مطابق کلیات میں ”ایک“

لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”جہانگیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۵: ص ۴۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۳، ش ۱۵۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۴

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۴ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ و ۴: کیا کیجیے دادِ حُسن دیتے ہی بنی
دُکھتے ہوئے دل سے آہ کر لیتا ہوں

تمام مآخذ میں یہ دو مصرعے اسی صورت میں ہیں لیکن گنجینہ ق میں اس صورت میں:

وہ حسنِ کشش کہ داد دیتے ہی بنی

دل تھام کے آہ آہ کر لیتا ہوں

گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں بھی یہ ترامیم بخط یگانہ ملتی ہیں۔ کلیات میں یہ دونوں مصرعے گنجینہ ق کے مطابق ہیں۔

س ک:

ترانہ م میں عنوان میں ”دیتے“ کی جگہ ”دیتی“ لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۶: ص ۵۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۳، ش ۱۵۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۵

☆ بیاض ۱: ورق ۴۶ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۴۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۷ء: ص ۱۰

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، فروری ۱۹۳۲ء: ص ۸

اختلاف نسخ:

رسالہ ”ساقی“ میں اس رباعی کا عنوان ”حقیقت تلخ“ ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۷: ص ۵۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۶، ش ۱۶۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۶

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۱ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۶۵

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : دل کے گاہک ہیں کیا سیانے گاہک
نیرنگ خیال : ہیں کیا ہی سیانے گاہک

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۸: ص ۵۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۵۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۷

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

۴۹: ص ۵۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ ترانہ ق: ص ۴۸

☆ ماہنامہ ”خیالستان“ لاہور، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۰ء: ص ۱۱۰

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”خیالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۰: ص ۵۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۰، ش ۵۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۴۹

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۱ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۳۸ء: ص ۶۷

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں پہلے عنوان ”ستم کر کے کرم کرنا“ لکھا تھا۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۱: ص ۵۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۵، ش ۴۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۵۰

☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۳۷ء: ص ۶۹ ☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۳۳۱

اختلاف نسخ :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں اس رباعی کا ابتدائی متن چھپا ہے جو یہ ہے :

عید اپنی منا لیتے محرم ہی سہی
مل جاتے کہیں آپ جہنم ہی سہی
صد جنت بے خودی ہے کروٹ کروٹ
گہوارہ عیش، جان جو کھم ہی سہی

رسالہ ”چاند“ میں یہ رباعی، دو اور رباعیوں (ش: ۴۳ و ۱۵۸) کے ساتھ ”یگانہ کی عید“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ رسالہ ”چاند“ میں اس رباعی کا متن ترانہ م کے مطابق ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ رباعی کے متن میں اصلاح کا عمل ۱۹۳۰ء کے دوران ہوا ہے۔

۵۲: ص ۵۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۱۵، ش ۴۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۵۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۵ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا تھا

رسالہ ”نیرنگ خیال“ : بہتے دریا میں ہاتھ دھو لینا تھا

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۳: ص ۵۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۰، ش ۵۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۵۲

☆ بیاض ۱: ورق ۵۶، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۱، ش ۵۱ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۹

☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۴: ص ۵۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۱، ش ۵۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۵۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ بیاض ۱: ورق ۵۵ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۹

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں رباعی کا عنوان پہلے ”یاد ایام“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۵ : ص ۵۹

☆ گنجینہ م : ص ۱۲۱، ش ۵۳ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۵۴

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۴، الف

☆ بیاض ۱ : ورق ۵۲ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۷ء : ص ۶۲

س ک :

ترانہ م، مصرع ۱ میں ”زندہ دلی“ کے بعد لفظ ”کا“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

گنجینہ م و رسالہ ”نیرنگ خیال“ : مصرع ۲ میں ”پر“ کی جگہ ”پ“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۲۷ء - رک : حاشیہ ۱۲، مندرجہ بالا۔

۵۶ : ص ۶۰

☆ گنجینہ م : ص ۱۱۶، ش ۳۳ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۵۵

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۴، الف

☆ گنجینہ ق : ص ۱۸، ش ۳۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء : ص ۳۳

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں عنوان پہلے ”پیری کی ہوس“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۷ : ص ۶۱

☆ گنجینہ م : ص ۱۱۷، ش ۳۵ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۵۶

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۴، الف

☆ گنجینہ ق : ص ۱۹، ش ۳۵ (ر)

اختلاف نسخ :

مصرع ۲، گنجینہ ق : کیا کیا گل بے خار لے ہیں سستے

باقی تمام مآخذ : کیا کیا گل پھر لے ہیں سستے

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۵۸: ص ۶۲

- ☆ ترانہ ق: ص ۵۷
☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۳ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۱، ش ۴۳ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اگست ۱۹۲۸ء، ص ۵۴

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: پھولوں سے لدی ہوئی دھن کیا جانے
رسالہ ”نیرنگ خیال“: دھن الہیلی

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۹: ص ۶۳

- ☆ ترانہ ق: ص ۵۸
☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۳ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۸، ش ۴۷ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف
☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء، ص ۷۵۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۰: ص ۶۴

- ☆ ترانہ ق: ص ۵۹
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳ ب
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء، ص ۵۲

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۱: ص ۶۵

- ☆ ترانہ ق: ص ۶۰
☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۲ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۸، ش ۴۶ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳ ب
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اگست ۱۹۲۸ء، ص ۵۴

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: کیوں، چاند کو گھن میں نہیں دیکھا شاید
گنجینہ ق کے سوا باقی تمام مآخذ میں ”کیوں“ کی جگہ ”ہاں“ ہے۔ کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۲: ص ۶۶

☆ ترانہ ق: ص ۶۱

۶۳: ص ۶۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۳، ش ۵۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۶۲

☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب

۶۴: ص ۶۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۳، ش ۵۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۶۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۲، ش ۱۵۸ (ر)

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی۔

شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۶

زمانہ تصنیف :

محولہ بالا مکتوب کے ساتھ یگانہ نے چھ رباعیاں بھی تھیں۔ زیر نظر رباعی بھی اُن میں شامل ہے۔ ان رباعیوں کے بارے میں مکتوب میں یگانہ نے لکھا ہے ؎
”چند تازہ رباعیاں ارسال کرتا ہوں مگر انھیں کہیں چھپوائے گا نہیں کیوں کہ ”نیرنگ خیال“ کے ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں۔“ (ص ۴۷۰)
اس سے واضح ہے کہ یہ رباعی ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

۶۵: ص ۶۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۳، ش ۵۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۶۴

☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۲، ش ۱۵۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : پائے ہمت کو توڑتی ہے دنیا
رسالہ ”زمانہ“ : پائے خود سر کو.....

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۶۴

۶۶: ص ۷۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۲، ش ۵۳ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

☆ ترانہ ق: ص ۶۵
☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۸۰ (ر)

۶۷: ص ۷۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۳، ش ۵۹ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

☆ ترانہ ق: ص ۶۶
☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۵۳ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۸: ص ۷۲

☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

☆ ترانہ ق: ص ۶۷

۶۹: ص ۷۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۶۰ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

☆ ترانہ ق: ص ۶۸
☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۵۵ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۲۹ء: ص ۱۱۰

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان پہلے ”سنگ دل دنیا“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۰: ص ۷۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۶۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۶۹

☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

۷۱: ص ۷۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۶، ش ۶۳ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۳، الف

☆ ترانہ ق: ص ۷۰
☆ گنجینہ ق: ص ۳۳، ش ۱۶۷ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۶

☆ بیاض ۳: ورق ۷۲ ب

اختلاف نسخ:
رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں مصرع ۲ و مصرع ۴، ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔

زمانہ تصنیف:
رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۲: ص ۷۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۶، ش ۶۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷۱

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۱۶۸ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

س ک:
مصرع ۱: بیاض ۴ میں ”آستانہ“ کی جگہ ”آشیانہ“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:
رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۳: ص ۷۷

☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۱۶۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷۲

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب

☆ بیاض ۱: ورق ۶۲ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: اے پائے طلب ہوا پہ سبقت لے چل
بیاض ۱، میں پہلے ”اے درد طلب“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے متبادل الفاظ لکھے گئے۔

۷۴: ص ۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۳، ش ۷۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷۳

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۳۵، ش ۱۲۵ (ر)

۷۵: ص ۷۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۳، ش ۷۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷۴

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء: ص ۱۵۳

زمانہ تصنیف:
رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ ”نیرنگ خیال“ کا ہر سال نامہ سال گزشتہ کے آخری مہینے میں شائع ہوتا تھا۔

۷۶: ص ۸۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۵، ش ۸۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب

☆ آیات سوم: ص ۲۱۳، ش ۷۴
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۱۷ (ر)

۷۷: ص ۸۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲، الف

☆ ترانہ ق: ص ۷۶

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: ہاں محرم بیگانہ نما کیوں نہ ہوا
رسالہ ”زمانہ“: کیوں، محرم.....

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۸: ص ۸۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۲، ش ۷۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۲، الف

☆ ترانہ ق: ص ۷۷

☆ بیاض ۱: ورق ۶۴ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۱۰

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں عنوان پہلے ”وہ جو تیر دل کی خبر رکھتا ہے“ لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔
مصرع ۱: ہوگی کسی رہ نما کو منزل کی خبر
بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں لکھا تھا:

رکھتے ہیں جنابِ خضر منزل کی خبر
اسے قلم زد کر کے مندرجہ بالا مصرع لکھا گیا۔ بعد ازاں پوری رباعی قلم زد کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۹: ص ۸۳

☆ گنجینہ م: ص ۹۸، ش ۷۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۲، الف

☆ ترانہ ق: ص ۷۸

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۸ (ر)

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، فروری ۱۹۲۹ء: ص ۱۲۳

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۰: ص ۸۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۲، ش ۷۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۷۹

☆ بیاض ۴: ورق ۷۲، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۵ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اگست ۱۹۳۱ء: ص ۴

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: چل پھر کے ذرا دیکھ جھپکتا کیا ہے

تمام مآخذ میں لفظ ”جھپکتا“ لکھا ہے لیکن مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷/۴/۱۹۳۸ء میں واضح طور پر ”جھپکتا“ ہے۔ (یہ خط غیر مطبوعہ ہے اور پروفیسر نظیر صدیقی کی عنایت سے دست یاب ہوا ہے)۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۱: ص ۸۵

☆ گنجینہ م: ص ۹۸، ش ۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۰

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲، ش ۷ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴

س ک:

مصرع ۳: کھو لیتا ہے انجان تو کچھ پاتا ہے

رسالہ ”نیرنگ خیال“: تو کچھ پالیتا ہے

اس رسالے کے اکتوبر ۱۹۳۱ء کے شمارے میں تصحیح شائع ہوئی ہے کہ ”پاتا“ کی جگہ ”پالیتا“ غلط چھپا ہے۔

(۳ ص)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۲: ص ۸۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۵، ش ۸۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۱

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۹، ش ۹۲ (ر)

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء، کتابی سلسلہ: ”مخلیقی ادب“ کراچی،

شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۷۷۰۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: اک موج پریشاں ہوں عجب پہل میں

مکتوب یگانہ: اک موج تمنا ہوں

۷۶۸

زمانہ تصنیف :

مکتوب یگانہ محولہ بالا میں اس رباعی کو ”تازہ تصنیف“ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔
رک : حاشیہ ۶۳، مندرجہ بالا۔

۸۳ : ص ۸۷

- ☆ آیات سوم : ص ۲۱۶، ش ۷۵
☆ گنجینہ ق : ص ۱۱، ش ۳ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۶، ش ۸۲ (ر)
☆ بیاض : ۴ ورق ۱ ب
☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۷ اپریل ۱۹۳۳ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی،
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : حاشیہ ص ۳۸۰۔

س ک :

مصرع ۴ : ترانہ میں ”ز ہے“ کی جگہ ”زہر“ لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف :

مکتوب محولہ بالا کے ساتھ یگانہ نے یہ رباعی بھیجی تھی، اس بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۴ : ص ۸۸

- ☆ ترانہ ق : ص ۸۳
☆ گنجینہ ق : ص ۱۱، ش ۳ (ر)
☆ بیاض : ۴ ورق ۱ ب
☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی،
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۳۷۰۔

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں عنوان پہلے ”پروانوں کی پسلی پھڑکی“ لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

مکتوب یگانہ محولہ بالا میں اس رباعی کو ”تازہ تصنیف“ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔
رک : حاشیہ ۶۳، مندرجہ بالا۔

۸۵ : ص ۸۹

- ☆ ترانہ ق : ص ۸۴
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۲، ش ۷۹ (ر)
☆ بیاض : ۱ ورق ۶۵ ب
☆ بیاض : ۴ ورق ۱ ب

۸۶ : ص ۹۰

- ☆ ترانہ ق : ص ۸۵
☆ گنجینہ ق : ص ۲۵، ش ۷۴ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۳، ش ۷۸ (ر)
☆ بیاض : ۱ ورق ۵۸ ب و ورق ۵۹، الف
☆ بیاض : ۴ ورق ۱ ب، الف

اختلاف نسخ:

اس رباعی پر ترانہ م میں جو حاشیہ ہے وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۸ ب پر قلم زد کی گئی ہے۔ اس قلم زدہ متن کا تیسرا مصرع یوں ہے: دیوانہ وہ کیا جو تیرے منہ پر نہ چڑھے

س ک:

مصرع ۱: ترانہ م میں اس مصرعے میں ”تری“ کی جگہ ”تیری“ چھپا ہے۔ گنجینہ ق کے مطابق تصحیح کی گئی۔

۸۷: ص ۹۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۸، ش ۸۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۶

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۴۷ء: ص ۶۹

☆ بیاض ۳: ورق ۷۱، الف

اختلاف نسخ:

اس رباعی پر ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸: ص ۹۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۷، ش ۶۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۷

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۲ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۴۸ء: ص ۹

☆ بیاض ۳: ورق ۷۱، الف

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، ستمبر ۱۹۴۸ء: ص ۱۸۱

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے

رسالہ ”زمانہ“: کوئی ہمت کو ہارتا

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۹: ص ۹۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۷، ش ۶۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۸

☆ بیاض ۳: ورق ۷۱، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۸ (ر)

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، فروری ۱۹۴۹ء: ص ۱۲۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۰ : ص ۹۴

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۱، ش ۷۳ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۸۹

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء : ص ۷۵۸

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۱، الف

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۱ : ص ۹۵

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۷، ش ۸۴ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۹۰

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰ ب

۹۲ : ص ۹۶

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۶، ش ۸۳ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۹۱

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰ ب

☆ گنجینہ ق : ص ۲۹، ش ۹۳ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء : ص ۶۹

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں پہلے یہ عنوان لکھا تھا: ”سب کے دن پھرے مگر...“۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۳ : ص ۹۷

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۷، ش ۸۵ (ر)

☆ ترانہ ق : ص ۹۲

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : جھونکا کھاتے ہی منہ کے بھل گرتا ہے

گنجینہ م میں ”بل“ بجائے ”بھل“۔ چونکہ دونوں درست ہیں، اس لیے مصرعے کا متن ترانہ م کے مطابق رہنے دیا ہے۔

۹۴: ۹۸

- ☆ ترانہ ق: ص ۹۳
☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۳ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۵۰، ش ۱۱۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب
☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، خاص نمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۴۲

اختلاف نسخ:

رسالہ ”عالم گیر“ میں رباعی کا عنوان یہ ہے: دل کی آواز

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔
واضح رہے کہ ”عالم گیر“ کا ہر خاص نمبر گزشتہ سال کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۹۵: ۹۹

- ☆ ترانہ ق: ص ۹۴
☆ گنجینہ ق: ص ۲۲، ش ۵۶ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۱، ش ۹۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف
☆ ماہنامہ ”خیالستان“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء، ص ۱۴
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء، ص ۴۹

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی کے ساتھ جو دو حواشی ہیں، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔

س ک:

ترانہ م میں حاشیہ ۲ میں ”بلبل“ بجائے ”لہلہا“ لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

محولہ بالا دونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۶: ۱۰۰

- ☆ ترانہ ق: ص ۹۵
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸، ش ۸۶ (ر)
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء، ص ۴

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷: ۱۰۱

- ☆ ترانہ ق: ص ۹۶
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۱ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۹۶، ش ۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء، ص ۱۴۰

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس رسالے کا ہر سال نامہ گزشتہ سال کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۹۸ : ص ۱۰۲

☆ گنجینہ م : ص ۱۴۰، ش ۹۰ (ر)
☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، فروری ۱۹۲۹ء : ص ۱۲۴

☆ ترانہ ق : ص ۹۷

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰، الف

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۹ : ص ۱۰۳

☆ گنجینہ م : ص ۱۴۲، ش ۹۴ (ر)

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰، الف

☆ ترانہ ق : ص ۹۸

☆ گنجینہ ق : ص ۴۲، ش ۱۶۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء : ص ۲۹۰

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۰ : ص ۱۰۴

☆ آیات سوم : ص ۲۵۸، ش ۸۱

☆ گنجینہ ق : ص ۲۶، ش ۷۲ (ر)

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء : ص ۱۰

☆ ترانہ ق : ص ۹۹

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۱، ش ۷۲ (ر)

☆ بیاض ۴ : ورق ۷۰، الف

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، مارچ ۱۹۳۲ء میں زیر نظر اور اس سے اگلی رباعی (ش : ۱۰۱) ایک ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ (بعض : ترانہ یگانہ) ان کے شروع میں یگانہ کا یہ نوٹ ہے :

”افسوس ہے کہ اپنی قوم میں جان باقی نہیں رہی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ ترانے کانوں سے دل تک پہنچ کر قومی زندگی میں انقلاب نہ پیدا کر دیتے۔ قوم کا بیا پھوٹ گیا ہو تو ان ترانوں کو کون سنے اور سنے تو کیا سمجھے۔ اب یہ اسی کام کے ہیں کہ یا تو لندن اور پیرس کے عجائب خانوں میں رکھ دیے جائیں یا ردی کی ٹوکری میں ڈالے جائیں۔“ (ص ۲۴)

۱۰۱: ص ۱۰۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۰، ش ۷۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۰

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۷۶ (ر)

☆ بیاض ۵: ورق ۱، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

اختلاف نسخ:

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

مصرع ۴: جیتے مردوں کو کون دیتا کاندھا

ترانہ م و گنجینہ م: جیتے مردے

کلیات میں یہ مصرع بعد کی اصلاح (گنجینہ ق) کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۲: ص ۱۰۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۰، ش ۷۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۱

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ بیاض ۱: ورق ۶۲ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۹

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: خود اپنے ارادوں کے سوا کیا جانے

رسالہ ”نیرنگ خیال“: خود اپنے ارادے کے

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۳: ص ۱۰۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۳۹، ش ۸۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۲

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۵، ش ۷۳ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۲۹ء: ص ۱۱۰

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی کے ساتھ جو حاشیہ ہے وہ بیاض ۴ کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

مصرع ۳:

گنجینہ ق: کھلتا نہیں کیا جاوے کیا پھر پڑا

گنجینہ م: کیا جانیں کیا

ترانہ م و دیگر ماخذ: کیا جانے کیا

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۱۰۴

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۴: ص ۱۰۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۳ ☆ گنجینہ م: ص ۱۵۰، ش ۱۱۱ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶ ب ☆ بیاض ۲: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : ساقی ازل ہم بھی ترے دور میں ہیں

گنجینہ م : ساقی دکن ہم

گنجینہ م میں یگانہ نے کسی وقتی مصلحت کے تحت مصرعے میں تبدیلی کی تھی، اس لیے کلیات میں ابتدائی متن برقرار رکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۵: ص ۱۰۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۹، ش ۸۸ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۴ (ر) ☆ بیاض ۳: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۴۹۱

س ک:

مصرع ۳ : سبزے پہ چڑھا رنگ لہکتے ہی بنی

گنجینہ م : سبزے پہ چڑھا رہا رنگ

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۶: ص ۱۱۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۵ ☆ گنجینہ ق: ص ۲۱، ش ۵۴ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی،

شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰

اختلاف نسخ:

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔
مصرع ۳ : چلتا نہیں زور اُن سے لپیٹے کیوں کر
بیاض ۴ : چلتا نہیں بس اُن
.....

زمانہ تصنیف:

۱۹۲۸ء - رک : حاشیہ ۶۴، مندرجہ بالا۔

۱۰۷: ص ۱۱۱

☆ آیات سوم: ص ۴۲، ش ۱۳۰
☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۴۲ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۶
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۱۰۰ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۲، الف

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں مصرع ۲ کے لفظ ”لکھنؤ“ کے نیچے لکیر کھینچ کر اُس کا متبادل ”آشیاں“ لکھا گیا ہے۔ کسی دوسرے ماخذ میں یہ متبادل نہیں لکھا گیا۔

س ک:

گنجینہ ق میں مصرع ۱ کا لفظ ”یہ“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

۱۰۸: ص ۱۱۲

☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۶۵ و ۱۰۷
☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف

ترانہ ق میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ص ۶۵ پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ بوجہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۰۹: ص ۱۱۳

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۸

☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۰: ص ۱۱۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۹

☆ بیاض ۱: ورق ۱، سے قبل کا ورق، رخ الف و ورق ۵۵، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۲۷ء: ص ۶۲

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۲۷ء۔ رک: حاشیہ ۱۲، مندرجہ بالا۔

۱۱۱: ص ۱۱۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۰، ش ۹۱ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۰، ش ۹۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۲:

گنجینہ م وق: پیدا دل میں ذرا روانی ہو جائے

ترانہ م و بیاض ۴: دل میں پیدا ذرا.....

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۱۱۲: ص ۱۱۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۱

☆ بیاض ۱: ورق ۵۶ ب

۱۱۳: ص ۱۱۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۱، ش ۹۳ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۵۲ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، عید قربان نمبر، ۱۹۳۳ء: ص ۴۶

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

واضح رہے کہ ۱۹۳۳ء میں عید قربان مارچ کی ابتدائی تاریخوں میں تھی۔

۱۱۴: ص ۱۱۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۲، ش ۹۵ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۹، ش ۹۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، ۱۹۳۰ء: ص ۷۳۲

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : دل ہی نہ رہا تو موت کا ڈر کیا
گنجینہ م و بیاض ۴ : اب دل ہی نہیں تو

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵: ص ۱۱۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۳، ش ۹۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء: ص ۷۵۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۶: ص ۱۲۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۳، ش ۹۷ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ ”خیالستان“ لاہور، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۰ء: ص ۱۱۰

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : عالم میں جدھر دیکھیے میٹھا ہی میں ہوں
رسالہ ”خیالستان“ : . . میں جہاں دیکھیے

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”خیالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۷: ص ۱۲۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۶ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۸، ش ۱۰۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : کیا جانے محبت نے چڑھایا کیا رنگ
گنجینہ م : کیا جانیں محبت

۱۱۸: ص ۱۲۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۷ ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۱، ش ۱۱۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۸

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۳ (ر)

☆ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: تخلیقی ادب، کراچی، شمارہ ۲،

۱۹۸۰ء: ص ۴۷۴-۴۷۳

اختلاف نسخ:

ترانہ م وق میں رباعی کے پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔ کلیات میں ان مصرعوں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

ترانہ ق میں اس رباعی پر مندرجہ ذیل حواشی ملتے ہیں:

”۱۔ گھر بولتا ہے، یعنی گھر کی رُت ایسی بدل گئی ہے، ایسی رونق آ گئی ہے کہ گویا منہ سے بول رہا ہے۔

۲۔ دلدر بھاگا، یعنی نحوست دور ہوئی۔

۳۔ ہندوستانی سہاگن کو جب اپنے ساجن یعنی شوہر کی آمد آمد اور پردیس سے واپسی کا انتظار ہوتا ہے، اور دن گنتے گزرتی ہے تو عالم انتظار میں وہ کوئے سے شگون لیتی ہے۔ جب کوئی کوا دیوار پر آ بیٹھتا ہے تو اُسے ہاتھ کے اشارے سے یہ کہہ کر اڑا دینا چاہتی ہے کہ ساجن آ رہے ہیں، راستہ تو دے کاگا۔ اگر اس کہنے پر اور ہاتھ کے اشارے پر کوا اڑ جاتا ہے تو اپنے عقیدے کے بموجب اُسے شگون مل جاتا ہے اور یقین کر لیتی ہے کہ ساجن اب آتے ہی ہوں گے، کوئے نے راہ دے دی ہے۔ اس لیے اُس کے جذبہ شوق کی تسکین ہوتی ہے۔“ (ص ۱۱۸)

س ک:

مصرع ۳: دن کاٹے ہیں گن گن کے اسی دن کے لیے گنجینہ م میں پہلا ”کے“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

یگانہ کے محولہ بالا خط میں اس رباعی کے بارے میں لکھا ہے:

”آجکل میں نے ایک رباعی کہی ہے ...“

اس سے واضح ہے کہ یہ رباعی ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

یگانہ نے محولہ بالا خط میں اس رباعی کے حوالے سے لکھا ہے:

”آپ کو غالباً معلوم ہے کہ میں اپنی باوفا اور محترم بیوی کا بندہ ہوں۔ چومیں گھنٹے میں بس جب تک دفتر میں رہتا ہوں یا جب تک شطرنج کھیلتا رہتا ہوں... وہ گویا مجھ سے

جدا ہو جاتی ہیں۔ باقی ہر وقت میرے دل و دماغ پر اُن کا قبضہ رہتا ہے۔ آج کل میں نے ایک رباعی کہی ہے جس میں اپنے جذبات کی نہیں، اُن کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں ہندوستان کی بیویاں اپنے شوہروں پر کس درجہ جان فدا کرتی ہیں... آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ ”ساجن“ یا ”پیا“ میں محبت کا کیسا اتمہا سمندر موجیں مارتا ہے۔ جب کسی کا شوہر پردیس جاتا ہے اور اس کی جدائی کو بہت دن گزر جاتے ہیں تو اُس وقت عورت کے شوق و انتظار کی تصویر ممکن ہی نہیں کہ الفاظ سے کھینچی جاسکے۔ ہاں بس الفاظ ایک دھندلا سا اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ دھندلا سا اشارہ بھی وہی صاحب کمال سخن ور کر سکتا ہے جس کو اس کام کے لیے وہی طاقت ملی ہے۔ ورنہ جذبات کی گہرائیوں کو نگاہ کے سامنے لے آنا قریباً محال ہے۔“ (ص ۷۴-۷۵)

۱۲۰: ص ۱۲۴

- ☆ ترانہ ق: ص ۱۱۹
- ☆ گنجینہ ق: ص ۲۵، ش ۷۵ (ر)
- ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۴، ش ۹۸ (ر)
- ☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف
- ☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ کیم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: تخلیقی ادب، کراچی، شمارہ ۲، ۹۸۰ء: ص ۴۷۶-۴۷۵۔ (اس خط کی پشت پر یگانہ نے چار رباعیاں درج کی ہیں، ان میں سے ایک، زیر نظر رباعی ہے)۔

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱: ص ۱۲۵

- ☆ ترانہ ق: ص ۱۲۰
- ☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۱۶۹ (ر)
- ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۷، ش ۱۰۴ (ر)
- ☆ بیاض ۱: ورق ۴۷ ب و ورق ۴۸ ب
- ☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب
- ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۲۸

اختلاف نسخ:

بیاض ۱ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۴۷ ب پر دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن کے مصرعوں کی ترتیب یہ ہے: ۲، ۳، ۴، ۱۔ ورق ۴۸ ب پر بھی رباعی قلم زد کی گئی ہے۔ اس کے مصرعوں کی ترتیب یہ ہے: ۲، ۳، ۱، ۴۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۲: ص ۱۲۶

- ☆ ترانہ ق: ص ۱۲۱
- ☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۷۰ (ر)
- ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۴، ش ۹۹ (ر)
- ☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف
- ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۳: ص ۱۲۷

☆ گنجینہ ق: ص ۴۶، ش ۱۸۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۲

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف

س ک :

ترانہ م : وہ دور نہ رہا نہ وہ زمانہ ساقی
پہلا ”نہ“ زائد ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۱۲۴: ص ۱۲۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۴، ش ۱۵۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۳

☆ بیاض ۱: ورق ۳۲ ب و ورق ۶۸ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۰، ش ۱۴۸ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۲۸

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف و ورق ۷۵ ب

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ و ۴ میں یہ رباعی دو دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ بیاض ۱ میں ورق ۶۸ ب پر اسے قلم زد کیا ہے لیکن
بیاض ۴ میں دونوں جگہ باقی رکھا ہے۔

مصرع ۱ : بادل کو لگی ٹھلتے برستے کچھ دیر
بیاض ۱، قلم زدہ متن : بادل کو بھی لگتی ہے برستے کچھ دیر
مصرع ۳ : بچوں کی طرح موم ہوا ہوں ایسا
بیاض ۱، ورق ۳۲ ب میں یہ مصرع پہلے یوں تھا:

بچوں کی طرح دل نہ ہوا موم ہوا
اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۵: ص ۱۲۹

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۲

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۲ء: ص ۱۲۰

اختلاف نسخ :

”نیرنگ خیال“ میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔
مصرع ۱ : راگ اور کوئی چھیڑ کہ لذت بھی ملے
نیرنگ خیال : چھیڑ تو کچھ داد ملے

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۶: ص ۱۳۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۵۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۲۵

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۳۵، ش ۱۲۱ (ر)

۱۲۷: ص ۱۳۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۲، ش ۵۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۶

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۸۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، سالانہ نمبر ۱۹۳۲ء: ص ۶۵ (اس میں رباعی کا عنوان: یگانہ آرٹ)

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸: ص ۱۳۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۸، ش ۶۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۷

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۴۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، اپریل ۱۹۳۲ء: ص ۲۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۹: ص ۱۳۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۹، ش ۱۲۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۸

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں پہلے یہ عنوان لکھا تھا: ”آرزو مندوں پہ خدا رحم کرے“۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

۱۳۰: ص ۱۳۴

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۲۹

۱۳۱: ص ۱۳۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۲۸، ش ۶۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۰

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۴۹ (ر)

۱۳۲: ص ۱۳۶

☆ گنجینہ ق: ص ۴۵، ش ۱۷۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۱
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

۱۳۳: ص ۱۳۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۹، ش ۱۴۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۲
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶ ب

۱۳۴: ص ۱۳۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۰، ش ۱۵۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۳

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۴۶، ش ۱۷۸ (ر)

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۴۹ء: ص ۳۴۰ (بعض: بزمِ یگانہ)

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: مجھ سا کوئی دوسرا نہ تجھ سا کوئی
رسالہ ”ہمایوں“: مجھ سا کوئی دوسرا نہ کوئی تجھ سا

س ک:

ترانہ م میں مصرع ۴ میں ردیف ”میں ہوں“ بجائے ”ہوں میں“۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۵: ص ۱۳۹

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۴

۱۳۶: ص ۱۴۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۰، ش ۱۵۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۵

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۵۸، ش ۲۳۶ (ر)

۱۳۷: ص ۱۴۱

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، جون ۱۹۴۸ء: ص ۴۹۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۶

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: دیوانوں نے دیوانوں کا پایا نہ مزاج
رسالہ ”زمانہ“: دیوانوں نے دیوانے کا
مصرع ۴: کیوں راہ پہ آتا دلِ دیوانہ مزاج
رسالہ ”زمانہ“: راہ پر آتا

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۸: ص ۱۴۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۸، ش ۱۴۷ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۷

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۳۳، ش ۱۱۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۹: ص ۱۴۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۷، ش ۱۴۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۸

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

س ک :

مصرع ۴ : اچھا نہیں اپنے سر یہ جھنجھٹ لینا

رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں لفظ ”یہ“ کی جگہ ”چ“ چھپا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۱۴۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۶۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۹

☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

۱۴۱: ص ۱۴۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۵، ش ۱۴۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۰

☆ گنجینہ م: نسخہ باقر حسین رضوی: ص ۱۵۵

☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۱ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء: ص ۳۴۰ (عنوان: بزمِ یگانہ)

اختلاف نسخ :

ترانہ م و دیگر آخذ میں مصرع ۳، اس صورت میں ہے:

کل تک تو اسی کل سے آزرده تے

گنجینہ م، نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود آخری تین الفاظ قلم زد کر کے مصرعے کو یہ صورت دی ہے:

کل تک تو اسی کل کو بُرا کہتے تھے
چوں کہ یہ تبدیلی ۱۵ و ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء کے دوران کی گئی ہے، اس لیے کلیات میں یہ مصرع اسی صورت میں درج کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۲: ص ۱۳۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۱، ش ۱۵۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۱

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۲ (ر)

۱۳۳: ص ۱۳۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۷۱، ش ۱۵۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۲

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

۱۳۴: ص ۱۳۸

☆ آیات سوم: ص ۲۰۰، ش ۷۰ و ص ۲۰۱، ش ۱۲۸ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۷، ش ۱۰۵ (ر)

☆ گنجینہ م: نسخہ باقر حسین رضوی، ص ۱۳۷

☆ گنجینہ ق: ص ۲۵، ش ۱۷۱ (ر)

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، مئی ۱۹۳۳ء: ص ۲۷

☆ بیاض ۴: ورق ۶۶ ب

آیات سوم میں یہ رباعی دو مرتبہ شامل کی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۲، گنجینہ ق اور گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں اس صورت میں ہے:

گنجینہ معنی سر بازار نہ کھول

جب کہ باقی تمام مآخذ میں یہ صورت ہے:

گنجینہ راز اندھی مگری میں نہ کھول

چوں کہ پہلے دو مآخذ مصرعے کے آخری متن کو پیش کرتے ہیں، اس لیے یہی متن کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۵: ص ۱۴۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۸، ش ۱۴۶ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۴

☆ پیاض ۴: ورق ۶۶، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۷۹ (ر)

☆ ماہنامہ ”خیالستان“ لاہور، مارچ ۱۹۳۲ء: ص ۲۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”خیالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۶: ص ۱۵۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۵

۱۴۷: ص ۱۵۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۶

۱۴۸: ص ۱۵۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۶۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۷

☆ پیاض ۴: ورق ۶۵ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۹، ش ۹۱ (ر)

☆ مکتوب یگانہ، بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی، شمارہ ۴،

۱۹۸۰ء: ص ۴۷۶-۴۷۵

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی محولہ بالا مکتوب کے ساتھ بھیجی گئی تھی۔ گمان غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے (۱۹۲۹ء) کی تصنیف ہے۔

۱۴۹: ص ۱۵۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۸

۱۵۰: ص ۱۵۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۱۰۹ (ر)

☆ پیاض ۴: ورق ۶۵ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۹۰ (ر)

۱۵۱: ص ۱۵۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۰

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۱۰۸ (ر)

س ک :

مصرع ۱ : دنیا سے اُٹھے ہیں دل کی دل ہی میں لیے

گنجینہ م میں لفظ ”ہی“ لکھنے سے رو گیا ہے۔

۱۵۲: ص ۱۵۶

☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۸۹ (ر)

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۶، ش ۱۴۲ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ب

☆ گنجینہ م: نسخہ باقر حسین رضوی: ص ۱۶۶

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، نومبر ۱۹۳۳ء: ص ۲۹۵

س ک :

مصرع ۳ : سکھ میں جو سواد ہے تو دکھ کے دم سے

گنجینہ م میں ”سواد“ کی بجائے ”سودا“ چھپا ہے۔ یگانہ نے نسخہ باقر حسین رضوی میں اس غلطی کی تصحیح بقلم خود کی ہے اور حاشیے پر ”سواد“ کے معنی (حرہ) بھی لکھے ہیں۔

زمانہ تصنیف :

یہ رباعی، ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے ساتھ رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں شائع ہوئی ہے۔ رباعی: ۸۳ کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء ہے، اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ رباعی بھی اُسی زمانے کی تصنیف ہے۔

۱۵۳: ص ۱۵۷

☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۲

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مورخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی، شمارہ ۲،

۱۹۸۰ء: ص ۴۷۶-۴۷۵

اختلاف نسخ :

بیاض ۴ میں عنوان پہلے ”باد مراد“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔ ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

زمانہ تصنیف :

یہ رباعی مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۴: ص ۱۵۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۳

۱۵۵: ص ۱۵۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۴

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مورخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی، شمارہ ۲،

۱۹۸۰ء: ص ۴۷۶-۴۷۵

زمانہ تصنیف :

یہ رباعی مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۶: ص ۱۶۰

☆ بیاض ۳: ورق ۶۵، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۵

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، فروری ۱۹۳۲ء: ص ۸

یہ رباعی رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں ”اعتراف حق“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی تھی۔ رباعی سے پہلے ایک خط بھی ہے جس میں یگانہ نے لکھا ہے:

”دلی والوں کو اپنی پیاری دلی سے محبت ہوتا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، اُن کا تو پتلا اسی خاک پاک کا بنا ہوا ہے مگر ہم ایسے بازو گرد کا بھی دل چیر کر دیکھا جائے تو دہلی کی محبت کسی نہ کسی گوشے میں موجود ہوگی... مجھے اپنی دعا کے مستجاب ہونے کا یقین ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں یہی عرض کرتا کہ دہلی میں دو گز زمین مل جاتی تو پھر جنت کی بھی پروا نہ ہوتی۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں ہمارے بزرگوں کی ہڈیاں اور ہمارا تمدن دفن ہے۔“ (ص ۸)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۷: ص ۱۶۱

☆ بیاض ۱: ورق ۶۵، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۶

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اکتوبر ۱۹۴۷ء: ص ۵۴

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۸: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۶، ش ۱۴۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۷

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۳۲۱

☆ بیاض ۳: ورق ۶۵ ب

اختلاف نسخ:

یہ رباعی ترانہ م کی دو اور رباعیوں (ش: ۴۳ و ۵۱) کے ساتھ رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں ”یگانہ کی عید“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۹: ص ۱۶۳

☆ بیاض ۱: ورق ۶۵، الف

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۸

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں یہ رباعی اس صورت میں ہے جو اس رباعی کا ابتدائی متن ہے :

در عین بہار نکل غم برخیزد تلخی و خوشی ہر دو بہم برخیزد
یاران چمن را دل بر سنگ زند آں خند تلخ کز دلم برخیزد
تیسرا مصرع قلم زد کر کے یہ مصرع لکھا ہے :

خارے هکند در دل یاران چمن
بعد ازاں پوری رباعی قلم زد کر دی گئی ہے۔

۱۶۰: ص ۱۶۴

☆ بیاض ۱: ورق ۶۵ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۹

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۷ء: ص ۱۰

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : گوید چہ عجب ز مبتدایم خبرے
بیاض ۱ و ”نیرنگ خیال“ : آساں گوید ز مبتدایم خبرے
مصرع ۳ : ایں دیدہ و دل آئینہ یک دگرے
بیاض ۱ : چشم و دل من آئینہ یک دگرے

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۱: ص ۱۶۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۰

۱۶۲: ص ۱۶۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۱

۱۶۳: ص ۱۶۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۲

☆ بیاض ۱: ورق ۵۷ ب

۱۶۴: ص ۱۶۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۳

☆ بیاض ۱: ورق ۵۷ ب

۱۶۵: ص ۱۶۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۴

☆ بیاض ۱: ورق ۵۸ ، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: تا سنگ بر آئینہ اُمید زدم
بیاض ۱ میں لفظ ”انجام“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”اُمید“ لکھا گیا۔

۱۶۶: ص ۱۷۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۵
☆ بیاض ۱: ورق ۵۸، الف
☆ ماہ نامہ ”عالم گیر“ لاہور، فروری ۱۹۳۳ء: ص ۲۵ (بغوان: یگانہ آرٹ)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۷: ص ۱۷۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۶
☆ بیاض ۱: ورق ۵۶، الف و ورق ۵۷، الف

اختلاف نسخ:

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۶، الف پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن یہ ہے:

فکرت غلط است و گفتگویت غلط است
شوقت غلط است و آرزویت غلط است
پایت غلط است و جستجویت غلط است
سوداے سیر چارگویت غلط است

۱۶۸: ص ۱۷۲

آیات اول کی رباعی، ش: ۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۶، آیات اول۔

۱۶۹: ص ۱۷۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۸

۱۷۰: ص ۱۷۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۶۹

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تعلیمی ادب“ کراچی،
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰۔

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی اُن چھ ”تازہ“ رباعیوں میں سے ایک ہے جو مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔ رک: حاشیہ ۶۳، مندرجہ بالا۔

۱۷۱: ۱۷۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۰

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی،
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۲۷۰۔

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی اُن چھ ”تازہ“ رباعیوں میں سے ایک ہے جو مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ یہ ۱۹۲۸ء
کی تصنیف ہے۔ رک: حاشیہ ۶۴، مندرجہ بالا۔

۱۷۲: ۱۷۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۱

☆ آیات دوم: ص ۲۳۰، ش ۹۲

زمانہ تصنیف:

آیات دوم میں اس کا سال تصنیف ۱۹۳۳ء لکھا ہے۔

۱۷۳: ۱۷۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۲

☆ ماہنامہ ”جہاں گیر“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۲ء: ص ۲۱

س ک:

ترانہ م میں مصرع ۳ میں ”میں“ کی جگہ ”من“ چھپا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”جہاں گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۴: ۱۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۷، ش ۴۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۵، الف

س ک:

ترانہ م میں مصرع ۳ میں ”یاران“ کی جگہ ”یارا“ لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۱۷۵: ۱۸۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۳

☆ گنجینہ ق: ص ۶۱، ش ۲۵۱ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء، خیمہ: ص ۱۰

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں یگانہ کا ایک خط شائع ہوا ہے، اُس میں اس رباعی کے حوالے سے لکھا ہے:

”گاندھی جی کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی ہر شخص یہ محسوس کرنے پر مجبور ہے کہ

چرنے سے توپوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ترک موالات اور ترک تشدد کا فلسفہ عملی

طور پر کارگر نہیں ہو سکتا۔ شاعر نے جل کے کہا ہے: [اس کے بعد رباعی درج کی ہے] چرنے کے چکر میں پڑے رہو گے تو لنگوٹی کے سوا اور کیا ہاتھ آئے گا۔ زمانہ ہوا کی طرح اڑتا جاتا ہے۔ آپ ترکِ موالات، ترکِ تشدد اور چرنے کے بل پر آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ سب فضول باتیں ہیں۔ (ضمیمہ، ص ۱۰)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۶: ص ۱۸۱

☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۵ (ر)
☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۲۹۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۴

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹، الف

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چاند“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۷: ص ۱۸۲

☆ گنجینہ ق: ص ۶۳، ش ۲۶۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۵

اختلاف نسخ:

ترانہ موق میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ گنجینہ ق میں نہیں۔

۱۷۸: ص ۱۸۳

☆ گنجینہ ق: ص ۵۹، ش ۲۴۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۶

۱۷۹: ص ۱۸۴

☆ بیاض ۱: ورق ۴۹ ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۷

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: ترسا ہوا میں ہوں قصیں ڈر لگتا ہے
بیاض ۱: ترسا بدکا ہوں اُن کو ڈر لگتا ہے
بیاض ۱ میں یہ مصرع قلم زد کر کے متبادل مصرع (مندرجہ بالا) لکھا گیا۔

۱۸۰: ص ۱۸۵

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، مئی ۱۹۳۱ء: ص ۴۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۱: ص ۱۸۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۹
☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی،
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۱

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ گنجینہ ق اور مکتوب محولہ بالا میں نہیں۔

زمانہ تصنیف:

محولہ بالا خط کے ساتھ یہ رباعی مکتوب الیہ کو بھیجی گئی تھی۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے (۱۹۲۸ء) کی تصنیف ہے۔

۱۸۲: ص ۱۸۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۰
☆ گنجینہ ق: ص ۶۰، ش ۲۵۰ (ر)
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء: ص ۳۳

س ک:

ترانہ م میں عنوان میں ”بندر“ کی جگہ ”بندرا“ لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۳: ص ۱۸۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۱

۱۸۴: ص ۱۸۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۲
☆ گنجینہ ق: ص ۶۲، ش ۲۵۷ (ر)
بوجہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۸۵: ص ۱۹۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۳
☆ گنجینہ ق: ص ۶۰، ش ۲۳۸ (ر)
☆ ماہنامہ ”خیالستان“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۱۳
ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان ”کالا کلونا ہی سہی“ لکھا ہے۔ یہی کلیات میں لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”خیالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۶: ص ۱۹۱

☆ گنجینه ق: ص ۲۳، ش ۶۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۴

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹، الف

☆ پندرہ روزہ ”سہیلی“ لاہور، مشترکہ شمارہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء و ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء: ص ۲۸

(بعض: پیام یگانہ)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”سہیلی“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۷: ص ۱۹۲

☆ گنجینه ق: ص ۶۲، ش ۲۵۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۵

☆ ماہنامہ ”ساتی“ دہلی، اپریل ۱۹۳۲ء

اختلاف نسخ:

رسالہ ”ساتی“ میں رباعی کا عنوان ”زہد بے معنی“ ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ساتی“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۸: ص ۱۹۳

☆ گنجینه ق: ص ۶۵، ش ۲۷۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۶

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹، الف

۱۸۹: ص ۱۹۴

☆ گنجینه ق: ص ۶۱، ش ۲۵۵ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۷

۱۹۰: ص ۱۹۵

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۹

اختلاف نسخ:

”مصرع ۳: مرثا اُس کا کہ مر کے زندہ ہو جائے

رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں ”کہ“ کی جگہ ”جو“ ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۱: ص ۱۹۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۸

☆ بیاض ۱: ورق ۶۸ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۴۶، ش ۱۷۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، مئی ۱۹۳۱ء: ص ۴۸

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۲: ص ۱۹۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۰

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، اپریل ۱۹۳۲ء

اختلاف نسخ:

رسالہ ”ساقی“ میں عنوان: ”جوتے کھاؤ، ہنستے جاؤ، منہ نہ بناؤ“۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۳: ص ۱۹۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۱

۱۹۴: ص ۱۹۹

آیات اول کی رباعی ش: ۳۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۹، آیات اول۔

۱۹۵: ص ۲۰۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۳

☆ گنجینہ ق: ص ۴۵، ش ۱۷۵ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۹ ب

اختلاف نسخ:

بیاض ۱ میں مصرع ۳ میں پہلے ”نغمہ رنگیں“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”نغمہ دل کش“ لکھا ہے۔ مصرع ۴ میں ”کھینچی ہنسی“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”دیوانی ہنسی“ لکھا ہے۔

۱۹۶: ص ۲۰۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۴

☆ گنجینہ ق: ص ۵۸، ش ۲۲۰ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء: ص ۳۳

اختلاف نسخ:

ترانہ موقوف میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ باقی دو مآخذ میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۷: ص ۲۰۲

☆ گنجینہ ق: ص ۵۸، ش ۲۳۸ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۵

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۸: ص ۲۰۳

☆ گنجینہ ق: ص ۵۰، ش ۲۰۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۶

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۷۵

اختلاف نسخ:

اس رباعی کے دوسرے مصرعے:

آپ اپنی نگاہوں میں بُرے کیوں ہوتے

پر یگانہ نے غالب شکر، محولہ بالا میں یہ حاشیہ لکھا ہے:

”آپ اپنی نگاہوں میں بُرا وہ ہے جو یہ کہے: نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی۔“

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۹: ص ۲۰۴

☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش ۲۰۲ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۷

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۷۰

☆ مکتوب یگانہ، بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: ”تخلیقی ادب“ کراچی، شمارہ ۲،

۱۹۸۰ء: ص ۴۷۵

اختلاف نسخ:

اس رباعی پر ترانہ م وق: میں جو حاشیہ ہے وہ گنجینہ ق میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

مکتوب محولہ بالا میں یگانہ نے یہ رباعی درج کرنے سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:

”نیرنگ خیال میں میاں بے خود موہانی کا مسلسل مضمون* شائع ہو رہا ہے جس میں

* ماہنامہ ”نگار“ نکھنؤ کے فروری ۱۹۲۸ء کے شمارے میں ”آرگس“ کا مضمون ”غالب بے نقاب“ شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ غالب کے بہت سے اشعار میں دوسروں کے اشعار سے سرتے کی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔ بے خود موہانی نے اس کا جواب بے عنوان ”آرگس بے حجاب“ لکھا تھا جو ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور میں بالاقساط شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی قسط دسمبر ۱۹۲۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی، اور باقی اقساط ۱۹۲۹ء کے مختلف شماروں میں۔ یہ مضمون بے خود موہانی کی کتاب ”گنجینہ تحقیق“ (اتر پردیش اردو اکیڈمی، نکھنؤ ۱۹۷۹ء) میں بھی شامل ہے۔

میرزا غالب کی ٹکلی ہوئی چوریوں پر طبع سازی کی جا رہی ہے۔ اُس پر میں نے ایک رباعی کہی جو قولِ فیصل ہے۔ (ص ۴۷۵)
اس رباعی کا زمانہ تصنیف وہی ہو سکتا ہے جو مکتوب یگانہ کا ہے۔ یعنی ۱۹۲۹ء۔

۲۰۰: ص ۲۰۵

☆ گنجینہ ق: ص ۵۳، ش ۲۱۴ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۸

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۲

۲۰۱: ص ۲۰۶

☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش ۲۰۳ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۹

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۰

۲۰۲: ص ۲۰۷

☆ آیات دوم: ص ۲۶۳، ش ۱۰۷

☆ ترانہ ق: ص ۲۰۰

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۲

☆ گنجینہ ق: ص ۵۰، ش ۱۹۶ (ر)

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء: ص ۳۳

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰۳: ص ۲۰۸

☆ گنجینہ ق: ص ۵۲، ش ۲۱۰ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۲۰۱

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۱

۲۰۴: ص ۲۰۹

☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش ۲۰۱ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۲۰۲

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۶

☆ غالب شکن، طبع اول: ص ۲۹

۲۰۵: ص ۲۱۰

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۶

☆ ترانہ ق: ص ۲۰۳

☆☆☆

آیاتِ وجدانی

طبعِ دوم

الف: سرورق
آیات دوم کے سرورق پر درج شعروہی ہے جو آیاتِ اول کے سرورق پر ملتا ہے۔
رک: حاشیہ ب، آیاتِ اول۔

- ۱: ص ۱-۳ دص ۲۸۸، ش ۱۲۹/۱۳ (متفرقات)
☆ آیات سوم: ص ۲۸-۳۵، ش ۲
☆ گنجینہ ق: ص ۷۵، ش ۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف
☆ گنجینہ م: ص ۱۰، ش ۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۲، الف
☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۳ء: ص ۱۷۱

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۹ شعروں کی اس غزل کا متن اور تعداد اشعار یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب میں فرق ہے۔ کلیات میں ترتیب اشعار گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آیات دوم میں مطلع ثانی غزل میں شامل نہیں ہے ”متفرقات“ میں ہے۔ بیاض ۳ میں بھی یہی صورت ہے۔ غزل کے آخر میں ”مطلع“ کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں غزل کا ابتدائی متن چھپا ہے۔ اس میں بھی ۹ شعر ہیں۔ مطلعِ اول نہیں ہے۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۱۔

اختلاف نسخ:

آیات دوم میں اس غزل کا عنوان ”بنامِ یگانہ“ ہے۔ یہ عنوان کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں عنوان ”طرزِ یگانہ“ ہے۔

شعر ۳، مصرع ۱: گناہِ زندہ دلی کہیے یا دل آزاری
رسالہ ”نیرنگ خیال“: کہاں کا خندہ بے جا کہاں کی زندہ دلی

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔
واضح رہے کہ ”نیرنگ خیال“ کا سال نامہ سال کے پہلے مہینے میں شائع ہوتا تھا۔

۲: ص ۵-۳

۳: ص ۸-۵

آیات اول کی غزل: ۳ کے مطابق۔

آیات اول کی غزل: ۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳، آیات اول۔

رک: حاشیہ ۳، آیات اول۔

۴: ص ۸-۹

۵: ص ۱۳-۱۰

نشر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱۰، ۸، ۵، ۱۰۔

آیات اول کی غزل: ۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹، نشر۔

رک: حاشیہ ۶، آیات اول۔

۶: ص ۱۳-۱۷

آیات اول کی غزل: ۷ کے یہ ۱۵ شعر۔ ش: ۱۰، ۹، ۷، ۱۲، ۱۷۔

رک: حاشیہ ۷، آیات اول۔

۸: ص ۲۱-۲۰

۷: ص ۲۰-۱۷

آیات اول کی غزل: ۸ کے مطابق۔

آیات اول کی غزل: ۱۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۸، آیات اول۔

رک: حاشیہ ۱۰، آیات اول۔

۹: ص ۲۳-۲۱

نشر کی غزل: ۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱۰، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

رک: حاشیہ ۱، نشر۔

۱۰: ص ۲۶-۲۳

آیات اول کی غزل: ۱۲ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱۰، ۱۲، ۱۶، ۲۳، ۲۶۔

رک: حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

۱۱: ص ۲۸-۲۶

نشر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۸، ۲۳، ۲۶، ۲۸۔

رک: حاشیہ ۱۳، نشر۔

۱۲: ص ۲۹-۲۸

۱۳: ص ۳۱-۳۰

آیات اول کی غزل: ۱۴ کے مطابق۔

آیات اول کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۴، آیات اول۔

رک: حاشیہ ۱۵، آیات اول۔

۱۵: ص ۳۳-۳۵

آیات اول کی غزل: ۱۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷، آیات اول۔

۱۴: ص ۳۱-۳۳

آیات اول کی غزل: ۱۶ کے یہ شعر۔ ش: ۶۵۱
رک: حاشیہ ۱۶، آیات اول۔

۱۷: ص ۳۰-۳۲

آیات اول کی غزل: ۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹، آیات اول۔

۱۶: ص ۳۵-۳۶

آیات اول کی غزل: ۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸، آیات اول۔

۱۹: ص ۳۳-۳۶

آیات اول کی غزل: ۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول۔

۱۸: ص ۴۰-۴۳

آیات اول کی غزل: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اول۔

۲۰: ص ۴۶-۴۹

آیات اول کی غزل: ۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۲، آیات اول۔

۲۱: ص ۴۹-۵۰

نشر کی غزل: ۱۱ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۲۲: ص ۵۱-۵۲

آیات اول کی غزل: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات اول۔

۲۳: ص ۵۲-۵۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۶-۱۵، ش: ۱۰ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۵، الف و ب

☆ آیات سوم: ص ۸۶، ش: ۱۷
☆ گنجینہ ق: ص ۸۲، ش: ۱۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۴ ب

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۵۷ (بعضاً: ”طرزِ یگانہ“)

آیات دوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں نشر کی غزل: ۱۳ کے ۴ شعر بھی شامل ہیں (ش: ۷، ۶، ۴، ۲) یہ اشعار حذف کیے گئے، اس طرح کلیات میں یہ غزل ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ ان میں سے ۲ شعر نشر کی مذکورہ غزل کے ہیں۔ (ش: ۶ و ۷) آیات دوم (کلیات) کے دو شعر (ش: ۵ و ۳) اس میں نہیں ہیں۔ باقی ۶ موجود ہیں۔ گنجینہ م ورق میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں ۲ شعر نشر کی مذکورہ غزل کے ہیں (ش: ۶ و ۳)۔ باقی ۸ وہی ہیں جو کلیات میں ہیں۔ بیاض ۳ میں وہی ۱۲ شعر ہیں جن کی تفصیل اوپر آیات

دوم کے سلسلے میں دی گئی ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں سے ۸ وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، باقی تین نشتر کی مذکورہ غزل کے ہیں (ش: ۶ تا ۸)۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں ۱۲ شعر ہیں۔ ۸ کلیات میں شامل اشعار ہیں، اور ۳ نشتر کی مذکورہ غزل کے (ش: ۴، ۶، ۷)۔ اور ایک شعر آیات دوم کی غزل: ۵۵ کا ہے (ش: ۳)۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے اس رسالے کا سال نامہ سال کے شروع میں شائع ہوتا تھا۔

۲۴: ص ۵۷-۵۵ (مثلث)

☆ آیات سوم: ص ۷۳-۷۴، ش ۹
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۹، ش ۱۱۹ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۹ ب و ورق ۲۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۵ ب
☆ گنجینہ م: ص ۹۱، ش ۱۲۰ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۶۰ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۸، الف
☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۴۷ء: ص ۶۲

بیاض ۱ کے سوا باقی تمام ماخذ میں وہی چار بند ہیں جو آیات دوم میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۵ بند ہیں۔ ایک بند کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۳۱۔ آیات اول میں ص ۳۰۲ پر ”متفرقات“ کے تحت (ش: ۱۹/۹۲) جو تین شعر ملتے ہیں، انھیں بند: ۱ اور بیاض ۱ کے زائد بند میں مثلث کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس مثلث کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۵: ص ۶۰-۵۷ (مثلث)

آیات اول کے مثلث (ش: ۲۸) کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۸، آیات اول۔

۲۶: ص ۲۱-۶۰

نشتر کی غزل: ۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۴، ۵، ۷، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۵، نشتر۔

۲۷: ص ۶۳-۶۱

آیات اول کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اول۔

۲۸: ص ۶۵-۶۳

۴ شعروں کی اس غزل میں یگانہ نے اتنی کٹ چھانٹ کی ہے کہ اس کی صورت ہی بدل گئی ہے۔ اور اشعار کی تعداد بھی ۸ ہوگئی۔ یہ ترمیم شدہ متن آیات سوم میں شامل ہے۔ اس لیے یہ غزل آیات دوم سے خارج کر دی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے رک: آیات سوم، حاشیہ ۱۰۔

۲۹: ص ۶۸-۶۵

نشر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۶۵۱، ۸، ۹، ۱۱، ۱۶۵۱۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر۔

۳۰: ص ۷۳-۶۹

آیات اول کی غزل: ۳۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اول۔

۳۱: ص ۷۷-۷۴

آیات اول کی غزل: ۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۱، آیات اول۔

۳۲: ص ۸۱-۷۷

آیات اول کی غزل: ۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۲، آیات اول۔

۳۳: ص ۸۳-۸۱

☆ آیات سوم: ص ۱۳۲-۱۳۰، ش ۳۹
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۲، ش ۳۹ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۳۰ ب و ورق ۳۱، الف
☆ گنجینہ م: ص ۳۵، ش ۳۱ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲ ب تا ورق ۵ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۹، الف
۱۰ شعروں کی یہ غزل تمام مآخذ میں تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲: شمع عصمت کو بھری محفل میں عریاں دیکھ کر
آیات دوم و گنجینہ م: غنچے غنچے میں بہار صد گریباں دیکھ کر
شعر ۲، مصرع ۱: دل کو بہلاتے ہو کیا کیا آرزوے خام سے
آیات دوم، بیاض ۱، ۳ و ۴: دلکو بہلاتا ہوں کیا کیا
شعر ۴، مصرع ۱: بے دلوں نے ہنستے ہنستے مار ڈالا ہے اجل
بیاض ۴: بے اماں
شعر ۱۰، مصرع ۱: اور کیا ہوتی یگانہ درد عصیاں کی دوا
آیات دوم، بیاض ۱، ۳: خوب ہاتھ آئی یگانہ

زمانہ تصنیف:

”شون آباء“ ۸، رجب ۱۹۳۱ء۔ (بیاض ۱، ورق ۲ ب)

۳۲: ص ۸۴-۸۵

آیات اول کی غزل: ۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۲، آیات اول۔

۳۵: ص ۸۸-۸۵

آیات اول کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔

۳۶: ص ۹۱-۸۸

آیات اول کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول۔

۳۷: ص ۹۵-۹۱

آیات اول کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۹، آیات اول۔

۳۸: ص ۹۸-۹۵

آیات اول کی غزل: ۳۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اول۔

۳۹: ص ۱۰۱-۹۹

آیات اول کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول۔

۴۰: ص ۱۰۳-۱۰۱

آیات اول کی غزل: ۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۱، آیات اول۔

۴۱: ص ۱۰۶-۱۰۳

آیات اول کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔

۴۲: ص ۱۰۹-۱۰۷

آیات اول کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۴، آیات اول۔

۴۳: ص ۱۱۱-۱۰۹

آیات اول کی غزل: ۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اول۔

۴۴: ص ۱۱۲-۱۱۱

نشر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱۲، ۹، ۸، ۶، ۵۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر۔

۴۵: ص ۱۱۳-۱۱۲

آیات اول کی غزل: ۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۰، آیات اول۔

۴۷: ص ۱۱۶-۱۱۴

نشر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔
رک: حاشیہ ۲۸، نشر۔

۴۶: ص ۱۱۴-۱۱۳

آیات اول کی غزل: ۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۹، آیات اول۔

۴۹: ص ۱۲۰-۱۱۷

آیات اول کی غزل: ۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۷، آیات اول۔

۴۸: ص ۱۱۷-۱۱۶

نشر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱۱، ۹، ۸۔
رک: حاشیہ ۲۵، نشر۔

۵۰: ص ۱۲۱-۱۲۰

نثر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۲۶، نثر۔

۵۱: ص ۱۲۲-۱۲۱

☆ آیات سوم: ص ۱۶۶-۱۶۷، ش ۵۵
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۸، ش ۶۲ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹، الف وب۔ ورق ۵۰ ب و ورق ۵۱، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۳۰، الف
☆ ماہ نامہ ”زمانہ“ کان پور، ستمبر ۱۹۳۰ء: ص ۱۸۰

۱۱ شعروں کی مکمل غزل صرف آیات دوم اور بیاض ۲ و ۳ میں ہے اور یہی کلیات میں ہے۔ (بیاض ۳ میں یہ دو جگہ لکھی ہے) آیات سوم، گنجینہ ق، اور بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ان سب میں نہیں ہے۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۱۱ و ۱۲) اس میں نہیں ہیں۔

اختلاف نسخ:

آیات سوم میں ۴ شعروں پر حاشیے لکھے گئے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ کلیات میں یہ حاشیے درج کیے گئے ہیں۔

شعر ۴، مصرع ۱ : توبہ بھی بھول گئے عشق میں وہ مار پڑی
آیات سوم : توبہ بھی بھول گئی عشق
شعر ۶، مصرع ۱ : کیا عجب ہے کہ دل دوست ہو مدفن اپنا
آیات دوم و بیاض ۳ : ہو اپنا مدفن
(کلیات میں گنجینہ ق کا متن ہے۔ بیاض ۳ میں یہ مصرع دونوں طرح ہے)
شعر ۸، مصرع ۱ : فکر امروز نہ اندیشہ فردا کی خلش
رسالہ ”زمانہ“ : فردا باقی
شعر ۱۱، مصرع ۲ : مگر استاد یگانہ سا اب استاد نہیں
رسالہ ”زمانہ“ : مگر اس فن میں یگانہ سا.....

س ک :

شعر ۷، مصرع ۲: گنجینہ ق میں لفظ ”بھی“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۲: ص ۱۲۷-۱۲۵ ("فخریہ")

مطابق آیات اول، ش: ۵۳
رک: حاشیہ ۵۳، آیات اول۔

۵۳: ص ۱۲۹-۱۲۷

آیات اول کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۰، ۹، ۶ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات اول۔

۵۴: ص ۱۳۳-۱۳۰

آیات اول کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۶ شعر۔ ش: ۱۵، ۱۳ تا ۱۸۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۵۵: ص ۱۳۳، ش ۵۵ و ص ۱۳۷، ش ۵۷

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۶، ش ۱۲۸/۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۴۱، الف
☆ ماہ نامہ "نیرنگ خیال" لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۵۷

آیات دوم میں ۳ شعروں کی اس غزل کا مطلع الگ ہے (ص ۱۳۳) اور ۲ شعر الگ درج کیے گئے ہیں (ص ۱۳۷)۔ کلیات میں ان تینوں شعروں کو یک جا کر دیا گیا ہے۔ مطلع کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ باقی دو شعر گنجینہ ق اور بیاض ۳ میں ملتے ہیں۔ تیسرا شعر رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں بھی ہے۔
زمانہ تصنیف:

۱۹۳۰ء۔ اس غزل کا ایک شعر (ش: ۳) رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں شائع ہوا ہے۔ اس بنا پر گمان غالب ہے کہ باقی دونوں شعر بھی اسی زمانے کی تصنیف ہیں۔

۵۷: ص ۱۳۷

۵۶: ص ۱۳۷-۱۳۴

وہ ۲ شعر جو، ش: ۵۵ کے تحت شامل کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۵۵، مندرجہ بالا۔

آیات اول کی غزل: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، آیات اول۔

۵۹: ص ۱۴۱-۱۳۹

۵۸: ص ۱۳۸

آیات اول کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۰، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، آیات اول۔

۶۰: ص ۱۴۳-۱۴۱

نثر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۱، ۵ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۳۶، نثر۔

۶۱: ص ۱۳۳-۱۳۵

نشر کی غزل: ۳۵ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ تا ۱۶۔ نیز غزل: ۳۶ کا ایک شعر (ش: ۱۰) رک: حاشیہ ۳۵، نشر۔

۶۳: ص ۱۴۸-۱۵۰

آیات اول کی غزل: ۶۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۵، آیات اول۔

۶۲: ص ۱۴۶-۱۴۸

آیات اول کی غزل: ۶۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۴، آیات اول۔

۶۵: ص ۱۵۵-۱۵۸

آیات اول کی غزل: ۶۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۷، آیات اول۔

۶۴: ص ۱۵۴-۱۵۶

آیات اول کی غزل: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، آیات اول۔

۶۷: ص ۱۶۲-۱۶۳

آیات اول کی غزل: ۶۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول۔

۶۶: ص ۱۶۱-۱۵۸

آیات اول کی غزل: ۶۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۸، آیات اول۔

۶۹: ص ۱۶۷-۱۶۵

آیات اول کی غزل: ۷۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیات اول۔

۶۸: ص ۱۶۴

آیات اول کی غزل: ۷۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۳، آیات اول۔

۷۱: ص ۱۷۱-۱۷۲

آیات اول کی غزل: ۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۲، آیات اول۔

۷۰: ص ۱۷۰-۱۶۸

آیات اول کی غزل: ۷۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۱، آیات اول۔

۷۳: ص ۱۷۸-۱۷۵

آیات اول کی غزل: ۷۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیات اول۔

۷۲: ص ۱۷۵-۱۷۳

آیات اول کی غزل: ۷۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۴، آیات اول۔

۷۵: ص ۱۸۱-۱۸۳

آیات اول کی غزل: ۸۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات اول۔

۷۴: ص ۱۸۱-۱۷۸

آیات اول کی غزل: ۸۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اول۔

۷۷: ص ۱۹۰-۱۸۷

آیات اول کی غزل: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۷۶: ص ۱۸۶-۱۸۴

آیات اول کی غزل: ۸۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات اول۔

۷۸: ص ۱۹۱-۱۹۰

آیات اول کی غزل: ۷۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۷، آیات اول۔

۷۹: ص ۱۹۵-۱۹۲

آیات اول کی غزل: ۸۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول۔

۸۰: ص ۱۹۹-۱۹۶

آیات اول کی غزل: ۸۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۱، آیات اول۔

۸۱: ص ۲۰۲-۱۹۹

آیات اول کی غزل: ۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۳، آیات اول۔

۸۲: ص ۲۰۳-۲۰۳

آیات اول کی غزل: ۸۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۲، آیات اول۔

۸۳: ص ۲۰۷-۲۰۵

نشر کی غزل: ۸۲ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۱۔
رک: حاشیہ ۸۲، نشر۔

۸۴: ص ۲۱۰-۲۰۸

آیات اول کی غزل: ۸۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۵، آیات اول۔

۸۵: ص ۲۱۲-۲۱۱

آیات اول کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، آیات اول۔

۸۶: ص ۲۱۵-۲۱۳

آیات اول کی غزل: ۸۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات اول۔

۸۷: ص ۲۱۸-۲۱۵

آیات اول کی غزل: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۸۸: ص ۲۲۱-۲۱۹

☆ آیات سوم: ص ۳۹۵-۳۹۴، ش: ۱۲۳ ☆ گنجینہ م: ص ۶۱، ش: ۷۶ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۹، ش: ۷۳ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۳ ب۔ ورق ۶۳، الف تا ورق ۶۴، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۰، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

☆ بیاض ۵: ورق ۷۰ ب تا ورق ۷۱ ب

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۲۸ء: ص ۱۱۶

آیات دوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م ورق اور بیاض ۵ میں بھی شعروں کی تعداد یہی ہے لیکن آیات دوم کا ایک شعر (ش: ۱۲) مذکورہ مجموعوں میں نہیں ہے اور ان مجموعوں میں شامل ایک شعر

(ش: ۵) آیات دوم میں نہیں ہے۔ گویا مذکورہ تمام مجموعوں میں گیارہ شعر مشترک ہیں اور دو متفرق۔ کلیات میں یہ تیرہ شعر یک جا کر دیے گئے ہیں اور شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق رکھی گئی ہے۔ آیات دوم کا زائد شعر کلیات میں مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ بیاض ۱، ۳ و ۴ اور رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں کلیات میں شامل سب شعر موجود ہیں۔ بیاض ۱، میں ورق ۵۳، الف پر غزل کے ۴ شعر (ش: ۱، ۳، ۶، ۸) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲ : ہوش آتے ہی دیوانے کھوئے گئے دنیا سے
بیاض ۳ (قلم زدہ متن) اور رسالہ ”نیرنگ خیال“ : ہوش آتے ہی پروانے
شعر ۵، مصرع ۲ : ٹکرا کے پلٹ آئیں موجیں لب دریا سے
بیاض ۴ : ٹکراتی ہیں سر کیا کیا موجیں
شعر ۶، مصرع ۲ : کیوں آنکھ پڑاتا ہے گم گشتہ تنہا سے
گنجینہ م : کیوں آنکھ پھراتا ہے
شعر ۱۱، مصرع ۱ : جو دم ہے غنیمت ہے کیا جاوے کل کیا ہو
رسالہ ”نیرنگ خیال“ : جاوے کیا کل ہو

زمانہ تصنیف:

”کیم اگست ۱۹۲۷ء۔“ (بیاض ۱، ورق ۶۳، الف)

۸۹: ص ۲۲۲-۲۲۳

☆ آیات سوم: ص ۳۸۳-۳۸۵، ش ۱۰۸ ☆ گنجینہ م: ص ۶۲-۶۱، ش ۷۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۰-۱۲۹، ش ۷۷ (غ) ☆ بیاض ۳: ورق ۸۱، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۷۷، الف

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء، ص ۱۱۹

کلیات میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ۱۰ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۹ و ۱۱)۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۸ و ۱۰)۔ گنجینہ م وق میں ۱۰ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۱۰) شعر ۱۱ (مقطع ثانی) صرف آیات دوم و بیاض ۳ و ۴ میں ملتا ہے۔ مذکورہ تمام مجموعوں میں شامل اشعار کی مجموعی تعداد ۱۱ ہے۔ یہی سب اشعار کلیات میں شامل ہیں۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آخر میں آیات دوم کا مقطع شامل کر دیا گیا۔ یہ مقطع آیات دوم کے بعد کے کسی مجموعے میں یگانہ نے شامل نہیں کیا اور اس کی جگہ ایک نیا مقطع (شعر: ۱۰) لکھ کر شامل غزل کر دیا۔ آیات دوم کا مقطع غزل سے خارج کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس میں یگانہ نے غالب کے مقابلے پر اپنے آپ کو بڑھا کر پیش کیا ہے، ممکن ہے بعد میں یہ مبالغہ خود یگانہ کی نظر میں مستحسن نہ ٹھہرا ہو۔ یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ یہ اس کا ابتدائی متن ہے جو ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں شامل شعر: ۱۰، اس میں نہیں ہے کیوں کہ یہ اس وقت تک کہا نہیں گیا تھا۔ ”نیرنگ خیال“ میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۴۸۔

اختلاف نسخ :

شعر ۴، مصرع ۱ : کیسے کیسے دل زدہ آوارہ صحرا ہوے
آیات دوم، بیاض ۳، رسالہ ”نیرنگ خیال“ : سیکڑوں مجنوں صفت آوارہ صحرا ہوے

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔
واضح رہے کہ اس رسالے کا سال نامہ ۱۹۳۲ء کے شروع میں شائع ہوا تھا۔ گمان غالب ہے کہ اس غزل کا مقطع
ثانی آیات سوم کی ترتیب (۱۹۳۳ء) کے وقت اضافہ کیا گیا۔

۹۰: ص ۲۲۶-۲۲۳

☆ گنجینہ م: ص ۶۵-۶۴، ش ۸۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳-۱۳۲، ش ۷۹ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۸۲، الف وب
☆ سال نامہ ”کارواں“ لاہور، ۱۹۳۳ء: ص ۱۲۰

۱۰ شعروں کی اس غزل کا متن، سوائے سال نامہ ”کارواں“ کے باقی تمام مآخذ میں یکساں ہے لیکن ترتیب
اشعار مختلف ہے۔ کلیات میں یہ ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ”کارواں“ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو
کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۴۷۔ اس زائد شعر کا مصرع اول دراصل آیات اول کی غزل ۴ کے
شعر ۵ کا مصرع اول ہے۔

زمانہ تصنیف :

سال نامہ ”کارواں“ میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ
سال نامہ جیسا کہ ادارے (”نخن ہائے گفتنی“) کے آخر میں درج تاریخ سے واضح ہے، دسمبر ۱۹۳۲ء میں مرتب
ہو گیا تھا۔ (ص ۸)۔

۹۱: ص ۲۲۹-۲۲۷

☆ آیات سوم: ص ۳۹۸-۳۹۷، ش ۱۲۶
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۰، ش ۷۵ (غ)
☆ گنجینہ م: ص ۶۲، ش ۷۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۸۲، الف وب
☆ بیاض ۲: ورق ۱۹، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۴۷، ب
☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۳۱ء: ص ۵۰

۱۲ شعروں کی یہ غزل آیات دوم، بیاض ۲، ۳ و ۴ میں یکساں ہے (بیاض ۳ میں دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔
متون میں کوئی فرق نہیں) آیات سوم میں دو شعر (ش: ۵ و ۲) کم ہیں۔ گنجینہ م میں بھی دو شعر (ش: ۴ و ۲) کم ہیں۔
گنجینہ ق میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں ”معنی بیگانہ“ کے عنوان سے یہ غزل
پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔ اس میں ایک شعر (ش: ۳) نہیں ہے اور ایک شعر باقی تمام مآخذ سے زائد ہے۔
رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۰

اختلاف نسخ:

شعر ۱۰: اپنے دم کی ہے روشنی ساری
دیدہ دل تو وا کرے کوئی
رسالہ ”نیرنگ خیال“: اپنے دل کی ہے روشنی ساری
چشمِ بینا تو وا کرے کوئی

س ک:

شعر ۶، مصرع ۱: موت بھی آ سکی نہ مُنھ مانگی
گنجینہ م: موت بھی آ نہ سکی مُنھ مانگی

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۳: ص ۲۳۳-۲۳۱ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات اول۔

۹۲: ص ۲۳۰ (رباعی)

ترانہ م میں شامل رباعی: ۱۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷۲، ترانہ م۔

۹۵: ص ۲۳۸-۲۳۶ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اول۔

۹۴: ص ۲۳۵-۲۳۳ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات اول۔

۹۶: ص ۲۴۰-۲۳۸ (فارسی غزل)

☆ گنجینہ م: ص ۳۰، ش ۳۲ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۳ ب و ورق ۹۴، الف

☆ آیات سوم: ص ۱۳۵-۱۳۴، ش ۴۱
☆ گنجینہ ق: ص ۹۷، ش ۳۲ (غ)

☆ ماہ نامہ ”عالم گیر“ لاہور، نومبر ۱۹۳۲ء، ص ۴۰ (بعنوان: ”بے اختیار“)

۹ شعروں کی یہ غزل آیات دوم و سوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق میں ایک شعر (ش: ۵) نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷: ص ۲۴۲-۲۴۰ (فارسی غزل)

☆ گنجینہ م: ص ۳۱-۳۲، ش ۳۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۲، الف

☆ آیات سوم: ص ۱۵۶، ش ۴۹
☆ گنجینہ ق: ص ۹۸، ش ۳۳ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۴، الف و ب

۹ شعروں کی یہ غزل آیات دوم، آیات سوم، گنجینہ ق اور بیاض ۱ میں یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ایک شعر (ش: ۸) گنجینہ م میں اور ایک ہی شعر (ش: ۵) بیاض ۳ میں کم ہے۔

زمانہ تصنیف :

”۱۸ مارچ ۱۹۲۷ء“۔ (بیاض ۱)

۹۸: ص ۲۳۳-۲۳۵ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۴۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۲، آیات اول۔

۹۹: ص ۲۳۵-۲۳۶ (فارسی غزل)

☆ بیاض ۱: ورق ۴۶، الف و ۶۸، الف ☆ ماہ نامہ ”محزن“ لاہور، مارچ ۱۹۲۷ء: ص ۳۲

تینوں ماخذوں میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ بیاض ۱، میں دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۴۶، الف پر عنوان ”موافقت کا ماحول“ ہے جب کہ ورق ۶۸، الف پر کوئی عنوان نہیں۔ رسالہ ”محزن“ میں عنوان ”موافقت ماحول“ ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۴، مصرع ۱ : تاکجا گوش بر افسانہ ماضی بودن
بیاض ۱ (ورق ۶۸، الف) : ماضی باشم

زمانہ تصنیف :

”۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء۔ یوم عید الفطر، لاہور“۔ (بیاض ۱: ورق ۶۸، الف)

۱۰۰: ص ۲۳۷-۲۳۹ (فارسی۔ ترانہ شقیہ) ۱۰۱: ص ۲۴۹-۲۵۱ (فارسی غزل)

مطابق آیات اول: ش ۵۵۔
رک: حاشیہ ۵۵، آیات اول۔
آیات اول کی غزل: ۶۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۱، آیات اول۔

۱۰۳: ص ۲۵۲-۲۵۳ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۷۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۹، آیات اول۔
۱۰۲: ص ۲۵۳-۲۵۶ (فارسی غزل)

☆ گنجینہ م: ص ۳۲-۳۳، ش ۳۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۳ ب و ۵۴، الف

☆ آیات سوم: ص ۳۶۰-۳۵۹، ش ۹۷

☆ گنجینہ ق: ص ۹۹، ش ۳۶ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۸۹ ب و ورق ۹۰، الف

☆ ماہ نامہ ”انتخاب“ لاہور، فروری، مارچ ۱۹۲۶ء

رسالہ ”انتخاب“ کے سوا باقی تمام ماخذوں میں اشعار کی تعداد (گیارہ) اور ترتیب یکساں ہے۔ رسالہ ”انتخاب“ میں یہ ۴ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۸، ۱۰۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱ : تشنہ آغوش من حور جاناں بیرون در
 بیاض ۱ : من صد جلوہ بیرون در
 شعر ۲، مصرع ۲ : طرفہ مہمانے درون خانہ دارم دیدنی
 بیاض ۱ : وہ چہ مہمانے
 شعر ۸، مصرع ۱ : من کہ سیلابِ بلا را پیش پا افتادہ ام
 رسالہ ”انتخاب“ : من کہ سیلابِ فنا را
 شعر ۱۱، مصرع ۲ : دست بالا بر سر بیگانہ دارم دیدنی
 بیاض ۱ : جائے خوش در پہلو بیگانہ

س ک :
 شعر ۱۰، مصرع ۲ : خدمتے در کعبہ و بت خانہ دارم دیدنی
 گنجینہ م : خدمت در

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”انتخاب“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۵: ص ۲۵۹

☆ بیاض ۱: ورق ۳۵ ب

آیات دوم میں صرف مطلع ہے۔ بیاض ۱، میں ایک اور شعر بھی ہے۔ رک: باقیات ۳۳۔

۱۰۶: ص ۲۶۳-۲۶۰

☆ آیات سوم: ص ۱۵۸-۱۵۶، ش: ۵۰
 ☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش: ۴۹ (غ)
 ☆ بیاض ۳: ورق ۱۱ ب و ورق ۸۳ ب
 ☆ گنجینہ م: ص ۴۳، ش: ۵۱ (غ)
 ☆ بیاض ۲: ورق ۱۲، الف ۱۵ تا الف
 ☆ بیاض ۳: ورق ۲۳ ب

☆ سال نامہ ”کارواں“ لاہور، ۱۹۳۴ء، ص ۲۷۶

آیات دوم میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ ق میں ۱۳-۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۷) ان میں نہیں ہے۔ گنجینہ م میں ۱۲ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۷ و ۱۳) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۱۳-۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۷) ان میں نہیں ہے اور ایک شعر باقی ماخذوں سے زیادہ ہے۔ رک: باقیات ۳۳۔ (بیاض ۳ میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے اور دونوں جگہ متن یکساں ہے)۔ بیاض ۲ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی ہیں جو آیات دوم میں ہیں، اور ایک وہ جو باقیات کے تحت درج کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

سال نامہ ”کارواں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے ”کارواں“ کے ادارے (”نخن ہائے گفتنی“) کے آخر میں دسمبر ۱۹۳۳ء کی تاریخ درج ہے۔ (ص ۸) گویا یہ سال نامہ اس سال کے آخر تک تیار ہو چکا تھا۔

۱۰۷: ص ۲۶۳ (رباعی)

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۰، ترانہ م۔

۱۰۸: ص ۲۶۶-۲۶۷

☆ گنجینہ م: ص ۴۳-۴۴، ش ۵۲ (غ)

☆ آیات سوم: ص ۱۶۱-۱۶۲، ش ۵۳

☆ بیاض ۲: ورق ۱، الف و ب

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۱، ش ۵۰ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۴، الف

☆ الف و ورق ۸۴، الف

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، دسمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۶۹ (یہ شمارہ بطور سال نامہ ۱۹۳۳ء شائع کیا گیا)

آیات دوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۲ میں بھی شعروں کی تعداد یہی ہے۔ البتہ ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے، ورق ۱۰، الف پر مذکورہ مجموعوں کے مطابق ہے۔ ورق ۸۴، الف پر ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر مذکورہ مجموعوں سے زائد ہے۔ رک: باقیات ۳۵۔ بیاض ۴ میں بھی اس زائد شعر سمیت ۱۳ شعر ہیں۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں دو شعر (ش: ۷ و ۸) نہیں ہیں۔ کلیات میں ۱۱ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸، مصرع ۱ : پھرتے ہیں بھیں میں حسینوں کے

آیات دوم : حسن آباد میں برابرتے ہیں

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے آیات دوم کے مطابق لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

شعر ۱۰، مصرع ۱ : خواہ پیالہ ہو یا نوالہ ہو

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے یوں لکھا تھا:

خواہ بوسہ ہو خواہ چٹکی ہو

اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۹: ص ۲۶۶

نشر کی غزل: ۲۸ کا مقطع۔

رک: حاشیہ ۲۸، نشر

۱۱۰: ص ۲۷۲-۲۶۷ (نعت)

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۱۲۴
یہ نعت کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ہے۔ اس کے ہر بند کا آخری مصرع:
اُٹھ مرے کالی کملی والے

شاد عظیم آبادی کی ایک نعتیہ غزل کی ردیف ہے۔ اس غزل کا پہلا شعر یہ ہے:
اپنے گدا کو خود وہ پکارے، اُٹھ مرے کالی کملی والے
اُٹھ مرے عاشق، اُٹھ مرے پیارے، اُٹھ مرے کالی کملی والے
(کلیات شاد، جلد دوم، ص ۱۸۱-۱۸۲۔ مرتبہ: کلیم الدین احمد، پٹنہ، ۱۹۷۵ء)

اختلاف نسخ:

بند ۵، مصرع ۱: روشن کردے شمع اُمید
رسالہ ”نیرنگ خیال“: . . . کردے چراغ اُمید

س ک:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں چوتھے بند کے دوسرے مصرعے میں ”خطا“ کی جگہ ”فکا“ ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس نعت کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۱: ص ۲۷۳ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۱۰۱ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۳۳ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۵، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۴، الف

آیات دوم میں اس رباعی کے بعد ۱۷ مزید رباعیات ہیں۔ ہر رباعی پر جداگانہ عنوان ”رباعی“ لکھا ہے۔
کلیات میں تمام رباعیات ایک ہی عنوان ”رباعیات“ کے تحت جمع کر دی گئی ہیں۔

۱۱۲: ص ۲۷۳ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۴، ش ۱۳۸ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۲، ش ۵۹ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۴، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۴، الف

۱۱۳: ص ۲۷۴ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۶، ش ۱۰۲ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۵ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۵، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۳، ب
☆ غالب ٹکس، طبع اول: ص ۲۷

۱۱۴: ص ۲۷۴ (رباعی)

☆ پندر روزہ ”شاہ جہان“ دہلی، یکم ستمبر ۱۹۳۳ء، ص ۵

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : کیا جاے کیا مصلحت باری ہے
رسالہ ”شاہ جہان“ : سنسار میں آج کیسی اندھیاری ہے
مصرع ۲ : کیوں پاپ کی اتنی گرم بازاری ہے
رسالہ ”شاہ جہان“ : کیا جاے خواب ہے کہ بیداری ہے

واضح رہے کہ رسالہ ”شاہ جہان“ کے مندرجہ بالا دونوں مصرعوں میں سے پہلا جزوی طور پر اور دوسرا مکمل طور پر آیات دوم کی رباعی : ۱۱۳ میں شامل ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شاہ جہان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵ : ص ۲۷۵ (رباعی)

☆ گنجینہ م : ص ۱۶۰، ش ۱۳۰ (ر)

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۲، الف

☆ ماہ نامہ ”یادگار“ لاہور، جون ۱۹۳۳ء، ص ۲۱

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۶ : ص ۲۷۵ (رباعی)

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۸، ش ۱۰۷ (ر)

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۲ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۵، الف

۱۱۷ : ص ۲۷۶ (رباعی)

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۳ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۵، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام دو ارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء، کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“، شماره ۲ کراچی ۱۹۸۰ء، ص ۴۸۰۔

زمانہ تصنیف :

یگانہ نے مکتوب محولہ بالا کی پشت پر شعلہ کو دو رباعیاں لکھ کر بھیجی تھیں۔ ان میں سے ایک تو ”ترن“ کی رباعی : ۸۳ ہے، اور دوسری زیر نظر رباعی۔ چونکہ یہ رباعیات بطور تازہ تخلیقات کے بھیجی گئی تھیں، ان لیے ان کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ [”تخلیقی ادب“ کے محولہ بالا شمارے میں اس رباعی کو غیر مطبوعہ کلام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے (ص ۶۰)۔ یہ درست نہیں ہے کیوں کہ یہ آیات دوم میں شائع ہو چکی ہے۔]

۱۱۸ : ص ۲۷۶ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ہے۔

۱۱۹: ص ۲۷۷ (رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۵، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۴ ب

☆ ماہ نامہ ”یادگار“ لاہور، اگست ۱۹۳۳ء: ص ۳۲۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۰: ص ۲۷۷ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۹۵، ش ۱۲۸ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۳ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۷ ب

۱۲۱: ص ۲۷۸ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۷، ش ۱۲۳ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۰، ش ۹۹ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۶ ب

☆ ماہ نامہ ”عالم گیر“ لاہور، سالانہ نمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۱۰ (عنوان: ”دورخ نہ ہو تو جنت کیا ہے“)

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۲: ص ۲۷۸ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۷، ش ۱۲۵ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۰، ش ۱۰۰ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۳، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۷، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: دورخ کی ہوا کھائی نہیں کیا جانے؟

گنجینہ ق کے سوا باقی تمام مجموعوں میں ”جانیں“ بجائے ”جانے“۔ کلیات میں یہ لفظ گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۱۲۳: ص ۲۷۹ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

یہ اور اس کے بعد کی رباعی (ش: ۱۲۳) نواب بشیر یار جنگ کی وفات پر لکھی گئی تھی۔ نواب بشیر بیگ، بشیر

یار جنگ بہادر سابق ریاست حیدر آباد دکن میں انسپٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ تھے۔ حیدر آباد دکن میں یگانہ کو

ملازمت انھیں کے محکمے میں اور انھیں کی توجہ سے ملی تھی۔ بشیر یار جنگ کا انتقال ۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہوا۔

• سید طالب حسین زیدی صاحب (حیدر آباد دکن) نے حکومت آندھرا پردیش کے اسٹیٹ آرکائیوز سے بشیر یار جنگ کی تاریخ

وفات معلوم کر کے مرتبہ کلیات کو ممنون فرمایا۔

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی بشیر یار جنگ کے انتقال پر کہی گئی تھی، اس لیے یہ لازماً ۱۹۳۳ء کی تصنیف ہے۔

۱۲۳: ص ۲۷۹ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتی۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۲۳، مندرجہ بالا۔

۱۲۵: ص ۲۸۰ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۵ (ر)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۸، ش ۱۲۶ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۳، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۷ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: کیا جانیں یہ کم بخت ہیں بندے کن کے

آیات دوم: کیا جانے یہ

آیات دوم کے سوا تمام ماخذ میں ”کیا جانے“ کی جگہ ”کیا جانیں“ ہے، اس لیے کلیات میں ”کیا جانیں“ کو ترجیح دی گئی۔

۱۲۶: ص ۲۸۰ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۶ (ر)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۹، ش ۱۲۹ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۶، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: ملا بھی مگر کم نہیں ہشیاری میں

آیات دوم: واعظ بھی مگر کم نہیں کچھ شیطان سے

آیات دوم کے سوا تمام ماخذ میں یہ مصرع اُسی صورت میں ہے جس صورت میں کلیات میں شامل کیا گیا

ہے۔ بیاض ۲ میں یہ مصرع آیات دوم کے مطابق تھا۔ بعد میں آخری تین الفاظ قلم زد کر کے ”ہشیاری میں“ کے الفاظ لکھے گئے۔

۱۲۷: ص ۲۸۱ (رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۶، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۳۳، ش ۱۱۱ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب

۱۲۸: ص ۲۸۱ (رباعی)

- ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۶، ش ۱۰۳ (ر)
- ☆ بیاض ۲: ورق ۵ ب
- ☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۲۸
- ☆ ماہ نامہ ”یادگار“ لاہور، مئی ۱۹۳۳ء: ص ۲۷

- ☆ آیات سوم: ص ۴۲، ش ۱۲۹
- ☆ گنجینہ ق: ص ۴۵، ش ۱۷۲ (ر)
- ☆ بیاض ۴: ورق ۶۳ ب
- ☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۷

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۳۳ء: ص ۵۶

زمانہ تصنیف:

محولہ بالا دوونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ رباعی ”ترانہ“ کی اشاعت کے بعد لکھی گئی ہوگی ورنہ اُس میں ضرور شامل کی جاتی۔

۱۲۹: ص ۲۸۲ تا ص ۲۸۸

(۱) ص ۲۸۲

نشر کی غزل: ۸ کا مطلع اول۔

(۲) ص ۲۸۲

آیات اول کی غزل: ۲۸ کا مطلع اول۔

(۳) ص ۲۸۲

نشر کی غزل: ۱۰ کا مقطع۔

(۴) ص ۲۸۳

نشر کی غزل: ۱۲ کے وہی تین شعر جو آیات اول کی غزل: ۲۷ میں ہیں۔

رک: حاشیہ ۱۲، نشر۔

(۵) ص ۲۸۳

آیات اول کی غزل: ۵۷ کا مطلع اول۔ یہ غزل آیات دوم میں (ش: ۵۴) بھی ہے مگر یہ مطلع اُس میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ ”متفرقات“ کے تحت درج کیا گیا ہے۔

(۶) ص ۲۸۳

نشر کی غزل: ۷ کے وہی تین شعر جو آیات اول (ش: ۹۲/۱) میں بھی ہیں۔

رک: حاشیہ ۷، نشر۔

(۷) ص ۲۸۳

آیات اول، ش: ۹۲/۱۹ کے تین شعروں میں سے دوسرا۔

(۸) ص ۲۸۵

آیات اول، ش: ۹۲/۳ کے مطابق تین شعر۔

(۹) ص ۲۸۵

آیات اول کی غزل: ۵۷ کا مطلع ثانی۔ یہ غزل آیات دوم میں بھی ہے لیکن اس میں یہ مطلع شامل نہیں کیا گیا۔

رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

(۱۰) ص ۲۸۶

نشر کی غزل: ۶ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۷۔

(۱۱) ص ۲۸۶

یہ شعر کسی دوسرے مجموعے میں شامل نہیں ہے۔

(۱۲) ص ۲۸۷

نشر کی غزل: ۱۶ کے وہی دو شعر جو آیات اول ش: ۲۶/۹۲ میں شامل ہیں۔

رک: حاشیہ ۱۶، نشر۔

(۱۳) ص ۲۸۷

نشر کی غزل: ۳۳ کے وہی دو شعر جو آیات اول (ش: ۲۲/۹۲) میں بھی ہیں۔

رک: حاشیہ ۳۳، نشر۔

(۱۴) ص ۲۸۸

آیات دوم کی غزل: ۱، کا مطلع ثانی جو غزل سے الگ تھا اور اب کلیات میں غزل میں شامل کیا گیا۔ یہ مطلع پورے صفحے پر جلی قلم سے لکھا گیا ہے اور اس کے نیچے یہ الفاظ باریک قلم سے لکھے ہیں: ”ارے توبہ“۔

☆☆☆

آیات وجدانی

طبع سوم

۱: ص ۲۳-۲۵

☆ گنجینہ ق: ص ۸۲-۸۳، ش ۱۱ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۶-۱۷، ش ۱۱ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۴ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۳۳، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۱۶، الف

☆ ماہنامہ ”سب رس“ حیدرآباد دکن، مئی ۱۹۳۸ء: ص ۲۱

۶ شعروں کی یہ غزل سوائے مندرجہ ذیل ایک اختلاف کے، تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۲: یہی دیکھا کہ میں خود دیدہ بینا میں باطل تھا
بیاض ۳ میں ”میں خود“ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل الفاظ ”حق بھی“ لکھے گئے ہیں۔

س ک:

آیات سوم میں مندرجہ بالا مصرعے میں ردیف ”تھا“ کی بجائے ”دیکھا“ چھپی ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”سب رس“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲: ص ۲۵-۲۸

آیات اول کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات اول۔

☆ گنجینہ ق: ص ۴۸-۴۷، ش ۴ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۲، ش ۴ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴، الف

گنجینہ م وق، اور بیاض ۴ میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے جب کہ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۶، آیات سوم میں نہیں ہے۔ کلیات میں یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق شامل کی گئی ہے۔

زمانہ تصنیف:

یگانہ نے اپنے ایک مضمون ”میرزا یگانہ چنگیزی“ مطبوعہ پندرہ روزہ ”آج کل“ دہلی بابت ۱۵ ستمبر ۱۹۴۳ء میں بتایا ہے کہ انھوں نے یہ غزل ساٹھ برس کی عمر میں کہی تھی۔ (ص ۳۱) یگانہ کی تاریخ پیدائش ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء (مطابق ۲۷ رذی الحجہ ۱۳۰۱ھ) ہے۔ عیسوی اعتبار سے ۱۹۴۳ء میں وہ ۵۹ برس کے تھے۔ گمان غالب ہے کہ انھوں نے اپنی عمر ہجری سنہ کے حساب سے بتائی ہوگی۔ اس غزل کو (۱۳۰۱ + ۶۰) ۱۳۶۱ھ کی تصنیف سمجھنا چاہیے جو ۱۹۴۲ء کے مطابق ہے۔

۴: ص ۵۵-۵۷

آیات اول غزل: ۱۹ کے مطابق مگر ۲ شعروں کے اضافے کے ساتھ۔ یہی دو شعر کلیات میں آیات سوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ تفصیلات کے رک: حاشیہ ۱۹، آیات اول۔

۵: ص ۶۱-۵۸

☆ گنجینہ ق: ص ۷۶، ش ۲ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۱-۱۰، ش ۲ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۲ ب و ورق ۳، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۱، الف و ب

☆ رسالہ ”ایشیا“ بمبئی، شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء: ص ۱۲۵

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اپریل ۱۹۴۲ء: ص ۵۸

آیات سوم اور گنجینہ ق میں ۱۲ شعروں کی یہ غزل یکساں ترتیب اشعار کے ساتھ ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۲، ۳ و ۶۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ شعر تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، دو شعر ایسے ہیں جو زائد ہیں۔ (رک: باقیات ۳۶) شعر: ۱۱ میں ایک مصرع تبدیل کر کے اُسے مطلع ثالث کے طور پر لکھا ہے۔ (رک: اختلاف نسخ)۔ بیاض ۴ میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر وہ ہے جو باقیات میں دوسرا ہے۔ شعر ۱۱ کا مصرع اولیٰ نہیں لکھا، اس کی جگہ خالی ہے۔

رسالہ ”ایشیا“ محولہ بالا میں یہ غزل ”حکمت بند گانہ“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی تھی۔ اس میں صرف ۷ شعر ہیں۔ (کلیات میں شامل غزل کے یہ شعر: ش: ۱، ۲، ۶، ۹، ۱۰، ۱۲، اور باقیات کا شعر: ۲) گمان غالب ہے کہ یہ غزل کی روایت اول ہے۔ مکمل غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں شائع ہوئی جو ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ شعر: ۱۱ مطلع کی صورت میں ہے جس طرح بیاض ۳ میں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۱ : ہوتی نہیں دعا قبول حسن کی بارگاہ میں

دیکھیے مشت خاک کو وقت نے کیا بنا دیا

آیات سوم و گنجینہ م : ہوتی ہے کب دعا قبول

بیاض ۳ : دیکھیے مشت خاک کو وقت نے کیا بنا دیا

نثر حسن لے اڑا شوق نے پر لگا دیا

نیرنگ خیال : دیکھیے مشت خاک کو

نثر شوق لے اڑا حسن نے پر لگا دیا

زمانہ تصنیف:

”مشاعرہ بھوپال۔ ۹ جنوری ۱۹۳۹ء۔“ (بیاض ۳: ورق ۱۰۱، الف)

۶: ص ۶۹-۶۱

☆ گنجینہ ق: ص ۷۹، ش ۶ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۳-۱۴، ش ۶ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴ ب و ورق ۵، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۱ء: ص ۱۹-۱۷، ۵۰

(مضمون از یگانہ بعنوان ”آرٹ“۔ اس مضمون میں یہ غزل درج کی گئی ہے اور اس پر تبصرہ کیا

گیا ہے)۔

۱۲ شعروں کی یہ غزل رسالہ ”نیرنگ خیال“ کے سوا تمام ماخذوں میں تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں

ہے۔ ”نیرنگ خیال“ میں مطلع اول نہیں ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱ : اک اشارہ فردا، ایک جنبش لب کیا

آیات سوم، گنجینہ م، بیاض ۴ و نیرنگ خیال : رنگ لاتی ہے آخر ایک جنبش لب کیا

زمانہ تصنیف:

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا ریڈیو دہلی کے مشاعرے میں یگانہ نے یہ غزل پڑھی تھی۔ [بحوالہ کالم ”اشارات“ از

سندباد جہازی (چراغ حسن حسرت)، ہفتہ وار ”شیرازہ“ لاہور، بابت یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص ۱۱] اس بنا پر اس غزل کو

۱۹۴۰ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ مطلع اول غزل کے ابتدائی متن میں شامل نہیں تھا۔ یہ ستمبر ۱۹۴۱ء کے بعد لکھا

گیا۔ شعر ۲ کے مصرع ۱، میں ترمیم گنجینہ ق کے زمانہ تسوید (۱۹۵۱ء) میں کی گئی۔

۷: ص ۷۱-۶۹

☆ گنجینہ ق: ص ۷۷، ش ۳ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۱-۱۲، ش ۳ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۱، ب

اس کالم کا مکمل متن کتاب طیب منیر (راول پنڈی) نے عنایت فرمایا۔

۱۱ شعروں کی یہ غزل، بیاض ۴ کے سوا، باقی سب ماخذوں میں یکساں ہے۔ بیاض ۴ میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں شامل نہیں۔ رک: باقیات ۳۷۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

س ک :

شعر ۹، مصرع ۱ : ایسے ہنگامہ زار ہستی میں

آیات سوم میں ”ہنگامہ راز“ بجائے ”ہنگامہ زار“۔ راقم کے پیش نظر آیات سوم کا جو نسخہ ہے، اُس میں یگانہ نے بقلم خود تصحیح کی ہے۔

۸: ص ۷۳-۷۱

☆ گنجینہ ق: ص ۸۵، ش ۱۴ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۹-۱۸، ش ۱۴ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۲، الف

کلیات میں اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جو ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۳، ۱۴ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۱۱ و ۱۲) ان میں نہیں ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۴ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۱) اس میں نہیں ہے۔

۹: ص ۷۵-۷۳ (مثلث)

مطابق آیات دوم، ش: ۲۴۔

رک: حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

۱۰: ص ۷۶-۷۵

☆ گنجینہ م: ص ۱۳-۱۲، ش ۵ (غ)

☆ آیات دوم: ص ۶۵-۶۴، ش ۲۸

☆ بیاض ۱: ورق ۵۱، الف و ب

☆ گنجینہ ق: ص ۷۸، ش ۵ (غ)

☆ بیاض ۲: ورق ۳ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۴، الف و ب

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، اپریل ۱۹۴۷ء، ص ۷۰ ☆ ماہنامہ ”چمنستان“ دہلی، جون ۱۹۴۱ء، ص ۲۳

آیات دوم میں اس غزل کے ابتدائی متن کے ۴ شعر شامل ہیں۔ نظر ثانی اور اضافوں کے بعد ۸ شعروں کی غزل آیات سوم میں شامل کی گئی۔ یہی ۸ شعر گنجینہ م وق میں بھی ہیں۔ زیر نظر کلیات میں گنجینہ ق کا متن شامل کیا گیا ہے۔ اس میں آیات دوم کے صرف دو شعر (ش: ۲ و ۶) شامل ہیں۔ باقی ۲ شعر باقیات (ش: ۳ و ۴) میں شامل کیے گئے۔ رک: باقیات ۳۲۔ ان شعروں کو غزل سے خارج کر کے باقیات میں شامل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مصرع ہائے ثانی سے ترمیم شدہ غزل کا مطلع تیار کیا گیا ہے۔

بیاض ۱ میں ۶ شعر ہیں۔ ان میں سے ۳ شعر (ش: ۲، ۶ و ۷) کلیات میں ہیں اور باقی ۳ باقیات: ۳۲ میں (ش: ۱، ۳، ۴)۔ بیاض ۳ میں وہ تمام شعر موجود ہیں جو کلیات میں شامل غزل میں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ۲ شعر ہیں جو باقیات: ۳۲ میں (ش: ۲ و ۳) شامل ہیں۔ بیاض ۴ میں بھی کلیات میں شامل غزل کے تمام شعر موجود ہیں۔ ایک زائد شعر بھی ہے جو باقیات: ۳۲ میں (ش: ۴) شامل ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : برا کیا ہے لگی میں اپنی حد سے دور ہو جانا
 آیات دوم و بیاض ۴ : غنیمت ہے لگی میں
 شعر ۲، مصرع ۲ : لپٹ کر شمع سے آخر سراپا نور ہو جانا
 بیاض ۳ و ۴ : خود اپنا دل جلا کر آپ شمع طور ہو جانا
 شعر ۲، مصرع ۱ : دکھائی جلوہ موہوم نے کیا برق رفتاری
 رسالہ ”مخزن“ : دکھائی جلوہ باطن نے کیا کیا
 شعر ۴، مصرع ۲ : مبارک ہو مبارک بے پے مخمور ہو جانا
 بیاض ۳ : میاں بندے مبارک
 شعر ۸، مصرع ۱ : علی کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی
 بیاض ۳ میں اس مصرعے کے ابتدائی دو الفاظ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ”تمھارا“ لکھا ہے۔

س ک :

شعر ۴، مصرع ۲ : ہوائے پیرہن کا کوئی جھونکا لے اڑا شاید
 گنجینہ م : ہوا سے پیرہن

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ مین پوری۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء۔ میں نے بھی چند شعر پڑھے تھے۔“ (بیاض ۱: ورق ۵۱، الف)
 اس غزل کا قدیم ترین متن ۶ شعروں پر مشتمل ہے جو بیاض ۱، میں ملتا ہے۔ یہی ۶ شعر رسالہ ”مخزن“ میں
 بھی چھپے تھے۔ اس متن کے تین شعر کلیات میں (ش: ۲، ۶، ۷) ہیں اور تین باقیات: ۳۲ میں (ش: ۱، ۳، ۴)
 ہیں۔ ان چھ شعروں کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۶ء ہے۔ رسالہ ”چہستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر، باقی اشعار کا
 زمانہ تصنیف ۱۹۴۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱: ص ۷۷ (رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۲، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۵۷، ش ۲۳۵ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۲ ب و ورق ۷۹ ب

بیاض ۴ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔

۱۲: ص ۷۸-۷۷

☆ گنجینہ ق: ص ۸۰، ش ۷ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۱۳، ش ۷ (غ)

☆ ماہنامہ ”عالم گیر“ لاہور، خاص نمبر ۱۹۴۳ء: ص ۲۹

☆ بیاض ۴: ورق ۵ ب

۱۲ شعروں کی یہ غزل کلیات میں آیات سوم کے مطابق درج کی گئی ہے۔ بیاض ۴ میں بھی یہ تمام شعر موجود
 ہیں۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۴، ۵، ۶۔ گنجینہ ق میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ دو شعر اس
 میں شامل نہیں۔ ش: ۳، ۵۔

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں بھی وہی ۱۰ شعر ہیں جو گنجینہ قی میں ہیں۔ اس رسالے میں مندرجہ ذیل تین شعروں پر حواشی لکھے گئے ہیں:

شعرا : اپنی ہستی میں بھی کچھ شک آ پڑا

علم کا سودا بہت مہنگا پڑا

حاشیہ: ”آرٹ کی یہ سادگی و پرکاری اقبالی اُمت کی ذہنیت سے بالا ہے۔ یا یوں سمجھ

لیجیے کہ پست ہے۔“ (ص ۲۹)

اس حاشیے کو سمجھنے میں یگانہ کا مضمون ”میں آپ کو کیا سمجھتا ہوں“ (ماہنامہ ”شاہ کار“ لاہور، مئی ۱۹۳۷ء) مدد کرتا ہے۔ اس میں یگانہ نے غالب اور اقبال کی مفرد اردو کے مقابلے پر اپنی سادہ زبان کو ترجیح دی ہے اور یہ لکھا ہے:

”میرزا یگانہ اردو کے شاعر ہیں۔ اردو زبان میں کہتے ہیں۔ غالب یا اقبال کی زبان

میں نہیں کہتے۔“ (ص ۱۰۸)

شعر ۶ : قد ہوا اتنا بڑا تو کیا ہوا؟

جب کوئی مشکل پڑی لہا پڑا

حاشیہ: ”نوفٹے نواب، اتنے لمبے ترنگے مگر...“ (ص ۲۹)

شعر ۷ : راست بازی کی ہوس دنیا کے ساتھ؟

کیوں قسم کھائی تھی کیوں مارا پڑا

حاشیہ: ”زندہ رہنا ہے تو اس زمانے میں قول و قسم کی پابندی یعنی چہ؟“۔

یہ غزل اُس زمانے کی تصنیف ہے جب یگانہ ریاست حیدرآباد دکن کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد روزگار کی تلاش میں ریاست کے شہر حیدرآباد میں مقیم تھے۔ بعض لوگوں نے انھیں روزگار کی اُمید دلائی تھی، وعدے بھی کیے تھے، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ شعر ۶ و ۷ پر حواشی کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ ”نوفٹے نواب“ کا اشارہ غالباً نواب شہید یار جنگ کی طرف ہے جو خاصے طویل القامت تھے۔ یگانہ کے اُن سے مراسم تھے اور وہ اس غزل کی تصنیف کے بعد کے زمانے میں اُن کے مکان پر کچھ عرصہ مقیم بھی رہے تھے۔ اس غزل کے بیشتر اشعار یگانہ کے اُس زمانے کے ذاتی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”عالم گیر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ رسالہ ”عالم گیر“ کا خاص نمبر ہر سال دسمبر کا شمار ہوتا تھا جس پر اگلے سال کے جنوری کا مہینہ درج کیا جاتا تھا۔ ”عالم گیر“ کا ۱۹۴۳ء کا خاص نمبر، دسمبر ۱۹۴۳ء کا شمارہ ہے۔

۱۳: ص ۸۰-۷۸

☆ گنجینہ قی: ص ۸۳، ش ۱۲ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۵، الف

☆ ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۱۲۸

☆ شعروں کی یہ غزل تعداد اشعار کے اعتبار سے تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔

☆ گنجینہ م: ص ۱۷، ش ۱۲ (غ)

☆ بیاض ۲: ورق ۳۶، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱۶، الف

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۲ : ہنسی ہنسی میں تو ان حقوں کو ڈستا جا
بیاض ۲ : ان بزدلوں کو.....

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴: ص ۸۱-۸۰

آیات سوم میں یہ غزل: ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ مکمل غزل ۱۲ شعروں کی ہے جو کلیات میں آیات اول میں درج کی گئی ہے۔
تفصیل کے لیے رک: غزل اور حاشیہ ۱۰، آیات اول۔

۱۵: ص ۸۱-۸۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۵-۱۴، ش ۸ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۱، ش ۸ (غ)
☆ ماہنامہ ”چہستان“ دہلی، جولائی ۱۹۳۲ء: ص ۲۰
☆ بیاض ۴: ورق ۶ ب
سوائے رسالہ ”چہستان“ کے باقی ماخذوں میں ۱۰ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ رسالہ ”چہستان“ میں ایک شعر زائد ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۲۔

س ک:

شعر ۳، مصرع ۱ : یہ نوجوانی، یہ نامرادی
گنجینہ ق میں مصرعے کے آخر میں لفظ ”کیا“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چہستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶: ص ۸۳-۸۶

☆ گنجینہ م: ص ۱۸-۱۷، ش ۱۳ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۳، ش ۱۳ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۳۵، الف و ورق ۴۰، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۱۶ ب

۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ یہی ۱۲ شعر گنجینہ م و بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۶، اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۲ میں غزل دو جگہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۵، الف پر ۵ شعر ہیں۔ ۴ تو غزل میں شامل ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۸۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۳۸۔ یہ تمام شعر قلم زد کیے گئے ہیں۔ ورق ۴۰، الف و ب پر ۱۲ شعر ہیں۔ شعر ۷ نہیں ہے اور اس کی جگہ وہ زائد شعر ہے جو باقیات میں درج کیا گیا۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱ : ادب نے دل کے تقاضے اٹھائے ہیں کیا کیا
ہوں نے شوق کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا
بیاض ۲ (قلم زد متن) : زباں نے دل کے تقاضے اٹھائے ہیں کیا کیا
کھک نے درد کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا
شعر ۴، مصرع ۲ : اس آج کل میں عبث دن گوائے ہیں کیا کیا
بیاض ۲ (قلم زد متن) : اس ایک کل کے لیے دن
شعر ۶، مصرع ۲ : جہاں میں شاہ و گدا رنگ لائے ہیں کیا کیا
بیاض ۲ (قلم زد متن) : گدا سا رنگ لائے

۱۷: ص ۸۶

۸ شعروں کی اس غزل میں ۲ شعر مشترک کی غزل: ۱۳ کے ہیں۔ باقی ۶، آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے ہیں۔
تفصیلات کے لیے رک: غزل ۲۳ و حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۹: ص ۹۳-۹۰

۱۸: ص ۹۰-۸۷

آیات اول کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اول۔

۲۱: ص ۹۸-۹۷

۲۰: ص ۹۶-۹۴

نشر کی غزل: ۹ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱۰، ۸، ۳۵۱۔
رک: حاشیہ ۹، نشر۔

آیات اول کی غزل: ۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴، آیات اول۔

۲۳: ص ۱۰۳-۱۰۲

۲۲: ص ۱۰۱-۹۸

آیات اول کی غزل: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶، آیات اول۔

۲۴: ص ۱۰۶-۱۰۳

آیات اول کی غزل: ۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸، آیات اول۔

۲۵: ص ۱۰۶

نشر کی غزل: ۱ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱، نشر۔

۲۶: ص ۱۰۷

آیات اول کی غزل: ۱۲ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

۲۷: ص ۱۰۸

نشر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۱۳، نشر۔

۲۸: ص ۱۰۸-۱۰۹

آیات اول کی غزل: ۱۵ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات اول۔

۲۹: ص ۱۰۹-۱۱۱

آیات اول کی غزل: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اول۔

۳۰: ص ۱۱۱-۱۱۳

آیات اول کی غزل: ۲۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۲ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول۔

۳۱: ص ۱۱۳

آیات اول کی غزل: ۲۲ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۸ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۲۲، آیات اول۔

۳۲: ص ۱۱۳-۱۱۴

نشر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۳۳: ص ۱۱۴ (مثلث)

آیات اول کے مثلث ش: ۲۸ کے یہ ۵ بند۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۶۔
رک: حاشیہ ۲۸، آیات اول۔

۳۴: ص ۱۱۵-۱۱۶

آیات اول کی فارسی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات اول۔

۳۵: ص ۱۱۵

آیات اول کی فارسی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات اول۔

۳۶: ص ۱۲۵-۱۲۴

- ☆ گنجینہ م: ص ۳۳-۳۴، ش ۳۹ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۰، ش ۳۷ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۳۰، ب و ورق ۳۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۱۷، الف

اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جو ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ دونوں قطعہ بند اشعار (ش: ۸ و ۹) اور مقطع اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م اور بیاض ۳ میں ۱۰، ۱۰ شعر ہیں۔ ۹ تو وہی ہیں جو آیات سوم میں ہیں اور مقطع اضافہ کیا گیا ہے۔ بیاض ۲ و ۳ میں ۱۱، ۱۱ شعر ہیں۔ دونوں قطعہ بند اشعار نیز شعر: ۶ نہیں ہے۔ ان دونوں بیاضوں میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۳۹۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱: کل کی کیا فکر ہر چہ بادا باد
بیاض ۲ و ۳: میہماں شاد، میزباں آباد

۳۷: ص ۱۲۶-۱۲۵

آیات اول کی فارسی غزل: ۷۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۹، آیات اول۔

۳۸: ص ۱۳۰-۱۲۹

- ☆ گنجینہ م: ص ۳۴-۳۵، ش ۴۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۱-۱۰۰، ش ۳۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۲، الف و ب
☆ بیاض ۲: ورق ۲۱، ب و ورق ۲۲، الف
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جولائی ۱۹۴۲ء: ص ۸۔

۱۶ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔
آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں شعروں کی تعداد اور ترتیب یکساں ہے۔ یہ تمام شعر رسالہ ”نیرنگ خیال“ اور بیاض ۳ و ۴ میں بھی ہیں۔ بیاض ۳ میں ۳ شعر اور بیاض ۴ میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ ان زائد شعروں میں سے ایک (آگئی چھینک ...) دونوں بیاضوں میں مشترک ہے۔ رک: باقیات ۴۰۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱: سو گئے کر چھوڑ دو حسینوں کو
گنجینہ م: دور سے دیکھ لو حسینوں کو
گنجینہ ق میں حاشیہ پر متبادل الفاظ ”دور سے دیکھ لو“ لکھے ہیں۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء قرار دیا جاسکتا ہے۔

۳۹: ص ۱۳۲-۱۳۰

آیات اول کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔

۴۰: ص ۱۳۲-۱۳۱

☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۹، ش ۴۷ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۴۲-۴۱، ش ۴۹ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۲۳، الف

۱۱ شعروں کی یہ غزل، آیات سوم کے سوا، باقی تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ شعر: ۶، آیات سوم میں نہیں ہے۔ کلیات میں غزل گنجینہ ق کے مطابق درج کی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱: مجال تھی تمہیں دیکھے کوئی نظر بھر کے
گنجینہ م: مجال تھی کوئی دیکھے تمہیں نظر بھر کے

وضاحت:

اس غزل کا چوتھا شعر یہ ہے:

نباہنا بھی حسینوں سے اک بڑا فن ہے
تجھ ایسے بادلے کو عاشقی پھلے کیوں کر

آیات سوم میں اس شعر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:
”... عاشقی ہر ایک کو نہیں پھلتی۔ سب کو اس نہیں آتی۔ ممتاز بیگم کے عشق میں مسٹر
بادلے بمبئی والے کی جان ہی گئی۔“ (ص ۱۳۳)

ممتاز بیگم امرت سر کی ایک طوائف تھی جو بہت حسین تھی۔ وہ دس برس تک اندور کے مہاراجا Tukoji راؤ
ہلکر کے تصرف میں رہی اور پھر مہاراجا سے اختلافات کی وجہ سے اُس سے لگ ہو گئی۔ مہاراجا نے ممتاز بیگم کو اغوا
کرنے کا منصوبہ بنایا اور یہ کام اپنے کچھ آدمیوں کے سپرد کیا۔ اس دوران بمبئی کے ایک مال دار اور مشہور شخص
عبدالقادر باولا سے اُس کا تعلق ہو گیا۔ ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء کی شام کو بمبئی میں ممتاز اور عبدالقادر باولا کار میں کہیں
جا رہے تھے کہ مہاراجا ہولکرو کے آدمیوں نے کار کو روکا۔ باولا کو انھوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور ممتاز کو اپنی کار
میں لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اتفاقاً کچھ انگریز فوجی ادھر سے گزرے۔ انھوں نے ممتاز کو اغوا ہونے سے
بچایا۔ ملزم پکڑے گئے اور اُن پر مقدمہ چلایا گیا۔ اخبارات میں مقدمے کی کارروائی تفصیل سے شائع ہوتی تھی، اس
وجہ سے اس واقعہ قتل کو ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ شہرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ملزموں کے وکلاء، اُس
زمانے کے نامی گرامی قانون دان تھے۔ ایک ملزم کے وکیل محمد علی جناح (بعد ازاں قائد اعظم) تھے۔ (اس مقدمے
کی تفصیلات کے ایل گابا کی کتاب "Famous Trials for Love and Murder" سے ماخوذ ہیں۔ طبع پنجاب،
لاہور، ۱۹۳۶ء)۔

* غالب کے مشہور شعر... ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو، پر بحث کرتے ہوئے یگانہ نے غالب محسن،

طبع دوم میں لکھا:

”یہ شعر پڑھتے ہی بمبئی والی ممتاز بیگم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔“ (ص ۵۷)

آج تو یہ واقعہ کسی کو بھی یاد نہیں لیکن یگانہ نے جب مذکورہ بالا شعر لکھا تھا، لفظ ”باولے“ کے ذومعنی استعمال کی خوب داد ملی ہوگی۔

۴۱: ص ۱۳۴-۱۳۵
۴۲: ص ۱۳۸-۱۳۵
آیات دوم کی فارسی غزل: ۹۶ کے مطابق۔
آیات اول کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔
رک: حاشیہ ۲۹، آیات اول۔

۴۳: ص ۱۴۱-۱۳۸
آیات اول کی غزل: ۳۰ کے یہ ۱۶ شعر۔ ش: ۱۲، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۲۰۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اول۔

۴۴: ص ۱۴۲-۱۴۱
نشر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱۲، ۸، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر۔

۴۵: ص ۱۴۷-۱۴۲
۴۶: ص ۱۵۲-۱۴۷
آیات اول کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
آیات اول کی غزل: ۳۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔
رک: حاشیہ ۳۷، آیات اول۔

۴۷: ص ۱۵۵-۱۵۲
۴۸: ص ۱۵۵
آیات اول کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
آیات اول کی فارسی غزل: ۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اول۔

۴۹: ص ۱۵۶
۵۰: ص ۱۵۸-۱۵۶
آیات دوم کی فارسی غزل: ۹۷ کے مطابق۔
آیات دوم کی غزل: ۱۰۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۷، آیات دوم۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۵۱: ص ۱۵۹-۱۵۸
☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۶، ش ۶ / ۱۲۸
☆ بیاض ۲: ورق ۱۰۵ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۱۱، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۵، الف

تمام ماخذوں میں ۸ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ گنجینہ ق اور بیاض ۴ میں اس کا عنوان ”غزل یک قافیہ“ لکھا ہے۔ گنجینہ ق میں اسے عام غزلیات کے ساتھ نہیں بلکہ ”متفرقات“ کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

۵۲: ص ۱۶۱-۱۵۹

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۲، ش ۵۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۰ ب
☆ ماہنامہ ”جہانگیر“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۳ء: ص ۳۳

☆ گنجینہ م: ص ۳۵-۳۴، ش ۵۳ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۶، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۲ پ

تمام ماخذوں میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱: حسن کیا حسن کی تجلی کیا؟
رسالہ ”جہانگیر“: شمع کیا شمع کا اُجالا کیا؟
بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے رسالہ ”جہانگیر“ کے مطابق لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔
شعر ۶، مصرع ۴: مُردہ دل کو ٹٹولنے والو
رسالہ ”جہانگیر“: بے دلوں کو ٹٹولنے والو

زمانہ تصنیف:

آیات دوم ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی لیکن یہ غزل اُس میں شامل نہیں ہے۔ اسی سال یہ غزل رسالہ ”جہانگیر“
محولہ بالا میں چھپی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ غزل آیات دوم کی اشاعت کے فوراً بعد ۱۹۳۳ء میں لکھی گئی۔

۵۳: ص ۱۶۲-۱۶۱

آیات دوم کی غزل: ۱۰۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۵۴: ص ۱۶۶-۱۶۴

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۱، ش ۶۶ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۵۳، ش ۶۹ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۲، الف

☆ رسالہ ”آج کل“ دہلی، یکم اپریل ۱۹۳۵ء: اندرونی سرورق ۲

۱۱ شعروں کی یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق کلیات میں شامل کی گئی ہے۔ تمام ماخذوں میں اس کا متن یکساں
ہے، سوائے اس کے کہ شعر: ۳ آیات سوم میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

آغا جان ابن یگانہ نے راقم الحروف کو بتایا تھا کہ یگانہ نے یہ غزل اپنی بیٹی ام صفی کی وفات پر کہی تھی۔
یگانہ عثمان آباد (دکن) میں تھے اور بیٹی کی وفات لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ وقت آخر بیٹی باپ کو بہت یاد کرتی رہی مگر
یگانہ لکھنؤ نہ پہنچ سکے۔ غزل کے مطلع میں یہی مضمون نظم کیا گیا ہے۔

یہ بات یگانہ نے اپنے ایک خط (ہمام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۹ء) میں لکھی ہے۔ (کتابی سلسلہ ”حقیقی ادب“
شمارہ ۲، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۷۶)

بیاض ۲ میں یگانہ نے اپنے بچوں کی تاریخ ہائے ولادت درج کی ہیں۔ ام صغریٰ کے بارے میں یہ اندراج ملتا ہے:

”ام صغریٰ۔ یکم فروری ۲۳ء، مطابق ۱۳۳۲ھ، یوم جمعہ، وقت صبح، مقام شاہ گنج لکھنؤ۔

وفات، یکم محرم ۱۳۳۸ھ، شاہ گنج لکھنؤ۔“ (ورق ۷۹ ب)

یگانہ نے وفات کی جو ہجری تاریخ لکھی ہے، اس کی مطابقت ۹ جون ۱۹۲۹ء سے ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق یگانہ کے محولہ بالا خط مؤرخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۹ء سے ہوتی ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے:

”آج ایک مہینہ ہوا کہ میری پیاری صغریٰ نے ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں کو داغِ مفارقت دے دیا۔“ (ص ۴۷۶)

اس بچی کی وفات پر یگانہ نے ایک رباعی بھی لکھی تھی جو بیاض ۳ میں شامل ہے (ورق ۲۲، الف) اس بیاض میں رباعی سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:

”رباعی جو ام صغریٰ کی یاد میں ۱۹۲۹ء میں بمقام عثمان آباد کہی گئی تھی۔ اس پیاری بچی کی یاد اب تک دل کو ترپاتی ہے۔“

کلیات میں یہ رباعی غیر مدون کلام میں شامل ہے (ش: ۳۳)۔

ان امور کی روشنی میں غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ اُس زمانے میں صرف چند شعر لکھے گئے ہوں گے اور غزل کی تکمیل بعد میں ہوئی ہوگی۔ اگر مکمل غزل ۱۹۲۹ء میں لکھی گئی ہوتی تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے آیات دوم (سال طباعت: ۱۹۳۳ء) میں شامل نہ کیا جاتا۔ مکمل غزل پہلی مرتبہ رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں شائع ہوئی۔ اس بنا پر اس کا زمانہ تکمیل ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

اس غزل کے ابتدائی تین اور آخری دو اشعار کیفیت اور مضامین کے اعتبار سے باقی اشعار سے مختلف ہیں۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشعار بیٹی کی وفات پر لکھے گئے ہیں۔ باقی ۱۹۳۳ء میں لکھے گئے ہوں گے۔

۵۵: ص ۱۶۷-۱۶۶

آیات دوم کی غزل: ۵۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۵۶: ص ۱۶۹-۱۶۷

☆ گنجینہ م: ص ۵۲-۵۱، ش ۶۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۰-۱۱۹، ش ۶۳ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۳۱ ب

۱۱ شعروں کی یہ غزل کلیات میں آیات سوم کے مطابق درج کی گئی۔ یہ سب شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔

گنجینہ م وق میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱: نہ جانے بہتے پھریں گے کدھر یہ دشمن و دوست

گنجینہ م و بیاض ۴: نہ جانیں بہتے.....

س ک : شعر ۶، مصرع ۲ : بڑھا تو دل ہے وہ دریا کہ وار پار نہیں
گنجینہ م میں ”آر پار“ بجائے ”وار پار“۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح
کی ہے۔

۵۷: ص ۱۷۱-۱۷۰

☆ گنجینہ م: ص ۵۱، ش ۶۶ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۹، ش ۶۳ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۳۱ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۷، الف و ب
☆ ماہنامہ ”شاہکار“ لاہور، جون ۱۹۳۵ء: ص ۵۸
کلیات میں ۱۰ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ شعر: ۵، آیات سوم میں نہیں۔ شعر: ۶
گنجینہ م میں نہیں۔ رسالہ ”شاہکار“ میں ۶ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱، ۵، ۷ تا ۱۰۔ تینوں بیاضوں میں مکمل غزل ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۸، مصرع ۲ : اب تک اتنی ہے حرارت کہ جیے جاتے ہیں
رسالہ ”شاہکار“ : اب تو اتنی ہے
شعر ۱۰، مصرع ۱ : کیا خبر تھی کہ یگانہ کا ارادہ کیا ہے
رسالہ ”شاہکار“ : کسے معلوم یگانہ

س ک : شعر ۴، مصرع ۱ : دولتِ عشق بھی مانگے سے کہیں ملتی ہے
گنجینہ م میں ”کہیں“ کی جگہ ”نہیں“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شاہکار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۸: ص ۱۷۵-۱۷۲

☆ گنجینہ م: ص ۵۵-۵۴، ش ۷۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۲-۱۲۱، ش ۶۷ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۶، الف و ب
☆ ماہنامہ ”چمنستان“ دہلی، مارچ ۱۹۳۲ء: ص ۱۳
۱۲ شعروں کی یہ غزل تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔
رسالہ ”چمنستان“ میں شعر: ۵ پر یہ حاشیہ لکھا ہے:
”میر تقی میر فرماتے ہیں:

مل بیٹھے اُس تائی بچے سے کوئی گھڑی جو زاہد تو
جتنے بال ہیں تیرے سر میں ویسی ہی تیری حجامت ہو“

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱ : کلمہ پڑھ کے ایسے دیے کتنے مسلمان بن بیٹھے
بیاض ۴ : ایسے دیے تیرے چہیتے بن بیٹھے

آیات سوم اور گنجینہ ق میں ”کتنے مسلمان“ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل الفاظ (”تیرے چہیتے“) لکھے گئے ہیں۔

شعر ۹، مصرع ۲ : انکار کی لذت آہا، انکار نہیں تو کچھ بھی نہیں
آیات سوم و گنجینہ م : آہا ہا
زمانہ تصنیف :

رسالہ ”چنستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۹: ص ۱۷۸-۱۷۵

آیات اول کی غزل: ۴۰ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات اول۔

۶۰: ص ۱۸۲-۱۷۹

آیات اول کی غزل: ۴۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۷ تا ۹۔
رک: حاشیہ ۴۱، آیات اول۔

۶۱: ص ۱۸۳-۱۸۲

آیات اول کی غزل: ۴۳ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۷ تا ۹۔
رک: حاشیہ ۴۳، آیات اول۔

۶۳: ص ۱۸۴-۱۸۳

آیات اول کی غزل: ۴۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۵، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۴۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۴، آیات اول۔

۶۴: ص ۱۸۵-۱۸۴

نشر کی غزل: ۴۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔ اور ایک نیا مطلع۔
نیا مطلع چوں کہ بہت بعد کی تصنیف ہے، اس لیے اُسے آیات سوم میں رہنے دیا گیا ہے۔ اس مطلع پر آیات سوم میں یہ حاشیہ ملتا ہے:

”شہر میں ہیضہ پھوٹا ہے، اُس وقت جان کتنی عزیز تر ہو جاتی ہے۔“ (ص ۱۸۴)
رک: حاشیہ ۴۴، نشر۔

۶۵: ص ۱۸۶-۱۸۵

آیات اول کی غزل: ۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۷، آیات اول۔

۶۶: ص ۱۸۷-۱۸۶

آیات اول کی غزل: ۴۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۶۵۲، ۱۱۵۸۔
رک: حاشیہ ۴۸، آیات اول۔

۶۷: ص ۱۸۸-۱۸۷

نشر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱۶۵۱۱، ۲۱۔
رک: حاشیہ ۲۸، نشر۔

۶۸: ص ۱۸۸

نشر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱۳، ۷، ۶، ۴، ۱۔
رک: حاشیہ ۲۶، نشر۔

۶۹: ص ۱۹۵ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۵۹، ش ۲۳۱ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۲ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷ ر مئی ۱۹۳۸ء

آیات سوم میں مصرع ۴ میں لفظ ”شاعر“ واوین میں ہے جب کہ باقی ماخذوں میں ایسا نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی آیات سوم میں فراق گورکھ پوری کے نام مکتوب یگانہ (بعنوان: ”شعراے حال میں یگانہ کا درجہ“) مؤرخہ ۳۱ ر مئی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ چوں کہ یہ رباعی اس مکتوب کی ایک خاص بحث سے متعلق ہے، اس لیے خیال ہے کہ یہ اسی بحث کے دوران لکھی گئی ہوگی۔ ۱۹۳۸ء کی تصنیف ہونے کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ڈاکٹر عندلیب شادانی کے نام محولہ بالا خط میں بھی یہ رباعی درج ہے (یہ خط غیر مطبوعہ ہے اور راقم الحروف کی تحویل میں ہے اور یہ پروفیسر نظیر صدیقی کی عنایت سے دستیاب ہوا ہے)۔

۷۰: ص ۲۰۰ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں ص ۴۰۱ پر بھی ہے۔ ش ۱۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۴، ترانہ م۔

۷۱: ص ۲۰۳ (رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۱۳ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۵۶، ش ۲۲۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

زمانہ تصنیف :

آیات سوم کی رباعی: ۶۹ کی طرح یہ رباعی بھی فراق گورکھپوری کے نام مکتوب یگانہ مؤرخہ ۳۱/رمی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ یہ اس مکتوب کی ایک خاص بحث سے متعلق ہے، اس لیے خیال ہے کہ مکتوب تحریر کرنے کے دوران لکھی گئی ہوگی۔

۷۲: ص ۲۰۸ (رباعی)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۱، الف

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۷۱، مندرجہ بالا۔

۷۳: ص ۲۰۹ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۸۷ (ر)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۳، ش ۱۱۷ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۶۱ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۲۴ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷/رمی ۱۹۳۸ء

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۶۹، مندرجہ بالا۔

۷۵: ص ۲۱۶ (رباعی)

۷۴: ص ۲۱۳ (رباعی)

ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۷۶ کے مطابق۔

۷۶: ص ۲۲۵ (ایک شعر)

یگانہ کے ایک مضمون ”جگر کی شاعری، جاپانی مال“ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔ یہ مضمون آیات سوم میں بطور حاشیہ (ص ۲۲۵ تا ۲۲۵) شامل ہے۔

۷۷: ص ۲۳۷

☆ مکتوب یگانہ بنام فراق بعنوان ”شعراے حال میں یگانہ کا درجہ“۔ رسالہ ”نیرنگ خیال“ لاہور،

نومبر ۱۹۳۲ء، ص ۳۷-۹

۴ شعروں پر مشتمل جگر کی غزل کی بیروڑی آیات سوم میں مکتوب یگانہ بنام فراق گورکھ پوری، مؤرخہ ۳۱/رمی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ ان اشعار سے پہلے یگانہ نے جگر کا یہ شعر درج کیا ہے:

کسی کے غم میں کوئی رو رہا ہے
کوئی پردے سے چھپ کر دیکھتا ہے

اور پھر لکھا ہے:

”ذرا غور تو فرمائیے یہ کوئی شعر ہے کہ بازیچہ اطفال؟ اسی کا نام شاعری ہے تو پھر اس سے بڑھ کر کوئی آسان کام نہیں۔ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاؤ۔“ (ص ۲۳۷)

اس کے بعد وہ ۴ شعر ہیں جو کلیات میں شامل کیے گئے ہیں۔ ان اشعار کا عنوان مرتبہ کلیات کا اضافہ ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲: رسالہ ”نیرنگ خیال“ میں مصرعوں کی ترتیب بالعکس ہے۔

شعر ۳، مصرع ۲ : کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہے

رسالہ ”نیرنگ خیال“ : کوئی جاے سے باہر ہو رہا ہے

زمانہ تصنیف :

یہ اشعار مکتوب بنام فراق میں ایک خاص بحث کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، اس لیے ان کا زمانہ تصنیف

۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۸ : ص ۲۳۵-۲۳۹

☆ گنجینہ م: ص ۵۲-۵۳، ش ۶۸ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۰، ش ۶۵ (غ)

☆ بیاض ۲: ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳ ب (قلم زدہ متن) ورق ۳۸، الف تا ورق ۳۹، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۲، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳، الف و ب

تمام ماخذوں میں ۱۴ شعروں کی یہ غزل تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۲ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳ ب پر نوشتہ متن قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۳، مصرع ۲ : کتنے خدا رسیدہ پڑے اس وبال میں

بیاض ۲ : دیکھو نہ کوہ کن کو پڑا کس وبال میں

(یہ مصرع قلم زد کر کے مصرعے کی دوسری صورت لکھی گئی ہے)

شعر ۱۳، مصرع ۱ : کیا بزم اتحاد ہے کیا حسن اتفاق

بیاض ۲ و ۳ : کیا حسن اتفاق ہے کیا بزم اتحاد

بیاض ۲ کے قلم زدہ متن میں یہ مصرع ان دو صورتوں میں ملتا ہے :

(۱) : کیا بزم ناشناس ہے کیا دور بے ادب

(۲) : کیا حسن اتفاق ہے کیا دور بے خودی

زمانہ تصنیف :

”مشاعرہ جے پور۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء“۔ (بیاض ۲، ورق ۳۸، الف)

۷۹ : ص ۲۶۳-۲۶۶

آیات اول کی غزل: ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۷ تا ۱۹، ۱۴ تا ۲۹۔

رک: حاشیہ ۵۸، آیات اول۔

۸۰: ص ۲۵۲ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۵۷، ش ۲۳۳ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۳ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء (غیر مطبوعہ)

آیات سوم میں اس رباعی سے پہلے یہ عبارت ملتی ہے:

”... آیات وجدانی و ترانہ جیسے ناقابل تقلید آرٹ کے موجود ہوتے یاروں کو شرم نہیں

آتی، اُسی ایک ٹھیکرے (دیوان غالب) کو چاٹ رہے ہیں۔“

(مکتوب بنام فراق، ص ۲۵۲)

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۶۹، مندرجہ بالا۔

۸۱: ص ۲۵۸ (رباعی)

رباعی مطابق ترانہ م، ش: ۱۰۰۔

رک: حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۸۲: ص ۲۶۳ (ایک شعر اصغر گوٹوی کے بارے میں)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۶ ب

یگانہ نے اس شعر سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:

”... اک گنوار گوٹوی (کذا) کو یگانہ کا مد مقابل ہی نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ یگانہ پر اُس شخص

کو فضیلت دی گئی تھی۔ تھو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔“ (ص ۲۶۳)

یہ شعر یگانہ ہی کا ہے اور بیاض ۳ میں موجود ہے۔ شعر میں ”علی گڑھ“ کا اشارہ پروفیسر رشید احمد صدیقی اور اصغر کے دیگر علی گڑھی مداحوں کی طرف ہے۔ کلیات میں شعر کا عنوان مرتب کلیات کا اضافہ ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۸ء، یہ شعر مکتوب یگانہ بنام فراق گورکھ پوری مؤرخہ ۳۱ مئی ۱۹۳۸ء (مشمول: آیات سوم) میں ایک

خاص بحث کے دوران، اُس کی مناسبت سے درج کیا گیا ہے۔ گمان غالب ہے کہ یہ شعر خط لکھنے کے دوران تصنیف کیا گیا۔

۸۳: ص ۲۶۳ و ص ۴۲، ش ۱۳۱ (اصغر گوٹوی کے بارے میں رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۲۵ ب و ورق ۴۴ ب

☆ گنجینہ ق: ص ۶۲، ش ۲۶۷ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، الف

آیات سوم اور بیاض ۳ میں یہ رباعی دو دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ آیات سوم میں ص ۴۲ پر جہاں ”میرزا مراد

بیک چغتائی“ کا دیباچہ ختم ہوتا ہے وہاں کچھ جگہ بچ گئی تھی۔ اس جگہ پر تین رباعیاں درج کی گئی ہیں۔ چوں کہ

آیات کا آغاز اگلے صفحے سے ہوتا ہے، اس لیے ان رباعیوں کو خاتمہ آیات کے بعد کے مشمولات میں شمار کیا گیا ہے۔ کلیات میں اس رباعی کا عنوان مرتبہ کلیات کا اضافہ ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۸ء۔ مطابق حاشیہ ۸۲، مندرجہ بالا۔

۸۴: ص ۲۶۵-۲۶۷

آیات اول کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۷ تا ۱۳ تا ۹۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات اول۔

۸۵: ص ۲۶۷-۲۷۰

آیات اول کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱۰ تا ۱۵، ۱۸ تا ۱۵۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۸۶: ص ۲۸۶-۲۹۰

☆ گنجینہ م: ص ۵۹-۵۷، ش ۷۳ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۷-۱۲۶، ش ۷۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۷، الف ۹۸ تا الف
☆ بیاض ۴: ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳، الف
☆ رسالہ ”ادبی دنیا“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۹ء: ص ۱۸۰

آیات سوم میں یہ غزل ۲۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ۲۴ شعر کلیات میں شامل کیے گئے، ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا۔ یہ ایک شعر تمام ماخذوں میں ہے۔ گنجینہ م میں ۲۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۲۲ تا ۲۴۔ گنجینہ ق میں ۲۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱۶، ۲۲۔ بیاض ۳ میں ۲۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۴۔ بیاض ۴ میں ۲۴ شعر آیات سوم کے مطابق ہے۔ ”ادبی دنیا“ میں یہ ۱۴ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۹ تا ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۳۔

گنجینہ ق میں اس غزل کا عنوان ”شاہکار ادب“ ہے۔ عنوان کے تحت اور غزل سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے: ”میں احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ رکھتا ہوں کہ گزشتہ دو سو برس کے ادبی ارتقا کے دور میں کسی سخن ور نے غزل کی صنف میں ایسا شاہکار پیش نہیں کیا۔ اردو تو کیا فارسی لٹریچر میں بھی کوئی ایسا شاہکار (غزل) موجود نہیں جس میں یہ اسپرٹ یہ Finish یا Balance پایا جاتا ہو۔ نظیری اور بابا فغانی کا مطالعہ کر لینے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ میں نے یوں ہی سمجھا ہے، ممکن ہے میں غلطی پر ہوں۔“ (ص ۱۲۶)

اس تحریر کی ابتدائی صورت بیاض ۴ میں ملتی ہے۔ مذکورہ عنوان کے تحت یگانہ نے لکھا ہے: ”میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ گزشتہ دو سو برس کے ادبی ارتقا کے دور میں کسی استاد نے ایسا شاہکار پیش نہیں کیا۔“ (ورق ۳۲ ب)

مرتبہ کلیات کے پاس یگانہ کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام پروفیسر اکبر حیدری مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۴۰ء موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے: ”یہ غزل میری زندگی کا اک خاص کارنامہ ہے۔“

بیاض ۴ میں آخری شعر پر یہ حاشیہ ہے :
 ”مرنے کی اذان۔ اشارہ ہے نا شاعروں، نا اہلوں کی تنک بندیوں، ہرزہ سرائیوں کی
 طرف“۔ (ورق ۳۳، الف)

اختلاف نسخ :

شعر ۱۱، مصرع ۲ : میسر آ سکے صاحب تو ان دامنوں گراں کیوں ہو
 بیاض ۳ و ۴ : آ سکے غافل تو

س ک :

شعر ۸، مصرع ۱ : مرے ہوتے غریبوں کو ستانا اور چچانا
 آیات سوم میں لفظ ”ہوتے“ کی جگہ ”ہوئے“ چھپا ہے۔ جس صفحے (۲۷۴) پر یہ مصرع ہے، اُس سے
 متعلق کتاب کا فارم (ص ۲۷۳ تا ۲۸۸) چھپ چکا تھا لیکن اس سے پہلے کا فارم (ص ۲۵۷ تا ۲۷۲) نہیں چھپا
 تھا۔ اس فارم کے ص ۲۷۲ کے حاشیے میں مذکورہ سہو کتابت کی تصحیح کی گئی ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۷ : ص ۲۸۷ (نظم : ”ادبِ خبیث کا نمونہ“)

☆ پندرہ روزہ ”آج کل“ دہلی، یکم جنوری ۱۹۴۵ء : ص ۱۰۔

یگانہ نے آیات سوم میں اپنے کئی مضامین بھی شامل کیے ہیں۔ ان میں سے دو ”ادبِ خبیث“ کے عنوان
 سے ہیں۔ ان میں سے پہلا، آیات سوم میں ص ۲۸۷ سے ص ۳۰۶ تک ہے۔ ”ادبِ خبیث“ کا یہ نمونہ پہلی دفعہ
 اسی مضمون میں شائع ہوا تھا۔ اس نظم کا عنوان مرتبہ کلیات کا تجویز کردہ ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۵ : ہیں سنترے دو رس بھرے
 رسالہ ”آج کل“ : سنترے دو رس بھرے

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس نظم کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸ : ص ۲۹۸ (رباعی : ”نیا ادب“)

☆ گنجینہ ق : ص ۶۵، ش ۲۷۲ (ر)

آیات سوم میں شامل مضمون ”ادبِ خبیث“ کا حصہ اول پہلے پندرہ روزہ ”آج کل“ دہلی، بابت یکم جنوری
 ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا تھا۔ آیات سوم میں شامل کرتے وقت اُس میں بہت اضافے کیے گئے۔ زیر نظر رباعی بھی ایسا
 ہی ایک اضافہ ہے۔ اصل مضمون (مطبوعہ ”آج کل“) میں یہ شامل نہیں ہے۔ کلیات میں اس کا متن گنجینہ ق کے
 مطابق ہے۔ اور عنوان مرتبہ کلیات کا اضافہ ہے۔

اختلاف نسخ :
 مصرع ۱ : قدریں ہی اُلٹ گئیں تو غیرت کیسی
 آیات سوم : ... ہی بدل گئیں

زمانہ تصنیف :
 مذکورہ بالا مضمون ”ادب خبیث“ ۱۹۴۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس پر نظر ثانی رسالہ ”آج کل“ میں اس کی اشاعت (یکم جنوری ۱۹۴۵ء) کے بعد کی گئی ہوگی۔ آیات سوم کا مسودہ طباعت کے لیے ۱۹۴۵ء میں پریس بھیجا گیا تھا۔ یہ یقینی ہے کہ زیر نظر رباعی بھی اسی سال لکھی گئی ہوگی۔

۸۹: ص ۳۵۲-۳۵۳

آیات اول کی غزل: ۸۲ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۶ تا ۹۔
 رک: حاشیہ ۸۲، آیات اول۔

۹۰: ص ۳۵۳

نشر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۲۔
 رک: حاشیہ ۴۲، نشر۔

۹۱: ص ۳۵۴

آیات اول کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳۔
 رک: حاشیہ ۸۵، آیات اول۔

۹۲: ص ۳۵۵-۳۵۶

آیات اول کی غزل: ۸۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶ تا ۱۱۔
 رک: حاشیہ ۸۶، آیات اول۔

۹۳: ص ۳۵۶-۳۵۷

آیات اول کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۱۱، ۱۳۔
 رک: حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۹۴: ص ۳۵۷-۳۵۸

آیات اول کی غزل: ۸۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۵، ۷، ۱۰۔
 رک: حاشیہ ۸۹، آیات اول۔

۹۵: ص ۳۵۸-۳۵۹

آیات اول کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۹۰، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۹۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات اول۔

آیات اول کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۰، آیات اول۔

آیات دوم کی فارسی غزل: ۱۰۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات دوم۔

☆ گنجینہ م: ص ۶۶، ش ۸۴ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۴، ش ۸۱ (غ)
☆ مہنامہ ”زمانہ“ کان پور، ستمبر ۱۹۴۰ء: ص ۱۵۶
☆ بیاض ۴: ورق ۴۹ ب
کلیات میں اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہی سب شعر گنجینہ م، بیاض ۴،
اور رسالہ ”زمانہ“ میں بھی ہیں۔ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۳ و ۹) اس میں نہیں ہیں۔
زمانہ تصنیف:

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

☆ گنجینہ م: ص ۸۷-۸۶، ش ۱۱۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۴، ش ۱۱۲ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵۳ ب
☆ پندرہ روزہ ”آج کل“ دہلی، یکم اپریل ۱۹۴۵ء: ص ۶
۱۱ شعروں کی یہ غزل سب ماخذوں میں یکساں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

☆ گنجینہ م: ص ۶۴، ش ۸۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۲، ش ۷۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۴ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۳۵، الف
تمام ماخذوں میں اس غزل کے اشعار کی تعداد (۱۳ عدد) یکساں ہے۔ کلیات میں غزل کا متن گنجینہ ق
کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : حسن پر فرعون کی بھتی کھی
 بیاض ۴ : حسن پر آشوب کی
 شعر ۴، مصرع ۱ : کوئی ضد تھی یا سمجھ کا پھیر تھا
 آیات سوم : ضد نہ تھی شاید سمجھ
 شعر ۵، مصرع ۲ : واہ یہ اچھی اُلٹوانسی کھی
 بیاض ۳ : واہ یہ کیسی اُلٹوانسی کھی

۱۰۲: ص ۳۷۹-۳۷۱

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۵، ش ۸۲ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۶۸-۶۷، ش ۸۵ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۰ ب

آیات سوم اور بیاض ۴ میں اس غزل میں ۱۲ شعر ہیں۔ ان میں سے ۴ وہ ہیں جو آیات اول میں شامل ہیں۔ (غزل: ۷۳) یہ شعر کلیات میں آیات سوم سے حذف کر دیے گئے ہیں۔ یہ مکمل غزل آیات اول یا آیات سوم میں اس لیے شامل نہیں کی گئی کہ ۴، ابتدائی شعر ۱۹۳۳ء کی تصنیف ہیں جب کہ باقی ۸ شعر ۱۹۳۴ء کے بعد لکھے گئے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اشعار آیات دوم (سال اشاعت ۱۹۳۴ء) میں شامل نہیں ہیں۔ نیز آخری شعر میں ”غالب شکن“ کا حوالہ ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں اور دوسرا ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا۔ کلیات میں ۸ شعروں کا متن آیات سوم کے مطابق ہے۔ ایک شعر (ش: ۴) گنجینہ م وق میں نہیں ہے۔ آخری شعر پر جو حاشیہ ہے وہ صرف گنجینہ م میں ہے۔

س ک :

شعر ۵، مصرع ۲ : دو میں جو تیسرا ہے آنکھوں میں ٹھیکرا ہے

گنجینہ م وق : آنکھوں کا ٹھیکرا ہے

آیات سوم میں اس شعر کے بعد یہ عبارت بھی ملتی ہے :

”دو میں تیسرا، آنکھوں میں ٹھیکرا، اک مثل ہے ...“ - (ص ۳۷۰)

۱۰۳: ص ۳۷۲-۳۷۱

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۱، ش ۷۷ (غ)

☆ گنجینہ م: ص ۶۳-۶۲، ش ۸۰ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۴، الف دب

☆ بیاض ۲: ورق ۴۱، الف دب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۸ ب

۷ شعروں کی یہ غزل آیات سوم اور گنجینہ م وق میں یکساں ہے۔ دوسرے شعر پر جو حاشیہ ہے، وہ صرف گنجینہ م وق میں ہے۔ تینوں بیاضوں میں ان ساتوں شعروں کے علاوہ بھی ۲ شعر ہیں۔ (رک: باقیات ۴۱) بیاض ۲ و ۳ میں یہ دونوں زائد شعر ہیں، اور بیاض ۴ میں ان میں سے صرف پہلا ہے۔

۱۰۴: ص ۳۷۲-۳۷۳

☆ گنجینہ م: ص ۸۲-۸۳، ش ۱۱۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۱-۱۵۰، ش ۱۰۷ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵۱ ب

آیات سوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ بوجہ دو شعر حذف کیے گئے۔ باقی ۱۰ کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م وق میں دونوں محذوف شعروں کے علاوہ ۸، ۸ شعر ہیں۔ کلیات میں شامل اشعار میں سے ۲ شعر (ش: ۳ و ۴) ان میں شامل نہیں ہیں۔ بیاض ۴ میں آیات سوم کے تمام شعروں کے علاوہ بھی ایک شعر ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۴۲۔

س ک :

شعر، مصرع ۱ کے لفظ ”پیارے“ کو گنجینہ م میں ”پیارے“ لکھا ہے۔

۱۰۵: ص ۳۷۴-۳۷۵

☆ گنجینہ م: ص ۶۸-۶۹، ش ۸۶ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۶-۱۳۵، ش ۸۳ (غ)
☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، جولائی ۱۹۴۰ء، ص ۴۳
☆ بیاض ۴: ورق ۵۱، الف

کلیات میں یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۱۸ شعر ہیں۔ ان میں سے ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا۔ یہ محذوف شعر رسالہ ”زمانہ“ کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ آیات سوم میں ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس میں نہیں۔ گنجینہ م میں بھی ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۶، اس میں نہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۲ شعر (ش: ۷ و ۱۳) اس میں نہیں۔ رسالہ ”زمانہ“ میں محذوف شعر کے علاوہ ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس رسالے میں نہیں ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱۶، مصرع ۱ : اپنے ہی عکس پر ہو چیں بہ جہیں

بیاض ۴ : آپ سے لوگ کیوں بھڑکتے ہیں

رسالہ ”زمانہ“ میں غزل کے تمام مصرع ہائے ثانی کے آخر میں سوالیہ نشان ہے مگر گنجینہ ق میں خود یگانہ کے قلم سے اس قسم کا اہتمام نہیں ہے۔ شعر: ۵ کا دوسرا مصرع غالب کا ہے۔ رسالہ ”زمانہ“ میں یہ داوین میں ہے لیکن گنجینہ ق میں یگانہ نے بقلم خود بغیر داوین کے لکھا ہے۔

س ک :

شعر ۳، مصرع ۱ : آئی کوٹال دے جہی جانیں

گنجینہ ق میں لفظ ”دے“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۶: ص ۱۷۱ و ص ۳۷۶-۳۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۶۳، ش ۷۹ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۱، ش ۷۶ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۸۳ ب و ورق ۹۶، الف و ب
☆ مکتوب یگانہ بنام دل شاہ جہان پوری، مؤرخہ ۱۷ مئی ۱۹۳۸ء، عکس مطبوعہ ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی،
ہم عصر اردو ادب نمبر، جلد اول، مئی تا دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۷۱-۷۰

۹ شعروں کی یہ غزل کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق درج کی گئی ہے۔ گنجینہ م اور آیات سوم میں بھی یہی ۹ شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۸ شعر ص ۳۷۶-۳۷۸ پر ہیں اور ۲ شعر ص ۱۷۱ پر جہاں غزل: ۵۷ کے بعد صفحے پر کچھ جگہ بچ گئی تھی۔ دونوں جگہ ایک شعر (ش: ۶) مشترک ہے۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۸۴ ب پر اسے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۴۳۔ بیاض ۳ (ورق ۹۶، الف و ب) اور بیاض ۴ میں کلیات کے مطابق ۹، ۹ شعر ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱: خدا کی مار وہ ایامِ شور و شر گزرے
بیاض ۳: ہزار شکر وہ
شعر ۲، مصرع ۲: کہ آہ کرتے ہی پرچہ لگے، خبر گزرے
بیاض ۳ (قلم زدہ متن): کہ دھیان آتے ہی

زمانہ تصنیف:

مکتوب بنام دل شاہ جہان پوری، محولہ بالا میں یگانہ نے اس غزل کے دو شعر درج کیے ہیں اور ان میں سے پہلے شعر کے بارے میں لکھا ہے:
”آج اتفاق سے اک شعر موزوں ہو گیا تو آپ پھر یاد آئے۔“ (ص ۱۷۰)
یہ جملہ جس شعر کے بارے میں ہے، اُس میں ”حضرت دل“ کے الفاظ آئے ہیں۔ (ش: ۷) بقول یگانہ، دل سے مراد پہلو میں موجود دل بھی ہے اور دل شاہ جہان پوری بھی۔ اس کے بعد اس غزل کا ایک اور شعر (ش: ۵) لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷ ارمی ۱۹۳۸ء کو یہ غزل زیر تصنیف تھی۔ اور اس تاریخ تک صرف یہی دو شعر لکھے گئے تھے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ غزل اسی سال مکمل ہوئی ہوگی۔

۱۰۷: ص ۳۸۳-۳۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۶۶-۶۵، ش ۸۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳، ش ۸۰ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴۹، الف

کلیات میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے جس میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہی سب شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م وق میں ۱۲، ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) ان دونوں میں نہیں۔

اختلاف نسخ:

بیاض ۴ میں مقطع کے مصرعِ ثانی کے آگے یہ الفاظ لکھے ہیں: ”دل سے بھلا دے؟“
س ک:

شعر ۱، مصرع ۲: گنجینہ م میں ”بد دعا“ کی جگہ ”بدعا“ لکھا ہے۔

شعر ۵، مصرع ۱: گنجینہ ق میں ”ہو“ کی جگہ ”ہی“ لکھا ہے۔

۱۰۹: ص ۳۸۵

۱۰۸: ص ۳۸۳-۳۸۵

نشر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۵۵۱، ۱۳۵۱۔

آیات دوم کی غزل: ۸۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۶، نشر۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیات سوم۔

۱۱۰: ص ۳۸۶-۳۸۵

۱۱۱: ص ۳۸۷-۳۸۶

آیات اول کی غزل: ۶۳ کے مطابق۔

آیات اول کی غزل: ۶۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۳، آیات اول۔

رک: حاشیہ ۶۶، آیات اول۔

۱۱۲: ص ۳۸۸-۳۸۷

آیات اول کی غزل: ۶۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۵۔ مزید ایک شعر بھی ہے جو آیات اول میں نہیں تھا مگر اب کلیات میں آیات اول کی مذکورہ غزل میں بطور مطلع اول شامل ہے۔ تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۶۸، آیات اول۔

۱۱۳: ص ۳۸۸

آیات اول کی غزل: ۷۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۷۰، آیات اول۔

۱۱۴: ص ۳۸۹-۳۸۸

آیات اول کی غزل: ۷۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۷۱، آیات اول۔

۱۱۵: ص ۳۸۹

آیات اول کی غزل: ۷۵ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۷۵، آیات اول۔

۱۱۶: ص ۳۹۰

آیات اول کی غزل: ۷۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲۔

آیات سوم میں آیات اول کا مقطع حذف کر کے ایک نیا مقطع شامل غزل کیا گیا ہے۔ یہ نیا مقطع چوں کہ بہت بعد کی تصنیف ہے، اس لیے اسے آیات سوم ہی میں رہنے دیا گیا ہے۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیات اول۔

۱۱۷: ص ۳۹۱-۳۹۰

آیات اول کی غزل: ۷۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۷۸، آیات اول۔

۱۱۸: ص ۳۹۱

آیات اول کی غزل: ۸۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۹، ۱۲، ۱۵، ۱۷۔ اور ایک نیا مطلع۔ یہ مطلع بھی آیات اول میں بطور مطلع اول درج کیا گیا۔
تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول۔

۱۱۹: ص ۳۹۱-۳۹۲

آیات اول کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱۳ تا ۲۶، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۱، آیات اول۔

۱۲۰: ص ۳۹۲-۳۹۳

☆ گنجینہ م: ص ۴۲، ش ۵۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۰-۱۰۹، ش ۴۸ (غ)
☆ رسالہ ”آج کل“ دہلی، یکم ستمبر ۱۹۳۳ء: ص ۵
☆ بیاض ۴: ورق ۵۶، الف

کلیات میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق شامل کی گئی ہے جس میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہی سب شعر بیاض ۴،
اور رسالہ ”آج کل“ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ ۳ شعر (ش: ۷، ۸، ۱۱) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ ق میں
۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۱) اس میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱: ص ۳۹۳

آیات اول کی غزل: ۶۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔
رک: حاشیہ ۶۵، آیات اول۔

۱۲۲: ص ۳۹۳-۳۹۴

☆ گنجینہ م: ص ۶۰، ش ۷۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۸، ش ۷۲ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۳۷، الف و ب

آیات سوم میں اس غزل میں ۷ شعر ہیں۔ ان میں اسی زمین کی ایک دوسری غزل (آیات اول: ۶۴) کا
مطلع اول بھی شامل ہے جسے زیر نظر متن سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح غزل میں ۱۶ شعر رہ جاتے ہیں۔ یہ
سب شعر گنجینہ ق اور بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م میں ۱۴ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۶ و ۸) اس میں نہیں ہیں۔ کلیات
میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

”۱۹۳۸ء۔ حیدرآباد“۔ (بیاض ۴: ورق ۳۷، الف)

۱۲۳: ص ۳۹۴-۳۹۵

آیات دوم کی غزل: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۱۲۴: ص ۳۹۵

☆ گنجینہ م: ص ۸۳-۸۴، ش ۱۱۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۱-۱۵۲، ش ۱۰۸ (غ)

تینوں مجموعوں میں ۱۳ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف :

یگانہ نے اپنے ایک مضمون ("میرزا یگانہ چنگیزی" مطبوعہ پندرہ روزہ "آج کل" دہلی، ۱۵ ستمبر ۱۹۴۳ء) میں بتایا ہے کہ انھوں نے یہ غزل ساٹھ برس کی عمر میں لکھی تھی (ص ۳۲)۔ یگانہ نے اپنی عمر سنہ ہجری کے حساب سے بتائی ہوگی کیوں کہ ۱۹۴۳ء میں وہ ۵۹ برس کے تھے۔ (سال پیدائش: ۱۸۸۴ء مطابق ۱۳۰۱ھ) اس غزل کو (۱۳۰۱ + ۶۰) ۱۳۶۱ھ کی تصنیف سمجھنا چاہیے جو ۱۹۴۲ء کے مطابق ہے۔

۱۲۵: ص ۳۹۶-۳۹۵

☆ گنجینہ م: ص ۸۵، ش ۱۱۳ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۳، ش ۱۱۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵۳، الف

۱۳ شعروں کی یہ غزل تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ ترتیب اشعار میں فرق ہے۔ کلیات میں یہ ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا، اس لیے کلیات میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۰) بیاض ۴ میں ورق ۴۸، الف پر بھی لکھا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۱ : یہ سبز باغ کا عالم یہ رنگِ لیل و نہار
بیاض ۴ : دکھائے گا وہی دیدار، عالم دیگر
مقطع کے دوسرے مصرعے کے لفظ "جریدہ" کے جو معنی کلیات میں درج ہیں، یہ صرف آیات سوم میں ملتے ہیں۔

۱۲۶: ص ۳۹۸-۳۹۷

آیات دوم کی غزل: ۹۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۱۲۷: ص ۴۰۰-۳۹۸

☆ گنجینہ م: ص ۸۴-۸۵، ش ۱۱۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۲، ش ۱۰۹ (غ)
☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۲ء
(غیر مطبوعہ جو مرتب کلیات کی تحویل میں ہے)

تینوں مجموعوں میں ۱۴ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ مکتوب بنام عندلیب شادانی میں دو شعر (ش: ۱۰ و ۱۱) کم ہیں نیز دو شعر خاصے مختلف ہیں، اس لیے گمانِ غالب ہے کہ مکتوب میں غزل کا ابتدائی متن ہے۔ مکتوب میں اشعار: ۵ و ۶ کو بطور قطعہ درج کیا گیا ہے۔ شعر: ۵ سے پہلے عنوان "قطعہ" درج ہے اور شعر: ۶ کے بعد ان دو شعروں کو باقی شعروں سے الگ کرنے کے لیے لکیر کھینچی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴ : ہائے کیا کیا تھام بھگی ہے
جب کبھی امتحان میں آئی
مکتوب : خاک بھاری پڑی ہے پارس پر
جب کبھی
شعر ۹ : حسن کیا خواب سے ہوا بیدار
جان تازہ جہان میں آئی
مکتوب : پھول کوئی کھلا ہے یار کے رنگ
جان تازہ
.....

زمانہ تصنیف:

محولہ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۹: ص ۴۲ (رباعی)

۱۲۸: ص ۴۰۱ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں دو بار درج کی گئی ہے۔
مطابق آیات دوم: ۱۲۸۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔
رک: حاشیہ ۷۰، مندرجہ بالا۔

۱۳۱: ص ۴۲ (رباعی)

۱۳۰: ص ۴۲ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں دو بار درج کی گئی ہے۔
مطابق ترانہ م، ش ۷۰۔
رک: حاشیہ ۸۳، مندرجہ بالا۔
رک: حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

(آخری تین رباعیاں آیات سوم میں ص ۴۲ پر درج ہیں۔ اس صفحے پر ”میرزا مراد بیگ شیرازی“ کا دیباچہ ختم ہوتا ہے۔ صفحے میں جو خالی جگہ رہ گئی تھی، اُس کو ان رباعیوں سے پر کیا گیا ہے۔ اگلے صفحے سے چوں کہ آیات سوم کا متن شروع ہوتا ہے، اس لیے ان رباعیوں کو متن کے خاتمے کے بعد شمار کیا گیا ہے)۔

☆☆☆

گنجینہ (مطبوعہ)

غزلیات

۱: ص ۱۰

آیات دوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات دوم۔

۲: ص ۱۱-۱۰

آیات سوم کی غزل: ۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۷، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۵، آیات سوم۔

۳: ص ۱۲

۳: ص ۱۱-۱۲

آیات سوم کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات سوم۔

آیات سوم کی غزل: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، آیات سوم۔

۵: ص ۱۲-۱۳

آیات سوم کی غزل: ۱۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰، آیات سوم، نیز حاشیہ ۲۸، آیات دوم۔

۶: ص ۱۳-۱۲

آیات دوم کی غزل: ۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶، آیات سوم۔

۷: ص ۱۴

آیات سوم کی غزل: ۱۲ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۷ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات سوم۔

۸: ص ۱۵-۱۴

آیات سوم کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔

۹: ص ۱۵

آیات اول کی غزل: ۱۰ میں شامل یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۰، آیات اول۔

۱۱: ص ۱۷-۱۶

۱۰: ص ۱۶-۱۵

نشر کی غزل: ۱۳ کے یہ دو شعر۔ ش: ۳ و ۶۔ آیات سوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔
آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے سب (۸ عدد) شعر۔ رک: حاشیہ ۱، آیات سوم۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۳: ص ۱۸-۱۷

۱۲: ص ۱۷

آیات سوم کی غزل: ۱۳ کے مطابق۔ رک: حاشیہ ۱۳، آیات سوم۔
آیات سوم کی غزل: ۱۶ کے مطابق۔ رک: حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۱۴: ص ۱۹-۱۸

آیات سوم کی غزل: ۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳ تا ۱۵۔
رک: حاشیہ ۸، آیات سوم۔

۱۵: ص ۱۹

آیات اول کی غزل: ۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اول۔

۱۶: ص ۲۰-۱۹

آیات اول کی غزل: ۲۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول۔

۱۷: ص ۲۰

آیات اول کی غزل: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات اول۔

۱۸: ص ۲۱-۲۰

نشر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۲، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۱۹: ص ۲۱

آیات اول کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اول۔

۲۰: ص ۲۲

آیات اول کی غزل: ۱۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۳، ۵، ۷ تا ۱۲۔
اور آیات سوم کی غزل: ۴ کے یہ ۲ شعر۔ ش: ۲، ۱۔
رک: حاشیہ ۱۹، آیات اول و حاشیہ ۴، آیات سوم۔

۲۱: ص ۲۳-۲۲

آیات اول کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات اول۔

۲۲: ص ۲۳

نشر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۸، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۹، نشر۔

س ک :

گنجینہ منسخہ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے مندرجہ ذیل اغلاط کی تصحیح بقلم خود کی ہے۔
شعر ۴، مصرع ۱: ”اُن“ کی جگہ ”اُس“ لکھا گیا۔
مصرع ۲: ”ٹھہرا“ کے بعد لفظ ”ہے“ زائد ہے، اُسے قلم زد کیا گیا۔

۲۳: ص ۲۴-۲۳

آیات اول کی غزل: ۴ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۴، آیات اول۔

۲۳: ۲۵-۲۴ ص

آیات اول کی غزل: ۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۶، آیات اول۔

۲۵: ۲۵ ص

آیات اول کی غزل: ۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اول۔

۲۶: ۲۶-۲۵ ص

آیات اول کی غزل: ۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰۔
رک: حاشیہ ۸، آیات اول۔

۲۷: ۲۶ ص

نشر کی غزل: ۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱، نشر۔

۲۸: ۲۷ ص

نشر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۳، نشر۔

۲۹: ۲۷ ص

آیات اول کی غزل: ۱۵ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات اول۔

۳۰: ۲۸-۲۷ ص

آیات اول کی غزل: ۱۲ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷، ۹ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

۳۲: ۲۹-۲۸ ص (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات اول۔

۳۱: ۲۸ ص (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات اول۔

۳۳: ۳۰ ص (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اول۔

۳۴: ص ۳۰ (فارسی غزل)

آیات دوم کی غزل: ۹۶ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶، ۹۵۔
رک: حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔

۳۵: ص ۳۱ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۳۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اول۔

۳۶: ص ۳۲-۳۱ (فارسی غزل)

آیات دوم کی غزل: ۹۷ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹۔
رک: حاشیہ ۹۷، آیات دوم۔

۳۷: ص ۳۲ (فارسی غزل)

آیات اول کی غزل: ۹۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۱۰ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات اول۔

۳۸: ص ۳۳-۳۲ (فارسی غزل)

آیات دوم کی غزل: ۱۰۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات دوم۔

۳۹: ص ۳۴-۳۳

آیات سوم کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۱۰، ۱۱۔ ایک شعر کے اضافے کے ساتھ۔
رک: حاشیہ ۳۶، آیات سوم۔

۴۱: ص ۳۵

آیات دوم کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات دوم۔

۴۰: ص ۳۵-۳۴

آیات سوم کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات سوم۔

۴۲: ص ۳۶

نثر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۲۳، نثر۔

۴۳: ص ۳۷-۳۶

آیات اول کی غزل: ۳۰ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۸ تا ۲۰۔ اور ایک آزاد شعر۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اول۔

۳۴: ص ۳۸-۳۷

آیات اول کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۴، آیات اول۔

۳۵: ص ۳۹-۳۸

آیات اول کی غزل: ۳۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۳۶۱، ۱۵۳۵۔
رک: حاشیہ ۳۷، آیات اول۔

۳۶: ص ۴۰-۳۹

آیات اول کی غزل: ۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۹، آیات اول۔

۳۷: ص ۴۰

آیات اول کی غزل: ۳۳ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱۴۳، ۱۲۳۵۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔

۳۸: ص ۴۱

آیات اول کی غزل: ۳۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱۲۳۵، ۱۲۳۵۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول۔

۳۹: ص ۴۲-۴۱

آیات سوم کی غزل: ۴۰ کے مطابق، ایک شعر کے اضافے کے ساتھ۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات سوم۔

۵۰: ص ۴۲

آیات سوم کی غزل: ۴۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۲، ۱۰، ۹، ۶۵۱۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات سوم۔

۵۱: ص ۴۳

آیات دوم کی غزل: ۱۰۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱۳۵۸، ۶۵۱۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۵۳: ص ۴۵-۴۴

آیات سوم کی غزل: ۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۲، آیات سوم۔

۵۲: ص ۴۴-۴۳

آیات دوم کی غزل: ۱۰۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۵۴: ص ۴۵

آیات اول کی غزل: ۴۰ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۴، ۲، ۱، ۱۳ تا ۸۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات اول۔

۵۵: ص ۴۶-۴۵

آیات اول کی غزل: ۴۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۲، ۹ تا ۱۔
رک: حاشیہ ۴۷، آیات اول۔

۵۶: ص ۴۶

نشر کی غزل: ۴۳ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۵، ۶، ۸، ۱۲، ۹۔ اور مطلع مطابق آیات سوم، ش: ۶۳۔
رک: حاشیہ ۴۳، نشر۔

۵۷: ص ۴۷

آیات اول کی غزل: ۴۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۸ تا ۳۔
رک: حاشیہ ۴۵، آیات اول۔

۵۸: ص ۴۷

۵۹: ص ۴۸

آیات اول کی غزل: ۴۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۱، آیات اول۔
نشر کی غزل: ۴۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱۱، ۹، ۱۔
رک: حاشیہ ۴۵، نشر۔

۶۰: ص ۴۸

آیات اول کی غزل: ۴۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۳ تا ۱۲، ۱۰، ۹، ۷، ۵، ۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۴۳، آیات اول۔

۶۱: ص ۴۸-۴۹

نشر کی غزل: ۴۸ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱۶ تا ۱۳، ۱۱، ۲، ۱۔
رک: حاشیہ ۴۸، نشر۔

۶۲: ص ۴۹

نشر کی غزل: ۴۶ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱۴، ۷، ۶، ۴، ۱۔
رک: حاشیہ ۴۶، نشر۔

۶۳: ص ۴۹

آیات اول کی غزل: ۴۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۹، آیات اول۔

۶۴: ص ۵۰

آیات اول کی غزل: ۴۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۶۵۱، ۱۱۵۸۔
رک: حاشیہ ۴۸، آیات اول۔

۶۵: ص ۵۱-۵۰

آیات دوم کی غزل: ۵۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱۰۵۳، ۱۰۵۴۔
رک: حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۶۶: ص ۵۱

آیات سوم کی غزل: ۵۷ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱۰۵۱، ۱۰۵۷۔ اور ایک زائد شعر جو آیات سوم کی غزل میں
شامل کیا گیا۔ ش: ۵۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۶۷: ص ۵۲-۵۱

آیات سوم کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۱۵۳، ۱۱۵۴۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات سوم۔

۶۹: ص ۵۳

آیات سوم کی غزل: ۵۴ کے مطابق
رک: حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

۶۸: ص ۵۳-۵۲

آیات سوم کی غزل: ۷۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیات سوم۔

۷۰: ص ۵۴-۵۵

آیات سوم کی غزل: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، آیات سوم۔

۷۱: ص ۵۵

آیات اول کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۵۵۱، ۹۵۷، ۱۳۵۱۱۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات اول۔

۷۲: ص ۵۶

آیات اول کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱۸۵۱۵، ۱۳، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۷۳: ص ۵۶-۵۷

آیات اول کی غزل: ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱۳۵۹، ۷۵۱، ۷۵۲۔
رک: حاشیہ ۵۸، آیات اول۔

۷۴: ص ۵۹-۵۷

آیات سوم کی غزل: ۸۶ کے یہ ۲۰ شعر۔ ش: ۱۵ تا ۱۷، ۲۱ تا ۲۲۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات سوم۔

۷۵: ص ۶۰

آیات سوم کی غزل: ۱۲۲ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۵ تا ۷، ۹، ۱۶ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، آیات سوم۔

۷۶: ص ۶۱

آیات دوم کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶، ۱۱ تا ۱۳۔ اور ایک زائد شعر (کلیات میں ش: ۵)
رک: حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۷۷: ص ۶۱-۶۲

آیات دوم کی غزل: ۸۹ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۰ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

۷۸: ص ۶۲

آیات دوم کی غزل: ۹۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۱۲ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۷۹: ص ۶۳

۸۰: ص ۶۳-۶۴
آیات سوم کی غزل: ۱۰۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔
آیات سوم کی غزل: ۱۰۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۸۱: ص ۶۴

۸۲: ص ۶۴-۶۵
آیات سوم کی غزل: ۱۰۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۱، آیات سوم۔
آیات دوم کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔

۸۳: ص ۶۶-۶۵

آیات سوم کی غزل: ۱۰۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۱۳ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۱۰۷، آیات سوم۔

۸۴: ص ۶۶

آیات سوم کی غزل: ۹۹ کے مطابق ۱۱ شعر اور دو زائد شعر جو آیات سوم کی اسی غزل میں شامل
کیے گئے۔ (ش: ۹ و ۳)
رک: حاشیہ ۹۹، آیات سوم۔

۸۵: ص ۶۸-۶۷
آیات اول کی غزل: ۷۳ کے چاروں شعر اور آیات سوم کی غزل: ۱۰۲ کے یہ شعر۔ ش: ۸۵۵، ۳۵۱۔
رک: حاشیہ ۷۳، آیات اول نیز حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم۔

۸۶: ص ۶۹-۶۸
آیات سوم کی غزل: ۱۰۵ کے یہ شعر۔ ش: ۵۵۱، ۵۷۷۔
رک: حاشیہ ۱۰۵، آیات سوم۔

۸۷: ص ۷۰-۶۹
آیات اول کی غزل: ۶۶ کے یہ شعر۔ ش: ۱۶۵۲۔
رک: حاشیہ ۶۶، آیات اول۔

۸۸: ص ۷۰
آیات اول کی غزل: ۶۸ کے یہ شعر۔ ش: ۱۵۵۹، ۷۵۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۶۸، آیات اول۔

۸۹: ص ۷۱-۷۰
آیات اول کی غزل: ۶۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۳، آیات اول۔

۹۰: ص ۷۱
آیات اول کی غزل: ۶۵ کے یہ شعر۔ ش: ۷، ۴، ۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۶۵، آیات اول۔

۹۱: ص ۷۲-۷۱
آیات اول کی غزل: ۶۹ کے یہ شعر۔ ش: ۷۵۵، ۳، ۲۔
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول۔

۹۲: ص ۷۲
آیات اول کی غزل: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، آیات اول۔

۹۳: ص ۷۳-۷۲
نثر کی غزل: ۳۶ کے یہ شعر۔ ش: ۱۳۵۱۱، ۵۵۱۔
رک: حاشیہ ۳۶، نثر۔

۹۴: ص ۷۳

نثر کی غزل: ۳۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۴، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۳۵، نثر۔

۹۵: ص ۷۳

آیات اول کی غزل: ۷۲ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۶، ۸۔
رک: حاشیہ ۷۲، آیات اول۔

۹۶: ص ۷۴

آیات اول کی غزل: ۷۴ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۷۔
رک: حاشیہ ۷۴، آیات اول۔

۹۷: ص ۷۴-۷۵

آیات اول کی غزل: ۸۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷ تا ۱۰، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اول۔

۹۸: ص ۷۵

آیات اول کی غزل: ۷۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱۔
آیات سوم کی غزل: ۱۱۶ کا مقطع۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیات اول و حاشیہ ۱۱۶، آیات سوم۔

۹۹: ص ۷۶-۷۵

آیات اول کی غزل: ۸۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات اول۔

۱۰۰: ص ۷۷-۷۶

آیات اول کی غزل: ۸۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶، ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول۔

۱۰۱: ص ۷۷

آیات اول کی غزل: ۷۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۹ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیات اول۔

۱۰۲: ص ۷۸-۷۷

آیات اول کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۵، آیات اول۔

۱۰۳: ص ۷۹-۷۸

آیات اول کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۱۳ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۸۱، آیات اول۔

۱۰۴: ص ۷۹

آیات اول کی غزل: ۸۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔
رک: حاشیہ ۸۳، آیات اول۔

۱۰۵: ص ۸۰-۷۹

نشر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔
رک: حاشیہ ۴۲، نشر۔

س ک: شعر: ۵ کا دوسرا مصرع اور شعر: ۶ کا پہلا مصرع لکھنے سے رہ گیا ہے۔ باقی ماندہ دونوں مصرعے ایک شعر کی صورت میں لکھے گئے۔

۱۰۶: ص ۸۰

آیات اول کی غزل: ۸۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷، ۹۔
رک: حاشیہ ۸۲، آیات اول۔

۱۰۷: ص ۸۱

آیات اول کی غزل: ۸۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات اول۔

۱۰۸: ص ۸۲-۸۱

آیات اول کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، آیات اول۔

۱۰۹: ص ۸۲

آیات اول کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۱۱۰: ص ۸۳-۸۲

آیات سوم کی غزل: ۱۰۳ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔ ان کے علاوہ دو شعر حرید جو بوجہ حذف کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۱۱۱: ص ۸۴-۸۳

آیات سوم کی غزل: ۱۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۳، آیات سوم۔

۱۱۲: ص ۸۵-۸۴

آیات اول کی غزل: ۱۲۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۷، آیات اول۔

۱۱۳: ص ۸۵

آیات سوم کی غزل: ۱۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۵، آیات سوم۔

۱۱۴: ص ۸۶

آیات اول کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۰، آیات اول۔

۱۱۵: ص ۸۷-۸۶

آیات سوم کی غزل: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، آیات سوم۔

۱۱۶: ص ۸۸-۸۷

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۵، ش ۱۱۳

☆ مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۶ء، رسالہ ”نقوش“ لاہور، مکتبہ نبر، جلد دوم
شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء: ص ۷۰۸۔

۱۳ شعروں کی یہ غزل، واحد غزل ہے جو گنجینہ م سے پہلے کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ گنجینہ ق
میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔ یہ شعر مکتوب محولہ بالا میں بھی نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس مکتوب میں غزل کا
ابتدائی متن ہے جیسا کہ اختلاف نسخ سے ظاہر ہوتا ہے، دو شعروں میں تراسیم کی گئیں جو گنجینہ م وق میں ملتی ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱: یہ بلائے حسن کہاں نہیں مگر اپنے واسطے قطر حسن
مکتوب: مگر اپنے واسطے کچھ نہیں
شعر ۱۳، مصرع ۱: یہ وہ دل ہے جس میں سوائے حق کسی دوسرے کا گزر نہیں
مکتوب: سوائے حق کوئی دوسرا ہے نہ قیما

زمانہ تصنیف:

یہ غزل مکتوب محولہ بالا میں ”آخری غزل“ کے عنوان کے تحت درج کی گئی ہے۔ اور یہ لازماً ۱۹۳۶ء ہی کی
تصنیف ہے۔ اگر اس سے پہلے کی ہوتی تو آیات سوم میں شامل کی جاتی۔

۱۱۷: ص ۸۹

آیات اول کی غزل: ۷۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیات اول۔

۱۱۸: ص ۹۰-۸۹

آیات اول کی غزل: ۷۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۲، ۱۰ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۱، آیات اول۔

۱۱۹: ص ۹۰

آیات اول کی غزل: ۷۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیات اول۔

۱۲۰: ص ۹۱ (مثلث)

آیات دوم کی مثلث: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

رباعیات

۲: ص ۹۶

ترانہ م کی رباعی: ۹۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۷، ترانہ م۔

۱: ص ۹۵

ترانہ م کی رباعی: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، ترانہ م۔

۴: ص ۹۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷، ترانہ م۔

۳: ص ۹۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، ترانہ م۔

۶: ص ۹۸

ترانہ م کی رباعی: ۸۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۱، ترانہ م۔

۵: ص ۹۷

ترانہ م کی رباعی: ۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۱، ترانہ م۔

۸: ص ۹۹

ترانہ م کی رباعی: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، ترانہ م۔

۷: ص ۹۸

ترانہ م کی رباعی: ۷۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۹، ترانہ م۔

۱۰: ص ۱۰۰

ترانہ م کی رباعی: ۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۱، ترانہ م۔

۹: ص ۹۹

ترانہ م کی رباعی: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، ترانہ م۔

۸۶۳

۱۱: ص ۱۰۰

۱۲: ص ۱۰۱

ترانہ م کی رباعی: ۳۲ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۲۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۲، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۲۸، ترانہ م۔

۱۳: ص ۱۰۱

۱۴: ص ۱۰۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۷ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۲۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۷، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۲۹، ترانہ م۔

۱۵: ص ۱۰۲

۱۶: ص ۱۰۳

ترانہ م کی رباعی: ۳۵ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۵، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۲، ترانہ م۔

۱۷: ص ۱۰۳

۱۸: ص ۱۰۴

ترانہ م کی رباعی: ۳ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۳، ترانہ م۔

۱۹: ص ۱۰۴

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۱ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۶ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۲۵

س ک :

گنجینہ م میں مصرع ۲ میں لفظ ”منعہا“ کی بجائے بے معنی لفظ ”نتہا“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰: ص ۱۰۵

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶، ش ۲۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۲

☆ بیاض ۱: ورق ۶۲، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۴۷ء: ص ۱۰

اختلاف نسخ :

گنجینہ م میں تیسرے مصرعے کے آخری لفظ ”کواڑ“ کو ”کنواڑ“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۱: ص ۱۰۵

ترانہ م کی رباعی: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، ترانہ م۔

۲۲: ص ۱۰۶

ترانہ م کی رباعی: ۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵، ترانہ م۔

۲۳: ص ۱۰۶

ترانہ م کی رباعی: ۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸، ترانہ م۔

۲۴: ص ۱۰۷

ترانہ م کی رباعی: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، ترانہ م۔

۲۵: ص ۱۰۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳، ترانہ م۔

۲۶: ص ۱۰۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱، ترانہ م۔

۲۷: ص ۱۰۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰، ترانہ م۔

۲۸: ص ۱۰۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲، ترانہ م۔

۲۹: ص ۱۰۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴، ترانہ م۔

۳۰: ص ۱۱۰

ترانہ م کی رباعی: ۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۵، ترانہ م۔

۳۱: ص ۱۱۰

ترانہ م کی رباعی: ۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۲، ترانہ م۔

۳۲: ص ۱۱۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، ترانہ م۔

۳۳: ص ۱۱۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۴، ترانہ م۔

۳۴: ص ۱۱۲

ترانہ م کی رباعی: ۳۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۰، ترانہ م۔

۳۵: ص ۱۱۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۶، ترانہ م۔

۳۶: ص ۱۱۳

ترانہ م کی رباعی: ۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۶، ترانہ م۔

۳۷: ص ۱۱۳

ترانہ م کی رباعی: ۳۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۷، ترانہ م۔

۳۸: ص ۱۱۴

ترانہ م کی رباعی: ۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۹، ترانہ م۔

۳۹: ص ۱۱۴

ترانہ م کی رباعی: ۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۰، ترانہ م۔

۴۰: ص ۱۱۵

ترانہ م کی رباعی: ۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۱، ترانہ م۔

۴۱: ص ۱۱۵

ترانہ م کی رباعی: ۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۲، ترانہ م۔

۴۲: ص ۱۱۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۲، ترانہ م۔

۴۳: ص ۱۱۶

ترانہ م کی رباعی: ۵۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۶، ترانہ م۔

۴۴: ص ۱۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، ترانہ م۔

۴۵: ص ۱۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۷، ترانہ م۔

۴۶: ص ۱۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۶۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۱، ترانہ م۔

س ک :

گنجینہ م میں دوسرے مصرعے میں لفظ ”گھن“ کو ”گھن“ لکھا ہے۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود تصحیح کی ہے اور لفظ ”گھن“ کے معنی بھی لکھے ہیں: ”بادل“۔

۴۷: ص ۱۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، ترانہ م۔

۴۸: ص ۱۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۰، ترانہ م۔

۴۹: ص ۱۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸، ترانہ م۔

۵۰: ص ۱۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۵۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۳، ترانہ م۔

۵۱: ص ۱۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۰، ترانہ م۔

۵۲: ص ۱۲۱

ترانہ م کی رباعی: ۵۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۴، ترانہ م۔

۵۳: ص ۱۲۱

ترانہ م کی رباعی: ۵۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۵، ترانہ م۔

۵۴: ص ۱۲۲

ترانہ م کی رباعی: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، ترانہ م۔

۵۵: ص ۱۲۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۷، ترانہ م۔

۵۶: ص ۱۲۳

ترانہ م کی رباعی: ۶۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۳، ترانہ م۔

۵۷: ص ۱۲۳

ترانہ م کی رباعی: ۶۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۴، ترانہ م۔

۵۸: ص ۱۲۴

ترانہ م کی رباعی: ۶۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۵، ترانہ م۔

۵۹: ص ۱۲۴

ترانہ م کی رباعی: ۶۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۷، ترانہ م۔

۶۰: ص ۱۲۵

ترانہ م کی رباعی: ۶۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۹، ترانہ م۔

۶۱: ص ۱۲۵

ترانہ م کی رباعی: ۷۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۰، ترانہ م۔

۶۲: ص ۱۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۲، ترانہ م۔

۶۳: ص ۱۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۷۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۱، ترانہ م۔

۶۴: ص ۱۲۷

ترانہ م کی رباعی: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، ترانہ م۔

۶۵: ص ۱۲۷

ترانہ م کی رباعی: ۸۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۹، ترانہ م۔

۶۶: ص ۱۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، ترانہ م۔

۶۷: ص ۱۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۱، ترانہ م۔

۶۸: ص ۱۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۰، ترانہ م۔

۶۹: ص ۱۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۸، ترانہ م۔

۷۰: ص ۱۳۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۲، ترانہ م۔

۷۱: ص ۱۳۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۱، ترانہ م۔

۷۲: ص ۱۳۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۷۳: ص ۱۳۱

ترانہ م کی رباعی: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، ترانہ م۔

۷۴: ص ۱۳۲

ترانہ م کی رباعی: ۸۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۰، ترانہ م۔

۷۵: ص ۱۳۲

ترانہ م کی رباعی: ۷۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۸، ترانہ م۔

۷۶: ص ۱۳۳

ترانہ م کی رباعی: ۷۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۵، ترانہ م۔

۷۷: ص ۱۳۳

ترانہ م کی رباعی: ۷۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۴، ترانہ م۔

۷۸: ص ۱۳۴

ترانہ م کی رباعی: ۸۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۶، ترانہ م۔

۷۹: ص ۱۳۴

ترانہ م کی رباعی: ۸۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۵، ترانہ م۔

۸۰: ص ۱۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۸۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۴، ترانہ م۔

۸۱: ص ۱۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۷۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۶، ترانہ م۔

۸۲: ص ۱۳۶

ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۳، ترانہ م۔

۸۳: ص ۱۳۶

ترانہ م کی رباعی: ۹۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۲، ترانہ م۔

۸۴: ص ۱۳۷

ترانہ م کی رباعی: ۹۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۱، ترانہ م۔

۸۵: ص ۱۳۷

ترانہ م کی رباعی: ۹۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۳، ترانہ م۔

۸۶: ص ۱۳۸

ترانہ م کی رباعی: ۹۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۶، ترانہ م۔

۸۷: ص ۱۳۸

ترانہ م کی رباعی: ۸۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۷، ترانہ م۔

۸۸: ص ۱۳۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۵، ترانہ م۔

۸۹: ص ۱۳۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، ترانہ م۔

۹۰: ص ۱۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۹۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۸، ترانہ م۔

۹۱: ص ۱۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۱، ترانہ م۔

۹۲: ص ۱۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۹۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۵، ترانہ م۔

۹۳: ص ۱۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۳، ترانہ م۔

۹۴: ص ۱۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۹۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۹، ترانہ م۔

۹۵: ص ۱۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۴، ترانہ م۔

۹۶: ص ۱۴۳

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۵، ترانہ م۔

۹۷: ص ۱۴۳

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۶، ترانہ م۔

۹۸: ص ۱۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۰، ترانہ م۔

۹۹: ص ۱۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، ترانہ م۔

۱۰۰: ص ۱۴۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

۱۰۱: ص ۱۴۵

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۱، آیات دوم۔

۱۰۲: ص ۱۴۶

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۳، آیات دوم۔

۱۰۳: ص ۱۴۶

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔

۱۰۴: ص ۱۴۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۱، ترانہ م۔

۱۰۵: ص ۱۴۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۰۶: ص ۱۴۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۷، ترانہ م۔

۱۰۷: ص ۱۳۸

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۶، آیات دوم۔

۱۰۸: ص ۱۳۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۱، ترانہ م۔

۱۰۹: ص ۱۳۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۰، ترانہ م۔

۱۱۰: ص ۱۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۹۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۳، ترانہ م۔

۱۱۱: ص ۱۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، ترانہ م۔

۱۱۲: ص ۱۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۹، ترانہ م۔

۱۱۳: ص ۱۵۱

☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۳۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۲۸، الف و ورق ۲۹، الف
☆ ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء، ص ۲۵

اختلاف نسخ:

بیاض ۲ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ دو مرتبہ ورق ۲۸، الف پر ہے۔ ان دونوں متون کو قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن اول میں مصرع: ۳، ان صورتوں میں ملتا ہے:

(۱): پرچھائیں... [ناخوانا] جلوۂ بے رنگ کا عکس

(۲): اُترے گا کہیں جلوۂ بے رنگ کا عکس

دوسرے قلم زدہ متن میں مصرع: ۳، اس طرح ہے:

چڑھنے کا نہیں جلوۂ بے رنگ پہ رنگ

اس مصرعے میں ’پہ‘ کی جگہ پہلے ’کا‘ تھا، اُسے قلم زد کر کے ’پہ‘ لکھا گیا۔

س ک:

مصرع ۳: اُترے گا کہیں نہ حسن بے رنگ کا عکس

گنجینہ م میں ”کہیں نہ“ کی جگہ ”نہ کہیں“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۴: ص ۱۵۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۰، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۲۵ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: مشکل ہے، کچھ آساں نہیں سیدھا مسلک
بیاض ۲: کیوں کر کہوں راس آئے گا سیدھا مسلک
بیاض ۲ میں یہ مصرع قلم زد کیا گیا ہے اور متبادل مصرع لکھا گیا ہے۔

۱۱۵: ص ۱۵۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۴ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۶۰، الف

بوجہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۱۶: ص ۱۵۳

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۱۹ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۰، الف و ۲۰ ب

☆ ماہنامہ ”شاہ کار“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۵ء: ص ۶۴

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

اختلاف نسخ:

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۰، الف پر قلم زد کی گئی ہے۔ اس قلم زدہ متن کے پہلے
تین مصرعے اس صورت میں ہیں:

منزل کا پتا بھانپنے والے باز آ
چکر میں ہے کیوں ٹاپنے والے باز آ
محدود نظر ہے، منظر نامحدود
اسی بیاض کے ورق ۲۰ ب پر رباعی کا دوسرا مصرع اس صورت میں لکھا تھا:
کس فکر میں ہے ٹاپنے والے باز آ

اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا ہے جو کلیات میں ہے۔
رسالہ ”شاہ کار“ محولہ بالا میں رباعی اس عنوان کے تحت ہے: ”آفاق کی حد کس نے پائی ہے“۔

س ک:

مصرع ۴: آفاق کی حد ٹاپنے والے باز آ
گنجینہ م میں ”حد“ کی جگہ بے معنی لفظ ”ند“ ہے۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود صحیح
کی ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شاہ کار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۷: ص ۱۵۳

آیات سوم کی رباعی: ۷۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷۳، آیات سوم۔

۱۱۸: ص ۱۵۴

☆ گنجینہ ق: ص ۳۶، ش ۱۲ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۶۳ ب
☆ بیاض ۲: ورق ۱۰، الف
☆ ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۲۵

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۹: ص ۱۵۴

☆ گنجینہ ق: ص ۳۶، ش ۱۲۹ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۹ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب

۱۲۰: ص ۱۵۵

☆ گنجینہ ق: ص ۳۶، ش ۱۲۸ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۹ ب
☆ ماہنامہ ”جمالستان“ دہلی، جنوری ۱۹۳۳ء: ص ۱۴

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”جمالستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱: ص ۱۵۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۱، ترانہ م۔

۱۲۲: ص ۱۵۶

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۱۶ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب
☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، سالنامہ، جنوری ۱۹۳۵ء: ص ۲۰

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۳: ص ۱۵۶

☆ گنجینہ ق: ص ۲۹، ش ۹۵ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۶۳، الف
☆ بیاض ۲: ورق ۶ ب
☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جون ۱۹۳۳ء: ص ۵۶

س ک:

مصرع ۲: ہاں نشہ غفلت ہو تو ایذا کم ہو

گنجینہ م میں ”نشہ“ بجائے ”نشہ“۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۳: ص ۱۵۷ آیات دوم کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۲۱، آیات دوم۔

۱۲۵: ص ۱۵۷ آیات دوم کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۲۲، آیات دوم۔

۱۲۶: ص ۱۵۸ آیات دوم کی رباعی: ۱۲۵ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۲۵، آیات دوم۔

۱۲۷: ص ۱۵۸ ☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۴ (ر)
 ☆ بیاض ۲: ورق ۸، الف
 ☆ بیاض ۲: ورق ۶۲ ب
 ☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۳ء (جو دراصل دسمبر ۱۹۳۳ء کا شمارہ ہے) ص: ۸۰

زمانہ تصنیف : رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸: ص ۱۵۹ آیات دوم کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۲۰، آیات دوم۔

۱۲۹: ص ۱۵۹ آیات دوم کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۲۶، آیات دوم۔

۱۳۰: ص ۱۶۰ آیات دوم کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
 رک: حاشیہ ۱۱۵، آیات دوم۔

۱۳۱: ص ۱۶۰ ☆ گنجینہ ق: ص ۳۳، ش ۱۱۲ (ر)
 ☆ بیاض ۲: ورق ۶۳، الف
 ☆ بیاض ۲: ورق ۹، الف

۱۳۲: ص ۱۶۱ ☆ بیاض ۲: ورق ۲۵، الف
 ☆ بیاض ۲: ورق ۶۱، الف

اختلاف نسخ : بیاض ۲ میں مصرع ۳ کے لفظ ”پانچھی“ کے نیچے لکھ کر اس لفظ کے معنی ”پایاب“ لکھے ہیں۔

۱۳۳: ص ۱۶۱

☆ گنجینہ ق: ص ۳۷، ش ۱۳۲ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف سے قبل کا ورق جو جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ہے۔

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ ماہنامہ ”سب رس“ حیدرآباد دکن، اگست ۱۹۳۸ء، ص ۲۱

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: کیا کہیے کل سے آج تک کیا گزری

گنجینہ م و بیاض ۳ و ۴: کیا جایے کل سے

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”سب رس“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۴: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۳۷، ش ۳۳ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۱۸ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ ماہنامہ ”چمنستان“ دہلی، جنوری ۱۹۳۱ء، ص ۱۶

اختلاف نسخ:

رسالہ ”چمنستان“ میں یہ رباعی ”تنگ مزاجوں سے“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”چمنستان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۵: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۳ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۳۳ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ ماہنامہ ”شاہ کار“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۵ء، ص ۶۲

اختلاف نسخ:

رسالہ ”شاہکار“ میں یہ رباعی ”میری طرف دیکھ“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

س ک:

مصرع ۴: دنیا کی طرف نہ دیکھ دنیا تو ہی

گنجینہ م میں اس مصرعے میں لفظ ”نہ“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔ گنجینہ م نسخہ باقر حسین رضوی میں یگانہ نے

بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”شاہ کار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۶: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۳۳ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۲، الف
☆ بیاض ۲: ورق ۳۶ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۴، الف

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی ایک ہی صفحے پر دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ پہلا متن قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں مصرع: ۱ کی ابتدائی صورت یہ ہے:

اللہ اللہ بتوں کی یہ جلوہ گری

بعد ازاں اس مصرعے کو اس طرح لکھا گیا ہے:

اللہ رے غرور و کبر کی جلوہ گری

دوسرے متن میں اس مصرعے میں پہلے ”اللہ اللہ“ ہی تھا، اُسے قلم زد کر کے ”اللہ غنی“ لکھا گیا ہے۔

۱۳۷: ص ۱۶۳

☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب
☆ بیاض ۲: ورق ۲ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : دل کی باتوں کو سنگ دل کیا سمجھیں

گنجینہ م : دل کی گھاتوں کو سمجھیں

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

ایک لفظ کے سلسلے میں املا کا فرق بھی ملتا ہے۔ مصرع ۴ میں گنجینہ ق اور بیاض ۲ و ۴ میں ”داؤ“ لکھا ہے جب کہ گنجینہ م میں ”داؤں“ ہے۔ اول الذکر تینوں مجموعوں میں یہ لفظ چوں کہ یگانہ کے خط میں ہے، اس لیے کلیات میں ”داؤ“ کو ترجیح دی گئی ہے۔

س ک : گنجینہ م میں مصرع ۴ میں ”پر“ کی جگہ غلط لفظ ”پہ“ لکھا ہے۔

۱۳۸: ص ۱۶۴

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۲، آیات دوم۔

۱۳۹: ص ۱۶۴

☆ بیاض ۲: ورق ۳، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۳، الف

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۳ء، ص ۱۵

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۱۶۵

☆ بیاض ۲: ورق ۲، ب

☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۵۰ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲، ب

۱۴۱: ص ۱۶۵

☆ بیاض ۲: ورق ۲، ب

☆ بیاض ۲: ورق ۲، الف

۱۴۳: ص ۱۶۶

۱۴۲: ص ۱۶۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۸، ترانہ م۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۴، ترانہ م۔

۱۴۵: ص ۱۶۷

۱۴۴: ص ۱۶۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۹، ترانہ م۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷۴، ترانہ م۔

۱۴۷: ص ۱۶۸

۱۴۶: ص ۱۶۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۸، ترانہ م۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۵، ترانہ م۔

۱۴۹: ص ۱۶۹

۱۴۸: ص ۱۶۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۹، ترانہ م۔

۱۵۱: ص ۱۷۰

۱۵۰: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۶، ترانہ م۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۴، ترانہ م۔

۱۵۲: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۵۳: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۲، ترانہ م۔

۱۵۴: ص ۱۷۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۶، ترانہ م۔

۱۵۵: ص ۱۷۲

ترانہ م کی رباعی: ۴۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۸، ترانہ م۔

۱۵۶: ص ۱۷۳

ترانہ م کی رباعی: ۴۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۵، ترانہ م۔

۱۵۷: ص ۱۷۳

ترانہ م کی رباعی: ۴۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۶، ترانہ م۔

۱۵۸: ص ۱۷۴

ترانہ م کی رباعی: ۴۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۱، ترانہ م۔

۱۵۹: ص ۱۷۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۶۰: ص ۱۷۵

☆ بیاض ۲: ورق ۳، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب

۱۶۱: ص ۱۷۵

☆ بیاض ۲: ورق ۸ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۶۲، الف

☆ پندرہ روزہ ”شاہ جہان“ دہلی، یکم ستمبر ۱۹۳۳ء، ص ۵

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شاہ جہان“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۲: ص ۱۷۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۷، ترانہ م۔

۱۶۳: ص ۱۷۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۴، ترانہ م۔

☆☆☆

گنجینہ (قلمی)

رباعیات

- | | |
|--|--|
| ۱: ص ۱۱ | ۲: ص ۱۱ |
| ترانہ م کی رباعی: ۹۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۷، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، ترانہ م۔ |
| ۳: ص ۱۱ | ۴: ص ۱۱ |
| ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۳، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۱۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰، ترانہ م۔ |
| ۵: ص ۱۱ | ۶: ص ۱۲ |
| ترانہ م کی رباعی: ۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۱، ترانہ م۔ |
| ۷: ص ۱۲ | ۸: ص ۱۲ |
| ترانہ م کی رباعی: ۸۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۱، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۷۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۹، ترانہ م۔ |
| ۹: ص ۱۲ | ۱۰: ص ۱۲ |
| ترانہ م کی رباعی: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، ترانہ م۔ |
| ۱۱: ص ۱۳ | ۱۲: ص ۱۳ |
| ترانہ م کی رباعی: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، ترانہ م۔ | ترانہ م کی رباعی: ۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۲، ترانہ م۔ |

۱۳: ۱۳ ص

ترانہ م کی رباعی: ۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۸، ترانہ م۔

۱۳: ۱۳ ص

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۸، ترانہ م۔

۱۳: ۱۵ ص

ترانہ م کی رباعی: ۸۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۰، ترانہ م۔

۱۳: ۱۶ ص

گنجینہ م کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، گنجینہ م (ر)۔

۱۳: ۱۷ ص

ترانہ م کی رباعی: ۷۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۶، ترانہ م۔

۱۳: ۱۸ ص

ترانہ م کی رباعی: ۸۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۹، ترانہ م۔

۱۳: ۱۹ ص

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۶، گنجینہ م (ر)۔

۱۳: ۲۰ ص

ترانہ م کی رباعی: ۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴، ترانہ م۔

۱۵: ۲۱ ص

گنجینہ م کی رباعی: ۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹، گنجینہ م (ر)۔

۱۵: ۲۲ ص

ترانہ م کی رباعی: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، ترانہ م۔

۱۵: ۲۳ ص

ترانہ م کی رباعی: ۱۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲، ترانہ م۔

۱۵: ۲۴ ص

ترانہ م کی رباعی: ۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳، ترانہ م۔

۱۵: ۲۵ ص

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۳، آیات دوم۔

۱۶: ۲۶ ص

ترانہ م کی رباعی: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، ترانہ م۔

۱۶: ۲۷ ص

ترانہ م کی رباعی: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، ترانہ م۔

۱۶: ۲۸ ص

ترانہ م کی رباعی: ۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۵، ترانہ م۔

۱۶: ۲۹ ص

گنجینہ م کی رباعی: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، گنجینہ م (ر)۔

۱۶: ۳۰ ص

ترانہ م کی رباعی: ۳۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۰، ترانہ م۔

۳۱: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۲۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۶، ترانہ م۔

۳۲: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۹، ترانہ م۔

۳۳: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۹، ترانہ م۔

۳۴: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۵، ترانہ م۔

۳۵: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۲، ترانہ م۔

۳۶: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۱، ترانہ م۔

۳۷: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۲، ترانہ م۔

۳۸: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۳، ترانہ م۔

۳۹: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۶، ترانہ م۔

۴۰: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۶، ترانہ م۔

۴۱: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۰، ترانہ م۔

۴۲: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۶۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۱، ترانہ م۔

۴۳: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، ترانہ م۔

۴۴: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، ترانہ م۔

۴۵: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۷، ترانہ م۔

۴۶: ص ۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، ترانہ م۔

۴۷: ص ۲۰

☆ ماہنامہ "شاعر" بمبئی، سالنامہ، ۱۹۵۱ء، ص ۲۳۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”شاعر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۸: ص ۲۰ ۲۹: ص ۲۰
یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔
ترانہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۱، ترانہ م۔

۵۰: ص ۲۰ ۵۱: ص ۲۱
گنجینہ م کی رباعی: ۱۴۰ کے مطابق۔
ترانہ م کی رباعی: ۵۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۰، گنجینہ م (ر)۔
رک: حاشیہ ۵۳، ترانہ م۔

۵۲: ص ۲۱
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۳، ترانہ م۔

۵۳: ص ۲۱
☆ بیاض ۳: ورق ۱، ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۴، الف
☆ ماہنامہ ”سب رس“ حیدرآباد دکن، اگست ۱۹۳۸ء، ص ۲۱

اختلاف نسخ:

بیاض ۳ و ۴ میں یہ رباعی اس صورت میں ہے:

پر چھائیں سی پردے پہ دکھاتا کیوں ہے
امکان ہوں کو آزما تا کیوں ہے
میں یہ نہیں کہتا کہ پلٹ آئے شباب
بھولا ہوا خواب یاد آتا کیوں ہے؟

کلیات میں شامل رباعی کا صرف دوسرا اور چوتھا مصرع مذکورہ متن میں ملتا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ چوتھا مصرع مذکورہ متن میں پہلا مصرع ہے۔ باقی دونوں مصرعے دونوں متون میں مختلف ہیں۔

زمانہ تصنیف : رسالہ ”سب رس“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۴: ص ۲۱ ۵۵: ص ۲۱
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۶ کے مطابق۔
یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، ترانہ م۔

۵۶: ص ۲۲

ترانہ م کی رباعی : ۹۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۵، ترانہ م۔

۵۷: ص ۲۲

☆ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، جولائی ۱۹۵۱ء: ص ۲۱

س ک :

مصرع ۳ : جاتی رہے بھوک پیاس، جلوہ ایسا
رسالہ ”آج کل“ : جاتی رہی بھوک

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔
واضح رہے کہ گنجینہ ق کے آخر میں تاریخ اختتام کتابت ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء درج ہے۔ اس لیے یہ رباعی اس تاریخ
سے پہلے کی تصنیف ہے۔

۵۹: ص ۲۲

آیات دوم کی رباعی : ۱۱۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۲، آیات دوم۔

۵۸: ص ۲۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۶۱: ص ۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۴۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۷، ترانہ م۔

۶۰: ص ۲۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۶۳: ص ۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۸۶، ترانہ م۔

۶۲: ص ۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۴۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۵، ترانہ م۔

۶۴: ص ۲۳

☆ بیاض ۳: ورق ۵۹، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۲۷ ب و ورق ۲۸ ب

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۷ ب پر یہ قلم زد کی گئی ہے۔ اس میں مصرع : ۴ کی ابتدائی
صورت یہ ہے :

پھر کیوں نہ کھلیں فساد و شر کے جوہر

پوری رباعی قلم زد کرنے سے پہلے اس مصرعے کو قلم زد کر کے مصرعے کی وہ صورت لکھی گئی ہے جو کلیات میں
ملتی ہے۔

۶۵: ص ۲۳

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷۶، ترانہ م۔

۶۶: ص ۲۳

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۶، آیات دوم۔

۶۷: ص ۲۳

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۷، گنجینہ م (ر)۔

۶۸: ص ۲۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۶۹: ص ۲۳

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

اختلاف نسخ:

گنجینہ ق میں مصرع ۲ میں لفظ ”پودھا“ لکھا ہے اور بیاض ۴ میں ”پودا“۔ املا کی یہ دونوں صورتیں درست ہیں۔ کلیات میں ”پودا“ لکھا گیا ہے کہ اب اسی املا کا چلن ہے۔
مصرع ۳: کب تک جھوٹی تسلیوں کی خاطر
بیاض ۴: پھر کیوں جھوٹی

۷۰: ص ۲۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۷۱: ص ۲۵

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۷۲: ص ۲۵

☆ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء: ص ۴

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۳: ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، ترانہ م۔

۷۴: ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی: ۸۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۶، ترانہ م۔

۷۵: ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۰، ترانہ م۔

۷۶: ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۱، ترانہ م۔

۷۷: ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۷۸: ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۶، ترانہ م۔

۷۹: ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۵، ترانہ م۔

۸۰: ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، ترانہ م۔

۸۱: ص ۲۷

☆ مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۵ جنوری ۱۹۵۱ء، رسالہ ”نقوش“ لاہور، مکتبہ نمبر، جلد دوم،
شمارہ ۶۶-۶۵، نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۷۰۹

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی مکتوب محولہ بالا میں شامل ہے، اس بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۲: ص ۲۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۲، ترانہ م۔

۸۳: ص ۲۷

آیات دوم کی رباعی: ۱۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۰، آیات دوم۔

۸۴: ص ۲۷

گنجینہ م کی رباعی: ۱۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۷، گنجینہ م (ر)۔

۸۵: ص ۲۷

آیات دوم کی رباعی: ۱۴۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۵، آیات دوم۔

۸۶: ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۷، ترانہ م۔

۸۷: ص ۲۸

آیات سوم کی رباعی: ۷۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۳، آیات سوم۔

۸۸: ص ۲۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۸۹: ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۲، ترانہ م۔

۹۰: ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵۰، ترانہ م۔

۹۱: ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۸، ترانہ م۔

۹۲: ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۸۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۲، ترانہ م۔

۹۳: ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۹۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۲، ترانہ م۔

۹۴: ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۴، ترانہ م۔

۹۵: ص ۲۹

گنجینہ م کی رباعی: ۱۴۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۳، گنجینہ م (ر)۔

۳۰: ۹۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۱، ترانہ م۔

۳۰: ۹۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۳۰: ۹۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۳۰: ۹۹

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۱، آیات دوم۔

۳۰: ۱۰۰

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، آیات دوم۔

۳۱: ۱۰۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۱، ترانہ م۔

۳۱: ۱۰۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۳۱: ۱۰۳

ترانہ م کی رباعی: ۹۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۴، ترانہ م۔

۳۱: ۱۰۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۸، ترانہ م۔

۳۱: ۱۰۵

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۳۲: ۱۰۶

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۳۲: ۱۰۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۳۲: ۱۰۸

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵ ب۔ ورق ۵۱ ب۔ ورق ۵۶ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱، الف

بیاض ۳ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۵ ب اور ۵۱ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ ورق ۴۵ ب پر قلم زدہ متن کے مصرعوں کی ترتیب شامل کلیات متن سے مختلف ہے اور یہ ہے: ۱، ۴، ۳، ۲۔ ورق ۵۱ ب پر قلم زدہ متن میں صرف ابتدائی تین مصرعے لکھے گئے ہیں۔ مصرع ۳ دو مرتبہ لکھا گیا ہے اور دونوں مرتبہ مطابق ذیل نامکمل ہے:

(۱) اپنی ہی جماعت میں (یہ الفاظ قلم زد کر کے ذیل کے الفاظ لکھے ہیں)

(۲) اپنے ہی دھڑے میں دھر کھینٹا

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: اپنی ہی جماعت میں گھسیڑا کیا خوب
بیاض ۳ (ورق ۵۶، الف): اپنے ہی دھڑے میں دھر گھیٹا کیا خوب

رباعی کے مصرع ۳ میں لفظ ”ڈانڈگا“ استعمال ہوا ہے۔ آغا جان ابن یگانہ نے بیاض ۳ (ورق ۵۶، الف) پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

”ڈانڈگا، دکھنی لفظ ہے جس کے معنی ہیں لبا تڑنگا، موٹا تازہ۔ بھائی ابا یگانہ! کبھی کبھی دکھنی یا پنجابی الفاظ استعمال کرتے تھے۔ آغا جان ابن یگانہ۔“

۱۱۰: ص ۳۲

۱۰۹: ص ۳۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۲: ص ۳۳

۱۱۱: ص ۳۳

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔ گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۱، گنجینہ م (ر)۔

۱۱۳: ص ۳۳

☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۸، الف

☆ ماہ نامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۲ء (یہ دراصل دسمبر ۱۹۳۳ء کا شمارہ ہے): ص ۸۰

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵: ص ۳۳

۱۱۴: ص ۳۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۷: ص ۳۴

۱۱۶: ص ۳۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۸، ترانہ م۔

۱۱۸: ص ۳۴

☆ ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء: ص ۲۳

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شاعر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۹: ص ۳۳

☆ بیاض ۵: ورق ۴۳ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: ہر خطرے پہ لاجول ہی پڑھتا جائے

بیاض ۵: الحمد قدم قدم پہ پڑھتا جائے

۱۲۰: ص ۳۳

☆ بیاض ۳: ورق ۸، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۳۳ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: جب دم نہ رہا تو پڑ گئے خود ٹھنڈے
بیاض ۲ میں لفظ ”خود“ کی جگہ لفظ ”سب“ لکھا تھا۔ اسے قلم زد کر کے ”خود“ لکھا گیا۔

۱۲۲: ص ۳۵

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

۱۲۱: ص ۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۶، ترانہ م۔

۱۲۳: ص ۳۵

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۳: ص ۳۵

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

۱۲۶: ص ۳۶

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۵: ص ۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۷۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷۴، ترانہ م۔

۱۲۸: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۰، گنجینہ م (ر)۔

۱۲۷: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۸، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۰: ص ۳۶

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۹: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۹، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۱: ص ۳۷

۱۳۱ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۴۔

۸۸۸

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۳: ص ۳۷

۱۳۲: ص ۳۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۳، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۵: ص ۳۷

۱۳۴: ص ۳۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۴، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۷: ص ۳۸

۱۳۶: ص ۳۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۸: ص ۳۸

☆ ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء: ص ۲۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شاعر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۹: ص ۳۸

☆ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء: ص ۴

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۳۸

یگانہ نے یہ رباعی اپنے مکتوب بنام مالک رام مؤرخہ ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء میں نقل کی ہے اور لکھا ہے ”پاکستان کیا ہے۔ پچھواڑہ ہی تو ہے“۔ (رسالہ ”نقوش“ مکتب نمبر، جلد دوم، شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء: ص ۷۱۲) اسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ نے یہ رباعی پاکستان سے واپسی کے ایک ہفتے بعد ۲۶ اپریل ۱۹۵۲ء کو آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں پڑھی تھی۔ شیخ انصار حسین نے اپنے مضمون ”میرزا یگانہ، یادیں اور ملاقاتیں“ کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“ شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء میں لکھا ہے کہ پاکستان سے واپسی کے بعد ایک محفل میں جب یگانہ سے سفر پاکستان کے تاثرات بیان کرنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے یہ رباعی پڑھی“ (ص ۴۱۶) اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ یہ رباعی سفر پاکستان کے بعد کی تصنیف ہے۔ یہ رباعی گنجینہ ق میں شامل ہے۔ اس مجموعے کی کتابت کی تکمیل ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوئی تھی۔ یگانہ نے پاکستان کا سفر اس کے بعد کیا تھا۔

۱۴۱: ص ۳۹

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

۱۴۲: ص ۳۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

۱۴۳: ص ۳۹

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۶، گنجینہ م (ر)۔

۱۴۴: ص ۳۹

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۱، آیات دوم۔

۱۴۵: ص ۳۹

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۳، گنجینہ م (ر)۔

۱۴۶: ص ۴۰

☆ رسالہ ”نقوش“ لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء میں شامل:
مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۵ جنوری ۱۹۵۱ء، ص ۷۰۹
مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۷ جون ۱۹۵۱ء، ص ۷۱۰

اختلاف نسخ:

گنجینہ ق میں اس رباعی کے آخری دو مصرعے یہ ہیں:

گوہر نہ سہی، قطرۂ ناچیز سہی

انسان انسان رہے فرشتہ نہ بنے

گنجینہ ق کا زیر نظر نسخہ مالک رام کی تحویل میں تھا۔ انھوں نے ان دونوں مصرعوں کے اوپر بالترتیب یہ
مصرعے درج کیے ہیں:

فطرت کا تقاضا تو یہی ہے واللہ

انسان بنے آدمی دیوتا نہ بنے

اور حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہے:

”اصلاح از یگانہ۔ مکتوب ۷ جون ۱۹۵۱ء۔“

یگانہ کا یہ خط ”نقوش“ کے مکاتیب نمبر، محولہ بالا میں شائع ہو چکا ہے۔ خط کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں:

”گنجینہ میں اک رباعی درج ہے، اُس کے تیسرے اور چوتھے مصرعے کی اصلاح

کر لیجئے۔“ (ص ۷۱۰)

اس کے بعد پوری رباعی اصلاح شدہ مصرعوں کے ساتھ درج ہے۔ کلیات میں رباعی کا یہی متن شامل کیا

گیا ہے۔ (یگانہ کے خط کے مندرجہ بالا اقتباس میں ”گنجینہ“ سے مراد گنجینہ ق ہے۔)

زمانہ تصنیف:

زیر نظر رباعی یگانہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب مؤرخہ ۵ جنوری ۱۹۵۱ء (محولہ بالا) میں بھی لکھی ہے۔

اس کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ اس بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء تعیین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۷: ص ۴۰

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۵، آیات دوم۔

۱۴۸: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۳، ترانہ م۔

۱۴۹: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۴۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۱، ترانہ م۔

۱۵۰: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۴۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۳، ترانہ م۔

۱۵۱: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، ترانہ م۔

۱۵۲: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۲، ترانہ م۔

۱۵۳: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۵، ترانہ م۔

۱۵۴: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۶۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۷، ترانہ م۔

۱۵۵: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۶۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۹، ترانہ م۔

۱۵۶: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸، ترانہ م۔

۱۵۷: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، ترانہ م۔

۱۵۸: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۶۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۴، ترانہ م۔

۱۵۹: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۶۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۵، ترانہ م۔

۱۶۰: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۹۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۹، ترانہ م۔

۱۶۱: ص ۴۳

☆ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۴

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”آج کل“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۲: ص ۴۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۶۳: ص ۴۳

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۵، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۴: ص ۴۳

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۵، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۵: ص ۴۳

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۴، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۶: ص ۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۷۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۳، ترانہ م۔

۱۶۷: ص ۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۷۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۱، ترانہ م۔

۱۶۸: ص ۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۲، ترانہ م۔

۱۶۹: ص ۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۱، ترانہ م۔

۱۷۰: ص ۴۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، ترانہ م۔

۱۷۱: ص ۴۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۷۲: ص ۴۵

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔

۱۷۳: ص ۴۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۲، ترانہ م۔

۱۷۴: ص ۴۵

☆ بیاض ۳: ورق ۶۶، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، ب

۱۷۵: ص ۴۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹۵، ترانہ م۔

۱۷۶: ص ۴۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹۱، ترانہ م۔

۱۷۷: ص ۴۶

☆ بیاض ۲: ورق ۲۲، ب و ورق ۲۵، الف
☆ غالب شمس، طبع دوم: ص ۷۳

☆ غالب شمس، طبع اول: ص ۲۸

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۲ ب پر جو متن ہے، اُسے قلم زد کیا گیا ہے۔ اس قلم زدہ متن میں مصرعِ اول اس صورت میں ہے :

غالب کا مقلد نہیں خود سر ہوں میں
بعد میں الفاظ ”غالب کا مقلد“ قلم زد کر کے متبادل الفاظ ”تقلید کا بندہ“ لکھے گئے، اس طرح یہ مصرع کلیات میں شامل متن کے مطابق ہو گیا۔

زمانہ تصنیف :

”غالب شکر“ طبع اول (۱۹۳۲ء۔ تصنیف : ۱۹۳۳ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۷۹: ص ۴۶

آیات اول کی رباعی : ۳۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۹، آیات اول۔

۱۷۸: ص ۴۶

ترانہ م کی رباعی : ۱۳۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۸۱ تا ۱۹۵: ص ۴۷ تا ص ۴۹

۱۵ رباعیات جنہیں بوجہ حذف کیا گیا۔

۱۸۰: ص ۴۶

ترانہ م کی رباعی : ۱۴۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۴۳، ترانہ م۔

۱۹۶: ص ۵۰

ترانہ م کی رباعی : ۲۰۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۰۲، ترانہ م۔

۱۹۷: ص ۵۰

☆ غالب شکر، طبع اول : ص ۴۶

☆ بیاض ۲: ورق ۱۱ ب

☆ غالب شکر، طبع دوم : ص ۷۵

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۷۷، مندرجہ بالا۔

۱۹۸: ص ۵۰

☆ غالب شکر، طبع اول : ص ۲۲

☆ بیاض ۲: ورق ۲۶، الف

☆ غالب شکر، طبع دوم : ص ۷۵

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۷۷، مندرجہ بالا۔

۱۹۹: ص ۵۰

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۲۷

☆ بیاض ۲: ورق ۲۰، الف

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۷

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۱: ص ۵۱

۲۰۰: ص ۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۳ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۳، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۱۹۸، ترانہ م۔

۲۰۳: ص ۵۱

۲۰۲: ص ۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۱ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۱، ترانہ م۔

رک: حاشیہ ۱۹۹، ترانہ م۔

۲۰۴: ص ۵۱

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۲۹

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲، الف

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۱

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۵: ص ۵۱

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۲

☆ بیاض ۲: ورق ۳۰، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: غالب کا نہ غالب کے سگوں کا کچھ ڈر

بیاض ۲: کا کوئی ڈر

مصرع ۳: ایسے کبھی منہ سے پھول جھڑتے تو نہ تھے

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا:

ایسے کبھی پھول منہ سے جھڑتے تو نہ تھے

بعد میں اسے متبادل صورت میں لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف:

"غالب شمن" طبع دوم ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی اور اسی سال اس میں اضافے کیے گئے۔ یہ رباعی بھی

اضافہ ہے، اس بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰۶: ص ۵۲

☆ بیاض ۳: ورق ۹ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: ایسا نہ کرو گے تو خطا پاؤ گے
بیاض ۳ میں ”خطا“ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ”سزا“ لکھا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

بیاض ۳ میں غالب سے متعلق گنجینہ ق میں شامل مزید تین رباعیاں (ش: ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۲) ۱۹۳۶ء کی تصنیف ہیں۔ گمان غالب ہے کہ زیر نظر رباعی بھی، باقی تین رباعیوں کی طرح ۱۹۳۶ء میں لکھی گئی ہوگی۔ ”غالب شکن“ طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں یہ رباعیاں شامل نہیں ہیں، اس لیے یہ ۱۹۳۵ء کے بعد ہی لکھی گئی ہوگی۔

۲۰۷: ص ۵۲

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۱

زمانہ تصنیف:

”غالب شکن“ طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی وجہ سے اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰۸: ص ۵۲

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳ ب

☆ غالب شکن، طبع اول: ص ۲۱

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۶۹

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: مرزا کے بُت پہ آہ الکی بیداد
اس مصرعے میں لفظ ”بیداد“ صرف گنجینہ ق میں ہے۔ باقی سب مآخذ میں ”افتاد“ ہے۔ کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء۔ مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۹: ص ۵۲

☆ بیاض ۲: ورق ۲۲، الف

☆ غالب شکن، طبع اول: ص ۲۱

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۶۹

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: نیاں بھی ہے حافظِ کلام غالب
”غالب شکن“ طبع اول اور بیاض ۲ میں ”توتا“ بجائے ”نیاں“۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۰ : ص ۵۲

ترانہ م کی رباعی : ۲۰۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۰۳، ترانہ م۔

۲۱۱ : ص ۵۳

☆ غالب شمن، طبع اول : ص ۲۳

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۱ ب

☆ غالب شمن، طبع دوم : ص ۷۴

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : کیا جانیں ادھورا ہے کہ پورا شاعر

بیاض ۲ : کیا جانے ادھورا.....

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۲ : ص ۵۳

☆ غالب شمن، طبع اول : ص ۲۳

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۲، الف

☆ غالب شمن، طبع دوم : ص ۷۴

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۳ : ص ۵۳

☆ غالب شمن، طبع اول : ص ۲۲

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۱ ب

☆ غالب شمن، طبع دوم : ص ۷۴

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۴ : ص ۵۳

ترانہ م کی رباعی : ۲۰۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۰۰، ترانہ م۔

۲۱۵: ص ۵۳

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۲۶

☆ بیاض ۲: ورق ۱۱، ب

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۴

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۶: ص ۵۴

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۳۱

☆ بیاض ۲: ورق ۱۳، الف

☆ ماہنامہ ”ساقی“، دہلی، مئی ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۸

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: انگریز کے دربار کا ٹھوکا صوفی

بیاض ۲، غالب شمن، طبع اول، رسالہ ”ساقی“: کیا ہے کوئی صوفیوں میں ایسا صوفی

س ک:

گنجینہ ق میں مصرع اول میں لفظ ”ہے“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۷: ص ۵۴

☆ غالب شمن، طبع دوم، ص ۷۳

☆ بیاض ۲: ورق ۳۳ ب

اختلاف نسخ:

بیاض ۲ میں رباعی کا عنوان ”آم کھانے والا صوفی“ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ غالب شمن میں رباعی

کے مندرجہ ذیل الفاظ واوین میں ہیں:

مانگے ہے (مصرع ۲)

ٹٹھا ہو بہت سا ہو (مصرع ۳)

آم (مصرع ۴)

زمانہ تصنیف:

غالب شمن، طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۱۸: ص ۵۴

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۸

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳، الف

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ ۲۱۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۹: ص ۵۴

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۳۰

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲ ب

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۹

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۰: ص ۵۴

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۳۰

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲ ب

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، مئی ۱۹۳۳ء، ص ۱۵

رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اس رباعی پر یگانہ کا یہ حاشیہ ہے:
”انگریزوں کے عبد و فادار بنے تھے۔ قصیدہ پیش کیا تھا مگر ویرائے کے ہاں سے ٹکا سا
جواب ملا کہ ہم لوگوں کو شاعری کی ضرورت نہیں ہے۔ سلطنت مغلیہ کا نمک خوار اور
اُس کا یہ کردار! افسوس“۔ (ص ۱۵)

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۱: ص ۵۵

☆ غالب شمن، طبع اول: ص ۳۲

☆ بیاض ۲: ورق ۱۳ ب

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، مئی ۱۹۳۳ء، ص ۱۵

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۸۰

رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اس رباعی کے مصرع: ۳ و ۴ کے بائیں جانب انگریزی لفظ shame لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۲: ص ۵۵

☆ غالب شمن، طبع دوم: ص ۷۳

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳، الف

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ: ۲۱۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۳: ص ۵۵

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۷۳

☆ بیاض ۲: ورق ۲۲ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: کم بخت گریبان میں مُنہ ڈال کے دیکھ

بیاض ۲: واللہ گریبان.....

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ ۲۱۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۴: ص ۵۵

☆ غالب شکر، طبع اول: ص ۳۱

☆ بیاض ۲: ورق ۱۳، الف

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۷۹

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۵: ص ۵۵

☆ غالب شکر، طبع اول: ص ۳۲

☆ بیاض ۲: ورق ۱۳ ب

☆ ماہنامہ ”ساقی“ دہلی، مئی ۱۹۳۳ء، ص ۱۵

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۸۰

رسالہ ”ساقی“ محولہ بالا میں اس رباعی کے مصرع: ۳ و ۴ کے وائیں جانب انگریزی لفظ shame لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۲۶: ص ۵۶

آیات دوم کی رباعی: ۱۷۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۷۷، آیات دوم۔

۲۲۷: ص ۵۶

☆ بیاض ۲: ورق ۵۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام عبدالعزیز، مؤرخہ یکم فروری ۱۹۳۷ء، بعنوان ”غالب، ایک گونگا شاعر“ رسالہ ”نقش“

لاہور، غالب نمبر، شمارہ ۱۱۱، فروری ۱۹۶۹ء، ص ۵۲۔

گنجینہ ق میں سیاں شہدے پر جو حاشیہ ہے وہ بیاض ۳ و ۴ میں بھی ہے مگر قدرے اختصار کے ساتھ۔
بیاض ۳ میں یہ لکھا ہے:

”سیاں، لکھنؤ کا مشہور شہدہ مگر صاحب ایمان“۔

بیاض ۴ میں لفظ ”مگر“ نہیں ہے، اور ”مشہور“ کی جگہ ”مشہور و معروف“ لکھا ہے۔ مکتوب محولہ بالا میں بھی یہ حاشیہ ہے۔ اس کا پہلا جملہ بیاض ۳ کے مطابق ہے اور دوسرا جملہ یہ ہے:

”پھر کیا پوچھنا ہے ایسوں کے مرتبے کا؟“ (ص ۵۲۷)

زمانہ تصنیف:

مکتوب محولہ بالا میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲۸: ص ۵۶

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۴۳، الف

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجہ بالا۔

۲۲۹: ص ۵۶

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۲ ب

☆ مکتوب یگانہ: مطابق حاشیہ: ۲۲۷، مندرجہ بالا۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: یاروں کا گلا ہے اور مرزا چھری

بیاض ۳ و ۴: اور دشمن کی چھری

مصرع ۲: بنتی نہیں کچھ بات بجز خانہ پُری

بیاض ۳ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا:

کچھ بن نہ سکی بات

اے قلم زد کر کے مصرعے کی متبادل صورت لکھی گئی۔

بیاض ۴ میں اس مصرعے کا آخری لفظ ”خانہ پُری“ واوین میں ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۲۷، مندرجہ بالا۔

۲۳۰: ص ۵۶

☆ بیاض ۳: ورق ۴۳ ب

زمانہ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجہ بالا۔

۲۳۱: ص ۵۷

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۴۳ ب

تجذیق میں مصرع ۴ میں لفظ ”پارکر“ اردو میں نہیں، رومن حروف میں لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجہ بالا۔

۲۳۲: ص ۵۷

☆ بیاض ۳: ورق ۵۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۲ ب

☆ مکتوب یگانہ، مطابق حاشیہ: ۲۲۷، مندرجہ بالا۔

مکتوب محولہ بالا میں رباعی کے مصرعِ اول:

مغرب زدہ بیدھوں کو نہ یوں چکارو

کے لفظ ”بیدھا“ پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

”بیدھا وہ جس کی مت اوندھی ہوگئی ہو، جو سقراط و ارسطو کے مقابلے میں غازی

میاں کو نچاتا پھرے۔“ (ص ۵۲۷)

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجہ بالا۔

۲۳۳: ص ۵۷

آیات سوم کی رباعی: ۸۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۸۰، آیات سوم۔

۲۳۴: ص ۵۷

☆ ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء، ص ۲۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شاعر“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۳۶: ص ۵۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۶، ترانہ م۔

۲۳۵: ص ۵۷

آیات سوم کی رباعی: ۱۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱، آیات سوم۔

۲۳۷: ص ۵۸

☆ بیاض ۳: ورق ۵۹، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۳ ب

☆ ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء، ص ۲۵

بیاض ۳ میں مصرع ۴ پر یہ حاشیہ ہے:

”اندھا نقاد۔ بے خود موہانی۔“

کلیات میں یہ حاشیہ درج کیا گیا ہے مگر بیاض ۳ کا حوالہ درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : اندھا نقاد کنکری پُچتا ہے

بیاض ۲ میں پہلے ”نھیکری“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”کنکری“ لکھا گیا۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ادبی دنیا“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۳۹: ص ۵۸

۲۳۸: ص ۵۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۹۷، ترانہ م۔

۲۴۱: ص ۵۹

۲۴۰: ص ۵۸

آیات سوم کی رباعی: ۶۹ کے مطابق۔

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۹، آیات سوم۔

رک: حاشیہ ۱۹۶، ترانہ م۔

۲۴۳: ص ۵۹

۲۴۲: ص ۵۹

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

☆ بیاض ۳: ورق ۴۶ ب

۲۴۴: ص ۵۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۷۸، ترانہ م۔

۲۴۵: ص ۵۹

☆ بیاض ۲: ورق ۱۰

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: توبہ، مگر شوق جہاں گزرتی ہے

بیاض ۲: تاپاک نظر واہ کہاں گزرتی ہے

مصرع ۲: ہنتی نہیں کم بخت وہیں سڑتی ہے

بیاض ۲: کس گند میں کم بخت پڑی سڑتی ہے

۲۴۶: ص ۶۰

☆ بیاض ۳: ورق ۶۱، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱۱، الف

۲۴۷: ص ۶۰

☆ بیاض ۳: ورق ۶۱، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۷۷، الف

☆ مکتوب یکانہ بنام دارکھ داس شملہ، موزیہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء، مخزن قومی عجائب گھر کراچی

شمار: ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۱۹۶۳ء (اس مکتوب کے آخر میں یہ رباعی ہے)

اختلاف نسخ:

مصرع ۲: لیلیٰ کو کبھی آپ سے پالا نہ پڑا
مکتوب محولہ بالا: لیلیٰ کو ”چنیں“ سے کبھی پالا نہ پڑا
مصرع ۳: مردہ بھی تسمیں دیکھ کے ہوتا ہے کھڑا
مکتوب: مردہ بھی جسے دیکھ

۲۴۸: ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۱، ترانہ م۔

۲۴۹: ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۵، ترانہ م۔

۲۵۰: ص ۶۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷۵، ترانہ م۔

۲۵۱: ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۲، ترانہ م۔

۲۵۲: ص ۶۱

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۵۳: ص ۶۱

☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف بے پہلے کا زائد ورق جو جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ہے۔
☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: کل جگ میں ہوس فضول ہے ست جگ کی
بیاض ۳: ست جگ کی ہوس فضول ہے کل جگ میں

۲۵۴: ص ۶۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۹، ترانہ م۔

۲۵۵: ص ۶۱

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۵۶: ص ۶۲

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۴۷ ب و ورق ۴۸ ب

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۲۵۷: ص ۶۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۷، ترانہ م۔

۲۵۸: ص ۶۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۳، ترانہ م۔

☆ بیاض ۲: ورق ۲۶ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: ہر ”پھونک“ پہ آب دست کر لیتے ہیں

بیاض ۳: ہر گوز پہ

۲۶۱: ص ۶۳

۲۶۰: ص ۶۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۷ کے مطابق۔

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔ رک: حاشیہ ۱۷۷، ترانہ م۔

۲۶۲: ص ۶۳

☆ غالب شکر، طبع دوم: ص ۷۲

☆ بیاض ۲: ورق ۲۹ ب و ورق ۳۰، الف

اختلاف نسخ:

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۹ ب پر اس کے دو متون ہیں اور دونوں قلم زد کیے گئے

ہیں۔ ان میں سے پہلا متن یہ ہے:

ڈوبے تو بہت ہوں گے ترپے کم ہوں گے

طوفان جہالت میں گھرے کم ہوں گے

تم سنگِ ملامت سے ہوئے اور بھی سخت

ایسے بھی یگانہ سر پھرے کم ہوں گے

مصرع ۳ میں ”لو“ لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ”تم“ لکھا گیا۔

دوسرے قلم زدہ متن میں آخری دو مصرعے پہلے متن کے مطابق ہیں۔ پہلے دو مصرعے یوں ہیں:

طوفان جہالت میں گھرے کم ہوں گے

منجد ہار میں ڈوب کر ترے کم ہوں گے

ورق ۳۰، الف پر جو متن قلم زد نہیں کیا گیا، اُس میں اور کلیات میں شامل متن میں صرف ایک لفظ کا

اختلاف ہے۔ کلیات میں مصرع ۳ میں لفظ ”لو“ ہے اور بیاض میں ”تم“۔

زمانہ تصنیف:

”غالب شکر“ طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا

جاسکتا ہے۔

۲۶۳: ص ۶۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۶۴: ص ۶۳

☆ بیاض ۳: ورق ۴۳، الف

لفظ ”کدو“ اس رباعی کے مصرع: ۲ میں استعمال ہوا ہے۔ بیاض ۳ میں اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:
”اہل زبان محاورے میں سرکو حراح کی راہ سے کدو بھی کہتے ہیں۔“

۲۶۵: ص ۶۳

☆ بیاض ۴: ورق ۵۷ ب

س ک :

مصرع ۲ : بگڑا ہوا کھیل پھر بنائے نہ بنا
مغنیۃ ق میں لفظ ”نہ“ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

۲۶۶: ص ۶۴

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۴۴، الف

یگانہ نے اپنے خط بنام من موہن تلخ مؤرخہ ۶ ر مکی ۱۹۵۵ء میں یہ رباعی درج کی ہے، اور آخر میں یہ
وضاحتی الفاظ لکھے ہیں:

”مشاعروں کی ٹوہ میں جو رہتے ہیں۔ مصرع طرح سنتے ہی -----“ (میرزا یگانہ کے
خطوط، ماہنامہ ”ساقی“ کراچی، ستمبر ۱۹۵۵ء: ص ۶۰)

۲۶۸: ص ۶۴

۲۶۷: ص ۶۴

☆ بیاض ۳: ورق ۴۴ ب

آیات سوم کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۳، آیات سوم۔

۲۶۹: ص ۶۴

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۴۴ ب

۲۷۱: ص ۶۵

۲۷۰: ص ۶۴

یہ رباعی بوجہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔ یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۷۳: ص ۶۵

۲۷۲: ص ۶۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸۸، ترانہ م۔

آیات سوم کی رباعی: ۸۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات سوم۔

۲۷۴: ص ۶۵

☆ بیاض ۴: ورق ۶۴، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۴، الف

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

ماہنامہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۵: ص ۶۵

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۳۷، الف

مولوی الطاف حسین کے بارے میں بیگانہ نے دو رباعیاں لکھی ہیں جو مذکورہ دونوں بیاضوں میں ہیں۔ گنجینہ ق میں ان میں سے ایک ہے۔ دوسری رباعی کے لیے رک: غیر مدون کلام، ش: ۳۲۔ بیگانہ نے گنجینہ ق میں مولوی الطاف حسین کے بارے میں جو حاشیہ لکھا ہے، وہ کلیات میں شامل ہے۔ بیاض ۲ میں دونوں رباعیوں کا مشترکہ عنوان یہ ہے:

”نذر عقیدت بحضور فیض گنجور سیدی و مولائی مولانا مولوی سید الطاف حسین صاحب

بی اے ہڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ“۔

بیاض ۴ میں جو حاشیہ ہے وہ گنجینہ ق کے حاشیے سے قدرے مختلف ہے:

”حضرت سیدی و مولائی مولوی الطاف حسین ... اٹاوہ“۔

سید الطاف حسین (پیدائش ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۱ء بلند شہر۔ وفات ۱۳ جون ۱۹۵۷ء، کراچی) برصغیر کے ممتاز ماہرین تعلیم میں سے تھے۔ وہ مولوی بشیر الدین کے قائم کردہ اسلامیہ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ مولوی بشیر الدین اور سید الطاف حسین کی وجہ سے اٹاوہ، علی گڑھ کے بعد مسلمانوں کا بہت بڑا تعلیمی مرکز بن گیا تھا۔ سید صاحب کے شاگردوں میں ڈاکٹر ذاکر حسین خان، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر محمود حسین خان، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر سید محمود جیسے اکابر شامل ہیں۔ سید صاحب کو شعر و شاعری سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ جوش، فانی، جگر اور بیگانہ سے گہرے ذاتی مراسم تھے اور ان چاروں نے سید صاحب کی عنایات کے نتیجے میں اٹاوہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ بیگانہ نے اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میں کچھ عرصہ بطور استاد کام کیا تھا۔ بیگانہ کی بیٹی بلند اقبال لکھتی ہیں:

”انہوں [بیگانہ] نے کسی کی شان میں مدح کے طور پر ایک مصرع بھی نہیں کہا مگر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے ہیڈ ماسٹر الطاف حسین قبلہ کی ذات گرامی کچھ اس طرح حسن ذاتی سے مزین تھی جس کے وہ دل کی گہرائیوں سے معترف تھے۔ اُن کا ذکر خیر ہمیشہ بڑے خلوص سے کرتے۔ اُن کی بزرگی برتری کا ذکر سرعام کیا کرتے۔ زندگی میں اگر کسی کی مدح کی تو وہ اُن ہی کی ذات والا صفات تھی۔ دو رباعیاں اُن کے لیے کہی گئی تھیں۔“ (مضمون ”بھائی ابا“ مشمولہ کتابی سلسلہ ”حقیقی ادب“ شمارہ ۲، کراچی۔

۱۹۸۰ء: ص ۴۰۲)

* سید الطاف حسین کے حالات زندگی اُن کی سوانح عمری ”حیات جاویداں“ مولفہ احمد الدین مارہروی (مطبوعہ کراچی، سال طبع نذر) سے ماخوذ ہیں۔

غزلیات

- ۱: ص ۷۵
آیات دوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات دوم۔
- ۲: ص ۷۶
آیات سوم کی غزل: ۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵، آیات سوم۔

- ۳: ص ۷۷
آیات سوم کی غزل: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، آیات سوم۔
- ۴: ص ۷۷-۷۸
آیات سوم کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات سوم۔

- ۵: ص ۷۸
اس غزل کا ابتدائی متن آیات دوم میں ہے اور ترمیم شدہ متن آیات سوم میں۔
تفصیل کے لیے رک: حاشیہ ۲۸، آیات دوم و حاشیہ ۱۰، آیات سوم۔

- ۶: ص ۷۹
آیات سوم کی غزل: ۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶، آیات سوم۔

- ۷: ص ۸۰
آیات سوم کی غزل: ۱۲ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات سوم۔

- ۸: ص ۸۱
آیات سوم کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔
- ۹: ص ۸۱
آیات اول کی غزل: ۱۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۰، آیات اول۔

- ۱۰: ص ۸۲
آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔
- ۱۱: ص ۸۲-۸۳
آیات سوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات سوم۔

- ۱۲: ص ۸۳
آیات سوم کی غزل: ۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳، آیات سوم۔
- ۱۳: ص ۸۴
آیات سوم کی غزل: ۱۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۱۳: ص ۸۵
آیات سوم کی غزل: ۸ کے ۱۳ شعر اور دو زائد اشعار جو کلیات میں آیات سوم ہی کی غزل میں شامل کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۸، آیات سوم۔

۱۵: ص ۸۶
آیات اول کی غزل: ۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اول۔

۱۶: ص ۸۷
آیات اول کی غزل: ۲۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۵، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول۔

۱۷: ص ۸۷
نشر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشر۔

۱۸: ص ۸۸
آیات اول کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اول۔

۱۹: ص ۸۹
آیات سوم کی غزل: ۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴، آیات سوم و حاشیہ ۱۹، آیات اول۔

۲۰: ص ۸۹-۹۰
آیات اول کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات اول۔

۲۱: ص ۹۰
نشر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۸، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۹، نشر۔

۲۲: ص ۹۰-۹۱
آیات اول کی غزل: ۴ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۴، آیات اول۔

۲۳: ص ۹۱-۹۲
آیات اول کی غزل: ۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۶ تا ۹، ۱۱، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۶، آیات اول۔

۲۴: ص ۹۲
آیات اول کی غزل: ۷ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اول۔

۲۵: ص ۹۳

آیات اول کی غزل: ۸ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۸، آیات اول۔

۲۶: ص ۹۳

نشر کی غزل: ۱ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱، نشر۔

۲۷: ص ۹۴

آیات اول کی غزل: ۱۵ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات اول۔

۲۸: ص ۹۴

آیات اول کی غزل: ۱۲ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷، ۹، ۱۱، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

۳۰: ص ۹۵-۹۶

۲۹: ص ۹۵

آیات اول کی فارسی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات اول۔
آیات اول کی فارسی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، آیات اول۔

۳۱: ص ۹۶

آیات اول کی فارسی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات اول۔

۳۲: ص ۹۷

آیات دوم کی فارسی غزل: ۹۶ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۶، ۹۔
رک: حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔

۳۳: ص ۹۸

۳۳: ص ۹۷-۹۸

آیات اول کی فارسی غزل: ۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اول۔
آیات دوم کی فارسی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، آیات دوم۔

۳۵: ص ۹۹

آیات اول کی فارسی غزل: ۹۱ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۱۰، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات اول۔

۳۶: ص ۹۹

آیات دوم کی فارسی غزل: ۱۰۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات دوم۔

۳۷: ص ۱۰۰

آیات اول کی غزل: ۳۶ کے مطابق۔ ۳ شعروں کے اضافے کے ساتھ۔
رک: حاشیہ ۳۶، آیات اول۔

۳۹: ص ۱۰۲

آیات دوم کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات دوم۔

۳۸: ص ۱۰۱-۱۰۰

آیات سوم کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات سوم۔

۴۰: ص ۱۰۳

نشر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر۔

۴۱: ص ۱۰۴-۱۰۳

آیات اول کی غزل: ۳۰ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۹، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اول۔

۴۳: ص ۱۰۶-۱۰۵

آیات اول کی غزل: ۳۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۷، آیات اول۔

۴۲: ص ۱۰۵-۱۰۴

آیات اول کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۴، آیات اول۔

۴۵: ص ۱۰۸-۱۰۷

آیات اول کی غزل: ۳۳ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات اول۔

۴۴: ص ۱۰۷-۱۰۶

آیات اول کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۹، آیات اول۔

۴۶: ص ۱۰۸

آیات اول کی غزل: ۳۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول۔

۴۸: ص ۱۱۰-۱۰۹

آیات سوم کی غزل: ۱۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۱۲۰، آیات سوم۔

۴۷: ص ۱۰۹

آیات سوم کی غزل: ۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات سوم۔

۳۹: ص ۱۱۰

آیات دوم کی غزل: ۱۰۶ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۶۵۱، ۱۳۵۸۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۵۰: ص ۱۱۱

۵۱: ص ۱۱۲

آیات دوم کی غزل: ۱۰۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔
آیات سوم کی غزل: ۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۲، آیات سوم۔

۵۲: ص ۱۱۳

آیات اول کی غزل: ۴۰ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۸، ۱۳۵۲۔
رک: حاشیہ ۴۰، آیات اول۔

۵۳: ص ۱۱۳-۱۱۴

آیات اول کی غزل: ۴۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۲، ۹۵۱۔
رک: حاشیہ ۴۷، آیات اول۔

۵۴: ص ۱۱۴

نشر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۵ شعر ش: ۵، ۶، ۸، ۱۲، ۹۔ نیز ایک نیا مطلع مطابق آیات سوم، ش: ۶۳۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشر و حاشیہ ۶۳، آیات سوم۔

۵۵: ص ۱۱۵

آیات اول کی غزل: ۴۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۸۵۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۴۵، آیات اول۔

۵۶: ص ۱۱۵

آیات اول کی غزل: ۴۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۱، آیات اول۔

۵۷: ص ۱۱۶

آیات اول کی غزل: ۴۳ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۳، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳۵۲۔
رک: حاشیہ ۴۳، آیات اول۔

۵۸: ص ۱۱۶

نشر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱۱، ۱۳، ۱۶۵۱۳۔
رک: حاشیہ ۲۸، نشر۔

۵۹: ص ۱۱۷

نثر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱۴، ۷، ۶، ۴، ۱۔
رک: حاشیہ ۲۶، نثر۔

۶۰: ص ۱۱۷

آیات اول کی غزل: ۴۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۹، آیات اول۔

۶۱: ص ۱۱۸-۱۱۷

آیات اول کی غزل: ۴۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۱۵۸، ۶۵۱۔
رک: حاشیہ ۴۸، آیات اول۔

۶۲: ص ۱۱۸

آیات دوم کی غزل: ۵۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۱۵۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۶۳: ص ۱۱۹

آیات سوم کی غزل: ۵۷ کے مطابق اور ایک زائد شعر۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات سوم۔

۶۴: ص ۱۱۹-۱۲۰

آیات سوم کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱۱۵۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات سوم۔

۶۶: ص ۱۲۱

آیات سوم کی غزل: ۵۴ کے مطابق اور ایک زائد شعر۔
رک: حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

۶۵: ص ۱۲۰

آیات سوم کی غزل: ۷۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیات سوم۔

۶۷: ص ۱۲۱-۱۲۲

آیات سوم کی غزل: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، آیات سوم۔

۶۸: ص ۱۲۳

آیات اول کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱۳۵۱۱، ۹۵۷، ۵۵۱۔
رک: حاشیہ ۵۶، آیات اول۔

۶۹: ص ۱۲۴

آیات اول کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۱۰، ۱۳، ۱۵ تا ۱۸۔
رک: حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۷۰: ص ۱۲۵

آیات اول کی غزل: ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۵۸، آیات اول۔

۷۱: ص ۱۲۶-۱۲۷

آیات سوم کی غزل: ۸۶ کے یہ ۲۲ شعر۔ ش: ۱، ۱۵ تا ۱۷، ۲۳۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات سوم۔

۷۲: ص ۱۲۸

آیات سوم کی غزل: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، آیات سوم۔

۷۳: ص ۱۲۹

آیات دوم کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱۔ اور ایک زائد شعر۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۷۴: ص ۱۲۹-۱۳۰

آیات دوم کی غزل: ۸۹ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۸ تا ۱۰۔ اور ایک زائد شعر۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

۷۵: ص ۱۳۰

آیات دوم کی غزل: ۹۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۱۴ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۷۶: ص ۱۳۱

آیات سوم کی غزل: ۱۰۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔

۷۷: ص ۱۳۱

آیات سوم کی غزل: ۱۰۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۷۸: ص ۱۳۲

آیات سوم کی غزل: ۱۰۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۱، آیات سوم۔

۷۹: ص ۱۳۲-۱۳۳

آیات دوم کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔

۸۰: ص ۱۳۳

آیات سوم کی غزل: ۱۰۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱۳۵، ۳۵۱۔
رک: حاشیہ ۱۰۷، آیات سوم۔

۸۱: ص ۱۳۳

آیات سوم کی غزل: ۹۹ کے مطابق اور ۲ زائد شعر جو کلیات میں آیات سوم کی اسی غزل میں شامل کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۹۹، آیات سوم۔

۸۲: ص ۱۳۵

آیات سوم کی غزل: ۱۰۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۸۵، ۳۵۱۔
رک: حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم۔

۸۳: ص ۱۳۶-۱۳۵

آیات سوم کی غزل: ۱۰۵ کے مطابق اور ایک زائد شعر جو کلیات میں آیات سوم کی اسی غزل میں شامل کیا گیا۔
رک: حاشیہ ۱۰۵، آیات سوم۔

۸۴: ص ۱۳۷-۱۳۶

آیات اول کی غزل: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، آیات اول۔

۸۵: ص ۱۳۸-۱۳۷

آیات سوم کی غزل: ۱۱۲ کے مطابق جس میں ۱۲ شعر ہیں اور یہ سب شعر آیات اول کی غزل: ۶۸ میں شامل ہیں۔ ش: ۱۵۲، ۷، ۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۶۸، آیات اول و حاشیہ ۱۱۲، آیات سوم۔

۸۶: ص ۱۳۸

آیات اول کی غزل: ۶۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۳، آیات اول۔

۸۷: ص ۱۳۹

آیات اول کی غزل: ۶۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۳، ۱۔
رک: حاشیہ ۶۵، آیات اول۔

۸۸: ص ۱۳۹

آیات اول کی غزل: ۶۹ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۷، ۳، ۲، ۱۔
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول۔

۸۹: ص ۱۳۹

۹۰: ص ۱۴۰

آیات اول کی غزل: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، آیات اول۔
نشر کی غزل: ۳۶ کے یہ شعر۔ ش: ۱۱، ۵ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۳۶، نشر۔

۹۱: ص ۱۴۰

نشر کی غزل: ۳۵ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۴، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۳۵، نشر۔

۹۲: ص ۱۴۱

آیات اول کی غزل: ۷۲ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۶، ۸۔
رک: حاشیہ ۷۲، آیات اول۔

۹۳: ص ۱۴۱

آیات اول کی غزل: ۷۴ کے یہ شعر۔ ش: ۱ تا ۷۔
رک: حاشیہ ۷۴، آیات اول۔

۹۴: ص ۱۴۱-۱۴۲

آیات اول کی غزل: ۸۷ کے یہ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷ تا ۱۰، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اول۔

۹۵: ص ۱۴۲-۱۴۳

آیات اول کی غزل: ۷۶ کے مطابق۔ اس فرق کے ساتھ کہ پرانا مقطع حذف کر کے نیا مقطع غزل میں شامل کیا گیا ہے۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیات اول۔

۹۶: ص ۱۴۳

آیات اول کی غزل: ۸۶ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات اول۔

۹۷: ص ۱۴۴

آیات اول کی غزل: ۸۰ کے یہ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶، ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول۔

۹۸: ص ۱۴۴-۱۴۵

آیات اول کی غزل: ۷۸ کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶، ۷، ۹ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیات اول۔

۹۹: ص ۱۳۵

آیات اول کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۸ تا ۱۰، ۱۱، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۵، آیات اول۔

۱۰۰: ص ۱۳۶

آیات اول کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۱، آیات اول۔

۱۰۱: ص ۱۳۷

آیات اول کی غزل: ۸۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔
رک: حاشیہ ۸۳، آیات اول۔

۱۰۲: ص ۱۳۸-۱۳۷

نشر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔
رک: حاشیہ ۴۲، نشر۔

۱۰۳: ص ۱۳۸

آیات اول کی غزل: ۸۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۵، ۹۔
رک: حاشیہ ۸۲، آیات اول۔

۱۰۴: ص ۱۳۸-۱۳۹

آیات اول کی غزل: ۸۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۸۹، آیات اول۔

۱۰۶: ص ۱۵۰

آیات اول کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۱۰۵: ص ۱۳۹

آیات اول کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، آیات اول۔

۱۰۷: ص ۱۵۱-۱۵۰

آیات سوم کی غزل: ۱۰۴ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات سوم۔

۱۰۹: ص ۱۵۲

آیات سوم کی غزل: ۱۲۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۷، آیات سوم۔

۱۰۸: ص ۱۵۲-۱۵۱

آیات سوم کی غزل: ۱۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۴، آیات سوم۔

۱۱۰: ص ۱۵۳

۱۱۱: ص ۱۵۴

آیات سوم کی غزل: ۱۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۵، آیات سوم۔

آیات اول کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۰، آیات اول۔

۱۱۲: ص ۱۵۴

۱۱۳: ص ۱۵۵

آیات اول کی غزل: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، آیات اول۔

گنجینہ م کی غزل: ۱۱۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۱۳ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۱۱۶، گنجینہ م (غ)۔

۱۱۴: ص ۱۵۵-۱۵۶

آیات اول کی غزل: ۷۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۷ تا ۹، ۱۲ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیات اول۔

۱۱۵: ص ۱۵۶

آیات اول کی غزل: ۷۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۱۰ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۱، آیات اول۔

۱۱۶: ص ۱۵۷

آیات اول کی غزل: ۷۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیات اول۔

۱۱۷: ص ۱۵۸-۱۵۷

☆ ماہنامہ ”ماہ نو“ کراچی، مارچ ۱۹۵۰ء: ص ۵۲

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”ماہ نو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۸: ص ۱۱۸

۱۱۹: ص ۱۵۹ (مثلث)

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

آیات دوم، ش: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۲۰: ص ۱۶۰ (مثلث)

آیات اول، ش: ۲۸ کے یہ ۵ بند۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۶۔
رک: حاشیہ ۲۸، آیات اول۔

۱۲۱: ص ۱۶۱-۱۶۰

☆ ماہنامہ ”آج کل“ دہلی، ستمبر ۱۹۵۲ء: ص ۳

اختلاف نسخ:
شعر ۷، مصرع ۲ : اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو ٹھہرے میہماں کب تک
رسالہ ”آج کل“ میں ”ہے“ بجائے ”ہو“۔

۱۲۲: ص ۱۶۱-۱۶۲
یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۳: ص ۱۶۲

☆ مسودہ غزل بقلم یگانہ

☆ ماہنامہ ”شاہ راہ“ دہلی، سالنامہ، جنوری، فروری ۱۹۵۵ء: ص ۱۹۱

مرتب کلیات کے پاس اس غزل کا اصل ابتدائی مسودہ ہے۔ یہ ۳۲x۲۱ س م سائز کے نیا لے رنگ کے کاغذ پر ہے جس کے ایک طرف انگریزی میں ایک انشائیہ نمائندگی چھپی ہوئی ہے جس کا عنوان ہے A Re-Union اور مصنف کا نام ہے S.L.Pathy۔ اس تحریر کی پشت کا صفحہ سادہ ہے جسے یگانہ نے استعمال کیا ہے۔ ورق کو چوڑائی کی طرف سے چار برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے اور دوسرے حصے میں غزل لکھی ہے۔ اولاً پنسل سے اور پنسل ہی سے تراشیم ہیں۔ بعد ازاں پنسل سے لکھے ہوئے حروف کو روشنائی سے واضح کیا گیا ہے۔ اس کاغذ پر سب سے اوپر یگانہ نے قافیہ لکھے ہیں جو یہ ہیں: آفت، دولت، صورت، قیامت، شامت، کدورت، مروت، نوبت، غفلت، غیرت، طبیعت، نسبت، حیرت۔ ۱۳ مکمل شعر لکھے ہیں جن میں سے ۷ شعر مہینہ ق کی غزل میں شامل ہیں (ش: ۲۱، ۲۲، ۲۳)۔ باقی ۶ شعر غزل میں شامل نہیں کیے گئے۔ رک: باقیات ۴۴۔ مسودے میں مندرجہ ذیل مصرعے قلم زد کیے گئے ہیں:

- (۱) : پھر کوئی آفت آئی، پھر کوئی آیت آئی
- (۲) : کس پر طبیعت آئی یہ کیسی آفت آئی
- (۳) : دل تو یہ چاہتا تھا مڑوایا نہ دیکھنے پائے
- (۴) : نازک مزاجیوں سے آخر یہ نوبت آئی
- (۵) : حیران ہوں الٹی کیسی یہ دولت آئی
- (۶) : قدموں سے اُن کے لپٹی پھر کیوں قیامت آئی
- (۷) : کس پر طبیعت آئی کیوں کر طبیعت آئی
- (۸) : کرتے کرتے آخر یہ نوبت آئی
- (۹) : سے دل میں یہ طاقت آئی

آخری دو مصرعوں کے ابتدائی الفاظ ناخوانا ہیں۔

کاغذ کی اُس جانب جہاں انشائیہ نمائندگی تحریر ہے، اوپر کے بائیں کونے میں ایک دوسری غزل کے تین شعر اور ایک مصرع لکھا ہے۔ رک: غزل و حاشیہ ۹۹، غیر مدون کلام۔
رسالہ ”شاہ راہ“ محولہ بالا میں یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع مہینہ ق اور مسودہ غزل دونوں سے مختلف ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۳۔ ”شاہ راہ“ میں کلیات کے یہ ۶ شعر ملتے ہیں۔ ش: ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : یہ انقلاب کیا یہ کیا قیامت آئی
مسودہ : برپا ہے حشر، آخر یہ کیا قیامت آئی
شعر ۵، مصرع ۱ : ترسی ہوئی نگاہیں عالم وہ رنگ و بو کا
مسودہ : ترسی ہوئی نگاہیں وہ کثرت

(اس مصرعے کے درمیان کے الفاظ ناخوانا ہیں)

شعر ۵، مصرع ۲ : اب کیا بتاؤں نیت کیوں کر سلامت آئی
رسالہ ”شاہ راہ“ : اب کیا بتائیں نیت
شعر ۶، مصرع ۱ : کچھ ایسی منہ کی کھائی توبہ بھی بھول بیٹھے
مسودہ : کھائی ہنستا بھی
شعر ۶، مصرع ۲ : اوروں پہ ہنستے ہنستے اپنی بھی شامت آئی
مسودہ : ہنستے آخر یہ نوبت آئی

زمانہ تصنیف:

۵۰-۱۹۴۷ء۔ یہ غزل گنجینہ م کی ترتیب (۱۹۴۶ء) کے بعد اور گنجینہ ق کی ترتیب (۱۹۵۱ء) سے پہلے لکھی گئی۔

۱۲۴: ص ۱۶۳

☆ بیاض ۵: ورق ۸۰، الف تا ورق ۸۱، الف

☆ مسودہ غزل بخط دوار کا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی۔

☆ مکتوب یگانہ، بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰/۱۱/۱۹۴۹ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی۔

گنجینہ ق میں اس غزل میں ۱۳ شعر ہیں۔ مسودہ بخط شعلہ میں بھی ۱۳ شعر ہیں۔ لیکن گنجینہ کی غزل کا ایک شعر (ش: ۳) اس میں نہیں ہے اور ایک شعر گنجینہ ق کی غزل سے زائد ہے۔ یہ شعر کلیات میں مقطوعے سے پہلے غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا ہے۔ اس طرح کلیات میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ بیاض ۵ میں غزل گنجینہ ق کے مطابق ہے، سوائے اس کے کہ ایک مصرع قدرے مختلف صورت میں ہے۔
رک: اختلاف نسخ، مندرجہ ذیل۔

اختلاف نسخ:

شعر ۳، مصرع ۲ : آپ ہی اپنی سزا حسن پشیاں کیوں نہ ہو
بیاض ۵ : اپنی آنکھوں میں سبک حسن
شعر ۴، مصرع ۲ : دست قدرت ہے تو پیدا کیوں ہو، پنہاں کیوں نہ ہو
بیاض ۵ و مسودہ بخط شعلہ : کیوں ہے، پنہاں
مکتوب یگانہ : دست قدرت ہے تو پھر پردے میں پنہاں کیوں نہ ہو

شعر ۹، مصرع ۲ : ساتھ دے فطرت تو مشکل اپنی آساں کیوں نہ ہو
 مسودہ بخط شعلہ : جذبِ صادق ہو تو پھر دشوار آساں کیوں نہ ہو
 شعر ۱۳، مصرع ۲ : ماسوا سے چشم پوشی عینِ ایماں کیوں نہ ہو
 مسودہ بخط شعلہ : حق شناسی کفر کیوں ہو عین.....

زمانہ تصنیف :

مکتوب یگانہ، محولہ بالا کے آخر میں یگانہ نے اس غزل کے ۴ شعر لکھے ہیں (ش: ۵، ۴، ۲، ۱)۔ اس بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۵: ص ۱۶۴-۱۶۳

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۱۲۶: ص ۱۶۴

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ ایک شعر بوجہ حذف کیا گیا۔

۱۲۷: ص ۱۶۵

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، جنوری ۱۹۵۱ء: ص ۳۲

☆ مسودہ بخط یگانہ

تینوں ماخذوں میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے۔ مرتب کلیات کے پاس اس غزل کا مسودہ بخط یگانہ موجود ہے۔ (۲۲x۱۷ س م سائز کے نیلے رنگ کے کاغذ پر) یہ وہ مسودہ ہے جو ماہنامہ ”آج کل“ دہلی میں اشاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس کے اوپر کے بائیں کونے میں ”آج کل کے لیے (خاص)“ کے الفاظ لکھے ہیں اور دائیں کونے میں یگانہ کا نام اور پتا لکھا ہے: ”میرزا یگانہ چنگیزی۔ سلطان بہادر روڈ، منصور مگر، لکھنؤ“۔ اس میں سے نام رہنے دیا ہے اور پتا قلم زد کر دیا ہے۔ یہ پتا غزل کے خاتمے پر درج کیا گیا ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے: ”مصنف نے آخر میں اپنا جو پتا لکھا ہے، اسی طرح چھاپا جائے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ قلم زد کر دینے سے کیا فائدہ ہے؟“ اس یک سطر عبارت کو نمایاں کرنے کے لیے اس کے اوپر اور نیچے سرخ پنسل سے لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ اس غزل کے ایک شعر:

وطن کو چھوڑ کے پہنچا غریب جنت میں

یہاں سے اور کہاں جائے کس جگہ جائے

کے مصرع اول کے الفاظ ”جنت میں“ کے نیچے خط کھینچ کر لفظ ”پاکستان“ لکھا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے کے الفاظ ”کس جگہ جائے“ کے نیچے خط کھینچ کر الفاظ ”جہنم میں“ لکھے گئے ہیں۔ خیال ہے کہ انہیں الفاظ کی وجہ سے غزل حکومت ہند کے سرکاری رسالے ”آج کل“ میں نہیں چھپی ہوگی اور مصنف کو واپس کر دی گئی ہوگی۔ یگانہ نے اس کاغذ کو ضائع نہیں کیا۔ اس کی پشت کے آدھے حصے میں غزل: ”بندگی ہے ٹنگی، آپس میں گفتگو نہ سہی“ (غیر مدون کلام، ش: ۹۹) کا اولیٰ مسودہ ہے جس میں کات چھانٹ کی گئی ہے اور باقی آدھے صفحے میں یگانہ نے اس غزل کو صاف کیا ہے۔

مندرجہ بالا شعر کے متبادل الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یگانہ کا اشارہ کسی خاص فرد کی طرف ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ ان الفاظ کے مشارِ الیہ آغا جان (ابن یگانہ) ہیں جو اُن دنوں (۱۹۵۰ء) پاکستان میں تھے۔ یگانہ کے دوسرے بیٹے حیدر میرزا بھی پاکستان میں تھے لیکن نسبتاً بہتر حالات میں تھے۔ بیگم یگانہ اُس وقت تک پاکستان نہیں آئی تھیں۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

متفرقات

۱۲۸: ص ۱۶۶

- (۱) نثر کی غزل: ۲ کا مقطع۔
رک: حاشیہ ۲، نثر۔
 - (۲) نثر کی غزل: ۱۳ کا ایک شعر (ش: ۱۱)۔
رک: حاشیہ ۱۳، نثر۔
 - (۳) نثر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۹، ۱۱۔
رک: حاشیہ ۲۵، نثر۔
 - (۴) آیات دوم کی غزل: ۵۵ کے یہ ۲ شعر۔ ش: ۲، ۳۔
رک: حاشیہ ۵۵، آیات دوم۔
 - (۵) بیاض ۴: ورق ۴۸ ب
- بیاض ۴ میں ان اشعار کا عنوان ”مزاحیہ“ ہے جب کہ گنجینہ ق میں کوئی عنوان نہیں۔ گنجینہ ق میں ابتدائی تین شعروں سے پہلے جو الفاظ لکھے ہیں (سوال، جواب، جواب الجواب) وہ مذکورہ بیاض میں نہیں ہیں۔
- (۶) آیات سوم کی غزل: ۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۱، آیات سوم۔

☆☆☆

غیر مدون کلام

۱: رباعی

☆ بیاض ۱: ورق ۶۱، الف و ب

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۱

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۶۱، الف پر اسے قلم زد کر دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: تھے دشمن و دوست سب اُسی کے دم سے
بیاض ۱، قلم زدہ متن: دل کے دم تک تھے دوست بھی دشمن بھی
اس مصرعے کو بھی قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا ہے جو کلیات میں ہے۔
ترانہ ق میں رباعی کا عنوان: ”دونوں پہلو آباد“۔

۲: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نظارہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۴: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۵: رباعی

☆ ترانق: ص ۱۳۳

☆ ماہنامہ ”چاند“ الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۲۹۰

اختلاف نسخ :

ترانق میں عنوان: ”ہننے والا تو کون“۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”چاند“ محلہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نظارہ“ محلہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۸: رباعی

☆ ترانق: ص ۱۷۵ و ص ۲۰۲

ص ۱۷۵ پر یہ رباعی قلم زد کی گئی ہے۔ بعد میں اسے ص ۲۰۲ پر مجموعے کے اُس حصے میں لکھا ہے جس میں مزاحیہ رباعیاں ہیں۔
عنوان: ”پالا ہے مرے ہاتھ“۔

۹: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱ ☆ کجکول: ص ۷۶

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۰: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۱: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۲: رباعی

☆ بیاض ۱: ورق ۴۹ ب و ورق ۶۰ ب

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۶۰ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : ہاتھ آئے گا کیا سہل نیا مال کہیں
قلم زدہ متن : ہاتھ آئے گا ہر روز نیا مال کہیں
مصرع ۲ : ہر ایک سے چل سکتے ہو یہ چال کہیں
قلم زدہ متن : ہر ایک پہ چل جائے گی یہ چال کہیں

۱۳: رباعی

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۰

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

ترانہ ق میں عنوان: ”رنگ میں بھنگ“۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

اختلاف نسخ :

یگانہ نے یہ رباعی اپنے ایک مضمون ”دامن گلچیں“ (ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، جنوری ۱۹۱۷ء: ص ۱۴) میں شامل کی ہے۔ اس میں مصرع اول قدرے مختلف ہے۔

مصرع ۱ : حاسد کو غم و رنج سے چارا ہی نہیں

مذکورہ مضمون : حاسد کو مصیبتوں سے چارا ہی نہیں

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۵: رباعی

☆ کجکول: ص ۶۷

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۱۶: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۱۷: رباعی

☆ ترانہ ق: ص ۷۵

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۴۹۱

ترانہ ق میں عنوان: ”کیا کہیے“۔ اس سے پہلے یہ عنوان لکھا تھا: ”راہ کھوئی کیوں ہوئی“۔ بعد میں یہ عنوان قلم زد کیا گیا۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۴: کھوئی ہوئی کیوں بندہ درگاہ کی راہ

رسالہ ”زمانہ“: کیوں بند ہوئی بندہ درگاہ . . .

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸: رباعی

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۲

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء: ص ۳۳۰

ترانہ ق میں عنوان: ”بسم اللہ دل لگائیے“۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”ہمایوں“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹: رباعی

☆ بیاض: ورق ۴۱ ب

۲۰: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷۱

☆ جگول: ص ۶۷

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۲۱: رباعی

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۶

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲:

یہاں ایک غیر متعلقہ حاشیہ درج ہو گیا تھا جس کا علم دورانِ طباعت ہوا۔ یہ حاشیہ حذف کیا گیا۔

۲۳: رباعی

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱-۳۰

☆ جگول: ص ۲۱

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۲۵: دو شعر

۲۴: پانچ شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۱ سے قبل کا زائد ورق، الف۔

☆ بیاض ۱: ورق ۵۳، الف

۲۷: ایک شعر

۲۶: قطعہ

☆ چراغِ خن، طبع اول: سرورق

☆ بیاض ۱: ورق ۵۶ ب

بیاض میں یہ قطعہ قلم زد کیا گیا ہے۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۳ء (مطابق سالِ تصنیف، چراغِ خن، طبع اول)

۲۸: ایک شعر

☆ چراغِ خن، طبع دوم: ص ۱۱۵

☆ چراغِ خن، طبع اول: ص ۷۵

یہ شعر ”چراغِ خن“ میں بحرِ طویل کے دو اوزانِ فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن اور فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن کے اجتماع کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔ دونوں مصرعے بالترتیب ان دونوں اوزان میں ہیں۔
”چراغِ خن“ طبع دوم میں یاس نے مصرعِ اول میں اپنے قلم کی جگہ ایک فرضی قلم ”نسیم“ لکھا ہے جس سے مصرعے کی صورت یہ ہوئی ہے:

مبت رقیبوں سے عداوت نسیم سے

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۳ء (مطابق سال تصنیف، چراغِ سخن، طبع اول)

۲۹: دو شعر

☆ چراغِ سخن، طبع اول، ص ۷۰

☆ چراغِ سخن، طبع دوم، ص ۱۰۴

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جنوری ۱۹۱۶ء: ص ۱۳-۱۲

یہ دو شعر ”چراغِ سخن“ میں بحر مضارع کی بحث میں درج کیے گئے ہیں۔ پہلا شعر بحر مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مقصور یا محذوف (مفعول فاع لات مفاعیل فاع لات یا فاعلن) کی مثال میں اور دوسرا شعر بحر مضارع مثنیٰ اُخرب سالم مقصور یا محذوف (مفعول فاع لاتن مفعول فاع لات یا فاعلن) کی مثال میں ہے۔ یاس نے ان کے بارے میں یہ نوٹ لکھا ہے :

”ان دونوں وزنوں کا اجتماع جائز ہے۔ تیسرے رکن پر ... تسکینِ اوسط کا زحاف واقع ہوتا ہے۔“

زیر نظر کلیات کی ترتیب کے بعد وہ غزل مکمل دستیاب ہوگئی جس کے دو شعر زیر بحث ہیں۔ مکمل غزل کے لیے رک : ضمیمہ ۲، ش ۳۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۱۳ء۔ ان اشعار کا زمانہ تصنیف، چراغِ سخن، طبع اول کے زمانہ تصنیف کے مطابق متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰: تین شعر

☆ چراغِ سخن، طبع دوم، ص ۱۳۰، ۱۳۸ تا ۱۶۱

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں یاس نے اپنے ادبی حریفوں عزیز لکھنوی، ثاقب لکھنوی اور صفی لکھنوی کو نیچا دکھانے کے لیے ایک فرضی نام سے خط لکھا اور اپنے تین شعروں کی تقطیع اور تحقیق وزن کی فرمائش کی۔ عزیز وصفی نے تو اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، ثاقب نے رائے لکھ بھیجی۔ اس رائے پر یاس نے ایک تنقیدی مضمون لکھا اور ثاقب کی عروضی معلومات کا مضحکہ اُڑایا۔ اس پر اُس زمانے کے مشہور ادبی رسالوں میں بحث چھڑ گئی۔ یاس نے اس سلسلے کے اپنے مضامین ”چراغِ سخن“ میں شامل کیے ہیں جو اس کتاب میں ص ۱۳۸ سے ص ۱۶۱ تک ہیں۔ یاس نے بتایا ہے کہ اُن کے یہ اشعار بحر منسرح کے مندرجہ ذیل اوزان میں ہیں جن میں ضم، طے اور تسکینِ اوسط کے زحافات واقع ہوئے ہیں :

شعر ۱، مصرع ۱	: متعللن	فاعلات	مقتعلن	فاعلن
مصرع ۲	: متعللن	فاعلات	مفاعلن	فاعلن
شعر ۲، مصرع ۱	: مفعولن	فاعلن	مفاعلن	فاعلن
مصرع ۲	: مفاعلن	فاعلن	مقتعلن	فاعلن
شعر ۳، مصرع ۱	: متعللن	فاعلن	مقتعلن	فاعلن
مصرع ۲	: مفعولن	فاعلن	مقتعلن	فاعلن

(تفصیل کے لیے رک : چراغِ سخن، طبع دوم، مذکورہ بالا صفحات)

زمانہ تصنیف:

یہ اشعار اسی زمانے (اکتوبر ۱۹۱۵ء) کی تصنیف ہیں جب یاس نے فرضی نام سے مذکورہ بالا خط لکھا تھا۔

۳۱: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اگست ۱۹۲۱ء: ص ۵۴

☆ شہرت کا ذبہ: ص ۳۰

یہ شعر ”شہرت کا ذبہ“ میں غازی الدین بلخی (یاس کا فرضی نام) کے نوشتہ دیباچے میں ہے اور اس سے پہلے یاس کے انتخاب کلام ”منتخبات یاس“ میں رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں شائع ہوا تھا۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس شعر کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: رباعی (در مدح سید الطاف حسین)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۳۷، الف

مولوی سید الطاف حسین کی مدح میں یگانہ نے ایک اور رباعی بھی لکھی تھی۔ رک: رباعی ۲۷۵، گنجینہ ق۔
مولوی صاحب کے حالات کے لیے رک: حاشیہ ۲۷۵ (ر)، گنجینہ ق۔

زمانہ تصنیف:

۲۵-۱۹۲۳ء۔ رک: حاشیہ ۲۷۵ (ر) گنجینہ ق

۳۳: رباعی (بٹی ام صغریٰ کی وفات پر)

☆ بیاض ۳: ورق ۲۲، الف

بیاض میں رباعی سے پہلے یہ عبارت ہے:

”رباعی جوام صغریٰ کی یاد میں ۱۹۲۹ء میں بمقام عثمان آباد کئی گئی تھی۔ اس پیاری بچی

کی یاد اب تک دل کو بڑ پاتی ہے۔“

یگانہ کی بٹی ام صغریٰ کے بارے میں مزید تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۲۹ء، مطابق اقتباس مندرجہ بالا۔

۳۴: رباعی

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۱۰، الف

☆ ماہنامہ ”سفیر سخن“ پشاور، جنوری ۱۹۳۳ء: ص ۲۲

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، سال نامہ، جنوری، ضروری ۱۹۳۳ء: ص ۱۸

زمانہ تصنیف :

محولہ بالا دونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۵: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۳۵ ب

۳۶: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۲۰ ب

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، سالنامہ، جنوری ۱۹۳۵ء، ص ۲۰

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۸: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۳ ب

۳۷: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۲۹، الف

۴۰: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۱۰ ب

۳۹: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۵ ب

۴۱: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۹، الف

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، سالنامہ، جنوری، فروری ۱۹۳۳ء، ص ۱۸

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۲: رباعی (بھونچال دیوی کے کرشمے)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۰ ب، و ورق ۲۱، الف

بیاض میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۰ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن کے مصرع اول میں چند الفاظ تبدیل کر کے مصرع موجودہ متن کے مطابق کیا گیا ہے۔ قلم زدہ الفاظ ناخوانا ہیں۔ قلم زدہ متن کا عنوان: ”بھونچال دیوی سے خطاب“۔

زمانہ تصنیف :

گمان غالب ہے کہ یہ رباعی کونڈے کے زمرے (۱۹۳۵ء) سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ بیاض ۲ میں ۱۹۳۵ء کا نوشتہ کلام بھی ہے۔

۴۳: رباعی

☆ ماہنامہ ”یادگار“ لاہور، اکتوبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۵

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۴ : میدان اُس کا ہے جو پہلے مار چلے
رسالہ ”یادگار“ : ہے پہلے جو مار چلے

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”یادگار“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: غزل

☆ بیاض ۳: ورق ۶، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۲۷، الف

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۵ء: ص ۱۸۵

یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک بوجہ کلیات میں شامل نہیں کیا گیا۔ شعر: ۲ بیاض ۳ میں نہیں ہے۔

زمانہ تصنیف:

رسالہ ”نیرنگ خیال“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۵: رباعی

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۴۲ ب

۴۶: رباعی

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱، ب

اس رباعی میں ایک نام ”جدن“ آیا ہے۔ اس سے مراد جدن بانی ہے جو برصغیر کی مشہور گائیکہ اور اداکارہ تھی۔ پیدائش ۱۹۰۰ء، وفات ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء۔ نامور اداکارہ نرگس کی والدہ تھی۔ (مسلمو ان انڈیا، از نریش کمار جین، نئی دہلی ۱۹۷۹ء، جلد اول، ص ۲۲۲) جدن بانی کو یگانہ ذاتی طور پر جانتے تھے۔ ذوالفقار علی بخاری ”سرگزشت“ (کراچی ۱۹۶۶ء) میں لکھتے ہیں:

”جدن کے یہاں کے مشاعرے بہت ہی کی تاریخ میں یا گار رہیں گے۔ ان میں جوش اور یگانہ بھی شرکت کرتے تھے۔“ (ص ۲۳۹)

۴۷: رباعی

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۳ ب و ورق ۳۷، الف

بیاض ۳ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۳ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : ہنتے ہی رہیں ہم تو عدو کیوں نہ جلع
بیاض ۳، قلم زدہ متن : ہم ایسے ہنسوڑے عدو کیوں نہ جلع
مصرع ۲ : ایسی زندہ دلی کہاں تک نہ کھلے
بیاض ۳، قلم زدہ متن : ایسی زندہ دلی بھلا کیوں نہ کھلے

۴۸ : رباعی

۴۹ : رباعی

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۸ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۳، الف

۵۱ : ایک شعر

۵۰ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶، الف

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۲ ب

۵۲ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۵ ب

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۲، الف

☆ ماہنامہ ”عروس خیال“ دہلی، جون ۱۹۳۵ء : ص ۲۲

☆ بیاض ۴ : ورق ۳۵ ب

یہ ۶ شعروں کی غزل کا مقطع ہے۔ اس غزل کے ۵ شعر بوجہ کلیات میں شامل نہیں کیے گئے۔ خود یگانہ نے بھی اس غزل کو اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیا۔ ”سیاں“ کے بارے میں حاشیہ بیاض ۲ میں نہیں ہے، باقی دونوں بیاضوں میں ہے۔ رسالہ ”عروس خیال“ میں بھی یہ حاشیہ ہے۔ اس میں لفظ ”مشہور“ کی جگہ ”مشہور و معروف“ لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف :

کلیات میں اس شعر کو ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۸ء کے دوران لکھی جانے والی تخلیقات میں شامل کیا گیا ہے۔ چونکہ کلیات کی کمپوزنگ کی تکمیل تک رسالہ ”عروس خیال“ دستیاب نہیں ہوا تھا، اس لیے زمانہ تصنیف متعین کرنے میں غلطی ہوئی۔ اس رسالے میں اشاعت کی وجہ سے اس شعر کو ۱۹۳۵ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵۳ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۵۲ ب

۵۴ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۷، الف

یہ شعر اسماعیل احمد مینائی کے مضمون ”دو میرزا“ کے بارے میں ہے۔ یہ مضمون ماہنامہ ”الانظر“ کھنڈ میں جولائی ۱۹۳۵ء سے جون ۱۹۳۶ء تک بالاقساط شائع ہوا تھا، بعد میں تمام اقساط کو یک جا کرے ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا تھا۔ ”دو میرزا“ سے مراد ”آیات وجدانی“ طبع اول کا مرتب میرزا مراد بیگ شیرازی اور میرزا یگانہ ہیں۔ شیرازی نے یگانہ کی جو تعریف کی ہے اور جو غالب پر اعتراضات کیے ہیں، اس مضمون میں ان کا جواب دیا گیا ہے اور پھر یگانہ کی شاعری کے عیوب بیان کیے گئے ہیں۔ مضمون نگار کو بظاہر یہ معلوم نہیں کہ میرزا مراد بیگ شیرازی کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ اس فرضی نام کے پردے میں خود یگانہ کا فرمایا ہے۔

۵۵: ایک شعر (بعنوان: ”غلبچی“)

۵۶: ایک شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۲ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۴۶ ب

عنوان مرتب کلیات کا قائم کردہ ہے۔

یہ شعر بھی ”غلبچی“ کے بارے میں ہے۔

۵۷: رباعی (بعنوان: ”اصغر گوٹڈوی“)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۶ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۵۸، الف

عنوان مرتب کلیات کا قائم کردہ ہے۔ کوڈ یا بدایونی سے مراد فانی بدایونی ہیں۔

۵۸: رباعی

۵۹: چار شعر (بعنوان: ”کالا بھوت“)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۲، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۴۵، الف

یہ رباعی بھی اصغر گوٹڈوی کے بارے میں ہے۔ یہ اشعار اصغر گوٹڈوی کے بارے میں ہیں۔

۶۰: رباعی (بعنوان: ”مہاراجہ سرکشن پرشاد“)

☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف سے پہلے جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ورق نیز ورق ۴۷ ب

یہ رباعی مذکورہ بیاض میں دو جگہ لکھی گئی ہے۔ رباعی کے پہلے متن میں لفظ ”مہاراج“ (مصرع: ۳) کے نیچے تیر کا نشان بنا کر حاشیہ لکھا گیا ہے جو کلیات میں رباعی کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اسی متن کے مصرع ۴ میں لفظ ”سرپھروں“ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ”ظالموں“ لکھا ہے۔ ورق ۴۷ ب پر جو متن ہے، اُس میں اس مصرعے میں ”ظالموں“ لکھا ہے، متبادل لفظ نہیں لکھا گیا۔ ورق ۴۷ ب پر حاشیہ قدرے مختلف ہے جو یہ ہے:

”ہزار کسلنسی یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر، صدر اعظم نظام گورنمنٹ۔“

کلیات میں رباعی پر عنوان مرتب کلیات کا اضافہ ہے۔

۶۱: قطعہ تاریخ

☆ بیاض ۳: ورق ۳۰، اب

یگانہ نے اپنی پوری زندگی میں یہی ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے۔ مذکورہ بیاض میں قطعے سے پہلے یہ عبارت ملتی ہے:

”نوٹ: نواب معین الدولہ بہادر رئیس پائے گاہ حیدر آباد کا عنایت نامہ مؤرخہ ۱۸۰۸ بہمن

۴۸ ف آج سیلو میں ۱۸۰۸ بہمن کو مجھے ملا (صاحب موصوف کی خدمت میں مجھے شرف

نیاز حاصل نہیں ہے) کہ میرا اک دیوان ”معین سخن“ طبع ہو رہا ہے، اس کے لیے اک

قطعہ تاریخ بھیج دیجئے تو باعث تشکر ہے۔ میں نے حسب ذیل قطعہ کہہ کر بھیج دیا۔“

نواب محمد معین خان معین الدولہ حیدر آباد دکن میں امیر پائے گاہ تھے۔ وہ سر آسمان جان کے بیٹے اور نظام

دکن (عثمان علی خاں) کے داماد تھے۔ ریاست میں کئی ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ کھیلوں سے خصوصاً شکار سے بہت دلچسپی تھی۔ شاعری میں بھی نام پیدا کیا۔ ۱۹۳۸ء میں حیدرآباد سے اُن کا دیوان ”معین سخن“ شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے لکھا ہے۔ اس کے آخر میں دیوان کی طباعت سے متعلق متعدد شعرا کے قطعات تاریخ ہیں۔ یگانہ کا زیر نظر قطعہ ص ۲۲۷-۲۲۶ پر ہے۔

معین الدولہ کے حالات حیدرآباد دکن سے متعلق متعدد کتابوں میں ملتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ ”بستانِ آصفیہ“ حصہ ہفتم، از مایک راؤ وٹھل راؤ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۰ھ، ص ۲۲۷-۲۲۶۔

۲۔ ”مشیر عالم ڈائریکٹری“ از مصباح شیرازی، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۹ف، ص ۳۸۶-۳۸۳۔

۳۔ ”تاریخ خاندان پائے گاہ“ از نواب حسن یار جنگ، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۱۹۰-۱۸۵۔

زمانہ تصنیف :

یگانہ کا مندرجہ بالا نوٹ ۱۰ ربیع ۱۳۳۸ف کو لکھا گیا تھا۔ اُسی روز نواب معین الدولہ کا خط ملا تھا اور اُسی روز قطعہ تاریخ لکھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ قطعہ ۱۰ ربیع ۱۳۳۸ف مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۳۸ء کی تصنیف ہے۔

۶۲: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزون قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :

یگانہ کے محولہ بالا مسودے میں ۱۲ رباعیاں ہیں۔ ان میں سے ایک گنجینہ ق میں شامل ہے۔ (ش: ۸۸)، باقی ۱۱ رباعیاں کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں شامل نہیں ہیں۔ یہ رباعیاں گنجینہ ق کی تاریخ اختتام کتابت ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء اور زیر نظر مسودے کی تاریخ تحریر ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کے درمیانی زمانے کی تصنیف ہیں۔ جس رباعی کا سال تصنیف حتمی طور پر دوسرے ذرائع سے معلوم ہو گیا ہے، وہ لکھ دیا گیا ہے۔ نیز وہ رباعیاں جن میں مارچ ۱۹۵۳ء کے حادثہ لکھنؤ کی طرف اشارہ ہے یا اس واقعے سے متاثر ہو کر لکھ گئی ہیں، وہ ۱۱ ازما ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہیں۔ زیر بحث ۱۱ رباعیاں غیر مدون کلام میں شمار: ۶۲، ۶۳، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۹، ۸۲، ۸۹، ۹۰، ۹۲ پر موجود ہیں۔ ان میں سے ۶ رباعیوں (ش: ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۹، ۸۲) کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان میں حادثہ لکھنؤ کا رد عمل ملتا ہے۔

۶۳: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزون قومی عجائب گھر، کراچی

یہ رباعی کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

۶۴: رباعی

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزون قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ یہ رباعی حادثہ لکھنؤ سے متعلق ہے۔

۶۵: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

ش: این ایم ۱۹۶۳ء، ۲۸/۲۱۳

☆ ”خاصہ خاصانِ ادب“ (غیر مطبوعہ تحریر) از یگانہ، کتابی سلسلہ ”تخلیقی ادب“ کراچی

شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۳۳۸

یہ رباعی مذکورہ بالا دونوں تحریروں میں شامل ہے۔ دوسری تحریر بھی ۱۹۵۳ء کی نوشتہ ہے۔ (رک: حاشیہ ۹۷، مندرجہ ذیل)

زمانہ تصنیف:

محولہ بالا خط کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۶: رباعی

☆ ”خاصہ خاصانِ ادب“ (غیر مطبوعہ تحریر) مکمل حوالہ حاشیہ: ۶۵، مندرجہ بالا میں ہے

☆ مسودہ بخط یگانہ مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ مکتوب یگانہ بنام آغا جان مؤرخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء، رسالہ ”نقوش“ لاہور، خطوط نمبر،

حصہ اول، شمارہ ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء: ص ۲۵۶

زمانہ تصنیف:

”خاصہ خاصانِ ادب“ محولہ بالا، ۱۹۵۳ء کی تحریر ہے۔ رک: حاشیہ ۹۷، مندرجہ ذیل۔ قومی عجائب گھر کراچی میں یگانہ کی جو تحریریں محفوظ ہیں، اُن میں یہ رباعی چند دوسری رباعیوں کے ساتھ جو ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہیں، لکھی ہوئی ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ رباعی بھی ۱۹۵۳ء کے حادثہ لکھنؤ کے بعد لکھی گئی ہے۔

۶۷: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ مؤرخہ ۲۹ جولائی ۱۹۵۳ء، ماہنامہ ”ساقی“ کراچی، اپریل ۱۹۵۵ء:

ص ۳۱

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

کلیات میں اس رباعی کا متن محولہ بالا خط میں درج رباعی کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۱: بدنام سہی حال میں اپنے ہیں مست

مسودہ بخط شعلہ: جیسا بھی سہی، حال.....

زمانہ تصنیف:

یگانہ نے محولہ بالا خط اور اس رباعی کا زمانہ تحریر (۱۹۵۳ء) یکساں ہے۔ حادثہ لکھنؤ کے بعد جو رباعیاں لکھی گئی تھیں، یہ اُن میں سے ہے۔

۶۸: رباعی

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۶۹: رباعی

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ بخط دوارکا داس شعلہ، گنجینہ ق، ص ۶۶

یہ رباعی بخط شعلہ دو جگہ ملتی ہے۔ گنجینہ ق یعنی گنجینہ کا مسودہ نوشتہ یگانہ کچھ عرصہ شعلہ کی تحویل میں رہا ہے۔ اس کا ص ۶۶ خالی ہے۔ اس پر شعلہ نے یہ رباعی لکھی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ یادداشت ہے: ”۱۹۵۳ء کے حادثہ لکھنؤ سے متاثر ہو کر کہی۔ حاصل شدہ از میرزا محمد نقتی، برادر خورد“۔ (شعلہ۔ ۱۶-۶-۵۸ء)

میرزا محمد نقتی، یگانہ کے سرالی عزیز تھے جنہوں نے یگانہ کے آخری ایام میں اُن کی بہت خدمت کی۔ کلیات میں یہ رباعی ماخذ اول کے مطابق درج کی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۳: عزت جو مٹائے سے کسی کے مٹ جائے

ماخذ دوم: عزت جو کسی کے مٹائے سے مٹ جائے (کذا)

زمانہ تصنیف:

یہ رباعی حادثہ لکھنؤ کے بعد کہی گئی ہے، اس لیے ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہے۔

۷۰:

یہاں ایک غیر متعلقہ حاشیہ غلطی سے درج ہو گیا تھا جس کا علم دوران طباعت ہوا۔ یہ حاشیہ حذف کیا گیا۔

۷۱: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف:

۱۹۵۳ء۔ اس رباعی میں یگانہ نے حادثہ لکھنؤ کے بعد اپنے گھریلو سامان، کتابوں اور مسودات وغیرہ کے گٹ جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۳ء کو پیش آیا تھا۔ رک: کتابی سلسلہ ”تخلیق و تہذیب“ کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء، ص ۵۱۳۔

۷۲: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :
۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجہ بالا۔

۷۳ : رباعی
☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۴ : رباعی
☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :
۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجہ بالا۔

۷۵ : رباعی
☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۶ : رباعی
☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۷ : رباعی
☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۸ : رباعی
☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :
۱۹۵۳ء۔ رباعی کے مضمون ہی سے ظاہر ہے کہ یہ حادثہ لکھنؤ کے بارے میں ہے۔

۷۹ : رباعی
☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی
☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ

کلیات میں یہ رباعی یگانہ کے مسودے کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :
مصرع ۱ : یہ تیزی طبع اُف یہ کج رفتاری
نقل بخط شعلہ : یہ تیزی طبع ایسی کج رفتاری

زمانہ تصنیف :
۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجہ بالا۔

۸۰: رباعی

☆ بیاض ۵: ورق ۶۱، الف

زمانہ تصنیف:

۱۹۵۳ء۔ مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ رباعی حادثہ لکھنؤ کے بعد کہی گئی ہے۔

۸۱: رباعی

☆ بیاض ۵: ورق ۵۹ ب

۸۲: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

شمار: این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۲۱۳/۲۷۔

کلیات میں اس رباعی کا متن ماخذ اول کے مطابق ہے۔

یہ رباعی حادثہ لکھنؤ کے بعد کی ہے۔ یگانہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ روزنامہ ”سرفراز“ لکھنؤ نے یگانہ کے خلاف لکھ لکھ کر عوام کو مشتعل کیا تھا۔ نواب رام پور اس اخبار کی مالی مدد کرتے تھے۔ ”بھٹو“ سے مراد یہی اخبار ہے۔ اسی مضمون کی دوسری رباعی (باقیات: ۹۲) میں ”نحاس“ کا بھی ذکر ہے۔ یہ لکھنؤ کا وہ علاقہ ہے جہاں اخبار ”سرفراز“ کا دفتر تھا۔ ان دونوں رباعیوں کے پس منظر کی طرف ڈاکٹر نیر مسعود نے توجہ دلائی ہے (مکتوب ڈاکٹر نیر مسعود مورخہ ۲۷ جون ۱۹۹۹ء بنام مرتبہ کلیات)

اختلاف نسخ:

ماخذ دوم میں عنوان: (ایک راوی کے بیان کا خلاصہ)

مصرع ۱: بھٹو نے کہا کہاں جیتتر ہے وہی

ماخذ دوم: کھایا ہوگا نہ باپ دادا نے کبھی

مصرع ۲: ماخذ دوم میں اس مصرعے کے آگے قوسین میں یہ الفاظ لکھے ہیں: (”وہ کیسا دی ہوگا“)

مصرع ۳: مل جائے جو رام پور کا پس خوردہ

ماخذ دوم: مل جائے جو رام پور والے کا اُش

مصرع ۴: دو لقمے میں چھٹ جائے پھپھوندی منہ کی

ماخذ دوم: اک لقمے میں

ماخذ دوم میں رباعی کے آگے لفظ Good لکھا ہے۔

زمانہ تصنیف:

مکتوب بنام تلخ محولہ بالا میں شامل ہونے کی وجہ سے اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا

جاسکتا ہے۔

۸۴: رباعی
☆ نقل بخط شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۸۳: رباعی
☆ بیاض ۵: ورق ۶۱ ب

۸۶: رباعی
☆ بیاض ۵: ورق ۶۵، الف

۸۵: رباعی
☆ بیاض ۵: ورق ۶۴، الف

۸۷: رباعی
☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۲ء، مخزونہ قومی عجائب گھر کراچی، شمار: این، ایم
۱۹۶۳ء-۲۱۴/۱۷

رباعی کا عنوان: یگانہ آرٹ

زمانہ تصنیف:
محولہ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸: رباعی
☆ بیاض ۵: ورق ۷۶ ب

۸۹: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی
☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

مکتوب یگانہ، دراصل ایک ایروگرام ہے جو تلخ کو بھیجا گیا تھا۔ اس پر سوائے دو رباعیوں کے کچھ نہیں۔
بعنوان: ”یگانہ آرٹ“۔ ان میں سے ایک تو زیر نظر رباعی ہے اور دوسری بھی غیر مدون کلام میں شامل ہے۔ ش: ۹۵۔

زمانہ تصنیف:

ایروگرام پر تاریخ درج نہیں ہے۔ ڈاک خانے کی مہر میں صرف سنہ واضح ہے جو ۱۹۵۳ء ہے۔ گمان غالب ہے کہ نو تصنیف ہونے کی بنا پر یہ رباعیات تلخ کو مطالعے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اس لیے ان رباعیوں کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ مسودہ بخط یگانہ بھی ۱۹۵۳ء ہی میں شعلہ کو بھیجا گیا تھا۔ اس سے بھی رباعی کا زمانہ تصنیف متعین ہوتا ہے۔

۹۰: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۹۱: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی
ش: این، ایم ۱۹۶۳ء-۲۱۴/۲۸

زمانہ تصنیف :
محولہ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۲: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۸۲، مندرجہ بالا۔

۹۳: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۵ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

ش : این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۱۱ / ۲۱۴

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ ماہنامہ ”تحریک“ دہلی، جون ۱۹۵۵ء، ص ۴

دوسرے اور تیسرے ماخذ میں عنوان ”یگانہ آرٹ“ ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : یاروں کا مزہ نہ کرکرا ہو جائے

نقل بخط شعلہ : دنیا کا مزہ

زمانہ تصنیف :

مکتوب محولہ بالا میں شمولیت اور رسالہ ”تحریک“ میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۵ء، متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۴: رباعی

☆ بیاض ۵: ورق ۶۱ ب

۹۵: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، ۱۹۵۴ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانہ تصنیف :

۱۹۵۴ء، رک : حاشیہ ۸۹، مندرجہ بالا۔

۹۶: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

ش : این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۱۶ / ۲۱۴

زمانہ تصنیف :
محولہ بالا خط میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷: ایک شعر

☆ ”خاصہ خاصان ادب“ از یگانہ، مکمل حوالہ حاشیہ: ۶۵، مندرجہ بالا میں ہے
☆ مکتوب یگانہ، بنام آغا جان، مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء، رسالہ ”نقوش“ لاہور، خطوط نمبر، حصہ اول،
شمارہ ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء: ص ۲۵۶

زمانہ تصنیف :

”خاصہ خاصان ادب“ میں یگانہ کی دو رباعیاں بھی شامل ہیں (غیر مدون کلام۔ ش: ۶۵، ۶۶) یہ دونوں رباعیاں ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہیں، اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ پوری تحریر جس کا آغاز زیر بحث شعر سے ہوتا ہے، اس شعر سمیت ۱۹۵۳ء میں لکھی گئی۔

۹۸: ہاشم اسماعیل کے بارے میں نظم

اس نظم کا واحد ماخذ وہ نقل ہے جو آغا جان ابن یگانہ کے قلم سے ہے، اور قوی عجائب گھر میں یگانہ کے کاغذات کے ساتھ محفوظ ہے۔ ہاشم اسماعیل یگانہ کے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے۔ ان کے بڑے قدردان تھے اور مالی مدد بھی کرتے رہتے تھے۔ شعلہ کے نام کے کئی خطوں میں ہاشم اسماعیل کا ذکر اچھے الفاظ میں ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۲ء کے خط میں ذکر ملتا ہے جب یگانہ بمبئی میں ہاشم اسماعیل کے مہمان تھے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

”میرے اک مخلص عزیز جو سن میں تو تمھارے ہی قریب ہیں اور خلوص و محبت میں بھی، مگر تم اُن سے بہت سینئر ہو، اُنھوں نے مجھے یہاں بلا کر چاہا کہ شاید کچھ تبدیل آج ہو اور کچھ علاج سے فائدہ ہو جائے۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں، خاص توجہ رکھتے ہیں۔“ (کتابی سلسلہ ”جلیقی ادب“ کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۵۰۹-۵۰۸)
اس سے پہلے یگانہ نے شعلہ سے ہاشم اسماعیل کا کبھی ذکر نہیں کیا، اس لیے خیال ہے کہ ہاشم اسماعیل سے اُن کے تعلقات کچھ زیادہ پرانے نہیں تھے۔ زیر نظر نظم میں یگانہ نے بتایا ہے کہ ہاشم اسماعیل سے اُن کی ملاقات حیدرآباد دکن میں ہوئی تھی۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد یگانہ نے ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک کا زمانہ شہر حیدرآباد میں گزارا۔ یہی زمانہ ہاشم اسماعیل سے ملاقات کا ہے۔

۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء کے خط بنام شعلہ میں یگانہ نے لکھا ہے:

”مسٹر ہاشم اسماعیل نہایت شائستہ، شریف انسان ہیں اور دل میں ہم ایسوں کا درد رکھتے ہیں۔ پہلے گورنمنٹ آف انڈیا میں ملازم تھے، ایران اور افریقہ میں سفیر کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔ میری ہر وقت دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔“ (”جلیقی ادب“ محولہ بالا ص ۵۱۵)

۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء کے خط بنام شعلہ میں لکھا ہے:

”اس آخری وقت میں فقط تم اور مسٹر ہاشم اسماعیل، دونوں مجھے پیش نظر رکھتے ہیں۔
باقی اور جتنے احباب تھے، ایسے انجان ہو گئے جیسے کبھی جان پہچان ہی نہ تھی۔“ (”تخلیقی
ادب“ محولہ بالا: ص ۵۲۴)

مولانا عمران مسافر (کراچی) ایک زمانے میں بمبئی کی ادبی و سماجی زندگی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔
ہاشم اسماعیل سے اُن کے مراسم تھے۔ اُنھوں نے مرتبہ کلیات سے گفتگو کے دوران کہا:
”اُن کا تعلق ایک تجارتی خاندان سے تھا۔ وہ خود کسی تجارتی ادارے میں ملازم تھے۔
اُن کے بھائی عبدالحمید پاکستان آ گئے تھے جو پان اسلامک اسٹیم شپ کمپنی کے بانی
تھے۔ میں ۱۹۶۶ء میں پاکستان آیا تھا۔ اُس وقت تک ہاشم اسماعیل زندہ تھے۔“

ڈاکٹر سید حامد اللہ ندوی نے اپنے مکتوب مؤرخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۲ء بنام مرتبہ کلیات میں جو معلومات فراہم
کی ہیں، اُن کا خلاصہ یہ ہے: ہاشم اسماعیل کی بیگم فاطمہ اسماعیل بمبئی کے ممتاز سماجی خدمت گزاروں میں سے
تھیں۔ حکومت ہند نے اُن کی خدمات کے اعتراف میں انھیں پدماشری کے خطاب سے نوازا تھا۔ ہاشم اسماعیل
کے انتقال کے بعد اُن کا پورا خاندان امریکہ منتقل ہو گیا۔ اب بمبئی میں اُن کا کوئی نام لیوا نہیں رہا۔

ہاشم اسماعیل ادبی ذوق رکھتے تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ انھوں نے ”نگاہ انتخاب“ کے نام سے اردو، فارسی
اور ہندی شعروں کا ایک انتخاب مرتب کیا تھا۔ یہ ادبی پرنٹنگ پریس بمبئی میں طبع ہوا تھا۔ اس پر سال طبعیت درج
نہیں۔ مرتب نے اپنے ”پیش لفظ“ کے آخر میں سنہ ۱۹۶۰ء لکھا ہے۔ اسی کو سال طبعیت و اشاعت سمجھنا چاہیے۔
قاضی عبدالودود نے ”تعارف“ کے عنوان سے دو صفحے لکھے ہیں۔ اس تحریر کے آخر میں ۲۵ جولائی ۱۹۵۲ء کی تاریخ
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ انتخاب ۱۹۵۲ء میں مکمل ہو چکا تھا، اشاعت آٹھ برس بعد ہوئی۔ انتخاب کے آخر
میں مرتب نے ”میرا کلام“ کے عنوان سے اپنا کلام بھی درج کیا ہے (ص ۲۳۲ تا ۲۶۳)۔

انتخاب کا بڑا حصہ اردو اشعار پر مشتمل ہے۔ (۱۰۹۱ اشعر) فارسی اور ہندی اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸ اور
۵۲ ہے۔ اردو اشعار میں سب سے زیادہ شعر یگانہ کے ہیں جو تعداد میں ۲۶۸ ہیں۔

۹۹: آخری غزل

مرتبہ کلیات کے پاس اس غزل کا اصل مسودہ بخط یگانہ ہے۔ ۱۷×۲۲، س م سائز کے نیلے رنگ کے کاغذ
پر یگانہ نے اپنی ایک غزل [مغنیہ ق: ش ۱۲ (غ): خلش تو کوئی دل دوست میں نہ رہ جائے] رسالہ ”آج کل“
دہلی کو اشاعت کے لیے بھیجی تھی، وہاں سے بوجہ واپس آ گئی۔ یگانہ نے اُسے ضائع نہیں کیا، کاغذ کی دوسری جانب
کے سادہ حصے پر زیر نظر غزل لکھی۔ کاغذ کے نصف حصے میں غزل کا ابتدائی مسودہ ہے اور نصف حصے میں اصلاحات
شدہ متن ہے۔ یہی متن کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔

غزل کے ابتدائی مسودے میں شعروں کی ترتیب مختلف ہے جو یہ ہے: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳

شعر ۱۰، ابتدائی مسودے میں پہلے اس صورت میں تھا:
خیال خام تو دیکھو زمانہ سازوں کا
زمانہ اپنے موافق ہے، ایک تو نہ سہی

اسے بھی قلم زد کیا گیا ہے۔

شعر ۲، مصرع ۲ : دماغ تازہ ہے اپنا، شگفتہ رو نہ سہی
ابتدائی مسودہ : دماغ تازہ ہے اب تک شگفتہ رو نہ سہی
ابتدائی مسودے میں یہ ایک مصرع زائد ہے:
غرض کے بندے تو لاکھوں ہیں ایک تو نہ سہی

اس کے مصرع اول کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے۔
مرتب کلیات کے پاس یگانہ کی ایک اور غزل (گنجینہ ق، ش: ۱۲۳، غ) کا اولین مسودہ بھی ہے۔ (تفصیل
کے لیے رک: حاشیہ ۱۲۳، غ، گنجینہ ق)۔ اس کے ایک کونے میں یگانہ نے زیر نظر غزل کے تین شعر اور ایک مصرع
لکھا ہے۔ یہ شعر غزل میں شمار: ۳، ۵ و ۷ پر ملتے ہیں۔ مصرع غزل میں شامل نہیں جو یہ ہے:
وہ آپلی آپ لپٹتی ہے، آرزو نہ سہی

اس متن میں شعر: ۷ کا مصرع ثانی:

خیال خام سہی، تیری آرزو نہ سہی

اس صورت میں ہے:

پلٹ ہی جاتی ہے مہت، لاکھ آرزو نہ سہی

۴

زمانہ تصنیف:

گنجینہ ق کی تدوین (اپریل ۱۹۵۱ء) کے بعد، آخر وقت تک یگانہ نے صرف یہی ایک غزل لکھی ہے۔ گویا
یہ یگانہ کی آخری غزل ہے۔ اس کا اصلاح شدہ متن رسالہ ”آج کل“ دہلی، شمارہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا تھا
(ص ۲۹) اس بنا پر اس غزل کو ۱۹۵۳ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۰۰: ایک مصرع

یگانہ کی بیٹی بلند اقبال بیگم نے ایک ملاقات (بتاریخ ۳۰ مئی ۱۹۸۰ء) کے دوران مرتب کلیات کو بتایا تھا
کہ یہ یگانہ کا آخری مصرع ہے جو آخری دنوں میں اُن کی زبان پر رہتا تھا۔

☆☆☆

باقیات

۱: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، دسمبر ۱۹۲۳ء: ص ۱۹

☆ بیاض ۱: ورق ۳۸، الف

اس شعر کے مصرع اول کو مکمل طور پر اور مصرع ثانی کو جزوی طور پر تبدیل کر کے آیات اول کی غزل: ۳ میں بطور مطلع اول درج کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

آیات اول، مطلع اول، مصرع ۱: مجھے دل کی خطا پر یاس شرمانا نہیں آتا
بیاض ۱، مصرع ۲: مجھے اپنے کیے پر یاس
شباب اردو، مصرع ۲: مجھے اپنے کیے پر یاس پہچانا نہیں آتا
رک: حاشیہ ۳، آیات اول

۲: ایک شعر (مطلع)

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میٹھ، نومبر، دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۳۵

☆ کجکول: ص ۴۷

رک: حاشیہ ۸، آیات اول

۳: تین شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۶، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۳، الف

بیاض ۳ میں تینوں شعر ہیں اور بیاض ۴ میں صرف پہلا شعر ہے۔
رک: حاشیہ ۱۰، آیات اول۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲: دیکھو نہ میرا شعر جوانوں سے لڑ گیا
بیاض ۳: واللہ اپنا شعر تو لڑکوں سے لڑ گیا

۴: تین شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۱۲

☆ بیاض ۱: ورق ۲۶، الف و ب

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں پہلے شعر کے قافیہ ”منتشر“ پر یہ حاشیہ ملتا ہے:
”اساتذہ عجم نے کہیں کہیں اختلافِ توجیہ کو جائز رکھا ہے۔ اسی بنا پر میں نے بھی یہ
قافیہ بطریق شاذ نظم کیا۔ دیکھو معیار الاشعار، محقق طوسی و دیوان انوری وغیرہ۔ یاس“۔
(ص ۱۲)

رک: حاشیہ ۱۲، آیات اول۔

۵: ایک شعر

☆ مسودہ غزل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزن قومی عجائب گھر، کراچی

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مئی ۱۹۳۳ء: ص ۱۳

رک: حاشیہ ۱۶، آیات اول۔

۶: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۱۳

☆ بیاض ۱: ورق ۲۸ ب

رک: حاشیہ ۱۷، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۹۔

۷: چار شعر

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اپریل ۱۹۳۳ء: ص ۲۲۶

☆ بیاض ۱: ورق ۶۷، الف

بیاض ۱ میں مطلع جو باقیات میں ہے، قلم زد کیا گیا ہے۔

رک: حاشیہ ۱۸، آیات اول۔

۸: ایک شعر (مطلع)

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، مارچ ۱۹۳۳ء: ص ۲۲۸

☆ بیاض ۱: ورق ۲۰ ب

رک: حاشیہ ۱۹، آیات اول۔

۹: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۷

☆ بیاض ۱: ورق ۳۳ ب

رک: حاشیہ ۲۰، آیات اول۔

۱۰: چار شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۴۷، الف و ب

☆ کجکول: ص ۵۳

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپور، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۱۵-۱۴

رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۷۔

۱۱: ایک شعر (مطلع)

☆ ”گل دستہ سخن سنج“ لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۲۵

☆ بیاض ۱: ورق ۱۸، ب

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۱ء: ص ۵۰

رک: حاشیہ ۳۲، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۳۔

۱۲: نو شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۱۱، ب و ورق ۱۲، الف

☆ ماہنامہ ”کھکشاں“ لاہور، مارچ ۱۹۲۰ء: ص ۴۷-۴۶

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۴۹-۵۰

رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۶۔

۱۳: تین شعر

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء: ص ۴۰

☆ بیاض ۱: ورق ۹، الف و ب

☆ ماہنامہ ”کار امروز“ لکھنؤ، فروری، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۶۳

شعر ۱: بیاض ۱، اور رسالہ ”کار امروز“ میں ہے۔

شعر ۲: بیاض ۱، اور رسالہ ”خیال“ میں ہے۔

شعر ۳: صرف رسالہ ”کار امروز“ میں ہے۔

رک: حاشیہ ۴۳، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۸۔

۱۴: ایک شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۲۷، ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۷، الف

رک: حاشیہ ۴۵، آیات اول۔

۱۵: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۳۵، الف

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۵۱-۵۰

رک: حاشیہ ۴۸، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۹۔

۱۶: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، اپریل، مئی ۱۹۱۶ء: ص ۱۵۷

رک: حاشیہ ۶۳، آیات اول۔

۱۷: تین شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء، ص ۳۳

☆ بیاض ۱: ورق ۲۱، الف

رسالہ ”شباب اردو“ میں پہلا شعر نہیں ہے، باقی دونوں ہیں۔
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۱۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱: طلسم خاک کو دیوار آہنیں نہ سمجھ
شباب اردو: دیوار آہنی نہ سمجھ

۱۸: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۳۱، الف

رک: حاشیہ ۷۲، آیات اول۔

۱۹: تین شعر

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، مارچ ۱۹۱۸ء، ص ۳۱

☆ بیاض ۱: ورق ۲۱ ب

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۲ء، ص ۳۷

بیاض ۱، اور ”شباب اردو“ میں پہلا شعر نہیں ہے۔ باقی دونوں ہیں۔ ”مخزن“ میں تینوں شعر ہیں۔
رک: حاشیہ ۷۷، آیات اول۔

۲۰: ایک شعر

☆ کجکول: ص ۱۰۲

☆ بیاض ۱: ورق ۱۷، ب

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، مارچ ۱۹۱۸ء، ص ۱۳۳

☆ شہرت کاویہ: ص ۳۵

رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۰۔

۲۱: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۱۹، الف

رک: حاشیہ ۸۱، آیات اول۔

۲۲: چھ شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۲۵ ب

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، جولائی، اگست ۱۹۱۷ء، ص ۱۶۳

☆ ماہنامہ ”کبکشاں“ لاہور، اپریل ۱۹۱۹ء، ص ۳۸-۳۷

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، جون ۱۹۲۳ء، ص ۲۳

بیاض ۱، اور رسالہ ”صلائے عام“ میں پہلے دو شعر ہیں۔ رسالہ ”نظارہ“ میں ان دو شعروں کو چھوڑ کر باقی چاروں شعر ہیں۔ رسالہ ”کبکشاں“ میں بھی چار شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۶، ۳، ۲، ۱۔

اختلاف نسخ :

شعر، مصرع ۱ : ذرے ہی پارس تھے اپنی خاک پر تاثیر کے
رسالہ ”صلائے عام“ : خاک بے تاثیر کے
رک : حاشیہ ۸۲، آیات اول۔

۲۳: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۳۰ ب
☆ بکجول: ص ۱۰۳
☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء: ص ۲۵۲
☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۱۴-۱۳
رک : حاشیہ ۸۳، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۵

۲۴: دو شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۲۳، الف و ب
☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۳ء: ص ۲۵۱
☆ ماہنامہ ”پیانہ“ آگرہ، اپریل ۱۹۲۳ء: ص ۴۹
رسالہ ”پیانہ“ میں صرف پہلا شعر ہے۔
رک : حاشیہ ۸۶، آیات اول۔

۲۵: دو شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۳۲، الف و ب
☆ علی گڑھ میگزین، مارچ، اپریل ۱۹۲۳ء: ص ۳۰
علی گڑھ میگزین میں صرف دوسرا شعر ہے۔ بیاض ۱، میں یہ شعر قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر، مصرع ۲ : وحیو اپنی اسیری کو مبارک سمجھو
علی گڑھ میگزین : بے گناہوں کو مبارک ہو اسیری کا مزہ
بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اُسی صورت میں تھا جس صورت میں علی گڑھ میگزین میں ہے۔ اسے قلم زد کر
کے متبادل مصرع لکھا گیا۔ (بعد ازاں پورا شعر قلم زد کیا گیا)
رک : حاشیہ ۸۷، آیات اول۔

۲۶: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۴۱، الف
رک : حاشیہ ۸۸، آیات اول۔

۲۸: ایک شعر (مطلع)

۲۷: دو شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۴۲ ب و ورق ۴۳ ب
☆ بیاض ۱: ورق ۴۳ ب پر یہ مطلع دوبارہ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔
رک : حاشیہ ۸۹، آیات اول۔
رک : حاشیہ ۹۰، آیات اول۔

۲۹: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۹

☆ بیاض ۱: ورق ۱۰ ب
رک: حاشیہ ۳/۹۲، آیات اول۔

۳۰: دو شعر

☆ گجول: ص ۵۳

☆ بیاض ۱: ورق ۳۰ ب

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزنہ قومی عجائب گھر، کراچی

نقل بخط شعلہ میں صرف پہلا شعر ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱: مصرع ۱: کچھ عجب خاک کے پتے میں کرامت دیکھی

گجول: عجب ان خاک کے پتوں میں کرامت دیکھی

رک: حاشیہ ۱۷/۹۲، آیات اول، نیز ضمیمہ ۲، ش ۲۔

۳۱: مثلث کا ایک بند

☆ بیاض ۱: ورق ۶۰ ب

رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۳۲: چار شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۳، الف دب

☆ ماہنامہ ”مخزن“ لاہور، اپریل ۱۹۲۷ء: ص ۷۰

☆ بیاض ۱: ورق ۵۱، الف دب

☆ بیاض ۳: ورق ۳ ب

☆ ماہنامہ ”چمنستان“ دہلی، جون ۱۹۴۱ء، ص ۲۳

رک: حاشیہ ۱۰، آیات سوم۔

۳۳: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۴۵ ب

رک: حاشیہ ۱۰۵، آیات دوم۔

۳۴: ایک شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۱۱ ب و ورق ۸۳ ب (دو مرتبہ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۵، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۲۳ ب

رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۳۵: ایک شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۲۳، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۳، الف

رک: حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۳۶: دو شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۱، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲ ب و ورق ۳، الف
☆ سہ ماہی ”ایشیا“ بمبئی، شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء: ص ۱۲۵

بیاض ۳ میں دونوں شعر ہیں۔ بیاض ۴ میں صرف دوسرا شعر ہے۔ بیاض ۳ میں پہلا شعر حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ لکھنے سے رہ گیا تھا۔ کلیات میں یہ الفاظ قلابین میں درج کیے گئے ہیں۔ یہ قیاسی اضافے ہیں۔
رک: حاشیہ ۵، آیات سوم۔

۳۸: ایک شعر

☆ بیاض ۲: ورق ۳۵، الف و ورق ۴۰، الف
رک: حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۳۷: ایک شعر

☆ بیاض ۴: ورق ۱، ب
رک: حاشیہ ۷، آیات سوم۔

۳۹: دو شعر

☆ بیاض ۲: ورق ۳۰ ب و ورق ۳۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶ ب
رک: حاشیہ ۳۶، آیات سوم۔

۴۰: پانچ شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۲، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۱ ب و ورق ۲۲، الف
پانچ شعروں میں سے چار (ش: ۵ تا ۲) بیاض ۳ میں اور دو (ش: ۱ و ۲) بیاض ۴ میں ہیں۔ دوسرا شعر دونوں بیاضوں میں مشترک ہے۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات سوم۔

۴۱: دو شعر

☆ بیاض ۲: ورق ۴۱ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۴، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۸ ب
بیاض ۲ و ۳ میں دونوں شعر ہیں۔ بیاض ۴ میں ان میں سے صرف پہلا ہے۔
رک: حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۴۳: دو شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۸۴ ب
رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔

۴۲: ایک شعر

☆ بیاض ۴: ورق ۵۱ ب
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات سوم۔

۴۴: چھ شعر

☆ مسودہ غزل بقلم یگانہ

اس مسودے میں خاصی کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ باقیات میں درج اشعار میں مندرجہ ذیل تراجم ملتی ہیں:

شعر ۲، مصرع ۲ : کیا خوب بھل جب آئے پھولوں کی شامت آئی
ابتدائی صورت : بھل جب مرے پہ آئے.....
شعر ۵، مصرع ۱ : چشمِ کرم کے صدقے دامنِ پیارتا کیا
ابتدائی صورتیں : (۱) مطلب کچھ اور ہوگا دامن.....
(۲) دستِ کرم کے صدقے دامن.....
رک : حاشیہ ۱۲۳، گنجینہ ق۔

۳۵: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”ہمایوں“ لاہور، جنوری ۱۹۲۳ء: ص ۷۹-۷۸
☆ بزمِ گلشن، مرتبہ دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن لاہوری، الہ آباد ۱۹۲۳ء: ص ۱۳۶-۱۳۵
رک : حاشیہ ۵۷، آیات اول۔

۳۶: ایک شعر

☆ گل دستہ سخنِ سنخ، لکھنؤ، جنوری ۱۹۱۸ء: ص ۴۲
رک : حاشیہ ۵۹، آیات اول۔

۳۷: ایک شعر

☆ سالنامہ ”کارواں“ لاہور، ۱۹۳۳ء: ص ۱۲۰
رک : حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔
اس شعر کا مصرع اول دراصل آیات اول کی غزل: ۴ کے شعر: ۵ کا مصرع اول ہے۔

۳۸: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۲ء: ص ۱۱۹
رک : حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

☆☆☆

ضمیمہ : ۱ (غیر مدون کلام)

۱: ایک شعر

☆ چراغِ سخن، طبعِ اول: ص ۳۴ ☆ چراغِ سخن، طبعِ دوم: ص ۴۸

”چراغِ سخن“ میں تقطیعِ حقیقی اور تقطیعِ غیر حقیقی کی مثال میں یہ شعر درج کیا گیا ہے اور اس سے پہلے یہ لکھا ہے: ”فرض کیجئے کسی کا یہ شعر ہے“۔ اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ شعر خود یاس کا ہے اور مثال دینے کے لیے تصنیف کیا گیا ہے۔ اس زمین میں یگانہ کی ایک غزل بھی ہے۔ رک: غزل ۳، نشتر۔

زمانہ تصنیف:

۱۹۱۳ء، ”چراغِ سخن“ اور اس شعر کا زمانہ تصنیف ایک ہی ہے۔

۲: تین شعر

☆ کجکول: ص ۶۸

زمانہ تصنیف:

یہ اشعار ”کجکول“ کے ابتدائی ۸۴ صفحات میں شامل ہیں جو ۱۹۱۶ء میں لکھے گئے تھے۔ لہذا ان کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۴ء (سال اشاعت، نشتر) اور ۱۹۱۶ء کے درمیان متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳: ایک شعر

☆ شہرتِ کاذبہ: ص ۳۲

یہ شعر ”شہرتِ کاذبہ“ کے آغاز میں ہے اور اس سے پہلے یہ عبارت ہے:

”واہ ری حکمتِ ایزدی کہ بے ہنروں کے دلوں میں ہنرمنداں بھیرند و بے ہنراں جاے ایشاں گیرند“ کی ہوس پیدا کر کے حاسدانہ رخنہ اندازیوں کو متحرک و مستعد ہستیوں کے لیے آلہ حصولِ کمال ٹھہرایا۔ وہ ہنر بھی کوئی ہنر ہے جس کے قدردان تو ہوں مگر حاسد نہ ہوں“۔ (ص ۳۲)

زمانہ تصنیف :

یہ شعر مذکورہ بالا عبارت کی مناسبت سے تصنیف کیا گیا ہے، اس لیے اس شعر کا اور ”شہرت کا ذبہ“ کا زمانہ تصنیف (۱۹۲۰ء) ایک ہی ہے۔

۴: تین شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۱۳

یہ اشعار رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں ”کلام یاس“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئے ہیں۔ ان اشعار سے قبل یاس کی دو اور غزلوں :

(۱) : بندہ فطرت مجبور ہوں، مختار نہیں (آیات اول: ۴۹)

(۲) : دے کچھ تو داد طبعِ ندامت شجار کو (آیات اول: ۵۷)

کے تین تین اشعار بھی ہیں۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”شباب اردو“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر ان اشعار کو ۱۹۲۳ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵: رباعی

☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کانپور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳

زمانہ تصنیف :

رسالہ ”زمانہ“ محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶: ایک شعر

☆ مکتوب مؤرخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء، بنام فشی دیانز این گم، مدیر رسالہ ”زمانہ“ کانپور،

مطبوعہ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، اگست ۱۹۳۱ء: ص ۴

زمانہ تصنیف :

یہ شعر محولہ بالا مکتوب میں موضوع زیر بحث (یگانہ کی ذات) کی مناسبت سے درج کیا گیا ہے۔ گمان غالب ہے خط لکھنے کے دوران یہ شعر تصنیف کیا گیا۔

۷: نظم

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲ جون ۱۹۳۵ء، بنام اعجاز صدیقی، ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی،

جنوری، فروری ۱۹۶۳ء: ص ۵۹-۶۰

یہ نظم یگانہ کے محولہ بالا خط میں شامل ہے۔ نظم سے پہلے یہ عبارت ہے :

”اچھا اب میری ’پچی شاعری‘ ملاحظہ فرمائیے۔

داد دینے میں کوتاہی کی تو اچھا نہ ہوگا۔“ (ص ۵۹)

نظم کے بعد یہ لکھا ہے :

”چورن والے کی بانی کی طرح تک سے تک ملا کر آج کل کے ٹکے نئے فیشن کی جو بانیاں (نظمیں) کہا کرتے ہیں، اُن سے اس سچی شاعری کو لڑا کر دیکھئے ... تو سہی۔ امید ہے کہ اس شاعری کے بعد حکیم صاحب میرا نام خطاب یافتہ لوگوں کی فہرست سے خارج کر دینے پر خود ہی مجبور ہو جائیں گے اور اُس جگہ اور کسی مستحق کا نام درج کر دیں گے۔“ (ص ۶۰)

حکیم صاحب سے مراد حکیم یوسف حسن مدیر ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور ہیں جنہوں نے اپنے رسالے کے ۱۹۳۵ء کے سالنامے میں یگانہ کو ”لسان الملک“ کا خطاب دیا تھا۔ اعجاز صدیقی نے خط پر حاشیہ لکھا ہے جس کے مطابق یہ نظم چار بندوں پر مشتمل تھی، دوسرے اور تیسرے بند کے درمیان ایک اور بند تھا جسے فحاشی کی وجہ مدیر ”شاعر“ نے حذف کر دیا۔ اسی حاشیے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اقتباس میں جہاں نقطے ہیں، وہاں فحش عبارت تھی۔

زمانہ تصنیف :

۱۹۳۵ء۔ محولہ بالا مکتوب اور اس نظم کا زمانہ تحریر ایک ہی ہے۔

۸ : تین شعر (بعنوان : ”ادب جدید تھو“)

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء، بنام مفتی محمد رضا انصاری فرنگی مکی، مشمولہ مضمون : ”یگانہ سے متعلق کچھ یادیں“ از مکتوب الیہ، دو ماہی ”اکادمی“ لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۵ء : ص ۶۸-۶۹

ان شعروں سے پہلے خط میں لکھا ہے :

”میز پر یہ پوسٹ کارڈ پڑا تھا۔ میں نے کہا اس سے کچھ کام لینا چاہیے۔ چتاں چہ چند اشعار آپ کی تفریح طبع کے لیے بھیجتا ہوں۔“ (ص ۶۹)

زمانہ تصنیف :

۱۹۴۴ء۔ گمان غالب ہے کہ خط اور اشعار کا زمانہ تصنیف ایک ہی ہے۔

۹ : ایک شعر

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء، بنام مفتی محمد رضا انصاری فرنگی مکی،

حوالہ مطابق حاشیہ ۸، مندرجہ بالا : ص ۶۹

زمانہ تصنیف :

۱۹۴۴ء۔ مطابق حاشیہ ۸، مندرجہ بالا۔

۱۰ : ایک شعر

☆ ماہنامہ ”شاعر“ آگرہ، مئی ۱۹۴۷ء : ص ۴۵

رسالہ ”شاعر“ میں یہ بحث چلی تھی کہ ”نغمہ گانا“ درست ہے یا غلط۔ یگانہ نے بھی اس بحث میں حصہ لیا تھا۔ اُن کا مختصر مضمون ”شاعر“ کے محولہ بالا شمارے میں بعنوان ”نغمہ گانے ہی کی چیز ہے“ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے نغمہ گانا کو درست بتایا تھا۔ مضمون کا خاتمہ زیر بحث شعر پر ہوا ہے۔

زمانہ تصنیف :
یہ شعر جو رباعی کے وزن میں ہے، یگانہ کے کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ خاص
اسی بحث کے لیے لکھا گیا تھا۔ لہذا اس شعر کا زمانہ تصنیف وہی ہے (۱۹۳۷ء) جو محولہ بالا مضمون کا۔

۱۱: رباعی

☆ ماہنامہ ”سفینہ“ کراچی، جون ۱۹۶۳ء، ص ۲۲

محولہ بالا رسالے میں ”تمکات (غیر مطبوعہ)“ کے عنوان کے تحت یگانہ کی دو رباعیاں شائع ہوئی ہیں۔
ایک تو زیر بحث رباعی ہے اور دوسری گنجینہ ق کی رباعی ش: ۸۱ (... چارہ غم ہے یہی) یگانہ کے کراچی میں قیام کے
دوران (۱۹۵۱ء) یہ رباعیاں اُن سے حاصل کی گئی ہوں گی۔

زمانہ تصنیف :

دوسری رباعی ۱۹۵۰ء کی تصنیف ہے (رک : حاشیہ رباعی : ۸۱، گنجینہ ق) گمانِ غالب ہے کہ زیر نظر رباعی
بھی اُسی زمانے میں لکھی گئی۔

ضمیمہ : ۲ (باقیات)

۱: دو شعر

☆ ماہنامہ ”ادیب“ الہ آباد، مئی ۱۹۱۲ء: ص ۲۷۱
نشر کی غزل: ۲۶ کے دو شعر جو یگانہ نے نشر میں شامل نہیں کیے تھے۔
رک: حاشیہ ۲۶، نشر۔

۲: ایک شعر

☆ بکھول: ص ۵۳
رک: حاشیہ ۱/۹۲، آیات اول و حاشیہ ۳۰، باقیات۔

۳: غزل

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جنوری ۱۹۱۶ء: ص ۱۳-۱۲
اس غزل کے دو شعر غیر مدون کلام: ۲۹ میں ”چراغ سخن“ طبع اول و دوم کے حوالے سے درج کیے جا چکے ہیں۔ کلیات کی ترتیب کے بعد مکمل غزل رسالہ ”خیال“ محولہ بالا میں دستیاب ہوئی جو ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔
شعر: ۶، ۷ غیر مدون کلام میں ہیں اور باقی ۱۲ شعر ضمیمہ: ۲ میں درج کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۲۹، غیر مدون کلام۔

۴: تین شعر

☆ بیاض: ۱: ورق ۲۹، الف
رک: حاشیہ ۵۰، آیات اول۔

۵: پانچ شعر

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، مارچ ۱۹۱۶ء: ص ۳۳
رک: حاشیہ ۷۰، آیات اول۔

۶: پانچ شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۲۰، الف
☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، اگست ۱۹۱۵ء: ص ۳۱-۳۰
بیاض ۱ میں ایک شعر (ش: ۴) ہے جب کہ رسالہ ”خیال“ میں پانچ شعر ہیں۔
رک: حاشیہ ۲۲، آیات اول۔

۷: چار شعر

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، ستمبر ۱۹۱۵ء: ص ۱۵-۱۴
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اول و حاشیہ ۱۰، باقیات

۸: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء: ص ۴۰
رک: حاشیہ ۴۳، آیات اول و حاشیہ ۱۳، باقیات

۹: دو شعر

☆ ماہنامہ ”صلائے عام“ دہلی، ستمبر ۱۹۱۶ء: ص ۱۴
رک: حاشیہ ۱۷، آیات اول و حاشیہ ۶، باقیات
آیات اول کی غزل: ۵۶ کے پانچویں شعر کا پہلا مصرع صرف ایک لفظ کی تبدیلی سے (”جب“ بجائے ”کیا“) زیر نظر دو شعروں میں سے دوسرے کا مصرع اول ہے۔

۱۰: ایک شعر

☆ کجکول: ص ۱۰۲
☆ ماہنامہ ”زمانہ“ کان پور، مارچ ۱۹۱۸ء: ص ۱۳۳
رک: حاشیہ ۸۰، آیات اول و حاشیہ ۲۰، باقیات

۱۱: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء: ص ۴۴
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول و حاشیہ ۱۷، باقیات

۱۲: ایک شعر

☆ کجکول: ص ۱۰۲

دوسرے مصرعے کے الفاظ ”کب تک“ کے نیچے دو لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ اس سے مراد اس عروضی نکتے کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو اس مصرعے میں ملحوظ ہے۔ پہلا مصرع بحر مضارع مثنیٰ اُخرب سالم محذوف (مفعول فاع لاتن مفعول فاعلن) میں اور دوسرا مصرع بحر مضارع مثنیٰ اُخرب ملکوف محذوف (مفعول فاع لات مغاعیل فاعلن) میں ہے۔ ان دونوں اوزان کا اجتماع جائز ہے۔ ان اوزان کے بارے میں یاس نے ”چراغ سخن“ میں بحث کی ہے۔ (طبع اول، ص ۷۰۔ طبع دوم، ص ۱۰۴) اس نوعیت کی بحث حاشیہ ۲۹، غیر مدون کلام میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔
رک: حاشیہ ۲۸/۹۲، آیات اول۔

۱۳: ایک شعر

☆ بکجول: ص ۱۰۶

رک: حاشیہ ۲۹/ ۹۲، آیات اول۔

۱۴: دو شعر

☆ گل دستہ سخن، لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۲۵

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، اکتوبر ۱۹۲۱ء: ص ۵۰

رک: حاشیہ ۳۲، آیات اول و حاشیہ ۱۱، باقیات۔

۱۵: ایک شعر

☆ بکجول: ص ۱۰۳

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء، ص ۲۵۲

بکجول میں یہ شعر قلم زد کیا گیا ہے، اس لیے کلیات میں رسالہ ”نظارہ“ محولہ بالا کا متن شامل ہے۔

اختلاف نسخ:

بکجول میں یہ شعر اس صورت میں ہے:

بتوں نے داد نہ دی میرے سر جھکانے کی

ذرا نہ شرم کسی دشمنِ وفا نے کی

رک: حاشیہ ۸۳، آیات اول و حاشیہ ۲۳، باقیات۔

۱۶: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”کہکشاں“ لاہور، مارچ ۱۹۳۰ء، ص ۴۶

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۵۰

س ک:

ماہنامہ ”کہکشاں“ محولہ بالا میں پہلے مصرعے میں ”قدرت“ بجائے ”حسرت“۔

رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول و حاشیہ ۱۲، باقیات۔

۱۷: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۵۵

رک: حاشیہ ۷۴، آیات اول

۱۸: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ، ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۳۵

رک: حاشیہ ۷۵، آیات اول

۱۹: دو شعر

☆ ماہنامہ ”شباب اردو“ لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۵۱-۵۰
رک: حاشیہ ۳۸، آیات اول و حاشیہ ۱۵، باقیات۔

۲۰: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، جنوری ۱۹۳۱ء: ص ۵۰
رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۲۱: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ لاہور، سالنامہ ۱۹۳۳ء: ص ۱۷۱
رک: حاشیہ ۱، آیات دوم۔

۲۲: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”چمنستان“ دہلی، جولائی ۱۹۳۲ء: ص ۲۰
رک: حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔

۲۳: ایک شعر

☆ ماہنامہ ”شاہ راہ“ دہلی، سالنامہ، جنوری فروری ۱۹۵۵ء: ص ۱۹۱
رک: حاشیہ ۱۲۳، گنجینہ ق۔

☆☆☆



مسترح مشفق فی اہم - نسیم
 میں آپ کی اپنے والد میرزا یگانہ کے
 مریحہ بخیر و طبعہ دوران شری مریحہ میں
 اور خطوط شائع کرنے کی اجازت دیتا ہوں
 اور یہ حرف آپ کی اجازت امد حق ہے کہ
 حیات میں انہیں شائع کر سکتے ہیں۔
 آغا جان

والدین
 یگانہ

۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء

آپ

H-14 - Norman Garden

آغا جان (فرزند یگانہ) کا خط مرتب کلیات یگانہ کے نام

زیر ترتیب کتابیں

یگانہ... ایک ادبی سوانح
یگانہ کے مفصل حالاتِ زندگی

مکاتیبِ یگانہ
تقریباً تین سو خطوط کا مجموعہ مع حواشی

غالبیاتِ یگانہ
اس میں غالب سے متعلق یگانہ کی معروف اور متعدد غیر معروف تحریروں کو
یک جا کیا گیا۔

مضامینِ یگانہ
یگانہ کے علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ، دو جلدوں میں

خودنوشتِ یاس
اس وقت کی آپ بیتی جب یاس، یگانہ نہیں تھے۔
نوشتہ : ۱۸-۱۹۱۷ء

در مدحِ خود
وہ مقالات جو یگانہ نے فرضی ناموں سے اپنے بارے میں لکھے۔

یگانہ... شخصیت اور فن
یگانہ کے بارے میں بہترین تنقیدی دسوانحی مقالات کا انتخاب

یگانہ کا مکمل کلام کبھی شائع نہیں ہوا۔ جو مجموعے چھپے ہیں، اُن میں بھی سارا کلام نہیں ہے۔ زیر نظر گلیات میں پہلی مرتبہ یگانہ کو مکمل طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں نہ صرف تمام مطبوعہ مجموعے شامل ہیں، بلکہ وہ کلام بھی ہے جو یگانہ کی نوشتہ بیاضوں، خطوں، ہم عصر ادبی رسائل اور ”گنجینہ“ کے ایک ایسے نسخے سے دستیاب ہوا ہے جو ۱۹۵۱ء میں خود یگانہ نے مرتب کیا تھا اور جس کا مخطّ یگانہ نسخہ مرتب گلیات کے پاس ہے۔

گلیات کے شروع میں مرتب کی تین تحریریں دیباچہ، سوانح یگانہ اور مآخذ شامل ہیں جن میں کلام اور شاعر دونوں کے بارے میں ضروری تفصیلات ملتی ہیں۔ آخر میں تین سو صفحات پر مشتمل حواشی ہیں جن سے گلیات میں شامل ہر غزل اور ہر رباعی کا زمانہ تصنیف متعین کیا گیا ہے، مآخذ بتائے گئے ہیں، شاعر نے جو اصلاحیں اور ترمیمیں کی ہیں، اُن کی تفصیلات دی گئی ہیں نیز دیگر متعلقہ امور پر بحث کی گئی ہے۔ گلیات میں فرہنگ بھی شامل ہے جس میں اُن الفاظ کے معانی درج کیے گئے ہیں جو آج کے قاری کے لیے اجنبی ہیں، یا مانوس الفاظ کے وہ خاص معانی بتائے گئے ہیں جو مطلوب و مراد یگانہ ہیں۔

اس گلیات کی صورت میں پہلی مرتبہ بیسویں صدی کے کسی شاعر کا کلام ایسے انداز اور اہتمام سے منشاے مصنف کے مطابق مرتب کیا گیا ہے جو اردو میں تدوین کی روشن اور منفرد مثال ہے۔



گلیاتِ یگانہ میرزا یگانہ چکری لکھنؤی

